سلسلہ
فتاویٰ عرب علماء
4

دورِ حاضر میں پیش آمدہ
ازدواجی مسائل واحکام پر مشتمل

شیخ ابن باز رحمہ اللہ،
شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ
شیخ محمد بن صالح المنجد حفظہ اللہ
اور دیگر کبار عرب علماء کے فتاوی جات کا حسین انتخاب



فتاویٰ نکاح و طلاق

ترتیب وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وتعلیق:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ



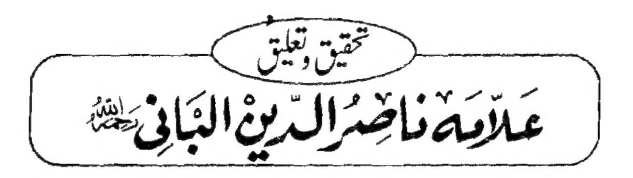


فتاویٰ
نِکاح و طلاق



فتاویٰ نکاح وطلاق





تاریخ اشاعت جنوری 2006ء
مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور



فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور (پاکستان)
Fiqh-ul-Hadith Publications
Lahore-Pakistan
Mobile: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

"اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔" (القرآن)

سلسلہ فتاویٰ عرب علماء 4

دورِ حاضر میں پیش آمدہ ازدواجی مسائل واحکام پر مشتمل



فتاویٰ نِکاح و طلاق

شیخ محمد بن صالح المنجد حفظہ اللہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ

اور دیگر کبار عرب علماء کے فتاویٰ جات کا حسین انتخاب

ترتیب وتخریج:

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وتعلیق:

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ناشر



ڈسٹری بیوٹر

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان)

فون: 042-7321865, 0333-4229127


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نکاح انسان کی زندگی میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے کہ جس کے بعد اس کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور اسے نئے نئے مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر تو وہ ان مسائل کے حل کے لیے اپنے پروردگار کی نازل کردہ تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرتا رہے تو نہ صرف یہ کہ اسے بے شمار پریشانیوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے بلکہ اس کی ساری زندگی بھی سکون واطمینان اور سعادت وسلامتی کا گہوارہ بنی رہتی ہے۔ لیکن اگر وہ ربانی ہدایات کے مقابلے میں اپنے کنبے قبیلے' برادری رشتہ دار' نفسانی خواہشات اور اہل کفر کے طرزِ معاشرت کو پیش نظر رکھے اور اسے ترجیح دے تو پھر اس کا اُن خانگی مشکلات سے دوچار ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے کہ جس کی سینکڑوں مثالیں آئے دن اخبارات ورسائل ہمارے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔

طلاق کی شرح میں اضافہ' بیوی کا کسی غیر کے ساتھ گھر سے بھاگ جانا' کسی اجنبی کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں پائے جانا' پھر شوہر کا اسے قتل کر دینا' بیوی کو زندہ جلا دینا' شوہر یا بیوی کا گھریلو پریشانیوں سے تنگ آ کر خودکشی کر لینا اور اس جیسے دیگر حقائق وواقعات اسلامی نظامِ معاشرت کو ترک کر دینے کا ہی نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ان آزمائشوں سے بچنے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اُن اصول وقوانین کو مدِ نظر رکھا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کے شفاف آئینے میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ پیش نظر کتاب میں معاشرتی زندگی کے اسی پہلو پر کماحقہ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب اُن سوالات وجوابات کا فقہی انداز میں مرتب مجموعہ ہے کہ جو دنیا کے مختلف ممالک سے اہل اسلام نے ازدواجی مسائل سے متعلقہ اپنے پیش آمدہ مسائل بغرضِ استفسار عرب علماء کی خدمت میں خطوط کی صورت میں ارسال کیے' پھر انہوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں شفقت ومحبت بھرے اسلوب کے ساتھ' شرم وحیاء کی

حدود میں رہتے ہوئے اور غیر جانبدارانہ مؤقف کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سوالات کے جوابات دیئے کہ جو ایک عرصہ سے فتاویٰ کی مختلف چھوٹی بڑی کتب' رسائل وجرائد اور مقالات کی صورت میں تا حال طبع ہو رہے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب کے لیے عرب علماء کے فتاویٰ کی متعدد کتب مثلاً " فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء "، " فتاوىٰ إسلامية "، " فتاویٰ ابن باز "، " فتاویٰ ابن عثيمين "، " فتاویٰ منار الإسلام "، " فتاویٰ المرأة المسلمة "، " فتاویٰ المرأة للشيخ ابن باز "، " فتاویٰ السعدية "، " فتاویٰ ورسائل سماحة الشيخ محمد آل شيخ " اور چند دیگر کتب اور رسائل ومقالات کے ساتھ ساتھ مختلف اسلامک سی ڈیز اور ویب سائٹس سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس میں جن ممتاز عرب علماء کے فتاویٰ کا انتخاب کیا گیا ہے ان میں شیخ محمد بن صالح المنجد' شیخ عبدالعزیز بن باز' شیخ محمد بن صالح عثیمین' شیخ عبداللہ بن جبرین' شیخ صالح بن فوزان' شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ ' شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی' شیخ سعد الحمید' شیخ عبداللہ بن حمید عفا اللہ عنہم اور ان کے علاوہ چند دیگر علمائے عظام بھی شامل ہیں۔

ہر آیت اور حدیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے تا کہ کسی بھی مسئلے کی تحقیق کے لیے اصل ماخذ تک پہنچنے میں آسانی رہے۔ تحقیق کے لیے ''علامہ ناصر الدین البانی'' کی مؤلفات وکتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اردو عبارت نہایت سلیس اور عام فہم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ ہر فرد بآسانی اس کتاب سے مستفید ہو سکے۔ یوں اس کوشش کے بعد یہ کتاب طلبائے علوم دینیہ اور علمائے اسلام کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان میاں بیوی کی اہم ضرورت بن کر سامنے آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی اس کاوش کو قبول فرمائے' اسے عامۃ الناس کے لیے نافع بنائے اور اسے راقم' اس کے اہل وعیال اور تمام معاونین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین یارب العالمین!)

" رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ "

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com



فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

نکاح کے احکام

شرائط نکاح کے احکام

حرام رشتوں کے احکام

حرام وباطل نکاحوں کے احکام

محرم رشتہ داروں کے احکام

عنوانات	صفحہ نمبر

منگنی کے احکام

عنوانات	صفحہ نمبر

مہر کے احکام

عقدِ نکاح کے احکام

ولیمہ کے احکام

عورتوں کے ساتھ مباشرت، رہن سہن اور حقوق

حمل کے احکام

متعدد شادیوں کے احکام

طلاق کے احکام

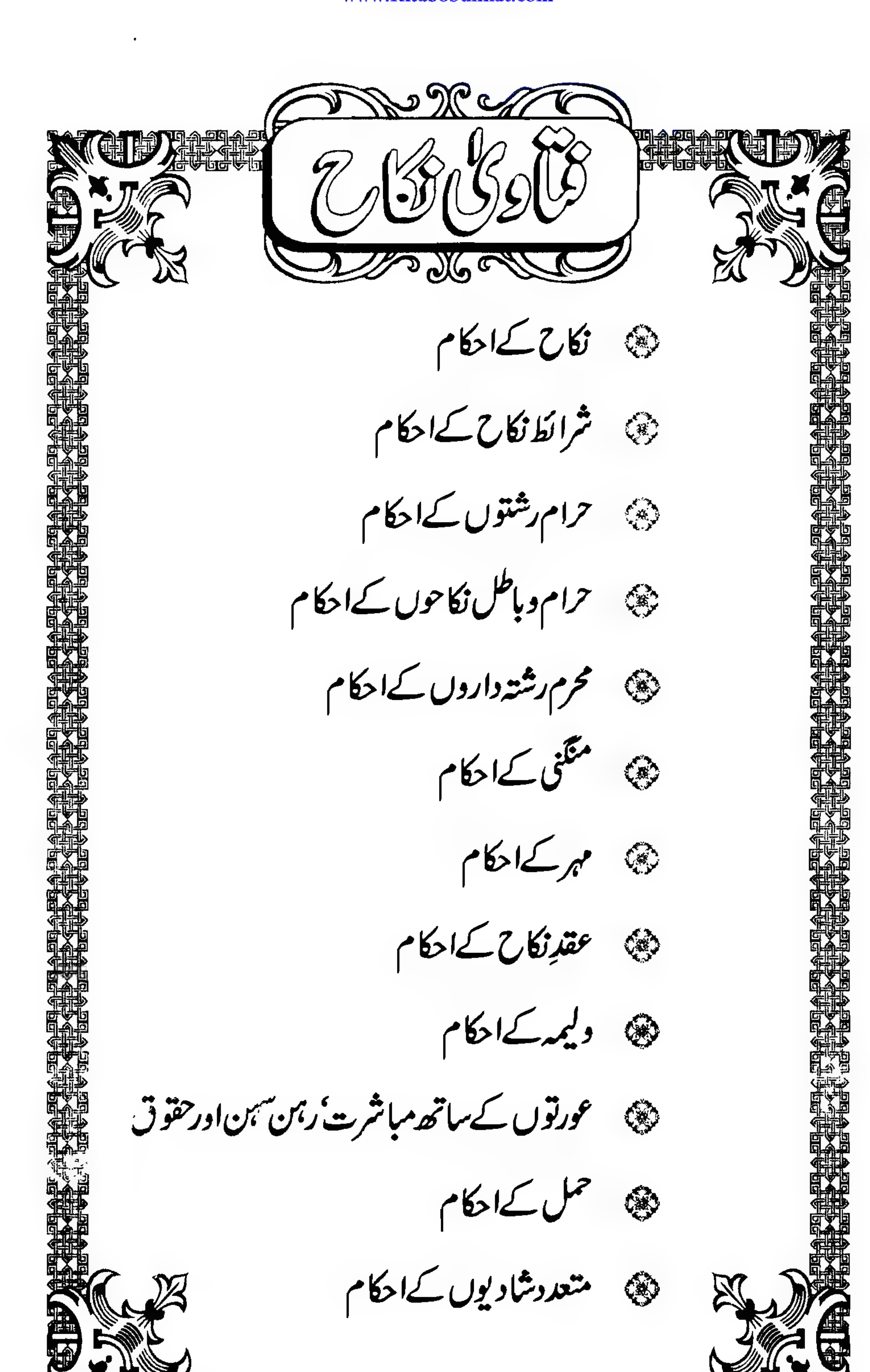
ظہار کے احکام

خرچہ کے احکام

رضاعت کے احکام

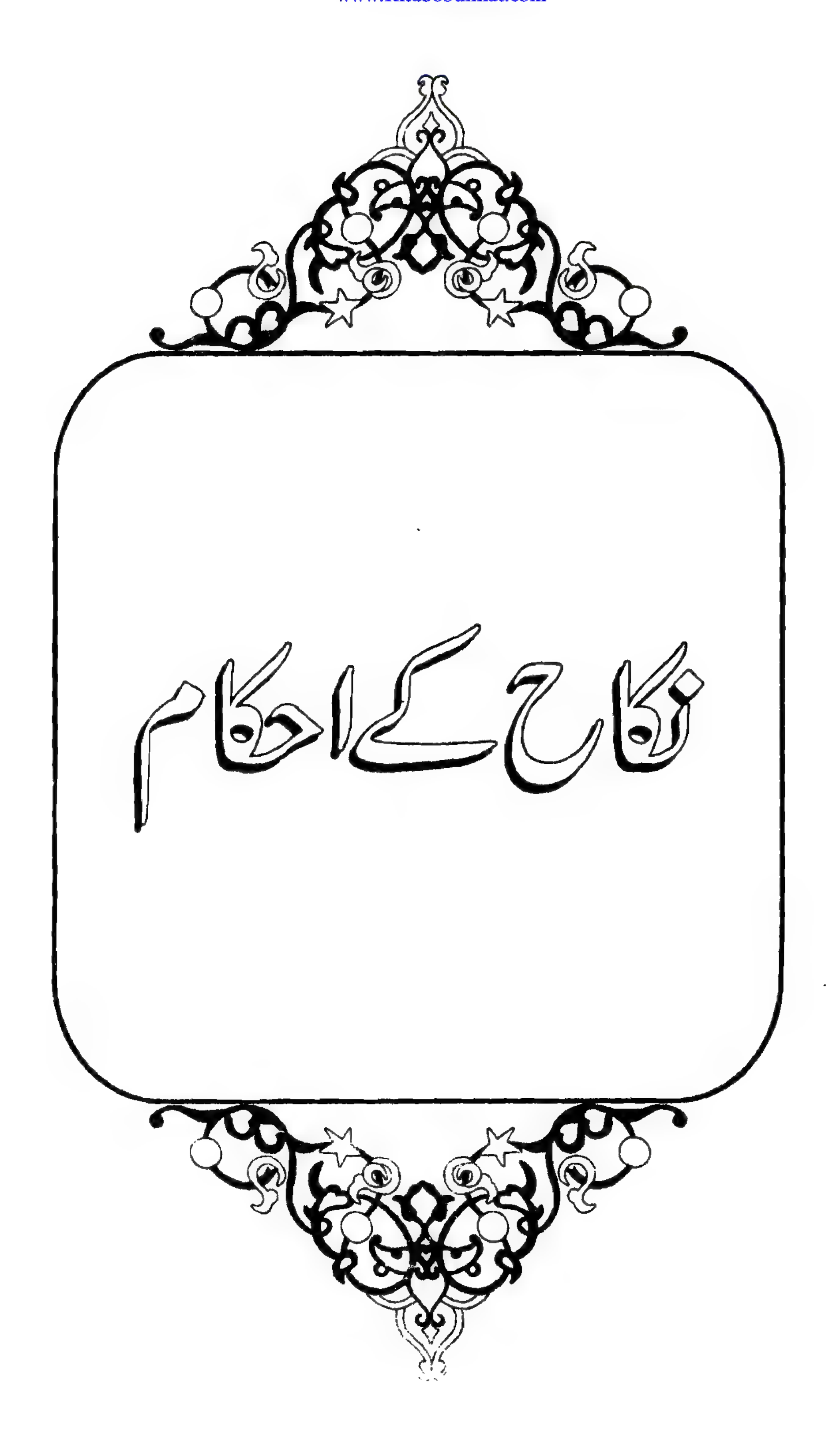
بچوں کی پرورش کے احکام

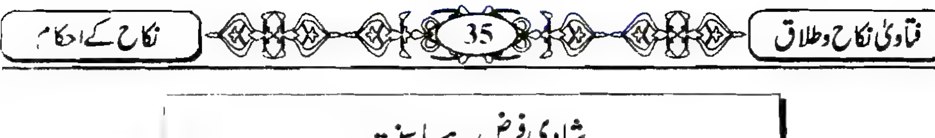




فتاویٰ نکاح

- نکاح کے احکام
- شرائط نکاح کے احکام
- حرام رشتوں کے احکام
- حرام وباطل نکاحوں کے احکام
- محرم رشتہ داروں کے احکام
- منگنی کے احکام
- مہر کے احکام
- عقدِ نکاح کے احکام
- ولیمہ کے احکام
- عورتوں کے ساتھ مباشرت، رہن سہن اور حقوق
- حمل کے احکام
- متعدد شادیوں کے احکام


نکاح کے احکام



شادی فرض ہے یا سنت

سوال: کیا شادی فرض ہے یا سنت؟

جواب: شادی سنت ہے اور صاحب استطاعت کو اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ البتہ بعض لوگوں کے حق میں یہ فرض ہو جاتی ہے جب وہ اپنے نفس پر فحاشی (زنا و بدکاری) میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہوں اور شادی کی طاقت بھی رکھتے ہوں۔

.....(سعودی فتویٰ کمیٹی)

بلا وجہ شادی لیٹ کرنے کا حکم

سوال: میرا سوال شادی کے متعلق ہے۔ میرے والدین نے میری منگنی تو کر دی ہے لیکن اب وہ شادی کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں حالانکہ ہر چیز تیار ہے اور دوسرے خاندان والے بھی تیار ہیں لیکن میرا خاندان اس میں تاخیر کر رہا ہے۔ ہر چیز تیار ہونے کے باوجود شادی میں تاخیر کا کیا حکم ہے؟

جواب: جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے والدین شادی کے لیے راضی ہیں اور لڑکی والے بھی تیار ہیں اور شادی کے لیے سب کچھ تیار کیا جا چکا ہے تو اب شادی میں تاخیر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس میں جلدی کی جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ﴾

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے اور جس میں اس کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔''(۱)

لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے والدین کے پاس کوئی ایسے اسباب ہوں جو انہیں اس شادی میں تاخیر کرنے پر مجبور کر رہے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ وہ ان اسباب کے بارے میں آپ کو بتانا مناسب نہ سمجھتے ہوں تو اس لیے ضروری ہے کہ آپ صبر و تحمل سے کام لیں اور اجر و ثواب کی نیت رکھیں۔

---

(۱) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فلیتزوج ' مسلم (۱۴۰۰) کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه ' ابو داود (۲۰۴۶) نسائی (۱۷۱/۴) ابن ماجة (۱۸۴۵) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح]

اور والدین کو اس کارِ خیر میں جلدی کرنے کی فضیلت کے بارے میں بتائیں کہ اس کے ذریعے نظریں نیچی ہو جاتی ہیں اور شرمگاہ کی بھی حفاظت ہوتی ہے' چاہے وہ عقدِ نکاح کر دیں اور رخصتی میں تاخیر کریں کیونکہ عقدِ نکاح کرنا اور رخصتی میں تاخیر خالی منگنی سے بہتر ہے۔

آپ کو یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ مرد اپنی منگیتر کے لیے اجنبی ہے' اس کے لیے صرف منگنی کے وقت اسے دیکھنا جائز ہے اس کے بعد وہ اسے نہیں دیکھ سکتا اور اگر اس کا عقدِ نکاح ہو چکا ہے تو وہ اس کی بیوی بن چکی ہے اب وہ اس کے لیے حلال ہے جس طرح کہ خاوند کے لیے حلال ہوتی ہے۔ لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ وہ رخصتی سے قبل اس سے ہم بستری نہ کرے تا کہ فساد اور فتنہ سے بچا جا سکے اور اس میں جو عرف اور عادت بن چکی ہے اس کا لحاظ رکھا جا سکے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مرد پر کب شادی واجب ہوتی ہے؟

سوال کیا مردوں کے لیے شادی کرنا واجب ہے؟

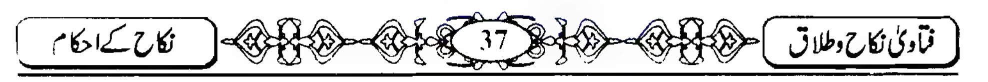
جواب مردوں کے احوال و معاملات مختلف ہونے کی وجہ سے شادی کا حکم بھی مختلف ہوگا' جو شادی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اسے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو تو ایسے شخص پر شادی کرنا واجب ہے' کیونکہ نفس کو حرام سے بچانا اور اس کی عفت و عصمت واجب ہے جو کہ شادی کے بغیر ممکن نہیں۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

وہ شخص جو شادی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور بغیر شادی کے رہنے سے اسے اپنے نفس اور دین میں ضرر و نقصان کا اندیشہ ہو اور اس نقصان سے شادی کے بغیر بچنا ممکن نہ ہو تو ایسے شخص پر شادی کے وجوب میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔

اور مرداویؒ نے اپنی کتاب ''الانصاف'' میں کہا ہے:

جسے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو اس کے حق میں نکاح کرنا واجب ہے اس میں ایک ہی قول ہے کوئی دوسرا قول نہیں۔ یہاں پر عنت سے مراد زنا ہے اور صحیح بھی یہی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زنا سے ہلاکت میں پڑنے کو العنت کہتے ہیں۔ دوم اس کا مطلب ہے کہ اسے اپنے حرام کام میں پڑنے کا اندیشہ ہو' جب اسے یہ علم ہو یا اس کا



گمان ہو کہ وہ اس میں پڑ جائے گا (تب اس پر نکاح واجب ہو جائے گا)۔(۱)

اور اگر اس میں شادی کی قوت تو ہو لیکن بیوی پر خرچہ کرنے کی سکت نہیں تو پھر اسے اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان کافی ہے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾

''اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ پاکدامنی اختیار کریں حتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

اور اسے چاہیے کہ وہ روزے بھی کثرت سے رکھے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''جس میں نکاح کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔''(۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو الزوائد کو کہا تھا' یا تو تجھ میں شادی کرنے کی طاقت ہی نہیں یا پھر تو فسق و فجور کی وجہ سے شادی نہیں کرتا۔(۳)

اور شادی کے بغیر رہتے ہوئے (غیر محرم لڑکیوں کو) دیکھنا یا بوس و کنار کر کے گناہوں میں مبتلا ہونے والے پر بھی شادی کرنا واجب ہے' جب مرد یا عورت کو یہ علم ہو یا اس کا ظن غالب ہو کہ اگر وہ شادی نہیں کرے گا تو زنا کا مرتکب ہو گا یا پھر کسی اور غلط کام میں پڑے گا یا پھر ہاتھ سے غلط کاری (یعنی مشت زنی) کرے گا تو ایسے مرد و عورت پر بھی شادی کرنا واجب ہے۔

اور ایسے شخص سے بھی شادی کا وجوب ساقط نہیں ہوتا جسے یہ علم ہو کہ وہ شادی کر کے بھی ممنوع کام ترک نہیں کرے گا' اس لیے کہ وہ شادی کی حالت میں حلال کام کی وجہ سے حرام اور ممنوع کام سے بچا رہے گا' اگرچہ بعض اوقات اس حرام کام کا بھی ارتکاب ہو سکتا ہے لیکن غیر شادی شدہ تو ہر وقت معصیت و گناہ کے لیے فارغ ہوتا ہے۔

اور اب موجودہ دور کے حالات اور جو کچھ اس میں فسق و فجور اور فحش کام پائے جاتے ہیں ان کو دیکھنے اور غور و فکر کرنے والا تو یقینی طور پر مطمئن ہو گا کہ ہمارے دور میں باقی دوسرے ادوار کی بہ نسبت شادی کرنا زیادہ واجب ہے۔

(۱) [دیکھیں: الانصاف : کتاب النکاح : أحکام النکاح]
(۲) [بخاری (۵۰۶۵) مسلم (۱۴۰۰)]
(۳) [دیکھیں: فقه السنة (۱۵/۲ ـ ۱۸)]

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو پاک صاف رکھے اور ہمارے اور حرام کاموں کے درمیان دوری ڈال دے اور ہمیں عفت و پاکدامنی عطا فرمائے اور ہمارے نبی ﷺ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا طاقت نہ ہو تو قرض لے کر شادی کرنا جائز ہے؟

سوال کیا مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ قرض لے کر شادی کرے؟

جواب انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ شادی کے لیے قرض لے جبکہ وہ شادی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے نفس پر کسی فتنے میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہو اور اگر وہ اپنے نفس پر کسی فتنے سے خائف نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ صبر کرے حتی کہ اس کے پاس شادی کی طاقت آ جائے اور اسے قرض لینے کی نوبت پیش نہ آئے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا عورت پر شادی کرنا واجب ہے؟

سوال کیا عورت پر شادی کرنا واجب ہے؟

جواب اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہم ذیل میں مسلمان فقہائے کرام کے مؤقف پیش کرتے ہیں:

مواھب الجلیل میں لکھا ہے کہ

''عورت پر اس کے نان ونفقہ اور سر چھپانے سے عاجز ہونے کی بنا پر نکاح کرنا واجب ہے کیونکہ یہ سب کچھ اسے نکاح کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔''

شرح الکبیر میں ہے کہ

''اگر اسے اپنے آپ پر زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس پر نکاح واجب ہے۔''

فتح الوھاب میں ہے کہ

''طاقت رکھنے والی عورت پر نکاح کرنا سنت ہے اور اسی طرح نفقہ وخرچہ کی محتاج اور وہ عورت جسے فاسق وفاجر قسم کے مردوں کے حملوں کا ڈر ہو وہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔''

مغنی المحتاج میں ہے کہ

''جب زنا کا خوف ہو تو نکاح کرنا واجب ہے' ایک قول کے مطابق اگر وہ نذر مان لے تب بھی نکاح کرنا

واجب ہے۔ پھر عورت کے نکاح کے حکم میں اسی کا قول فیصل ہے: اگر تو وہ اس کی محتاج ہو یا نفقہ وخرچہ کی ضرورت مند ہو یا وہ فاجر قسم کے لوگوں کے حملے سے ڈرے تو پھر اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے یعنی اس میں اس کے دین اور شرمگاہ کی حفاظت اور نفقہ وغیرہ کی خوشحالی ہے۔''

المغنی میں امام ابن قدامہ رقمطراز ہیں کہ

''وجوبِ نکاح میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے' مشہور مسلک تو یہی ہے کہ یہ واجب نہیں ہے لیکن اگر کسی کو نکاح ترک کرنے کی بنا پر حرام کام میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس پر اپنے نفس کی عفت لازمی ہے' عام فقہائے کرام کا یہی قول ہے۔''

نکاح کے سلسلہ میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

''کچھ تو ایسے ہیں کہ اگر وہ نکاح نہ کریں تو انہیں حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ عام فقہائے کرام کے نزدیک ایسے لوگوں کے لیے نکاح کرنا واجب ہے۔ کیونکہ ان پر اپنے آپ کو حرام کام سے بچانا اور پاکدامنی اختیار کرنا لازم ہے اور یہ نکاح کے بغیر نہیں ہو سکتا۔''

اور سبل السلام میں ہے کہ

''ابن دقیق'' نے ذکر کیا ہے کہ جسے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو اور وہ نکاح کی طاقت بھی رکھتا ہو ایسے شخص پر کچھ فقہائے کرام نے نکاح کرنا واجب قرار دیا ہے۔ تو ایسے شخص پر نکاح واجب ہو گا جو نکاح کیے بغیر زنا ترک نہیں کر سکتا۔''

اور صاحب بدائع الصنائع کا کہنا ہے کہ

''نکاح کی خواہش اور طاقت رکھنے کی حالت میں نکاح کرنا فرض ہے حتی کہ جو شخص عورت کی خواہش رکھتا ہو اور صبر نہ کر سکتا ہو اور مہر و نان ونفقہ کی قدرت رکھنے کے باوجود بھی نکاح نہ کرے تو وہ گناہگار ہو گا۔''

درج بالا سطور میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ کن کن حالات میں نکاح کرنا واجب ہوتا ہے' اب اگر آپ یہ کہیں کہ ہم عورت کے متعلق یہ کس طرح تصور کر سکتے ہیں؟ عرفِ عام میں رواج تو یہ ہے کہ مرد ہی رشتہ تلاش کرتا' شادی کا پیغام دیتا اور نکاح کے لیے دروازے کھٹکھٹاتا ہے' یہ کام عورت کا نہیں (اس لیے وہ کیسے فوری طور پر وجوب پر عمل کر سکتی ہے)؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں جو کچھ عورت کر سکتی ہے وہ کرے اور وہ یہ ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی اچھا اور کفو دینی رشتہ آتا ہے تو وہ اسے رد نہ کرے بلکہ قبول کر لے۔

عورت اور مرد کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اسلام میں نکاح کا بہت ہی عظیم مقام ومرتبہ ہے' جب اسے یہ علم ہوگا تو پھر وہ اس کی حرص بھی رکھیں گے۔ ذیل میں ہم اس موضوع کے بارے میں بہت ہی عمدہ خلاصہ پیش کرتے ہیں:

- امام ابن قدامہؒ اپنی کتاب " المغنی " میں لکھتے ہیں کہ

نکاح کی مشروعیت میں اصل تو کتاب وسنت اور اجماع ہے:

1. کتاب اللہ کے دلائل یہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾

" جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو' دو دو' تین تین اور چار چار سے۔" (۱)

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

﴿ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ ' اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ' وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

" تم میں سے جو مرد وعورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی' اگر وہ فقیر ومفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔" (۲)

2. سنتِ نبوی کے دلائل:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے اور جس میں اس کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔" (۳)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

3. اور مسلمانوں کا نکاح کے مشروع ہونے پر اجماع ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میری عمر کے دس دن بھی باقی بچیں اور مجھے علم ہو کہ میں اس کے آخر میں فوت ہو جاؤں گا اور مجھے نکاح کی خواہش ہو تو میں نکاح کرلوں گا کہ کہیں فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سعید بن جبیرؒ سے فرمایا' شادی کرو کیونکہ اس امت کا سب سے بہتر شخص

(۱) [النساء : ۳]

(۲) [النور : ۳۲]

(۳) [بخاری (۵۰٦۵) کتاب النکاح]



وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہیں۔

ابراہیم بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ مجھے طاؤسؒ نے کہا تم نکاح کرلو وگرنہ میں تمہیں وہی بات کہوں گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالزوائد کو کہی تھی کہ یا تو تم نکاح کے قابل ہی نہیں یا پھر تمہیں فسق و فجور (یعنی زنا و بدکاری) نے نکاح کرنے سے روک رکھا ہے۔

امام مروزیؒ کی روایت میں ہے کہ امام احمدؒ نے کہا' اسلام میں کہیں بھی تجرد کی زندگی گزارنا یعنی بغیر شادی کے رہنا نہیں ملتا' لہٰذا جو تمہیں یہ کہے کہ شادی نہ کرو وہ تمہیں اسلام کی نہیں بلکہ کسی اور چیز کی دعوت دے رہا ہے۔

نکاح کی مصلحتیں بہت ساری ہیں' اس میں دین اسلام کی حفاظت اور بچاؤ ہے اور اس سے عورت کی بھی حفاظت و پاکبازی اور اس کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس سے نسل آگے بڑھتی ہے جو امتِ اسلامیہ میں کثرت کا باعث ہے اور کثرتِ امت پر نبی کریم ﷺ کا روزِ قیامت فخر فرمانا ثابت ہے۔ نکاح میں اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری مصلحتیں پائی جاتی ہیں۔

اے ہماری سائل بہن! اس (مذکورہ بحث) سے آپ کو علم ہو گیا ہو گا کہ نکاح کی مصلحتیں اور منافع بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے کسی بھی مسلمان عورت کو اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے' بالخصوص جب اسے کوئی دین اور اخلاق والا رشتہ مل رہا ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر کی وفات کے بعد بیوی کا شادی سے رک جانا

سوال کیا عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کی وفات کے بعد دوسری شادی سے رکی رہے یا کوئی آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ اگر وہ اس سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ دوسری شادی نہیں کرے گی؟

جواب عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد (دوسری) شادی سے رک جائے کیونکہ یہ (رکنا) صرف نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے ساتھ خاص تھا (یعنی ان کے لیے جائز نہیں تھا کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی بھی دوسرے شخص سے شادی کریں) اور اس کے شوہر کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ اسے اپنے بعد شادی سے روکے اور (اگر وہ روکتا ہے تو) اس حکم میں اس پر شوہر کی اطاعت لازم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ ﴾

"اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔"(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

لڑکی اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کرنا چاہے اور گھر والے انکار کریں

سوال: لڑکی جس سے محبت کرتی ہے گھر والے اس سے شادی کرنے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تیرے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرے گا اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے لڑکے کو لڑکی سے بحث کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ وہ سخت رویہ میں اس سے بحث کر رہا ہے' لڑکی اس سے محبت کرتی ہے اب اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی بھی عورت کے لیے' خواہ وہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ' اپنے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنا جائز نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عادتاً اور اغلباً گھر والے ہی اپنی بیٹی کے لیے زیادہ مناسب رشتہ تلاش کر سکتے ہیں اور وہی اس کی تعیین کر سکتے ہیں کہ ان کی بیٹی کے لیے کون بہتر رہے گا' کیونکہ عموماً لڑکی کو زیادہ علم نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے زندگی کا زیادہ تجربہ ہوتا ہے' ممکن ہے وہ بعض میٹھے بول اور اچھے کلمات سے دھوکہ کھا جائے اور اپنی عقل کی بجائے اپنے جذبات سے فیصلہ کر ڈالے (پھر ساری عمر پچھتاتی رہے)۔

اس لیے لڑکی کو چاہیے کہ اگر اس کے گھر والے دینی اور عقلی اعتبار سے صحیح ہوں تو وہ اپنے گھر والوں کی رائے سے باہر نہ جائے بلکہ ان کی رائے قبول کر لے' لیکن اگر عورت کے ولی بغیر کسی صحیح سبب کے رشتہ رد کر دیں یا ان کا رشتہ اختیار کرنے کا معیار ہی غیر شرعی ہو مثلاً اگر وہ صاحب دین اور با اخلاق پر کسی مالدار فاسق و فاجر کو ترجیح دیں۔تو ایسی صورت میں لڑکی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا معاملہ شرعی قاضی تک لے جائے اور ایسے شخص سے شادی کو رکوائے خواہ والدین اس پر مصر ہی کیوں نہ ہوں۔

تیسری بات یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے میں جو محبت پیدا ہوتی ہے ممکن ہے اس کی بنیاد ہی غیر شرعی ہو مثلاً ایک دوسرے سے میل جول' خلوت' کلام اور بات چیت کرنا اور ایک دوسرے کی تصاویر کا تبادلہ وغیرہ' یہ سب کام حرام اور غیر شرعی ہیں۔

اگر تو معاملہ ایسا ہی ہے تو لڑکی کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے حرام کام کیا ہے' یہ اس کے لیے مرد کی محبت کا پیمانہ نہیں' اس لیے کہ یہ تو عادت بن چکی ہے کہ مرد اس عرصہ میں بہت زیادہ محبت اور اپنی استطاعت کے مطابق

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۵۲۰) المشکاۃ (۳۶۹۶)]

اچھے اخلاق اور اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرتا ہے' تا کہ وہ لڑکی کے دل کو اپنی جانب مائل کر سکے اور اس طرح اس کی خواہش اور مطلب پورا ہو سکے۔

اور اگر اس کا مقصد اور مطلب حرام کام (یعنی بدکاری وغیرہ) ہو تو پھر وہ لڑکی اس بھیڑیئے کا شکار ہو کر اپنے دین کے بعد سب سے قیمتی اور عزیز چیز (عزت وناموس) بھی گنوا بیٹھتی ہے اور اگر اس کا مقصد شرعی ہو (یعنی شادی کرنا) تو پھر اس نے اس کے لیے ایک غیر شرعی طریقہ اختیار کیا ہے اور شادی کے بعد لڑکی اس کے اخلاق اور سلوک و برتاؤ سے تنگ ہو گی' اس طرح کے معاملات میں اکثر بیویوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے کوئی اچھا اور بہتر رشتہ تلاش کریں اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ہونے والے داماد کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق کریں' کسی بھی شخص کو کسی گرما گرم بحث سے پہچاننا ممکن نہیں' یقیناً اس کا کوئی سبب ہو گا جس نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہو گا۔ اصل اعتبار تو اس کے دین اور اخلاق کا ہے اور گھر والوں کو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا علم ہونا چاہیے کہ

﴿ لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ ﴾

''دو محبت کرنے والوں کے لیے ہم نکاح کی مثل کچھ نہیں دیکھتے۔'' (1)

لڑکی کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کی اطاعت کرے کیونکہ وہ اس کے لیے زیادہ درست چیز کو بہتر جانتے ہیں' وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہماری بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ سعادت کی زندگی بسر کرے جو اس کی حرمت وتقدس کا خیال رکھے اور اس کے حقوق کی بھی پاسداری کرنے والا ہو۔

......(شیخ محمد المنجد)......

لڑکی کا دل میں کسی سے محبت کرنا اور اس سے شادی کی دعا کرنا

سوال کیا یہ غلط ہے کہ کوئی لڑکی کسی شخص سے اپنے دل میں محبت رکھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہے کہ اس کی اس سے شادی ہو جائے؟

جواب جب یہ محبت اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سے غافل نہ کرے اور اس میں کوئی حرام کام شامل نہ ہو مثلاً اس

(1) [**صحیح**: السلسلة الصحيحة (٦٢٤) هداية الرواة (٣٠٢٩)' (٣٠٠٧٤٢) صحيح الجامع الصغير (٥٢٠٠) ابن ماجه (١٨٤٧) كتاب النكاح : باب ما جاء فى فضل النكاح ' مستدرك حاكم (١٦٠٢) كتاب النكاح : باب لم ير للمتحابين مثل التزويج ' بيهقى فى السنن الكبرى (٧٨/٧) حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الزوائد (٦٥/٢)]



سے بلاضرورت بات چیت اور ملاقات وغیرہ (جو حرام ہے) تو پھر ان شاء اللہ اس محبت میں کوئی حرج نہیں جو صرف دل تک محدود ہے۔ اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے نصیب میں کر دے' بشرطیکہ وہ شخص مسلمان ہو' اس کے عمل صحیح ہوں' وہ اسلامی احکامات کا التزام کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اپنے آپ کو عبادت کے لیے وقف کر دینا اور نکاح نہ کرنا

سوال: کیا ایسی عورت پر شادی کرنا واجب ہے جو ساری زندگی اپنے آپ کو فحاشی اور غلط کاموں سے بچانے کی استطاعت رکھتی ہو' اسے یہ رغبت ہو کہ وہ ازدواجی زندگی کے مشاغل سے ہٹ کر عبادت میں مشغول رہے؟

جواب: اللہ عزوجل نے نکاح کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ أَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَ الصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ إِمَائِكُمْ ' إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ' وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

''تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی' اگر وہ فقیر و مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے بھی نکاح کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ﴾

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے اور جس میں اس کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔''(۱)

اور ان تین صحابہ کرام کے قصے میں بھی ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے کے لیے گھر گئے تو انہیں جب نبی کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو اپنے لیے کم سمجھا۔ اس قصے میں ہے کہ ایک صحابی کہنے لگا' میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے کبھی شادی نہیں کروں گا۔

(۱) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فلیتزوج ' مسلم (۱۴۰۰) ابو داود (۲۰۴۶) نسائی (۱۷۱/۴) ابن ماجة (۱۸۴۵)]

نبی کریم ﷺ نے اس اور باقی دونوں صحابیوں پر رد کرتے ہوئے فرمایا' میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں' میں رات کو عبادت کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے شادی بھی کی ہے اور جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں۔(۱)

اس قصے میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود ونصاریٰ میں سے عورتوں اور مردوں کے فعل رہبانیت اور عورتوں سے علیحدگی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔لہٰذا ایسی عورت کے لائق ومناسب نہیں کہ وہ خاوند کے بغیر ہی ساری زندگی بسر کردے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی) ......

کیا جنسی لحاظ سے کمزور شخص کا شادی کرانا جائز ہے؟

سوال میں ابھی تک کنوارا ہوں اور بیوی کی تلاش میں ہوں' لیکن مجھے ایک مشکل ہے کہ مجھے تھوڑی بہت جنسی کمزوری لاحق ہے جو غیر یقینی اور غیر منتظم قسم کی ہے' مجھے ہر وقت یہ سوچ گھیرے رکھتی ہے کہ میں نے اگر شادی کرلی تو بیوی میری حالت قبول نہیں کرے گی اور معاملہ طلاق پر جا پہنچے گا' تو میرے لیے کیا کرنا بہتر ہے آیا میں شادی کروں یا نہ کروں؟

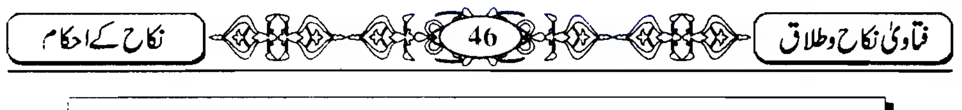
جواب انسانی جنس میں شہوت کے معاملہ میں بہت ہی فرق پایا جاتا ہے کسی میں تو بہت زیادہ ہوتی ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ بہت ہی کم ہوتی ہے اور کچھ میں میانہ روی ہوتی ہے اور کچھ ایسے مرد بھی ہوتے ہیں جن میں بالکل ہی شہوت نہیں ہوتی' اگر تو آپ کی نکاح میں شہوت ہے چاہے وہ کم ہی ہے تو پھر آپ شادی کر سکتے ہیں' اس میں اتنا ہی کافی ہے کہ آپ بیوی سے ہم بستری کرنے کی طاقت رکھتے ہوں چاہے مہینہ میں ایک بار ہی سہی یا پھر دو ماہ میں ایک بار۔

لیکن اگر کوئی بالکل ہی ہم بستری کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر لڑکی کے ولی کو نکاح سے قبل بتا دینا اس پر ضروری ہے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......

---

(۱) [بخاری (۵۰۶۳) کتاب النکاح: باب الترغیب فی النکاح' مسلم (۱۴۰۱) کتاب النکاح: باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه' نسائی (۳۲۱۷) احمد (۲۴۱/۳) عبد بن حمید (ص/۳۹۲)]



دوسرے ملک کی لڑکی سے شادی کرنے میں والدین کی اطاعت

سوال میری ایک بہت ہی اچھی دوست دو ماہ قبل مسلمان ہوئی ہے' وہ پہلے بھی شادی شدہ تھی اور اس کا نصرانی خاوند سے ایک بچہ بھی ہے' اس کے قبولِ اسلام کے بعد اس کی شادی باطل ہے اور اسلام قبول کرنے کے بعد اسے اپنے بچے کی دیکھ بھال کا بھی حق حاصل ہے۔ میں اس سے شادی اور اس کے بچے کی دیکھ بھال کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے والدین ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتے' میں فخر سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو ہدایت دینے میں مجھے استعمال کیا' لیکن اب مجھے مشکلات کا سامنا ہے۔

ایک طرف تو میرے والدین اس عورت سے شادی کرنے کی مکمل طور پر مخالفت کرتے ہیں' اس لیے کہ وہ کسی اور ملک کی ہے اور اس کی عادات اور رسم و رواج بھی مختلف ہیں اور پھر پہلے خاوند سے ایک بچہ بھی ہے اور دوسری طرف مجھے یہ بھی علم ہے کہ اس عورت کو اس کی زندگی اور اس کے دین میں بہت ہی زیادہ تعاون کی ضرورت ہے اور میں اس سے شادی کر کے اس کا تعاون کرنا اور اس کا مددگار بننا اور اس کے بچے کی پرورش اور دیکھ بھال کرنا چاہتا ہوں۔

میری گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں آپ یہ بتائیں کہ کیا میں یہ شادی کرلوں یا کہ اپنے والدین کے کہنے کے مطابق شادی نہ کروں' والدین کے اس شادی سے انکار کا صرف ایک ہی سبب ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی ثقافت اور رواج مختلف ہیں۔

جواب والدین کا اپنی اولاد پر بہت ہی عظیم حق ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کرنے کا حکم اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے' جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ہے کہ

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔'' (۱)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک

(۱) [البقرۃ: ۸۳]

سے پیش آؤ۔'' (۱)

اور ایک جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ کچھ اس طرح ہوتا ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

''آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا ہے' وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔'' (۲)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴾

''اور آپ کا رب صاف صاف یہ حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا' اگر آپ کی موجودگی میں ان میں سے ایک یا پھر دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا' نہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔'' (۳)

اس لیے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا اور ان کی رضا مندی حاصل کرنے کی کوشش کرنا سب سے عظیم اعمال میں سے ہے اور ایسا کرنا سب سے اچھی اور افضل خصلت ہے۔

یہ تو معلوم ہی ہے کہ کسی معین عورت سے شادی کرنا واجب نہیں۔ جب کسی عورت سے شادی کی رغبت اور اس کے والدین کی مرضی اور رضا مندی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو پھر بلا شک وشبہ والدین کی رضا مندی کو ترجیح دینی چاہیے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا' میں شادی شدہ ہوں اور میری والدہ اسے (یعنی میری بیوی کو) طلاق دینے کا مطالبہ کرتی ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا' والد جنت کا درمیانہ دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔ (٤)

---

(۱) [النساء: ٣٦]

(۲) [الأنعام: ١٥١]

(۳) [الاسراء: ٢٣]

(٤) [ترمذی (١٩٠٠) ابن ماجه (٢٠٨٩)]

ابو درداء رضی اللہ عنہ کا تو طلاق کے متعلق یہ کہنا تھا جو کہ ہمارے اس مسئلے سے بھی کئی درجے اوپر ہے کیونکہ طلاق ایک عظیم اور بڑا مسئلہ ہے۔ البتہ اتنا یاد رہے کہ اس (طلاق کے مسئلے) میں صحیح قول یہی ہے کہ اس میں ان کی اطاعت واجب نہیں ہے۔(۱)

درج بالا سطور میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی بنا پر آپ اس عورت سے شادی کرنے کے متعلق اپنے والدین کو راضی کریں' لیکن اگر وہ پھر بھی اس سے شادی نہ کرنے پر اصرار کریں تو پھر ہماری نصیحت یہ ہے کہ آپ ان کی اطاعت کرلیں اور انشاء اللہ اس عورت کو کوئی اور اچھا اور صالح خاوند مل جائے گا وہ محروم نہیں رہے گی' اور الحمدللہ آپ کو اس کی ہدایت اور قبولِ اسلام کا اجر ملے گا۔

......(شیخ محمد المنجد)......

والدین کی مخالفت میں شادی شدہ اور بچوں والی عورت سے شادی

سوال میں ایک مسلمان شخص ہوں اور اپنے گھر والوں کی موافقت کے بغیر چار بچوں کی ماہ کے ساتھ شادی کرنے کے بعد سعادت کی زندگی گزار رہا ہوں' ہم قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں' اس عورت سے شادی کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کے بچوں کی تربیت ہو اور میں اس کی زندگی میں اس کا تعاون کروں۔

میرے والدین کا اس شادی سے انکار کا سبب یہ ہے کہ میں کسی دوسرے شخص کا بوجھ کیوں اٹھا رہا ہوں' یہ اس ذلت کے علاوہ ہے جو انہیں اپنے اعزاء واقارب سے حاصل ہوگی۔ میں نے انہیں مندرجہ ذیل باتیں کہیں:

میں اس ذمہ داری کو اٹھانے پر خوش ہوں اور سعادت مندی محسوس کرتا ہوں اور پھر یہ بھی ہے کہ میں اپنی طاقت سے زیادہ اپنے آپ کو تکلیف نہیں دیتا۔ میں اس عورت 'جسے مالی' نفسیاتی اور صحت کی مشکلات کا سامنا ہے' کا تعاون کیوں نہ کروں اور اسے ایک نئی زندگی کیوں نہ دوں' میرے اعزاء واقارب صرف بیوی کے حسن وجمال' خوبصورتی اور اس کے مال ودولت کو ہی اہمیت دیتے ہیں' انہیں دین کی کوئی فکر نہیں۔

ہر قسم کی وضاحت کرنے کے باوجود انہوں نے میری اس شادی کی مخالفت کی لیکن اس کے باوجود میں نے یہ شادی کرلی اور اب میں ہنسی خوشی اور سعادت کی زندگی بسر کر رہا ہوں اور ہر وقت توبہ کرتا رہتا ہوں کہ میں نے اپنے والدین سے سختی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے ایک مولانا صاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''جنت ماؤں کے قدموں تلے

(۱) [دیکھیں: الآداب الشرعية لابن مفلح (۱/۴٤۷)]

ہے (میرے خیال میں ایسے ہی سنا ہے)۔ میں گناہ محسوس کرتا ہوں اور اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ نے جو ایک مشکل میں پھنسی ہوئی بچوں والی عورت سے شادی کر کے کام کیا ہے وہ بہت اچھا اور قابل تحسین ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور پھر خاص کر جب وہ عورت دین والی بھی ہے جیسا کہ آپ کے سوال سے ظاہر ہو رہا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے دیندار عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کیونکہ وہ اس کے لیے ایک اچھی بیوی ثابت ہوگی' اپنے آپ کی اور اپنے خاوند کی حفاظت کرے گی اور اولاد کی بھی اس طرح تربیت کرے گی جیسے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اپنے خاوند کی نافرمان نہیں ہوگی بلکہ اس کی اطاعت کرے گی۔ اسلام میں کنواری لڑکی سے شادی کرنا شادی شدہ کے مقابلے میں افضل اور مستحب ہے۔ لیکن بعض اوقات شادی شدہ کنواری سے بھی افضل اور بہتر ہوتی ہے مثلاً جب اس سے شادی کرنے میں کوئی مصلحت ہو جو کنواری سے شادی کرنے میں نہ پائی جائے' یا پھر شادی شدہ دینی اور اخلاقی طور پر کنواری سے بہتر ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پوچھا' اے جابر! کیا تو نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے جواب میں عرض کیا' جی ہاں نکاح کر لیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کنواری سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے شادی شدہ سے نکاح کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے' کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کیا تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے نو بیٹیاں چھوڑیں' میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں انہی جیسی ہم عمر لڑکی ان کے پاس گھر میں لے آؤں' اس لیے میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت لاؤں جو ان کی تربیت کرے' ان کا خیال رکھے اور اصلاح کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے' اللہ تعالیٰ آپ کے لیے برکت پیدا کرے یا (راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) مجھے خیر و بھلائی کی دعا دی۔(۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

''کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی کہ تم اس سے ہنسی مذاق کرتے اور وہ تمہارے ساتھ ہنسی کرتی۔''(۲)

---

(۱) [بخاری (۲۰۹۷) کتاب البیوع : باب شراء الدواب والحمیر' مسلم (۷۱۵) ابو داود (۳۵۰۵) ترمذی (۱۱۰۰) نسائی (۶۵/۶) أحمد (۳۰۸/۳) حمیدی (۱۲۲۷)]

(۲) [بخاری (۵۳۶۷) کتاب النفقات : باب عون المرأة زوجها فی ولده' مسلم (۷۱۵)]



امام شوکانیؒ "نیل الاوطار" میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنے کے استحباب کی دلیل پائی جاتی ہے' لیکن اگر شادی شدہ سے نکاح کرنے کی کوئی ضرورت پیش آئے تو پھر کنواری سے نہیں بلکہ شادی شدہ سے (نکاح کرنا بہتر ہے) جس طرح کہ جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔(۱)

علامہ سندھیؒ نے کہا ہے کہ " فـذاک "کا معنی یہ ہے کہ تو نے جو شادی شدہ عورت سے شادی کی وہ تو نے بہتر اور اچھا کیا ہے۔

تو آپ نے بھی اس شادی شدہ بچوں والی عورت سے شادی کر کے ایک اچھا اور بہتر کام کیا ہے۔اب اس کے بعد لوگوں کی باتوں سے آپ کو کوئی نقصان نہیں' آپ نے بھی وہی کام کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات کنواری نہیں بلکہ پہلے سے شادی شدہ تھیں۔

آپ کی شادی میں آپ کے گھر والوں کی رضامندی اور موافقت شرط نہیں اور خاص کر جب ان کی مخالفت اس وجہ سے ہے جو کہ آپ نے بیان کی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ پر یہ ضروری ہے کہ آپ نے اپنے والدین کے ساتھ جو سختی کی ہے اس کے لیے استغفار کریں اور ان سے معافی طلب کریں' آپ پر واجب ہے کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کریں اور انہیں راضی کرنے کی کوشش کریں اور ان کے ساتھ اگر ضرورت پیش آئے تو اچھے اور احسن انداز میں بات چیت کریں تا کہ وہ مطمئن ہو سکیں۔اس سے آپ دو چیزوں کو جمع کر لیں گے' ایک تو اپنی رغبت اور مرضی کی شادی اور دوسری اپنے والدین کی رضا جو کہ اہم بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ دونوں سے یہ حدیث وارد ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام ابن عدیؒ نے اپنی کتاب " الکامل " میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔(۲)

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت خطیب بغدادیؒ نے نقل کی ہے اور یہ بھی ضعیف ہے۔امام عجلونیؒ کا کہنا ہے کہ اس باب میں ایک حدیث اور بھی ہے جسے خطیب نے اپنی جامع میں اور قضاعی نے اپنی مسند میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" اس کی سند میں منصور بن المہاجر اور ابو النضر دونوں ہی غیر معروف راوی ہیں اور اسے خطیب نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(۳)

(۱) [نیل الأوطار (۱۲۶/۶)]

(۲) [دیکھیں: الکامل لابن عدی (۳۴۷/۶)]

(۳) [دیکھیں: کشف الخفاء (۴۰۱/۱)]

اور علامہ البانی رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ موضوع (یعنی من گھڑت) ہے اور پھر کہتے ہیں کہ اس سے ہمیں معاویہ بن جاہمہ کی حدیث مستغنی کر دیتی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہیں کہنے لگا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تیری والدہ ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کی خدمت کرو کیونکہ جنت اس کی ٹانگوں کے نیچے ہے۔(۱)

انشاءاللہ اس کی سند حسن ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔[مستدرك حاكم (١٥١/٤)] امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور امام منذری رحمہ اللہ نے بھی اس کی صحت برقرار رکھی ہے۔[۲۱۴/۳] نیز دیکھیں: [السلسلة الصحيحه (٥٩٣)]

......(شیخ محمد المنجد)......

کم عمر لڑکی سے نکاح کا حکم

سوال میں چھبیس سالہ نوجوان ہوں اور ایک اچھے گھرانے کی لڑکی سے تعارف ہوا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اس سے منگنی کر لوں لیکن مشکل یہ ہے کہ لڑکی ابھی تک چھوٹی ہے اور اس کی عمر صرف تیرہ برس ہے' تو کیا اخلاقی طور پر اس کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے اور اس سے شادی کی جا سکتی ہے؟ اور کیا دینی' معاشرتی اور قانونی طور پر ہماری عمر کا فرق قابل قبول ہوگا؟

فرض کریں اگر شادی ہو جاتی ہے تو یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کنواری لڑکی سے تو شادی پر اس کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے لیکن ایک تیرہ برس کی لڑکی ایسا فیصلہ کرنے پر قادر ہوگی اور کیا اسلام اس طرح کی شادی کی اجازت دیتا ہے؟

جواب آپ دونوں کے درمیان عمر کے اس فرق کے باوجود اس لڑکی سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں' اہم چیز یہ ہے کہ وہ لڑکی دین دار اور اچھے اخلاق کی مالک ہونی چاہیے۔ نکاح کے معاملے میں یہی چیز مطلوب ہے اور شریعت بھی اسی کا حکم دیتی ہے اور اسی سے رضامندی و موافقت اور انشاءاللہ سعادتمندی کا حصول بھی ہوگا۔

چھوٹی بچی سے شادی کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

---

(۱) [**حسن صحيح** : صحيح نسائي ' نسائي (٣١٠٤) كتاب الجهاد : باب الرخصة في التخلف لمن له والدة ' صحيح الترغيب (٢٤٨٥) كتاب البر والصلة وغيرهما : باب الترغيب في بر الوالدين وصلتهما وتأكيد طاعتهما]

﴿ وَاللّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ۚ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئی ہوں' اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اوران کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا وضع ہونا ہے۔''(۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنہیں کم عمری کی بنا پر حیض نہیں آیا ان کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ عدت تو نکاح کے بعد طلاق کی وجہ سے ہی ہوتی ہے' جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی شادی بھی ہو سکتی ہے اور پھر اسے طلاق بھی دی جا سکتی ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھ برس کی عمر میں شادی کی تھی اور جب وہ نو برس کی ہوئیں تو ان کی رخصتی ہوئی تھی اور نبی ﷺ اس وقت پچاس برس سے متجاوز تھے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ چھ برس کی عمر میں شادی کی اور مجھ سے نو برس کی عمر میں بنا (یعنی ہم بستری) کی۔(۲)

اور جس لڑکی کی عمر تیرہ برس ہو اس بات کا احتمال ہے کہ وہ تو بالغ بھی ہو چکی ہو' تو جب وہ بالغ ہے پھر علمائے کرام کا صحیح قول یہی ہے کہ شادی میں اس کی رضامندی شرط ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کسی شوہر دیدہ کی شادی اس کے مشورے کے بغیر نہ کی جائے اور نہ ہی کسی کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کی جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ کہ وہ خاموش رہے۔''(۳)

اور اگر وہ لڑکی بالغ نہیں ہوئی تو اس کے والد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کی شادی کر دے اور اس کے لیے اس سے اجازت حاصل کرنی لازم نہیں ہوگی۔

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ

''چھوٹی کنواری بچی کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں (یعنی اس کا والد اس کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا

---

(۱) [الطلاق : ٤]

(۲) [بخاری (٣٨٩٤) کتاب المناقب : باب تزویج النبی عائشه وقدومها المدینة وبنائه بها ' مسلم (١٤٢٢) کتاب النکاح : باب تزویج الأب البکر الصغیرة]

(۳) [بخاری (٥١٣٦) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاها ' ابو داود (٢٠٩٤) ترمذی (١١٠٩) نسائی (٨٧١٦) ابن ماجة (١٨٧١) بیهقی (١٢٠/٧)]

ہے خواہ وہ اسے ناپسند ہی کرتی ہو)۔''

امام ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ

''اہل علم میں سے جن کے متعلق بھی ہمیں علم ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں اور ان کا اجماع ہے کہ چھوٹی کنواری لڑکی کا نکاح اس کا والد کر سکتا ہے اور جب والد اپنی چھوٹی بچی کی اس کے کفو اور مناسب لڑکے سے شادی کر دے تو بچی کی ناپسندیدگی اور انکار کرنے کے باوجود والد کے لیے اس کی شادی کرنا جائز ہے۔''(۱)

لیکن امام احمدؒ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لڑکی نو برس کی ہو جائے تو وہ بالغ لڑکی کے حکم میں ہوگی اور اس سے اجازت حاصل کرنا واجب ہے تو اس لیے اگر والد احتیاط سے کام لے اور اس سے اجازت حاصل کر لے تو یہ بہتر اور اچھا ہے۔(واللہ اعلم)(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

12 سال کی عمر میں نکاح

سوال کیا میرے لیے نکاح جائز ہے جبکہ میری عمر 12 سال ہے؟

جواب آپ کے لیے 12 سال کی عمر میں نکاح جائز ہے اور ہمیں کسی ایسی (شرعی) رکاوٹ کا علم نہیں جو اس (عمر میں نکاح) سے روکتی ہو۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

عمر میں فرق کے باوجود نبی ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی میں حکمت

سوال میرے ایک عیسائی دوست نے یہ سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے نو برس کی عمر میں شادی کرنے کی کیا حکمت تھی' حالانکہ آپ ﷺ خود ساٹھ برس کے ہونے والے تھے اور کیا نبی کریم ﷺ نے ان سے اس عمر میں ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے یا نہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے اس کے رد کا علم نہیں' لہٰذا اس کا ضرور جواب دیں۔

جواب نبی کریم ﷺ نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور صرف عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کنواری تھیں جن سے آپ ﷺ نے شادی کی اور جب ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تو ان کی

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۹۸/۹)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳۹۸/۹-۴۰۵)]

عمر نو برس تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے علاوہ آپ ﷺ کی کسی اور بیوی کے لحاف میں وحی نازل نہیں ہوئی' آپ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کو سب بیویوں سے زیادہ محبوب تھیں اور ان کی براءت ساتوں آسمانوں سے نازل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا سب بیویوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں' بلکہ مطلقاً امتِ اسلامیہ کی سب عورتوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آکر مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

ان کی شادی کا قصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اُم المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے بہت غمزدہ ہوئے' اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کی تائید اور مدد کیا کرتی تھیں اور ہر معاملے آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں' اسی لیے اس سال کو جس میں وہ فوت ہوئیں عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔ پھر ان کے بعد نبی کریم ﷺ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی' یہ بڑی عمر کی تھیں اور خوبصورت بھی نہیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے صرف غم بانٹنے کے لیے شادی کی تھی کیونکہ ان کا خاوند فوت ہو چکا تھا اور یہ مشرک قوم کے درمیان رہائش پذیر تھیں۔ اس کے چار سال بعد نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچاس برس سے زیادہ تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے میں مندرجہ ذیل حکمتیں ہو سکتی ہیں:

① نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی خواب دیکھی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم ﷺ نے انہیں بتایا:

''تو مجھے خواب میں دوبار دکھائی گئی تھی' میں نے تجھے ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی دیکھا' کہا گیا کہ یہ تیری بیوی ہے' جب میں نے کپڑا اٹھایا اور دیکھا کہ تو ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔'' (۱)

② نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بچپن میں ہی ان میں جو ذہانت وفطانت اور عقل وشعور کی علامات دیکھیں' تو اس وجہ سے ان سے شادی پسند فرمائی' تا کہ وہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اچھے انداز میں نقل کر سکیں۔ پھر حقیقتاً ایسا ہی ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بڑے بڑے صحابہ کے لیے علم وفقہ کا مرجع بن گئیں۔

③ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی محبت' کہ جنہوں نے دعوتِ حق کے راستے میں بے پناہ اذیتیں برداشت کیں اور پھر ان پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ لہٰذا علی الاطلاق انبیاء کے بعد وہ سب لوگوں سے زیادہ پختہ ایمان والے اور سچے یقین والے تھے۔

(۱) [بخاری (۳۸۹۵) کتاب المناقب : باب تزویج النبی عائشة وقدومها المدینة]

نبی کریم ﷺ نے جتنی بھی شادیاں کیں اگر ان میں نظر دوڑائی جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی ازواجِ مطہرات میں کم عمر بھی تھیں' بوڑھی بھی' آپ کے سخت دشمن کی بیٹی بھی اور آپ کے دلی دوست کی بیٹی بھی۔ ان میں ایسی بھی تھیں جو یتیموں کی پرورش کرنے والی تھیں اور ایسی بھی جو نماز' روزے جیسی عبادات میں دوسروں سے ممتاز تھیں۔ وہ ساری انسانیت کے لیے نمونہ وآئیڈیل تھیں' ان کے ذریعہ ہی نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ایسی شریعت کی تکمیل کردی ہے جو ان کے بغیر ممکن نہ تھی۔

رہا مسئلہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صغرسنی کا تو ہم گزارش کریں گے کہ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ ایک گرم علاقے (جزیرۂ عرب) میں رہتے تھے اور وہیں پر پرورش پائی تھی اور غالباً گرم علاقوں میں سن بلوغت بھی جلد ہی آجاتا ہے جس وجہ سے شادی بھی جلد ہو جاتی ہے۔ جزیرۂ عرب میں عہد قریب تک یہی حالت تھی' اور پھر عورتوں میں جسم کی نشوونما کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے' جب آپ غور کریں گے کہ نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور کنواری عورت سے شادی نہیں کی' بلکہ ان کے علاوہ باقی سب بیویاں شوہر دیدہ تھیں' تو یہ طعن جو گمراہ لوگ پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زیادہ شادیوں کا مقصد صرف شہوانی فائدہ اٹھانا تھا' زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کا یہ مقصد ہو وہ تو اپنی ساری بیویاں یا اکثر بیویاں ایسی اختیار کرتا ہے جو کنواری اور خوبصورت ہوں اور ان میں رغبت کی ساری صفات پائی جائیں' جبکہ نبی کریم ﷺ کے عمل میں ہمیں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

کفار اور ان کے پیروکاروں کا اس طرح نبیٔ رحمت پر طعن کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دین میں طعن کرنے سے بالکل عاجز آچکے ہیں' اب انہیں کچھ نہیں ملا تو انہوں نے آپ ﷺ کی ذات میں طعن کرنا شروع کردیا' لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے دین کو پورا کر کے ہی رہے گا خواہ کافروں کو یہ برا ہی لگے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا چھوٹی عمر میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا؟

سوال کیا یہ بات درست ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی چھوٹی عمر میں نبی کریم ﷺ کی شادی آپ ﷺ کے خصائص میں سے تھا یا یہ ساری امت کے لیے جواز فراہم کرنے کے لیے تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے جب عائشہ رضی اللہ عنہا سے منگنی کی تو ان کی عمر چھ برس تھی اور جب ان کے ساتھ ہم بستری کی تو ان کی عمر نو برس تھی[1] اور یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا (کیونکہ خصوصیت کی کوئی دلیل موجود نہیں) اس لیے لڑکی کی بلوغت سے پہلے بھی اس سے نکاح درست ہے اور اس کے ساتھ قبل از بلوغت ہم بستری بھی درست ہے جبکہ وہ ایسی عورتوں میں سے ہو جن جیسی عورتوں سے ہم بستری کی جا سکتی ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

چھوٹے بچوں کی شادی کا شرعی حکم

سوال: اسلام میں دس برس کی عمر کی بچیوں کی شادی ان کی اجازت کے بغیر کیوں جائز ہے؟ برائے مہربانی بچوں کی شادی کے شرعی حکم کی وضاحت فرما دیں۔

جواب: چھوٹی بچی کی بلوغت سے قبل شادی کو اسلامی شریعت جائز قرار دیتی ہے بلکہ اس مسئلے میں تو علمائے کرام کا اجماع بھی منقول ہے۔ اس شادی کے جواز کے دلائل یہ ہیں (جیسا کہ گزشتہ مسئلے میں ذکر کیے گئے ہیں' یہاں تکرار کی غرض سے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ راقم)۔

لیکن چھوٹی عمر کی بچی کی شادی کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے ہم بستری کرنا بھی جائز ہے' بلکہ اس سے ہم بستری اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک وہ اس کی اہلیت نہ رکھتی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں اسی لیے دیر کی تھی۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ چھوٹی عمر کی شادی شدہ بچی کی رخصتی اور اس سے ہم بستری کے وقت کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر بچی کا ولی اور خاوند کسی ایسی چیز پر متفق ہو جائیں جس میں بچی پر کسی قسم کا ضرر نہ ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر وہ دونوں اختلاف کریں تو امام احمدؒ اور ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ نو برس کی بچی پر یہ (ہم بستری والا کام) لازم کیا جائے گا اس سے کم عمر والی پر نہیں۔ امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ وہ جماع کی طاقت رکھے' اس (چھوٹی بچی سے ہم بستری کے جواز) کے وقت میں لڑکیوں کی حالت مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہے جس میں عمر کی کوئی قید نہیں لگائی جا سکتی۔

(۱) [مسلم (۱۴۲۲) کتاب النکاح : باب تزویج الأب البکر الصغیرۃ' ابو داود (۲۱۲۱) کتاب النکاح : باب فی تزویج الصغار' نسائی (۳۲۵۵) کتاب النکاح : باب إنکاح الرجل ابنته الصغیرۃ' ابن ماجه (۱۸۷۶) کتاب النکاح : باب نکاح الصغار یزوجھن الآباء' دارمی (۱۵۹/۲) أبو یعلی (۷۴/۸) ابن حبان (۷۰۹۷) طبرانی (۱۹/۲۳)]

یہی قول صحیح ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں عمر کی کوئی تعیین نہیں اور نہ ہی ہم بستری کی طاقت رکھنے والی کو نو برس کی عمر سے قبل اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح نہ ہی طاقت نہ رکھنے والی نو برس کی بچی کو اس کی اجازت ہے۔ داؤدی کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بہت اچھی جوان ہو چکی تھیں۔(۱)

بہتر تو یہ ہے کہ ولی اپنی چھوٹی بچی کی شادی نہ کرے لیکن جب اس میں کوئی مصلحت ہو تو شادی کر سکتا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)

کیا ستر سال سے زائد عمر کی بیوہ نیا نکاح کر سکتی ہے؟

سوال جس عورت کی عمر ستر (70) سال سے زائد ہو چکی ہو اور اس وقت اس کا شوہر فوت ہو جائے تو کیا وہ کسی اور مرد سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب اس کے لیے کسی اور مرد سے شادی کرنا جائز ہے خواہ اس کی عمر اس سے بھی متجاوز ہو کیونکہ اصل نکاح کا جواز ہی ہے جب تک کوئی ایسی دلیل نہ مل جائے جو اس اصل سے پھیر دینے والی ہو' البتہ اس عورت کے لیے عدتِ وفات پوری کرنے کے بعد ہی کسی اور سے شادی کرنا جائز ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر رقم ہو تو پہلے حج کیا جائے یا نکاح؟

سوال اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل افضل ہے' فریضۂ حج کی ادائیگی یا ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا یا نکاح کرنا ایسے شخص کے لیے جو کنوارا ہو؟

جواب اگر آپ اپنے نفس پر زنا میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہیں تو فریضۂ حج اور عمرہ کی ادائیگی سے پہلے نکاح کر لیجئے اور اگر آپ اپنے نفس پر ایسی کسی چیز سے خائف نہیں ہیں تو شادی سے پہلے فریضۂ حج اور عمرہ ادا کر لیجئے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر رقم ہو تو پہلے قرض ادا کیا جائے یا نکاح کیا جائے؟

سوال اگر کسی شخص پر قرض کی شکل میں دوسرے لوگوں کے حقوق ہوں' وقتِ حاضر میں وہ ان حقوق کو ادا نہ کر سکتا

(۱) [دیکھیں: شرح مسلم للنووی (۲۰٦/۹)]

ہو لیکن اس کی نیت ہے کہ جب بھی اس میں استطاعت ہوئی وہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرے گا' یہ بھی علم میں رکھیں کہ قرض خواہ اس کے ساتھ اسی ملک میں رہائش پذیر نہیں۔

سوال یہ ہے کہ بالفرض اگر اس شخص کے پاس کچھ مال آئے اور اسے یہ خدشہ ہو کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے گا اور اسے شادی کی رغبت ہو تو کیا وہ پہلے شادی کرے یا اسے پہلے لوگوں کے حقوق ادا کرنے چاہییں؟

جواب: قرض وغیرہ کی شکل میں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی شادی پر مقدم کرنا واجب ہے' لیکن جب قرض واپس لینے والے اسے قرض کی ادائیگی پر شادی کو مقدم کرنے کی اجازت دے دیں تو اس حالت میں شادی مقدم کرنا جائز ہوگا۔

رہا مسئلہ یہ کہ اسے اپنے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کو گناہ سے بچانے کے لیے روزے رکھے' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے اور جس میں اس کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔''(۱)

اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

ناقص العقل کی شادی کرنے کا حکم

سوال: میرا ایک تیس سالہ بھائی ''فہد'' شادی کرنا چاہتا ہے لیکن مندرجہ ذیل مشکل درپیش ہے:

وہ ایک عام قسم کا انسان ہے اور اس کا حافظہ بھی قوی ہے۔ جسم بھی ٹھیک ٹھاک اور صحیح ہے۔ عورت اور مرد کی پہچان کر سکتا ہے اور جب ہم شادی کے معاملے میں بات چیت کریں تو اسے بھی وہ سمجھتا ہے' لیکن اس میں تمیز نہیں کر سکتا۔

دوسرے معنوں میں یہ کہ نہ تو وہ شادی کے معنی سمجھتا ہے اور نہ ہی طلاق اور واجبی حقوقِ زوجیت میں تمیز کرتا ہے' تو سوال یہ ہے کہ آیا اس کی شادی کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ آپ کے علم میں رہے کہ وہ کہتا ہے میں شادی کرنا چاہتا ہوں؟

جواب: اس کی شادی کرنا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ لڑکی کے ولی اور لڑکی کو اس کے عقلی نقص اور عدمِ تمیز کے

(۱) [بخاری (٥٠٦٥) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فلیتزوج' مسلم (١٤٠٠)]

متعلق بتا دیا جائے اور یہ بھی کہ اسے شادی کے معنی کا علم نہیں' نہ ہی وہ طلاق اور حقوقِ واجبہ کو سمجھتا ہے اور یہ کہ وہ نماز کی صحیح کیفیت بھی نہیں جانتا' اسی طرح وہ بے کار ہے اور اس کی گواہی کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

اور نہ ہی اس کے پاس ایسی معلومات ہیں کہ جس سے وہ یہ سمجھ سکے کہ اسے کیا چیز نفع دے گی اور کیا نقصان' اور جب اس کی شادی ہو جائے تو یہ لازمی ہے کہ اس کا بھائی یا پھر والد اس کی نگرانی کرے اور اس کی ضروریات پوری کرے' اس کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کرے اور اسی طرح شادی کے لوازمات وخرچہ اور مہر کا بھی انتظام کرنا ضروری ہے' کیونکہ یہ نقص ایسا عیب شمار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نکاح رد ہو سکتا ہے' جب عورت اور اس کے ولی کے سامنے یہ سب کچھ بیان ہو چکا ہو تو ٹھیک (یعنی پھر نکاح درست ہے) کیونکہ مسلمان پھر اپنی شروط پر قائم رہتے ہیں۔

......(شیخ ابن جبرین)......

شادی سے پہلے محبت کرنے کا حکم

سوال کیا اسلام میں محبت کی شادی زیادہ کامیاب ہے یا والدین کا اختیار کردہ رشتہ؟

جواب محبت کی شادی مختلف طرح کی ہے' اگر تو طرفین کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شرعی حدود نہیں توڑی گئیں اور محبت کرنے والوں نے کسی معصیت ونافرمانی کا ارتکاب نہیں کیا تو امید کی جا سکتی ہے کہ ایسی محبت سے انجام پانے والی شادی زیادہ کامیاب ہوگی' کیونکہ یہ دونوں کی ایک دوسرے میں رغبت کی وجہ سے انجام پائی ہے۔

جب کسی مرد کا کسی ایسی لڑکی پر دل معلق ہو کہ جس سے اس کا نکاح جائز ہے یا کسی لڑکی نے کسی لڑکے کو پسند کر لیا ہو تو اس کا حل شادی کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ﴾

''دو محبت کرنے والوں کے لیے ہم نکاح کی مثل کچھ نہیں دیکھتے۔'' (۱)

اس حدیث پر حاشیہ لگاتے ہوئے علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ''دو محبت کرنے والوں کے لیے ہم نکاح کی مثل کچھ نہیں دیکھتے۔'' یہاں پر لفظ

(۱) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٦٢٤) هداية الرولة (٣٠٢٩) ' (٢٤٧/٣) صحيح الجامع الصغير (٥٢٠٠) ابن ماجه (١٨٤٧) كتاب النكاح : باب ما جاء في فضل النكاح ' مستدرك حاكم (١٦٠/٢) كتاب النكاح : باب لم ير للمتحابين مثل التزويج ' بيهقي في السنن الكبرى (٧٨/٧) حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الزوائد (٦٥/٢)]

"متحابین" تثنیہ اور جمع دونوں کا احتمال رکھتا ہے اور معنی یہ ہوگا کہ اگر محبت دو کے درمیان ہو تو نکاح جیسے تعلق کے علاوہ ان کے مابین کوئی اور تعلق اور دائمی قرب نہیں ہو سکتا' اس لیے اگر اس محبت کے ساتھ ان کے درمیان نکاح بھی ہو تو یہ محبت ہر روز قوی اور زیادہ ہو گی۔

اور اگر محبت کی شادی ایسی محبت کے نتیجے میں انجام پائی ہو جو غیر شرعی تعلقات کی بنا پر ہو مثلاً اس میں لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے سے ملاقاتیں کریں' ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے رہیں' بوس وکنار کریں اور اس طرح کے دوسرے حرام کاموں کے مرتکب ہوں تو اس کا انجام برا ہی ہوگا اور یہ شادی زیادہ دیر نہیں چل پائے گی۔

کیونکہ ایسی محبت کرنے والوں نے شرعی مخالفات کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنی زندگی کی بنیاد ہی اس مخالفت پر رکھی ہے جس کا ان کی ازدواجی زندگی پر اثر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اور توفیق نہیں ہوگی کیونکہ گناہوں کی وجہ سے برکت جاتی رہتی ہے۔ اگرچہ شیطان نے بہت سے لوگوں کو یہ سبز باغ دکھا رکھے ہیں کہ اس طرح کی محبت جس میں شرعی مخالفات پائی جائیں' کرنے سے شادی زیادہ کامیاب اور دیرپا ثابت ہوتی ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ دونوں کے درمیان شادی سے قبل جو حرام تعلقات قائم تھے وہ ایک دوسرے کو شک وشبہ میں ڈالیں گے' خاوند یہ سوچے گا کہ ہو سکتا ہے جس طرح اس نے میرے ساتھ تعلقات قائم کیے تھے کسی اور سے بھی تعلقات رکھتی ہو کیونکہ ایسا اس کے ساتھ ہو چکا ہے اور اسی طرح بیوی بھی یہ سوچے اور شک کرے گی کہ جس طرح میرے ساتھ اس کے تعلقات تھے کسی اور لڑکی کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں اور ایسا اس کے ساتھ ہو چکا ہے۔ تو اس طرح خاوند اور بیوی دونوں ہی شک وشبہ اور سوءِ ظن میں زندگی بسر کریں گے جس کے نتیجے میں جلد یا دیر سے ان کے ازدواجی تعلقات کشیدہ ہو کر رہیں گے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر یہ عیب لگائے' اسے عار دلائے اور اس پر طعن کرے کہ شادی سے قبل اس نے اس کے ساتھ تعلقات قائم کیے اور اس پر راضی رہی' جو اس پر طعن وتشنیع اور عار کا باعث ہوگا اور اس وجہ سے ان کے درمیان حسن معاشرت کی بجائے سوءِ معاشرت پیدا ہوگی۔

اس لیے ہمارے خیال میں جو بھی شادی غیر شرعی تعلقات کی بنیاد پر انجام پائے گی وہ غالباً زیادہ دیر کامیاب نہیں رہے گی اور اس میں استقلال واستقرار نہیں ہو سکتا۔ جبکہ والدین کا اختیار کردہ رشتہ نہ تو سارے کا سارا بہتر ہے اور نہ ہی مکمل طور پر برا ہے' لیکن اگر گھر والے رشتہ اختیار کرتے ہوئے اچھے اور بہتر انداز کا مظاہرہ کریں اور عورت بھی دین اور خوبصورتی کی مالک ہو اور مرد کی رضامندی سے یہ رشتہ طے ہو کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہے تو پھر یہ امید ہے کہ یہ شادی کامیاب اور دیرپا ہو گی۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے لڑکے کو یہ اجازت دی ہے اور یہ وصیت کی ہے کہ وہ اپنی ہونے والی منگیتر کو دیکھے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے عہد رسالت میں ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا' نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے دیکھ لو' اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں اُلفت پیدا ہو جائے۔''(۱)

امام ترمذیؒ اس کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اس (دیکھنے) سے تمہارے درمیان محبت میں استقرار پیدا ہوگا اور محبت زیادہ ہوگی۔

اور اگر گھر والوں نے رشتہ اختیار کرتے وقت غلطی کی اور صحیح رشتہ اختیار نہ کیا یا پھر رشتہ اختیار کرنے میں تو اچھا کام کیا لیکن مرد اس پر رضا مند نہیں تو یہ شادی بھی غالب طور پر ناکام رہے گی اور اس میں استقرار نہیں ہوگا' کیونکہ جس کی بنیاد ہی مرغوب نہیں یعنی وہ شروع سے ہی اس میں رغبت نہیں رکھتا تو وہ چیز اغلباً دیر پا ثابت نہیں ہوگی۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

ایک پاکدامن مسلمان کا سابقہ بدکاری کی مرتکب سے نکاح کرنا

سوال میری عمر پچیس برس ہے اور میں نے چھوٹی عمر میں ہی نکاحِ متعہ کیا تھا' مجھے علم ہے کہ اہل سنت متعہ کو حرام سمجھتے ہیں۔ متعہ کرنے کے اسباب بہت ہیں جن کا ذکر کرنا مشکل ہے' لیکن میرے حالات ہی ایسے بن چکے تھے کہ مجھے ایسا کرنا پڑا اور اب میں اس متعہ کے عظیم گناہ کے متعلق اپنے آپ سے سوال کرتی رہتی ہوں اور جب واقعی مطلقاً یہ گناہ ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں اور میری دعا ہے کہ وہ مجھے صحیح راستے کی رہنمائی فرمائے۔ ہم اس وقت نبی ﷺ کے دور سے بالکل ہی مختلف دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس لیے مجھے بعض اوقات حلال اور حرام کے درمیان تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ میں ایک یورپی مسلمان عورت ہوں۔

اب میں ایک ایسے مسلمان نوجوان کو جانتی ہوں جس نے پہلے شادی نہیں کی اور وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابن ماجة (۱۵۱۱) كتاب النكاح: باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها' ابن ماجة (۱۸٦٥) أحمد (۲٤٤/٤) دارمی (۱۳٤/۲) كتاب النكاح: باب الرخصة فی النظر للمرأة عند الخطبة' ترمذی (۱۰۸۷) نسائی (۱٤/۳) عبدالرزاق (۱۳۳٥) دارقطنی (۲٥۲/۳) ابن الجارود (٦۷٥) شرح معانی الآثار (۱٤/۳) شرح السنة (۱٤/٥)]

ہے لیکن مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا میرے ساتھ شادی کرنا کوئی اچھا اور افضل نہیں اور نہ ہی اس میں اس کی مصلحت ہے لیکن مجھے اس کا پورا یقین بھی نہیں کہ واقعی اس کے لیے ایسا ہی ہو۔

اولاً اس لیے کہ ہماری قدریں فی الحال کچھ حد تک مشابہ ہیں' اسی طرح ہم بہت سارے معاملات میں بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ واقعی حقیقت یہ ہے کہ میں نے ابھی تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاملات میں اس حد تک میرے ساتھ موافق ہو' لیکن اس کی زندگی مجھ سے کچھ مختلف رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وفضل سے اسے ان اشیاء سے بچا کر رکھا ہے جن میں میں پڑی ہوئی تھی۔

اس شخص کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے بھی زیادہ میں جو چیز چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرنے کے فیصلے میں مطمئن ہو اور اسے یہ شعور ہو کہ ایسا کرنا دینی اعتبار سے صحیح ہے یا ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔

جواب: جب کوئی رشتہ مناسب اور کفو ہو یعنی جس شخص کا دین اور اس کی امانت پسند ہو تو اس سے آپ کو صرف خدشات اور شکوک وشبہات اور گمان' جن کی کوئی قدرت وقیمت نہیں اور نہ ہی ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے' پر اعتماد کرتے ہوئے شادی میں دیر نہیں کرنی چاہیے اور ایسے خیالات کی طرف متوجہ بھی نہ ہوں۔ بلکہ اگر اس شخص کے اوصاف ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے بیان کیے ہیں تو پھر آپ اسے قبول کرتے ہوئے اس سے شادی کر لیں اور اس میں کسی بھی قسم کا تردد نہ کریں۔

اور آپ سے جو نکاحِ متعہ ہو چکا ہے اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کہ متعہ کرنا حرام ہے اور یہ (دورِ نبوی میں حلال ہونے کے بعد دورِ نبوی میں ہی) منسوخ ہو چکا ہے اور اب اس طریقہ پر شادی کرنا جائز نہیں۔ جب آپ کو یہ علم ہو چکا ہے تو پھر آپ اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اس سے توبہ واستغفار کریں۔

......(شیخ عبدالکریم)......

جسے حرام میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو کیا وہ تعلیم مکمل کرنے تک شادی مؤخر کر سکتا ہے

سوال: میری پرورش نصرانی معاشرہ میں ہوئی ہے اور میں نے اسلام کو پڑھنے کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔ قبولِ اسلام سے قبل میں نے ایک گناہگار اور نافرمان شخص کو اپنے آپ سے کھیلنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ لیکن اس کے بعد میں نے اس سے توبہ کر لی ہے اور میں نے اسے اپنے ساتھ لگنے یا پھر غیر مناسب کلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دی اور اب وہ بھی اس سے توبہ کر چکا ہے۔

اس کے گھر والے اسلام سمجھنے اور قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے میں میری معاونت کر رہے ہیں' اس شخص نے مجھ سے شادی کرنے کا کہا ہے لیکن اس کے گھر والے کہتے ہیں کہ تعلیم مکمل کرنے تک انتظار کرو' تو کیا ہمیں اس کی گریجویشن مکمل ہونے تک منگنی مؤخر کر دینی چاہیے یا کہ اسی حالت میں منگنی کر لینی چاہیے؟

میرے علم کے مطابق افضل اور بہتر تو یہی ہے کہ ہم شادی کر لیں تا کہ دوبارہ گناہ میں نہ پڑیں' اگرچہ ہم ایک دوسرے کو نہ بھی دیکھیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں حرام کام میں نہ پڑ جاؤں کیونکہ شیطان ہمارے ذہنوں میں یہ کام مزین کر کے رکھ دے گا۔ میں اس مسلمان گھرانے کا احترام بھی کرتی ہوں کیونکہ یہی ایک مسلمان گھرانہ ہے جسے میں جانتی ہوں' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ میرا تعاون کریں' میں حرام کام میں نہیں پڑنا چاہتی۔

جواب: اس اللہ رب العزت کی تعریف اور شکر ہے جس نے آپ کو دین اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور آپ پر یہ عظیم نعمت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ کی ثابت قدمی کے لیے دعا گو ہیں' آپ پر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے کہ اسلام سے پہلے جو بھی گناہ ہیں وہ اسلام قبول کرنے کے بعد معاف ہو جاتے ہیں اور اسلام انہیں ختم کر دیتا ہے' ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی اور ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے۔

منگنی اور شادی کے بارے میں ہماری آپ اور اس نوجوان کو یہی نصیحت ہے کہ آپ جتنی جلدی ہو سکے شادی کر لیں اور خاص کر جب آپ کو حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہے' تو اس حالت میں یقیناً شادی تعلیم پر مقدم ہو گی اور پھر جب آپ دونوں کی رغبت بھی یہی ہے۔ اس لیے نوجوان کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کرے۔ اور انہیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان یاد دلائے کہ نبی کریم ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے اور جس میں اس کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔''(۱)

اور وہ اپنے گھر والوں کو یہ بھی یاد دلائے کہ اس وقت فتنہ بہت زیادہ ہے جس وجہ سے مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر شرعی ذریعہ استعمال کرتے ہوئے ان فتنوں سے بچنے کی کوشش کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فتنوں سے بچنے کے لیے مشروع ذرائع میں سے سب سے افضل ترین ذریعہ شادی ہی ہے' بلکہ علمائے کرام نے تو بالنص یہ کہا ہے کہ ایسی حالت میں شادی واجب ہو جاتی ہے۔(۲)

(۱) [بخاری (۵۰۶۵) مسلم (۱۴۰۰)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (۳۴۱/۹)]



اور اس کے لیے بھی یہ کافی ہے کہ ابھی آپ شرعی طور پر مکمل شروط اور گواہوں کی موجودگی میں عقدِ نکاح پر ہی اکتفاء کر لیں اور رخصتی اور ولیمہ کو مؤخر کر دیں' اس لیے کہ عقدِ نکاح کی بنا پر آپ دونوں خاوند اور بیوی بن جائیں گے جس سے آپ کے لیے خلوت وغیرہ جائز ہو گی۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہتر ہے اور اگر پھر بھی اس کے گھر والے انکار پر مصر ہوں اور اس نوجوان کو حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ اگر وہ طاقت رکھتا ہے تو شادی کرا لے چاہے اس میں وہ اپنے والدین کی اجازت نہ بھی حاصل کرے' البتہ اسے اپنے گھر والوں کو اس شادی پر راضی کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ ایسا (یعنی خود شادی) کرنے سے عاجز ہو تو آپ صبر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کریں اور روزے رکھیں اور فتنے اور شہوات والی اشیاء سے اجتناب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے دور رہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو خیر اور بھلائی پر جمع کر دے اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتیں تو آپ کے شرعی ولی پر واجب ہے کہ وہ کوئی اور صالح شخص تلاش کر کے آپ کی شادی کر دے تاکہ آپ حرام کام میں پڑنے سے بچ سکیں۔

یہاں پر ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ جب تمہاری شرعی طور پر منگنی ہو چکی ہو تو اس وجہ سے آپ دونوں کا خلوت میں بیٹھنا یا ایک دوسرے کو چھونا اور اکٹھے گھومنے پھرنے کے لیے نکلنا یا پھر بغیر کسی ضرورت کے بات چیت کرنا جائز نہیں کیونکہ آپ کا عقدِ نکاح نہیں ہوا' جس وجہ سے آپ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں لیکن جب نکاح ہو جائے تو پھر آپ ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں چاہے رخصتی نہ بھی ہوئی ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے لیے بھلائی اور خیر میں آسانی پیدا کرے اور آپ دونوں سے برائی اور فحاشی کو دور رکھے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

میاں بیوی کی راز کی باتوں کا اظہار کرنا اور طلاق کی نیت سے نکاح کرنا

سوال میں نے کئی برس قبل ایک شخص سے شادی کی اور شادی سے قبل بھی میرے اس سے تعلقات تھے۔ لیکن پھر ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس کی توبہ کر لی۔ اس نے دو مرتبہ دوسری شادی کی ہے اور دونوں مرتبہ ہی اس کی شادی صرف شہوت پوری کرنے کی غرض سے ہی تھی۔ مشکل یہ ہے کہ وہ پچھلے راز افشاں کرتا ہے (اور مجھے یہ علم ہے کہ مسلمان پر پچھلے راز افشاں کرنا حرام ہے)۔

اس شخص نے اسلام سے قبل بھی کئی ایک بار شادی کی اور اب وہ اپنے اس فعل کے لیے اسلام کو دلیل بناتا ہے

کہ اسلام میں چار شادیاں جائز ہیں۔ وہ مجھے تو یہ کہتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے لیکن میرا اعتقاد یہ ہے کہ وہ جیسا سلوک اپنی دوسری بیوی سے کرتا ہے مجھ سے نہیں کرتا اور وہ مجھے اپنی دوسری بیوی کے بارے میں ایسی باتیں بتاتا ہے جو میں نہیں سننا چاہتی۔ یاد رہے کہ دونوں شادیاں خفیہ اور مشتبہ طریقے سے انجام پائی ہیں' اس نے ایک بار کہا کہ وہ ایک دوسری عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اسلام بھی اس کی اجازت دیتا ہے' لیکن وہ صرف تبدیلی کے لیے کچھ مدت تک شادی کرتا ہے تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ شادی کرے اور جب چاہے طلاق دے ڈالے؟

ہماری کوئی اولاد نہیں تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اس سے طلاق حاصل کرلوں کیونکہ اس حالت میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور پھر مجھے اپنے خاوند کی محبت اور اس کی رغبت بھی نصیب نہیں؟

جواب خاوند اور بیوی پر یہ واجب اور ضروری ہے کہ وہ اپنے رازوں کی حفاظت کریں اور خاص کر ایسے راز جو جماع وہم بستری اور ایک دوسرے سے خصوصی تعلق کے ہوتے ہیں۔ بیوی اپنے خاوند کے رازوں کی امین ہے اور اسی طرح خاوند اپنی بیوی کے رازوں پر امین ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کے پاس آئے اور کہنے لگے' کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور دروازہ بند کر کے اپنے اوپر پردہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ کے پردہ کے ساتھ وہ بھی پردہ میں رہے؟ تو صحابہ کرام کہنے لگے' جی ہاں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر وہ کسی کے پاس بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (اپنی بیوی کے ساتھ رات کو) اس طرح کیا اور اس طرح کیا؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر سب صحابہ کرام خاموش ہو گئے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے' کیا تم میں بھی کوئی ایسی ہے جو یہ باتیں کرتی ہے (یعنی مباشرت وہم بستری کے راز افشاں کرتی ہے)؟ تو سب عورتیں خاموش رہیں۔ ایک نوجوان لڑکی اپنے ایک گھٹنے پر بیٹھی اور اونچی ہوئی تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ سکیں اور اس کی بات کو سن سکیں۔ وہ کہنے لگی' اے اللہ کے رسول! بلاشبہ مرد بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور عورتیں بھی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تمہیں علم ہے کہ اس کی مثال کیا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خود ہی) فرمایا' اس کی مثال اس شیطانی کی ہے جو شیطان سے کسی گلی اور راستے میں ملے اور لوگوں کے سامنے ہی اس سے اپنی حاجت پوری کر کے (یعنی ہم بستری کر کے) چلتی بنے۔(۱)

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۰۳۷) ابو داود (۲۱۷٤) کتاب النکاح : باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابته أهله]

دوسری بات یہ کہ آپ کے خاوند کا تبدیلی کی غرض سے شادی کرنا جیسا کہ آپ کہتی ہیں کہ وہ طلاق کی نیت سے شادی کرتا ہے جو کہ عورت اور اس کے اولیاء سے دھوکہ اور فراڈ ہے۔ شیخ محمد رشید رضا ؒ کا کہنا ہے کہ

علمائے سلف وخلف کی متعہ کی ممانعت کے بارے میں جو سختی ہے وہ اس کی متقاضی ہے کہ طلاق کی نیت سے نکاح بھی ممنوع ہو' اگرچہ فقہائے کرام کا یہ کہنا ہے کہ جب عقدِ نکاح میں کسی شخص نے وقت معین کی نیت کی اور اسے عقد کے صیغہ میں مشروط نہ رکھا تو اس کا نکاح تو صحیح ہوگا لیکن یہ دھوکہ اور فراڈ شمار ہوگا۔ جو کہ اس عقدِ نکاح سے زیادہ باطل ہونے کے لائق ہے جس میں خاوند' بیوی اور اس کی اولیاء کی رضامندی سے وقت کی تعیین ہوتی ہے اور اس میں اور کوئی فساد والی چیز تو نہیں صرف یہ ہے کہ اس عظیم بشری رابطے سے کھیلنا ہے جو کہ انسانوں کے درمیان باہم ربط وتعلق کی بنیاد ہے اور اس میں شہوات کے پیچھے چلنے والی عورتوں اور مردوں کو اپنی شہوات پوری کرنے کے مواقع فراہم کرنا ہے اور اس پر جو کچھ منکرات مترتب ہوتی ہیں۔

اور وہ نکاح جس میں یہ شرط (تعیین وقت) نہ ہو وہ دھوکہ اور فراڈ پر مبنی ہوگا' اس کی بنا پر اور بھی کئی قسم کے فساد ومنکرات مرتب ہوں گے' جن میں عداوت ودشمنی' بغض وکینہ اور حسد اور ان سچے لوگوں سے سچائی کا خاتمہ کہ جو حقیقت میں شادی کرنا چاہتے ہیں اور ان پر عدمِ اعتماد وغیرہ۔(۱)

اور شیخ ابن عثیمین ؒ کی بھی اس شادی کی تحریم کے بارے میں اسی طرح کی کلام ہے' ان کا کہنا ہے کہ

پھر یہ قول (یعنی جواز والا قول) ایسا ہے کہ جس سے کمزور ایمان والے لوگ اپنی غلط اور خراب قسم کی اغراض پوری کرنے کا موقع پائیں گے جیسا کہ ہم نے سنا ہے کہ کچھ لوگ سالانہ چھٹیوں میں دوسرے ممالک میں صرف جاتے ہی اس نیت سے ہیں کہ وہ طلاق کی نیت سے شادی کریں۔

اور مجھے تو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بعض تو ان چھٹیوں میں ہی کئی ایک شادیاں کرتے ہیں' گویا وہ اپنی شہوت پوری کرنے ہی گئے تھے جو کہ ممکن ہے زنا کے مشابہ ہو' اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ تو اس لیے ہماری رائے یہ ہے یہ اس لائق نہیں کہ اس کا دروازہ کھول دیا جائے اس لیے کہ یہ جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اس کا ذریعہ بن چکا ہے۔

اس نکاح کے بارے میں میری اپنی رائے یہ ہے کہ عقدِ نکاح تو صحیح ہے لیکن اس میں دھوکہ اور فراڈ ہے' تو اس اعتبار سے یہ حرام ہوگا۔ اس میں دھوکہ اور فراڈ یہ ہے کہ اگر عورت اور اس کے ولی کو خاوند کی نیت کا علم ہو جائے کہ اس کی صرف نیت یہ ہے کہ وہ اس سے کھیل کر اسے طلاق دے دے گا تو وہ کبھی بھی اس سے شادی نہ کریں گے' تو اس طرح یہ ان کے لیے دھوکہ اور فراڈ ہوگا اور اگر وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ جتنی دیر اس ملک میں

(۱) [دیکھئے: فقه السنة از سید سابق (۳۹/۲)]

رہے گا وہ اس کے ساتھ رہے اور وہ لوگ اس پر متفق ہو جائیں تو یہ نکاح متعہ ہوگا۔ اس لیے میں تو اسے حرام سمجھتا ہوں' لیکن اگر کسی نے ایسی جرأت کی اور یہ کام کر لیا تو اس کا نکاح صحیح ہے مگر وہ گناہگار ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس کا خفیہ طریقے سے شادی کرنا۔ اگر تو وہ عورت کے ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرتا ہے تو اس کا نکاح صحیح ہے لیکن اگر یہ نکاح عورت کے ولی کے بغیر ہی ہوا ہے اور یا پھر گواہ نہیں تھے تو یہ نکاح صحیح نہیں۔

آخر میں ہم آپ کے خاوند کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر یعنی بیوی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور لوگوں کی عزت کے بارے میں بھی اسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہونا چاہیے اور اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ اس طرح کا کھیل اور غلط کام اس کے لیے جائز نہیں۔ شادی سکون' رحمت اور محبت ومودت کا نام ہے' اس لیے اسے صرف شہوت پوری کرنے کا ہی ذریعہ نہیں بنا لینا چاہیے اور پھر (شہوت پوری کرنے کے بعد) اس عورت کو حسرت ویاس کی حالت میں چھوڑ دینا قطعاً روا نہیں۔

ہم آپ کو بھی یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اپنے خاوند کو اس کام سے منع کرنے میں نرمی سے کام لیں اور اپنے گھر کو مستقل طور پر قائم رکھنے کی کوشش کریں اور خاوند کی نیت کے بارے میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے' اس کی صحت کے بارے میں تحقیق کریں کہ آیا واقعتاً اور شادی کرنے اور جو کچھ آپ کو اچھا نہیں لگتا اس کے بارے میں اس کے مقاصد ایسے ہی ہیں یا نہیں۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ کبھی عورت اپنے خاوند میں کسی اور کی شرکت پر غیرت کی وجہ سے کسی چھوٹی بات کو بھی بڑا سمجھنے لگتی ہے اور بعض اوقات اس میں شیطانی وسوسے بھی شامل ہوتے ہیں تا کہ مسلمان گھرانے کو تباہ کر سکے۔

آپ اس معاملے میں مزید سوچ سمجھ لیں اور خاص کر نیت کا مسئلہ جس میں آپ کو علم ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ غیب کی بات ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہیں کہ وہ آپ کو اس معاملے کی حقیقت دکھائے اور آپ اس کے ساتھ رہنے یا پھر اس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں اپنے رب سے استخارہ کر لیں۔ اور آپ یہ بھی غور وفکر کریں کہ اگر آپ کو طلاق ہو جاتی ہے تو اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اور اس کا انجام کیا ہوگا تا کہ آپ کو علم ہو سکے کہ آپ کے لیے علیحدگی بہتر ہے یا کہ صبر کرتے ہوئے خاوند کے ساتھ رہنا اور اگر آپ اسے اپنے بیان کردہ اسباب کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتیں تو آپ اس سے علیحدگی کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......



بیوی کی وفات کے فوراً بعد شوہر شادی کر سکتا ہے؟

سوال اگر کسی آدمی کی بیوی فوت ہو جائے تو کیا اس کے لیے اس کی وفات کے ایک ماہ بعد شادی کرنا جائز ہے یا اس سے کم یا زیادہ مدت کے بعد۔ کیونکہ بعض ائمہ کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے لیے بیوی کی وفات کے تین ماہ بعد شادی کرنا جائز ہے تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب جب آدمی کی بیوی فوت ہو جائے تو وہ جب چاہے شادی کر سکتا ہے اور جو بات آپ نے ذکر کی ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ وہ باطل (اور من گھڑت) ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا جس عورت سے تعلقات ہوں اسی سے نکاح کرنا ضروری ہے؟

سوال میں انتہائی مشکل حالت میں ہوں' مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا ہے کہ میں نے اپنی ایک رشتہ دار کنواری لڑکی سے بوس و کنار کیا اور اس نے بھی مجھ سے یہی کچھ کیا لیکن ہم اس سے آگے نہیں بڑھے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ کہیں دوسروں کو نہ بتا دے کیونکہ وہ میری خالہ زاد ہے۔ میں نے اپنی زندگی شریعتِ اسلامیہ کے مطابق بسر کرنی شروع کر دی ہے جس وجہ سے لوگ بھی میرا احترام کرتے ہیں۔

میں ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں اور عنقریب ایک نیک وصالحہ لڑکی سے شادی کرنے والا ہوں' تو کیا مجھے اسی عورت سے شادی کرنی چاہیے جس سے میرے تعلقات تھے۔ مجھے اس سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے اور وہ میرے خاندان کے ساتھ ہی رہتی ہے' مجھے اس مشکل سے نکلنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ مجھے معلوم ہے کہ میں نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی دعا مانگتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرمائے۔ میں اس عورت سے شادی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ ہر وقت مجھے پھانسنے کے حیلے تلاش کرتی رہتی ہے اور اب میں پریشانی میں ہوں' کیا مجھے اپنے والدین کو اس بارے میں بتا دینا چاہیے؟ اور کیا مجھے اس واقعہ کے بارے میں اس لڑکی کو بتا دینا چاہیے جس سے میں شادی کرنے والا ہوں؟ اور کیا جس سے میرے تعلقات تھے وہ مجھے شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کر سکتی ہے؟

جواب آپ پر ضروری ہے کہ جو کچھ آپ سے ہو چکا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں اور یہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا کام نہیں کریں گے۔ اس لڑکی سے بوس و کنار یا اسے چھونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اسی لڑکی سے ہی شادی کریں اور نہ ہی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی ایسی دلیل موجود ہے کہ وہ آپ کو اپنے ساتھ شادی

پر مجبور کرے جسے نہ تو آپ چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے شادی کی رغبت رکھتے ہیں۔

اور شادی بھی اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس میں سب شروط صحیح طور پر پائی جائیں اور اس میں ایک شرط خاوند کی رضامندی بھی ہے۔

اور نہ ہی آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ اپنے والدین یا جس لڑکی سے شادی کر رہے ہوں اسے اس واقعہ کے متعلق بتائیں۔ بلکہ آپ کو یہ حکم ہے کہ اپنے آپ پر پردہ ڈالیں اور اس (گناہ) سے توبہ کریں جو آپ اور آپ کے رب کے درمیان ہے۔اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

''اس گندے کام سے بچو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور جو کوئی اس کا ارتکاب کر بیٹھے اسے اللہ تعالیٰ کے پردہ کے ساتھ پردہ پوشی کرنی چاہیے۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

نصف دین مکمل کرنے کے لیے شادی

سوال کیا یہ بات درست ہے کہ شادی کرنے سے نصف دین مکمل ہو جاتا ہے؟

جواب جی ہاں یہ درست ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ

﴿ مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ امْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهُ اللّٰهُ عَلَى شَطْرِ دِينِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الْبَاقِي ﴾

''جسے اللہ تعالیٰ کوئی نیک بیوی عطا کر دے تو یقیناً اس نے اس کے نصف دین پر مدد کی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ باقی نصف دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔''(۲)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

﴿ إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي ﴾

''جب آدمی شادی کر لیتا ہے تو اس کا نصف دین مکمل ہو جاتا ہے' اسے چاہیے کہ باقی نصف دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔''(۳)

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

(۱) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٦٦٣)]

(۲) [حسن : صحیح الترغیب (١٩١٦) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح سیما بذات الدین]

(۳) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (٤٣٠) المشکاة (٣٠٩٦) صحیح الترغیب والترهیب (١٩١٦) السلسلة الصحیحة (٦٢٥)]

بدعتی اور میلاد منانے والے سے نکاح کا حکم

سوال میرا مشکل سا سوال ہے' میری سالی کی عنقریب شادی ہونے والی ہے اور وہ اپنے ہونے والے خاوند کی شخصیت سے خوفزدہ ہے۔ میں آپ سے وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ اس نے مجھے پوچھا کہ کیا جو شخص میلاد النبی ﷺ مناتا ہو اور اس کی تائید کرتا ہو اس سے شادی کرنا صحیح ہے؟ مجھے یہ علم ہے کہ ایسا عمل اسلام میں بدعت ہے' لیکن مشکل یہ ہے کہ آیا میلاد منانے والوں سے مسلمان لڑکی کی شادی ممکن ہے۔ میں جس ملک میں رہائش پذیر ہوں وہاں پر لوگ میلاد النبی ﷺ کو عید اور عبادت سمجھ کر مناتے ہیں اور اس تقریب میں لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور پھر اس کی فضیلت میں کچھ احادیث بھی سنائی جاتی ہیں اور نعتیں اور اشعار پڑھے جاتے ہیں اور دعائیں مانگی جاتی ہیں اور لوگ حقیقتاً کھڑے ہو کر گاتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کسی مسلمان لڑکی کے لیے میلاد منانے والے سے شادی کرنا جائز ہے؟ اور اس سے بھی مشکل سوال جسے کرنے سے میں خوف محسوس کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ کیا ایسا فعل کرنے والے کو مسلمان شمار کیا جائے گا؟

جواب جو لوگ میلاد مناتے ہیں ان کی بہت سی اقسام ہیں اس لیے وہ جس طرح کے افعال کریں گے اسی طرح کا ان پر حکم لگایا جائے گا۔ اگرچہ میلاد منانا بذاتِ خود ایک بدعت ہے لیکن جس طرح کی مخالفت کا کوئی مرتکب ہوگا اس پر اسی طرح کا حکم ہوگا۔ اس طرح بعض اوقات معاملہ شرک اور اسلام سے خروج تک جا پہنچتا ہے جیسا کہ جب میلاد میں کوئی ایسا کام کیا جائے جو کفریہ ہو مثلاً غیر اللہ سے دعا کرنا یا نبی کریم ﷺ کو ربوبیت کی صفات سے متصف کرنا وغیرہ جیسے دوسرے شرکیہ کام۔

لیکن اگر وہ اس حد تک نہیں پہنچتا تو وہ کافر نہیں بلکہ اسے فاسق کہا جائے گا اور پھر اس میلاد میں بدعات ومخالفات کے ارتکاب کے حساب سے فسق بھی کم اور زیادہ ہوگا۔

میلاد منانے والے شخص سے شادی کا حکم بھی اس شخص کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ اگر وہ کفریہ کام کرتا ہے تو اس سے کسی بھی حالت میں شادی کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تم شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو مت دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں' ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے' گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔'' (۱)

اہل علم کے اجماع کے مطابق اس شخص سے عقدِ نکاح باطل شمار ہوگا۔

---

(۱) [البقرۃ: ۲۲۱]



لیکن اگر وہ ایسا بدعتی ہے جس کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچتی تو اہل علم نے اس شخص سے بھی نکاح کرنے سے بچنے کا کہا ہے اور اس میں بہت سختی کی ہے۔ امام مالکؒ نے کہا ہے کہ

''بدعتی سے نہ نکاح کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دی جائے گی اور نہ ہی ایسے لوگوں کو سلام کیا جائے گا............'' (۱)

امام احمدؒ کا بھی اس جیسا ہی قول ہے۔ ائمہ اربعہ کا فیصلہ ہے کہ مرد عورت کے درمیان نکاح میں دینی کفائت معتبر ہے اور فاسق مرد کسی بھی دیندار اور مستقیم عورت کا کفو (یعنی برابر وہمسر) نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُنَ ﴾

''کیا جو مومن ہے وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔'' (۲)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دین میں بدعات پیدا کرنا سب سے بڑا فسق و گناہ ہے۔ واضح رہے کہ دین میں کفائت کے معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقدِ نکاح کے بعد عورت پر یہ انکشاف ہو جائے کہ اس کا خاوند فاسق ہے یا پھر اولیاء کے علم میں یہ بات آ جائے کہ خاوند فاسق ہے تو عورت یا اولیاء کو اس عقدِ نکاح پر اعتراض کا حق حاصل ہے اور وہ اس کے فسخ کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنے اس حق کو ساقط کر دیں اور اس خاوند پر راضی ہو جائیں تو یہ عقدِ نکاح صحیح ہوگا۔

اس لیے اس طرح کے نکاح سے بچنا ضروری ہے اور بالخصوص اس لیے بھی کہ مرد کو عورت پر سربراہی حاصل ہے جس کی بنا پر ہو سکتا ہے عورت کو تنگی اٹھانی پڑے اور خاوند اسے ایسی بدعات اختیار کرنے پر مجبور کرے یا اسے کچھ معاملات میں سنتِ نبوی کی مخالفت کرنے کا کہے۔ مزید برآں اولاد کا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے کہ والد انہیں بدعات وخرافات کا ہی عادی بنائے گا اور ان کی پرورش بھی اسی طریقہ پر کرے گا۔ یوں وہ بھی صحابہ کرام کے طریقے کے مخالف پرورش پائیں گے اور اس طرح والدہ جو صحیح سنت کے مطابق چلنے والی تھی اس پر بھی تنگی ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل سنت (سلفی عقیدہ کے حاملین) کے ہاں کسی بدعتی سے نکاح کرنا بہت شدید قسم کا مکروہ ہے کیونکہ اس پر بہت سی خرابیاں اور فساد مرتب ہوتے ہیں اور بہت سی مصلحتیں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں اور پھر جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کو ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔ آپ مزید

(۱) المدونة (۸٤/۱)]

(۲) [السجدة : ۱۸]

تفصیل کے لیے ڈاکٹر ابراہیم الرحیلی کی کتاب "موقف اهل السنة والجماعة من أهل الأهواء والبدع" کا بھی مطالعہ کریں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کامیاب شادی اور اولاد کی اچھی تربیت کے لیے کیسا خاوند منتخب کیا جائے؟

سوال: میں ایک چوبیس برس کی لبنانی لڑکی ہوں اور اپنے ملک سے دور کینیڈا کے شہر اوٹاوہ میں رہائش پذیر ہوں' میرے خیال میں مجھے مزید وعظ وارشاد کی ضرورت ہے۔ مرد میں اسلام کے علاوہ اور کون سی اشیاء کا پایا جانا ضروری ہے؟ اور اولاد کی تربیت میں کوئی نصیحت ہے تاکہ وہ ایمان کے قریب رہیں؟

جواب: اولاً میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کسی مسجد یا پھر کسی قریبی اسلامک سینٹر میں جایا کریں اور وہاں جانے کے لیے حتی الامکان کوشش کیا کریں کیونکہ ایسا کرنے سے آپ ایسی عورتوں سے ملیں گی جو نیک' صالحہ اور متقی ہوں گی اور آپ کو ان سے بہت فائدہ ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے بطورِ خاوند ایسا شخص تلاش کرے جو مکمل طور پر اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہو اور دین اسلام کا التزام کرے اور اخلاقِ حسنہ کا مالک ہو' اس کے علاوہ صفات کے معاملے میں لوگ مختلف ہیں۔

اولاد کی تربیت کے بارے میں گزارش ہے کہ ان کی تربیت کے لیے ایک اچھا اور بہتر ماحول تیار کیا جائے۔ اس کے لیے سب سے پہلی بات تو نیک خاوند کو اختیار کرنا ہے اور پھر اسی طرح رہائش بھی اچھی ہونی چاہیے جس کے قرب وجوار میں صالح قسم کے لوگ بستے ہوں اور جن کے بارے میں یہ خیال ہو کہ ان سے تعلقات رکھنا باعث تحسین ہوگا اور پھر اولاد کے لیے کسی اچھے سے سکول کا انتخاب کرنا چاہیے جہاں پر اسلامی تعلیمات کا خیال رکھا جائے اور گھر میں فسق وفساد والی اشیاء نہ رکھی جائیں مثلاً ٹیلی ویژن' ڈش' انٹرنیٹ اور کیبل وغیرہ۔ اسی طرح خاوند اور بیوی کے درمیان تعلقات بھی اچھے ہونے چاہییں کیونکہ اس کا اولاد کی تربیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح والدین کو اولاد کی تربیت کے معاملات میں ایک دوسرے سے متفق ہونا چاہیے اور بچوں سے حسن سلوک سے پیش آنا بھی بہت ہی زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں ماں اور باپ کے درمیان کسی بھی قسم کا کوئی تناقض اور اختلاف نہیں پایا جانا چاہیے۔

اسی طرح والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تربیتِ اولاد کے بارے میں اچھی قسم کی کتابوں کا مطالعہ

کریں اور جو لوگ اپنی اولاد کی تربیت میں ممتاز ہیں ان کے تجربات سے بھی مستفید ہوا جائے اور اولاد کی تربیت میں سب سے اہم اور ضروری چیز تو خود والدین ہی ہیں جنہیں ان کے لیے قدوۂ حسنہ اور نمونہ ہونا چاہیے۔ اگر وہ خود دین پر عمل پیرا ہوں گے تو اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صالح وفرمانبردار ہوگی' انشاء اللہ۔

......(شیخ محمد المنجد)......

جوان لڑکی کا اپنے ولی سے شادی کی خواہش کا اظہار کرنا

سوال جب لڑکی بالغ ہو جائے اور اسے کوئی مناسب صالح آدمی کا رشتہ نہ آ رہا ہو تو کیا وہ اپنے ولی کے سامنے اپنی شادی کی خواہش کا اظہار کر سکتی ہے؟ اور کیا لڑکی کا ولی لڑکے والوں سے رشتے کی بات کر سکتا ہے؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے ولی کو بتائے کہ وہ شادی کی رغبت رکھتی ہے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ ولی اپنی بیٹی یا اپنی زیر ولایت لڑکی کے رشتے کے متعلق اہل خیر واصلاح اور امانت دار لوگوں سے بات کرے۔ اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی ہوتی ہے کہ جب ان کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر انہیں پیش کیا (یعنی بات کی) کہ وہ ان سے شادی کر لیں۔(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کفو رشتہ ملنے کے باوجود لڑکی کی شادی نہ کرنا اور اس کا عدالت میں جانا

سوال میری ایک اٹھائیس سالہ سہیلی کے لیے ایک دینی اور اچھے اخلاق والے اور اچھے خاندان کے نوجوان کا رشتہ آیا ہے اور اس کی شہادت لڑکی والے بھی دیتے ہیں' لیکن میری سہیلی کو اس پر بہت تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ والدین اس کے دین اور اخلاق کی شہادت بھی دیتے ہیں مگر پھر بھی رشتے سے انکار کرتے ہیں۔

انکار کا صرف یہ سبب ہے کہ وہ لڑکا ان کی برادری اور قبیلے سے تعلق نہیں رکھتا اور غیر برادری میں شادی کرنا ان کے نزدیک صحیح نہیں۔ میری سہیلی نے اپنے والدین کو منانے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر اس نے کسی کے واسطے سے بھی والدین تک بات پہنچائی اور اپنے دو چچازاد بھائیوں کو بھی اس لڑکے کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے بھیجا جنہوں نے اسے ایک اچھا اور بہتر نوجوان پایا' انہوں نے بھی لڑکی کے والدین سے بات کی

(۱) [بخاری (۵۱۲۲) کتاب النکاح: باب عرض الانسان ابنته أو أخته علی أهل الخیر' نسائی (۷۷/۶) صحیح نسائی (۳۰۴۷) احمد (۱۲/۱)' (۲۷/۲) ابن حبان (۳۴۷/۹) أبو یعلی (۱۸/۱) طبرانی (۱۸۶/۲۳) ابن سعد فی الطبقات (۸۱/۸)]

لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔لڑکی نے اپنے والد کو سمجھایا بھی ہے کہ وہ اب بڑی عمر کی ہوگئی ہے اور شادی کے مواقع بھی کم ہو چکے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرایا' لیکن اس کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دراصل والد صاحب صرف والدہ کی بات مانتے ہیں اور سب کچھ ان کے ہاتھ میں دے رکھا ہے۔ وہ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرنا چاہتی' رسم ورواج کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لالچ سے کہ بیٹی ملازمت کرے اور والدہ کو تنخواہ لا کر دے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس لڑکی کو عدالت میں جانا چاہیے تاکہ قاضی اس کی شادی اس لڑکے سے کر دے اور کیا ایسا کرنے میں بہت زیادہ وقت صرف ہوگا تاکہ شادی ہو سکے' یعنی کیا قاضی اس کے والد کو طلب کرے گا اور معاملات لمبے ہوں گے۔ اسے یہ خوف ہے کہ اگر اس نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور قاضی نے تاریخ مقرر کر دی تو یہ احتمال ہے کہ گھر والے وہاں جانے ہی نہ دیں اور اس کی عدم موجودگی میں معاملہ ختم ہو جائے۔ ہمیں اس موضوع کے بارے میں معلومات سے نوازیں' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب والدین کا اپنی بیٹیوں کی برادری وقبیلہ کے علاوہ کہیں اور شادی نہ کرنا' خواہ اس وجہ سے شادی میں تاخیر ہی کیوں نہ ہو جائے' بہت بڑا ظلم اور اس امانت میں خیانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں دے رکھی ہے۔لڑکی کو شادی کرنے سے روکے رکھنا اور اسے گھر میں بٹھائے رکھنا جو فساد برپا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا اور پھر آج معاشروں میں نظر دوڑانے والا شخص بھی اسے بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ان مفاسد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ اس طرح فرمایا:

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (۱)

جو ولی بھی اپنی ولایت میں پلنے والی کسی عورت کو دینی اور اخلاقی طور پر پسندیدہ رشتہ آنے کے باوجود شادی سے منع کرتا ہے' وہ اس کے لیے عاضل شمار ہوگا اور ولی بھی نہیں رہے گا بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور قریبی ولی بنے گا اور ولایت اس کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

امام ابن قدامہؒ بیان کرتے ہیں:

عورت جب کسی سے شادی کرنے کا مطالبہ کرے اور وہ رشتہ بھی اس کا کفو (دینی اعتبار سے برابر) ہو اور دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہوں تو لڑکی کو اس سے شادی نہ کرنے دینا ''عضل'' کہلاتا ہے۔

(۱) [حسن : إرواء الغلیل (۱۸٦۸) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه ' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کی ایک شخص سے شادی کر دی تو اس نے اسے طلاق دے دی۔ جب اس کی عدت ختم ہو گئی تو وہ پھر شادی کا پیغام لے کر آیا۔ میں نے اسے کہا' میں نے اس سے تیری شادی کی' اسے تیرے ماتحت کیا اور تیری عزت افزائی بھی کی لیکن تو نے اسے طلاق دے دی اور اب پھر اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ کبھی بھی تیری بیوی نہیں بن سکتی۔ اس شخص میں کوئی حرج بھی نہیں تھا اور عورت (یعنی میری بہن) بھی اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ''تم انہیں نکاح کرنے سے نہ روکو۔'' میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! میں ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر معقل رضی اللہ عنہ نے اس کی شادی اس شخص سے کر دی۔(۱)

اگر وہ کسی خاص شخص سے شادی کرنا چاہتی ہو جو اس کا کفو بھی ہو اور ولی کسی اور سے شادی کرنا چاہتا ہو (اور وہ بھی اس کا کفو ہو) تب بھی وہ عاضل شمار ہو گا۔ ہاں اگر لڑکی کسی ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتی ہو جو اس کا کفو نہیں تو وہ عاضل نہیں بلکہ اسے لڑکی کو اس شادی سے روکنے کا حق حاصل ہے۔(۲)

شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لڑکی جب سن بلوغت کو پہنچ جائے اور اس کا دینی اور اخلاقی لحاظ سے کفو رشتہ آئے اور ولی بھی اس میں کسی قسم کی جرح وقدح نہ کرے تو اسے چاہیے کہ اس رشتے کو قبول کرتے ہوئے اس سے اپنی لڑکی کا رشتہ کر دے۔ اگر وہ اس کی شادی اس لڑکے سے نہیں کرتا تو اسے ولی ہونے کے ناطے جو کچھ اس پر لڑکی کے بارے میں واجب ہوتا ہے یاد دلایا جائے۔ اگر وہ اس کے باوجود شادی نہ کرنے پر مصر ہو تو اس کی ولایت ساقط ہو جائے گی اور لڑکی کا قریبی عصبہ رشتہ دار ولی بن جائے گا۔(۳)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

جب عورت کے ولی کے پاس دینی اور اخلاقی لحاظ سے کفو رشتہ آئے اور وہ اس سے لڑکی کی شادی کرنے سے انکار کر دے تو اس کی ولایت سب سے قریبی عصبہ رشتہ دار کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اگر وہ بھی شادی کرنے سے انکار کر دیں جیسا کہ غالباً ہوتا ہے تو پھر ولایت شرعی حاکم کی طرف منتقل ہو جائے گی اور شرعی حاکم

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود' ابو داود (۲۰۸۷) کتاب النکاح: باب فی العضل' بخاری (۴۵۲۹) کتاب تفسیر القرآن: باب واذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن' ترمذی (۲۹۸۱) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ البقرۃ' ابن حبان (۴۰۷۱) دارقطنی (۲۲۴/۳) بیہقی (۱۰۴/۷) حاکم (۱۸۰/۲)]

(۲) [المغنی لابن قدامۃ (۳۸۳/۹)]

(۳) [فتاوی الشیخ محمد بن ابراهیم (۹۷/۱۰)]

لڑکی کی شادی کرے گا۔ حاکم پر بھی واجب ہے کہ جب اس کے پاس یہ مقدمہ پہنچے اور یہ ثابت ہو جائے کہ لڑکی کے اولیاء نے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے تو پھر وہ خود لڑکی کی شادی کرے کیونکہ جب خاص ولایت نہ ہو تو اسے عام ولایت حاصل ہے۔

فقہائے کرام نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر ولی کسی کفو رشتہ سے لڑکی کی شادی کرنے سے انکار کرتا ہے اور ایسا بار بار کرے تو وہ فاسق ہو جائے گا اور اس کی ولایت ساقط ہو جائے گی' بلکہ امام احمدؒ کا مشہور مسلک تو یہ ہے کہ اس سے امامت کا حق بھی ساقط ہو جائے گا اور وہ نماز میں امام نہیں بن سکے گا' جو کہ اور بھی خطرناک ہے۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب لڑکی کے دیگر قریبی اولیاء بھی اس کی شادی اس کے کفو سے نہیں کرتے تو وہ حیاء کی وجہ سے شرعی عدالت کے پاس نہیں جاتی۔ اسے سوچنا چاہیے کہ کیا اس کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ یونہی بغیر شادی کے ہی پڑی رہے یا پھر قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کرے اور شادی کرائے جو کہ شرعاً اس کا حق بھی ہے۔

تو بلا تردد اس کے لیے قاضی کے پاس جانا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اس کا حق ہے اور دوسری بات یہ کہ اس کے ایسا کرنے سے دوسری مظلوم لڑکیاں بھی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گی اور یوں وہ انہیں اولیاء کے ظلم سے بچانے کا ذریعہ بن جائے گی۔ یعنی ایسا کرنے میں تین طرح کی مصلحتیں پائی جاتی ہیں:

1- عورت کے لیے اپنی مصلحت کہ وہ شادی کے بغیر نہیں رہے گی۔
2- دوسری لڑکیوں کی بھی اس میں مصلحت ہے کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ کون یہ دروازہ کھولے اور پھر وہ بھی اس کی پیروی کریں۔
3- لڑکیوں کے اولیاء کو ان پر ظلم سے باز رکھنا۔

اور اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ ایسا کرنے سے نبی کریم ﷺ کے حکم پر عمل ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔''(۱)

اسی طرح ایسا کرنے میں ایک خاص مصلحت یہ بھی ہے کہ جو لڑکے اخلاقی اور دینی اعتبار سے لڑکیوں کے کفو شمار ہوتے ہیں وہ رشتہ لینے آئے ہیں' ان کی خواہش اور مقصد کی بھی تکمیل ہے کہ اپنی خواہش کو جائز طریقے سے

(۱) [أیضاً]

پوری کر سکتے ہیں۔(۱)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا ہے:

لیکن کاش! ہم اس حد تک نہ پہنچیں کہ جس میں لڑکی اس بات کی جرأت کرے کہ جب اس کا والد اسے ایسے شخص سے شادی نہ کرنے دے جو دینی اور اخلاقی لحاظ سے اس کا کفو ہو تو وہ لڑکی قاضی سے جا کر شکایت کرے اور قاضی اس کے والد سے کہے کہ اس کی شادی اس شخص سے کر دو وگرنہ میں کرتا ہوں یا پھر تیرے علاوہ کوئی اور ولی کر دے گا۔ لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ جب اس کا والد اسے شادی نہ کرنے دے (تو وہ قاضی سے شکایت کر دے) اور یہ اس کا شرعی حق ہے۔ کاش! ہم اس حد تک نہ پہنچیں' لیکن اکثر لڑکیاں شرم وحیاء کی وجہ سے ایسا نہیں کرتیں۔

ہمیں یہ تو علم نہیں کہ شرعی عدالت اس کام کے لیے زیادہ وقت لیتی ہے یا کم' البتہ یہ ممکن ہے کہ قاضی کو یہ تنبیہ کر دی جائے کہ یہ احتمال ہے کہ اس کا والد اسے دوبارہ عدالت میں آنے سے روک دے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی مشکلات دور کرے اور آپ کے معاملات کو آسان فرمائے۔ (آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......



(۱) [ملخصا' فتاوی اسلامیه (۱٤٨/٣)]



شرائط نکاح کے احکام

ارکانِ نکاح' شرائطِ نکاح اور ولی کی شرائط

سوال عقدِ نکاح کے ارکان اور اس کی شروط کیا ہیں؟

جواب اسلام میں عقدِ نکاح کے تین ارکان ہیں:

① خاوند اور بیوی کی موجودگی' جن میں کوئی ایسا مانع نہ پایا جائے جو صحت نکاح میں رکاوٹ ہو مثلاً نسب یا رضاعت کی وجہ سے محرم رشتہ دار ہونا' اسی طرح مرد کا کافر ہونا اور عورت کا مسلمان ہونا' وغیرہ وغیرہ۔

② حصولِ ایجاب' ایجاب کے الفاظ عورت کے ولی یا اس کے قائم مقام کی طرف سے اس طرح ادا ہوں کہ وہ خاوند کو یہ کہے کہ میں نے تیری شادی فلاں لڑکی سے کر دی یا اسی طرح کے کوئی اور الفاظ۔

③ حصولِ قبول' قبولیت کے الفاظ خاوند یا اس کے قائم مقام کی طرف سے ادا ہوں مثلاً یہ کہے کہ میں نے قبول کیا یا اسی طرح کے کچھ اور الفاظ۔

صحتِ نکاح کی شروط:

① زوجین کی تعیین' خواہ یہ تعیین اشارہ' نام یا پھر صفت بیان کر کے کی جائے۔

② خاوند اور بیوی کی ایک دوسرے سے رضامندی' کیونکہ ارشادِ نبوی ہے کہ

''کسی شوہر دیدہ کی شادی اس کے مشورے کے بغیر نہ کی جائے اور نہ ہی کسی کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کی جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ کہ وہ خاموش ہو جائے۔''(۱)

③ عورت کا نکاح اس کا ولی کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے نکاح میں ولی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اور اپنے میں سے بے نکاح عورتوں اور مردوں کا نکاح کر دو۔''(۲)

اور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ

(۱) [بخاری (٥١٣٦) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیرہ البکر والثیب إلا برضاھا ' مسلم (١٤١٩) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ' ابو داود (٢٠٩٤) کتاب النکاح : باب فی الاستئمار ' ترمذی (١١٠٩) نسائی (٨٧١٦) ابن ماجة (١٨٧١) بیھقی (١٢٠/٧)]

(۲) [النور : ٣٢]

کلمات تین مرتبہ دہرائے۔''(١)

④ عقدِ نکاح کے لیے گواہ'اس لیے کہ فرمانِ نبوی ہے:

''ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''(٢)

نیز نکاح کا اعلان بھی ہونا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''نکاح کا اعلان کرو۔''(٣)

ولی بننے کی شروط:

① عقل'یعنی عقل مند ہو بے وقوف ولی نہیں بن سکتا۔

② بلوغت'یعنی بالغ ہو بچہ نہ ہو۔

③ حریت'یعنی آزاد ہو غلام نہ ہو۔

④ دین ایک ہو'اس لیے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہو سکتی اور اسی طرح مسلمان کسی کافر یا کافرہ کا ولی نہیں بن سکتا۔

کافر مرد کو کافرہ عورت پر شادی کی ولایت مل سکتی ہے'خواہ ان کا دین مختلف ہی ہو اور اسی طرح مرتد شخص کو بھی کسی مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہو سکتی۔

⑤ عدالت'یعنی عادل ہونا چاہیے۔یہ عدل فسق کے منافی ہے'جو بعض علماء کے نزدیک تو شرط ہے اور بعض علماء اسے شرط قرار نہیں دیتے۔

⑥ ذکورۃ'یعنی وہ مرد ہو۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''کوئی عورت کسی دوسری عورت کا (ولی بن کر) نکاح نہ کرے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے بلاشبہ وہ عورت زانیہ ہے جس نے اپنا نکاح خود کر لیا۔''(٤)

---

(١) [**صحیح** : صحیح ابو داود (١٨٣٥) کتاب النکاح : باب فی الولی 'ابو داود (٢٠٨٣) أحمد (٤٧/٦) ترمذی (١١٠٢) ابن ماجة (١٨٧٩) ابن الجارود (٧٠٠) دارمی (٧/٣) دارقطنی (٢٢١/٣) حاکم (١٦٨/٢)]

(٢) [**صحیح** : ارواء الغلیل (١٨٥٨) صحیح الجامع الصغیر (٧٥٥٨)]

(٣) [**حسن** : صحیح الجامع الصغیر (١٠٧٢)]

(٤) [**حسن** : هدایة الرولة (٣٠٧٢) صحیح ابن ماجة (١٥٢٧) کتاب النکاح : باب لا نکاح إلا بولی 'ابن ماجة (١٨٨٢) دارقطنی (٢٢٧/٣) بیهقی (١١٠/٧)]

⑦ رشد ایسی قدرت جس سے نکاح کی مصلحت اور کفو کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک تو ترتیب ضروری ہے اس لیے ولی کے نہ ہونے یا اس کی نااہلی کی بنا پر یا پھر اس میں شروط نہ پائی جانے کی صورت میں قریبی ولی کو چھوڑ کر دور والے کو ولی بنانا جائز نہیں۔

عورت کا ولی اس کا والد ہے' اس کے بعد جس کے بارے میں وہ وصیت کرے' پھر اس کا دادا' پڑدادا اور اس کے اوپر تک' پھر اس کے بعد عورت کا بیٹا' پھر پوتا اور اس سے نیچے تک' پھر اس کے بعد عورت کا سگا بھائی' پھر والد کی طرف سے بھائی' پھر ان دونوں کے بیٹے' پھر عورت کا سگا چچا' پھر والد کی طرف سے چچا' پھر چچا کے بیٹے' پھر نسب کے لحاظ سے قریبی شخص جو عصبہ ہو ولی بنے گا جس طرح کہ وراثت میں ہے اور پھر جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی مسلمان حکمران یا پھر اس کا قائم مقام قاضی بنے گا۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

○ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ولایتِ نکاح میں کیا عدالت شرط ہے؟

تو ان کا جواب تھا:

ولایتِ نکاح میں عدالت کی شرط ایسا قول ہے کہ جس کا عملِ سلف اور دلائل رد کرتے ہیں۔

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

والدین کے بغیر لڑکے اور لڑکی کی شادی

سوال میں اجنبی ملک میں رہائش پذیر ہوں اور کسی اور ملک کی نصرانی لڑکی سے شادی کی ہے' ہم دونوں کا کوئی بھی قریبی اس ملک میں رہائش پذیر نہیں۔ میں نے اسے شادی کا پیغام دیا اور وہ رضامند ہو گئی' بعد میں ہمارا ایجاب وقبول بھی ہوا لیکن میں مہر دینا بھول گیا اور بعد میں اسے کچھ رقم دے دی۔ تو کیا یہ شادی صحیح ہے۔ ہم نے معاشرے کے رسم ورواج سے ہٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے شادی کی تھی' پھر اس خدشہ سے کہ کہیں ہماری یہ شادی غلط نہ ہو ایک دوسرے کو طلاق دے دی' تو کیا ایسا کرنا صحیح تھا اور کیا اب گواہوں اور اس کے کسی ولی کی موجودگی میں عقدِ نکاح کرنا واجب ہو گا؟

جواب جمہور علمائے کرام جن میں امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ شامل ہیں' کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ عورت سے اس کے ولی کے بغیر شادی کرے خواہ وہ عورت کنواری ہو یا شادی شدہ۔

ان کے دلائل میں مندرجہ ذیل آیات شامل ہیں:

(1) ''تم انہیں اپنے خاوندوں سے شادی کرنے سے مت روکو۔''(۱)

(2) ''مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو مت دو۔''(۲)

(3) ''اور اپنے میں سے بے نکاح مرد وعورت کا نکاح کردو۔''(۳)

ان آیات میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ نکاح میں ولی کا ہونا شرط ہے اور اس کی وجہ دلالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب آیات میں عورت کے ولی کو عقدِ نکاح کے بارے میں مخاطب کیا ہے اور اگر (نکاح کا) معاملہ ولی کے ہاتھ میں نہیں بلکہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا تو پھر اس کے ولی کو مخاطب کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

امام بخاریؒ کی فقہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ان آیات پر یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے کہ ((بَابُ مَنْ قَالَ : لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ)) ''بغیر ولی کے نکاح نہ ہونے کے قول کے بارے میں باب۔''

اور حدیث میں بھی یہ وارد ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔(٤)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (پھر اس ممنوع نکاح کے بعد) اگر مرد اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہے کہ جس کے بدلے اس نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا۔ اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران ہے۔''(٥)

---

(١) [البقرة:٢٣٢]

(٢) [البقرہ:٢٢١]

(٣) [النور:٣٢]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود (١٨٣٦) کتاب النکاح : باب فی الولی ' ابو داود (٢٠٨٥) ترمذی (١١٠١) کتاب النکاح : باب ما جاء لا نکاح الا بولی ' دارمی (١٣٧/٢) أحمد (٣٩٤/٤) ابن ماجة (١٨٨١) کتاب النکاح : باب لا نکاح الا بولی ' ابن الجارود (٧٠١) أبو یعلی (١٩٥/١٣) ابن حبان (١٢٤٣۔ الموارد) دارقطنی (٢١٨/٣) حاکم (١٧٠/٢) بیهقی (١٠٧/٧)]

(٥) [**صحیح** : صحیح ابو داود (١٨٣٥) کتاب النکاح : باب فی الولی ' ابو داود (٢٠٨٣) أحمد (٤٧/٦) ترمذی (١١٠٢) کتاب النکاح : باب ما جاء لا نکاح الا بولی ' ابن ماجة (١٨٧٩) کتاب النکاح : باب لا نکاح الا بولی ' ابن الجارود (٧٠٠) دارمی (٧/٣) دارقطنی (٢٢١/٣) حاکم (١٦٨/٢) بیهقی (١٠٥/٧) أبو یعلی (١٤٧/٨)]

دوسری بات یہ ہے کہ اگر عورت کا ولی اسے اپنی پسند کی شادی بغیر کسی عذر کے نہیں کرنے دیتا تو اس کی ولایت ختم ہو کر اس کے قریبی رشتہ دار کی طرف منتقل ہو جائے گی مثلاً باپ کی بجائے دادا ولی بن جائے گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس کے تمام اولیاء اسے بلا عذرِ شرعی شادی کرنے سے روکیں تو سابقہ حدیث کی وجہ سے حکمران ولی بن جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ ''اگر وہ جھگڑا کریں تو جس کا ولی نہ ہو حکمران اس کا ولی ہے۔''

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر نہ ولی ہو اور نہ ہی حکمران تو پھر اس کی شادی وہ شخص کرے گا جسے سلطہ اور اختیار حاصل ہو مثلاً گاؤں کا نمبردار یا گورنر وغیرہ اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو وہ عورت اپنی شادی کے لیے کسی بھی مسلمان امین شخص کو اپنا وکیل بنا لے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ

''اگر نکاح کا ولی نہ ہو تو ایسی حالت میں ولایت اس شخص کی طرف منتقل ہو گی جسے نکاح کے علاوہ دوسرے معاملات میں ولایت حاصل ہو مثلاً گاؤں کا نمبردار یا قافلے کا امیر وغیرہ۔''(۱)

امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ

''اگر عورت کا ولی نہ ہو اور نہ ہی حکمران ملے تو امام احمدؒ کا قول ہے کہ اس عورت کی اجازت سے کوئی عادل شخص اس کی شادی کر دے۔''(۲)

اور شیخ عمر الاشقر کہتے ہیں کہ

''جب مسلمانوں کی طاقت ختم ہو جائے اور انہیں سلطہ حاصل نہ ہو یا پھر عورت کسی ایسی جگہ رہتی ہو جہاں پر مسلمان اقلیت میں ہوں اور انہیں کوئی اختیار نہ ہو' ان کا حکمران بھی نہ ہو اور نہ ہی عورت کا ولی موجود ہو مثلاً امریکہ وغیرہ اور ایسے ممالک میں اسلامی تنظیمیں ہوں جو مسلمانوں کے حالات کا خیال رکھتی ہوں تو ان میں سے کوئی ایک تنظیم اس عورت کی شادی کر دے گی۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کا کوئی امیر ہو جس کی بات تسلیم کی جاتی ہو اور اس کی اطاعت ہوتی ہو یا کوئی مسئول جو اس کے حالات کی دیکھ بھال کرتا ہو' وہ عورت کا ولی بنے گا۔''(۳)

---

(۱) [الاختیارات الفقهية (ص ۳۵۰/)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳۶۲/۹)]

(۳) [دیکھیں: الواضح فی شرح قانون الأحوال الشخصية الاردنی (ص ۷۰/)]

نیز عقدِ نکاح میں واجب اور ضروری ہے کہ دو عدد عاقل بالغ مسلمان اس عقدِ نکاح کی گواہی دیں' اس لیے آپ کی پہلی شادی باطل تھی۔ اب آپ کو دوبارہ نکاح کرنا چاہیے اور اس میں عورت کے ولی اور دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

○ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ سے دریافت کیا گیا کہ کیا بالغ لڑکی کا نکاح بغیر ولی کے کیا جا سکتا ہے؟

تو ان کا جواب تھا:

یہ علم میں ہونا چاہیے کہ بغیر ولی کے عورت کی شادی صحیح نہیں' صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور اسی پر کتاب وسنت اور آثارِ سلف دلالت کرتے ہیں۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

○ شیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ سے والد کی اجازت کے بغیر کنواری لڑکی کی شادی کے متعلق دریافت کیا گیا؟

تو ان کا جواب تھا:

عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے والد کی اجازت کے بغیر شادی کرے کیونکہ وہ اس کا ولی وسرپرست ہے اور اس سے زیادہ اچھی نگاہ رکھنے والا ہے' لیکن والد کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ صالح وکفو رشتہ ملنے کے باوجود بھی اپنی بیٹی کو شادی سے روکتا پھرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جو با اخلاق اور امین ہو تو اس سے شادی کر دو ورنہ زمین میں فتنہ وفساد ہوگا۔

اور بیٹی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس شخص سے شادی پر اصرار کرے جس سے شادی پر اس کا والد راضی نہیں کیونکہ والد اس سے زیادہ دور تک نگاہ رکھنے والا ہے اور اس لیے بھی کہ وہ نہیں جانتی شاید اس سے شادی نہ کرنے میں ہی خیر ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ﴾

''اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو۔'' (۱)

اور اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی رہے کہ وہ اس کے لیے کوئی نیک شوہر اختیار فرمائے۔

......(شیخ صالح فوزان)......

(۱) [البقرۃ: ۲۱۶]

ولی کے بغیر نکاح ہو گیا' اب شوہر دوبارہ نکاح سے انکار کرتا ہے

سوال میں نے اسلام قبول کرنے کے دو ماہ بعد ایک مسلمان شخص سے شادی کر لی' لیکن اس وقت مجھے نکاح کی شروط کا علم نہیں تھا۔ میں نے عدالت میں نکاح کیا اور میرا کوئی ولی نہیں تھا تو کیا یہ عقدِ نکاح صحیح ہے' میرا خاوند تجدید نکاح نہیں کروانا چاہتا' اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب خاوند کو تجدید نکاح پر آمادہ کرنا ضروری ہے کہ ولی کی طرف سے نکاح کی اجازت ہو اور خاوند اسے قبول کرے۔ آپ خاوند سے اجتناب کرنا برداشت کریں اور اس سے علیحدہ ہو جائیں جب تک وہ تجدید نکاح نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر لڑکی کا ولی شادی کے وقت حاضر نہ ہو سکتا ہو

سوال عورت اپنے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں ہو اور اس کا ولی وہاں موجود نہ ہو تو کیا اس کے لیے وہاں شادی کرنا جائز ہے؟

جواب عورت جس کا کوئی ولی نہ ہو یا ولی تو ہو لیکن کسی بھی وجہ سے وہ وہاں پہنچ نہ سکتا ہو تو حکمران اس عورت کا ولی بن کر نکاح کرا دے گا اور اس مسئلے میں قاضی حکمران کا نائب ہے' لہٰذا جب حکمران یا اس کا نائب نکاح کرا دے گا تو عقدِ نکاح درست ہو جائے گا۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

گواہوں کے بغیر شادی

سوال ایک عورت نے کسی شخص سے کہا میں نے تجھے بطورِ خاوند قبول کیا اور اسی طرح وہ شخص بھی اسے کہنے لگا کہ میں اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں' لیکن اس میں کوئی گواہ وغیرہ موجود نہیں تھا۔ اس کے بعد دونوں نے ایک تقریب کا انعقاد کر کے لوگوں کو بتایا کہ انہوں نے شادی کر لی ہے لہٰذا اس شادی کا کیا حکم ہوگا؟

جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' (۱)

---

(۱) [صحیح : ارواء الغلیل (۱۸۵۸)]

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ صحیح تو یہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ' نکاح گواہی کے بغیر نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام' تابعین عظام اور ان کے بعد والے اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے اور ان کا کہنا ہے کہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔(۱)

لہٰذا اگر سائلین نے بغیر گواہوں کے ہی نکاح کر لیا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ لڑکی کے ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ نکاح کریں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ عبدالکریم)......

کیا بھائیوں اور بیٹوں کی گواہی درست ہے

سوال: اگر عقدِ نکاح کے وقت عورت یا مرد کے بھائی یا بیٹے موجود ہوں اور ولی عورت کا والد یا اس کا کوئی بھائی ہو تو کیا بھائیوں یا بیٹوں کی گواہی شوہر یا بیوی کے حق میں قبول کی جائے گی؟

جواب: بھائی کی گواہی اپنے بھائی کے لیے قبول کی جائے گی' البتہ نہ تو بیٹے کی گواہی اپنے والد کے حق میں قبول کی جائے گی اور نہ ہی والد کی گواہی اپنے بیٹے کے حق میں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اپنے زنا سے حاملہ لڑکی سے کافر بھائی کی موجودگی میں نکاح

سوال: میں نے ایک نصرانی عورت سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوئی' میں نے اپنی جہالت کی بنا پر یہ سوچا کہ اس معاملے کو صحیح کرنا چاہیے' جس کے لیے ہم نے مسجد میں لڑکی کے کافر بھائی' اس کی والدہ' ایک مسلمان شخص اور مسجد کے امام کے روبرو شادی کر لی' شادی کے وقت وہ لڑکی مسلمان نہیں تھی لیکن ولادت سے قبل اس نے اسلام قبول کر لیا' تو ہماری اس شادی کا کیا حکم ہے؟ اس بچے کے بارے میں کیا حکم ہے اور اس کے علاوہ دوسری اولاد کا کیا حکم ہے؟

میں اپنے کیے پر نادم ہوں اور جس جاہلیت پر تھا واپس نہیں جانا چاہتا' اب مجھے یہ خدشہ ہے کہ کہیں ہماری یہ شادی غیر شرعی نہ ہو' جس کی بنا پر میں اپنے اسی گناہ کا مرتکب نہ ہوتا رہوں جو پہلے ہو چکا ہے۔ مجھے اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے کیا کرنا چاہیے تاکہ میں اس تنگی سے نکل سکوں؟

(۱) [دیکھیں: جامع ترمذی (۲۵۳/٤)]

جواب: یہ عقدِ نکاح فاسد ہوگا کیونکہ ایسی حالت میں ہوا تھا کہ لڑکی زنا سے حاملہ تھی اور اس لیے بھی کہ یہ نکاح گواہوں کی غیر موجودگی میں ہوا ہے کیونکہ اس کے لیے دو مرد گواہ ہونے ضروری ہیں اور اسی طرح عورت کے ولی کی طرف سے ایجاب ہونا چاہیے۔ اس لیے اس نکاح کی تجدید ہونی چاہیے جس کے لیے عورت کا مسلمان ولی ہو یا پھر مسلمان قاضی کی طرف سے ایجاب ہونا ضروری ہے۔ رہا مسئلہ اولاد کا تو وہ ان کے والد (جس کے بستر پر پیدا ہوئی ہے) کی طرف منسوب ہوں گے' وہ ان میں سے کسی کا بھی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ بچہ بستر والے کا ہی ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

……(شیخ ابن جبرین)……

کیا منکر حدیث ولی بن سکتا ہے؟

سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ منکر حدیث وسنت باپ اپنی صحیح العقیدہ مسلمان' کتاب وسنت پر عامل بیٹی کے نکاح کا ولی بنے؟

جواب: علمائے کرام نے نکاح میں ولی بننے کی کچھ شروط ذکر کی ہیں' ان میں سے کچھ پر تو سب علماء کا اتفاق ہے اور کچھ میں اختلاف پایا جاتا ہے' ذیل میں ہم متفقہ شروط ذکر کرتے ہیں:

1. **اسلام:** امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ اہل علم کے اجماع کے مطابق کافر مسلمان عورت کا کسی بھی حالت میں ولی نہیں بن سکتا اور امام ابن منذرؒ سے بھی یہی کچھ نقل کیا ہے۔ (۱)
2. **عقل:** یعنی ولی عاقل ہونا چاہیے۔
3. **بلوغت:** یعنی ولی بالغ ہونا چاہیے۔
4. **مذکر:** یعنی ولی مرد ہونا چاہیے۔

امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ ولی کے لیے اسلام' بلوغت اور مذکر ہونا شرط ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ سب علمائے کرام کے ہاں صرف مرد ہی ولی بن سکتا ہے یہ شرط ہے۔ (۲)

مندرجہ ذیل شروط میں اختلاف ہے:

1. **حریت:** یعنی ولی صرف آزاد مرد ہی بن سکتا ہے۔ اکثر اہل علم کے ہاں حریت کی شرط ہے لیکن احناف اس

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳٥٦/۷)]

(۲) [مزید دیکھئے: المغنی لابن قدامة (۳٥٦/۷)]

کی مخالفت کرتے ہیں۔ حریت کی شرط میں علت یہ ہے کہ غلام کو تو اپنے آپ پر بھی ولایت نہیں تو بالاولیٰ وہ کسی دوسرے پر بھی ولی نہیں بن سکتا۔(۱)

❷ **عدالت:** امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے ولی کے عادل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ یہاں پر عدالت سے ظاہری عدالت و دیانت مراد ہے' یہ شرط نہیں ہے کہ وہ باطنی طور پر عادل ہو' اگر ایسی شرط لگائی جائے تو اس میں بہت مشقت ہوگی اور پھر یہ نکاح کے باطل ہونے کا باعث بن جائے گا۔(۲)

یہاں پر ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے:

ہوسکتا ہے کہ سائل عورت میں رغبت رکھتا ہو اور کسی مسئلہ میں اس کے ولی سے بحث کرے اور اس میں ان دونوں کا اختلاف ہو جائے جس کی بنا پر مرد ولی کو الزام دے کہ وہ کتاب وسنت پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ ایک بہت ہی خطرناک گناہ ہے کیونکہ اس میں کسی مسلمان پر ایسی تہمت لگائی جا رہی ہے جس سے وہ دائرۂ اسلام سے ہی خارج ہوتا ہے۔

لیکن اگر لڑکی کا ولی حقیقتاً حدیث پر ایمان نہیں رکھتا مثلاً جس طرح کہ اہل قرآن یا جنہیں منکرین حدیث کہا جاتا ہے' اس سے بحث کی جائے گی اور اس کے سامنے حق بیان کیا جائے گا اور اس کے شبہات زائل کیے جائیں گے لیکن اگر وہ دلائل وبراہین سننے کے باوجود بھی انکار کرنے پر ہی مصر رہے تو وہ کافر ہے اور ایسا شخص مسلمان عورت کے نکاح میں ولی نہیں بن سکتا چاہے وہ اس کی حقیقی بیٹی ہی کیوں نہ ہو' لہٰذا ایسی حالت میں اس سے ولایت ساقط ہو کر اس عورت کے قریبی مسلمان مرد کو مل جائے گی۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا نکاح کے علاوہ دیگر معاملات بھی عورت کے ولی کے ہی سپرد ہوں گے؟

سوال ہمیں یہ تو علم ہے کہ عورت کے نکاح کے وقت ولی کی موجودگی واجب ہے' وہی اس کا نکاح کرے گا' لیکن عورت اپنے ولی کی تحدید کیسے کرے گی؟ اور کیا عورت کے تمام معاملات ولی ہی پورے کرے گا؟ ہمیں اس کے بارے میں معلومات مہیا کریں' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب ولایتِ نکاح کے پانچ اسباب ہیں: ملکیت' قرابت داری' ولاء' امامت اور وصایا۔

(۱) [مزید دیکھئے: بداية المجتهد (۱۲/۲) المغنی لابن قدامة (۳۵٦/۷)]

(۲) [دیکھئے: كشاف القناع (۳۰/۳)]

صحتِ نکاح کے لیے ولی شرط ہے اور کسی بھی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ ولی کے بغیر خود ہی اپنا نکاح کر لے یا بغیر کسی سبب کے ولی کے علاوہ کوئی اور اس کا نکاح کرے' نہ تو خود اور نہ ہی قائم مقام یا وکیل بن کر اور اگر عورت خود ہی نکاح کرتی ہے تو یہ نکاح باطل ہو گا۔

لیکن مال کے بارے میں یہ ہے کہ عورت جب عقلمند اور سمجھدار اور بالغ ہو تو وہ اپنے مال پر پورا اختیار رکھتی ہے' اسے اس میں پورا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ جس طرح چاہے اس میں عوض یا بغیر عوض کے تصرف کر سکتی ہے مثلاً خرید وفروخت یا پھر کرایہ اور قرض یا اپنا سارا یا مال کا کچھ حصہ صدقہ و ہبہ وغیرہ کر سکتی ہے۔ کسی کو بھی اسے اس سے منع کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ ہی عورت کو اس کام کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت ہے۔ چاہے وہ عورت کنواری ہو اور اپنے باپ کے ساتھ رہتی ہو یا بغیر باپ کے یا پھر وہ شادی شدہ ہو۔

اور عورت کو اپنی اولاد کے مال میں بھی تصرف کرنے کا حق حاصل ہے یعنی وہ اس میں سے کھا پی سکتی ہے جیسا کہ مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مال میں تصرف کر سکتا ہے اور اسی طرح عورت اپنے والدین کے مال سے جو اس کے لیے مباح ہے کھا پی سکتی ہے اور اس میں تصرف کر سکتی ہے۔ ماں کو اپنے چھوٹے بچوں اور مجنون کے مال کی ولایت حاصل ہے' کیونکہ وہ اپنی اولاد پر دوسروں سے زیادہ شفقت کرنے والی ہے۔

عورت اپنے خاوند کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر نہ تو تصرف کر سکتی ہے اور نہ ہی اسے صدقہ کر سکتی ہے۔ ہاں اگر خاوند کی اجازت سے ایسا کرے تو درست ہے۔

عورت وصی بھی بن سکتی ہے جب اس میں وصی کی شروط پائی جائیں تو اسے وصیت کے ذریعے مال کی ولایت مل سکتی ہے چاہے وہ بچوں کی ماں ہو یا کوئی اجنبی۔

عورت وقف شدہ مال کی نگران بھی بن سکتی ہے' بالاتفاق اسے وقف میں تصرف اور نگرانی میں ولایت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ (واللہ اعلم) (۱)

......(شیخ سعد الحمید)......

کیا بیٹا یا بیٹی والدین کے منتخب کردہ رشتے کا انکار کر سکتے ہیں؟

سوال والدین کو اپنے بچے کا رفیق حیات اختیار کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے اور کیا اگر وہ بیٹی کو اپنے کسی رشتہ دار سے شادی پر مجبور کریں جسے بیٹی نہیں چاہتی تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ اور اگر بیٹی انکار کر دے تو وہ کس حد تک

(۱) [دیکھیں: المرأۃ فی الفقہ الاسلامی (۱۹۶)]

گناہگار رہوں گی' کیا والدین کے اختیار کردہ شخص سے شادی نہ کرنے کا بیٹی کو اختیار ہے؟

جواب: شروطِ نکاح میں یہ شامل ہے کہ خاوند اور بیوی دونوں کی عقد نکاح پر رضامندی ہو جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے:

﴿ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : لَا تُنْکَحُ الْأَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَأْذَنَ ' قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَکَیْفَ إِذْنُهَا ؟ قَالَ : أَنْ تَسْکُتَ ﴾

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کسی شوہر دیدہ کی شادی اس کے مشورے کے بغیر نہ کی جائے اور نہ ہی کسی کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کی جائے۔صحابہ کرام نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول!اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ کہ وہ خاموش ہو جائے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ جس طرح لڑکے کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح لڑکی کی رضامندی ہونا بھی لازمی ہے'لہٰذا والدین کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی اس سے کر دیں جسے وہ ناپسند کرتے ہوں۔لیکن اگر والدین نے شادی کے لیے ایسا رشتہ اختیار کیا ہو جو نیک صالح اور اخلاقی لحاظ سے بھی صحیح ہو تو پھر بیٹے یا بیٹی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے والدین کی اطاعت کرے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ إِذَا أَتَاکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ إِلَّا تَکُنْ فِی الْأَرْضِ فِتْنَةٌ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ ﴾

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔''(۲)

تاہم اگر والدین کا انتخاب ایسا ہو کہ جو بعد میں (دونوں کی باہمی رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے) علیحدگی کا باعث بن سکتا ہو تو پھر اس میں والدین کی اطاعت لازمی نہیں' اس لیے کہ ازدواجی زندگی کی اساس ہی رضامندی ہے اور پھر یہ رضامندی شریعت کے مطابق ہونی چاہیے' وہ اس طرح کہ لڑکے اور لڑکی کو دین واخلاق والے شریکِ حیات پر راضی ہونا چاہیے۔

(۱) [بخاری (۵۱۳۶) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیرہ البکر والثیب إلا برضاھا ' مسلم (۱۴۱۹) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ' ابو داود (۲۰۹۴) کتاب النکاح : باب فی الاستئمار ' ترمذی (۱۱۰۹) نسائی (۸۷۱۶) ابن ماجة (۱۸۷۱) بیھقی (۱۲۰/۷)]

(۲) [حسن : إرواء الغلل (۱۸۶۸) ترمذی (۱۰۸۴) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه ' ابن ماجه (۱۹۶۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ والدین کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بچے کو اس سے نکاح کرنے پر مجبور کریں جس سے وہ نکاح نہیں کرنا چاہتا اور اگر وہ نکاح نہیں کرتا تو اس سے وہ نافرمان نہیں ہوگا جس طرح کہ اگر کوئی چیز نہ کھانا چاہے (تو نہ کھانے سے نافرمان نہیں ہوتا)۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی رضامندی کے بغیر اس کی کہیں شادی کر دے

سوال ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی اس کی رضامندی اور اس سے اجازت لینے کے بغیر ہی کر دی' پھر جب بیٹے نے اپنے والد کو بتایا کہ وہ فلاں کی بیٹی سے شادی میں رغبت نہیں رکھتا تو اس کے باوجود اس کے والد نے اس کی شادی اس کے ساتھ کر دی تو کیا یہ شادی طلاق کی محتاج ہے یا سرے سے یہ شادی ہوئی ہی نہیں؟

جواب باپ کا اپنے بالغ وعاقل بیٹے کا کسی لڑکی سے شادی کر دینا کہ جسے وہ نہیں چاہتا' شادی ہی نہیں اور نہ ہی یہ نکاح منعقد ہوا ہے کیونکہ اس میں عقدِ نکاح کی شرائط میں سے ایک شرط موجود نہیں اور وہ ہے (لڑکے کی) رضامندی اور اسی طرح عقدِ نکاح کے ارکان میں سے ایک رکن بھی مفقود ہے اور وہ ہے بیٹے کی طرف سے قبول' تو یہ نکاح ابتدائی طور پر منعقد ہی نہیں ہوا' لہٰذا یہ معدوم کے حکم میں ہے اور طلاق کا محتاج نہیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا خاوند اختیار کرنے میں لڑکی کا بھی کوئی حق ہے؟

سوال والد صاحب چاہتے ہیں کہ بیٹی کے لیے خاوند بھی اپنی شہریت کا ہو' وہ ہمارے ہر قسم کے معاملات میں حکم چلانا پسند کرتے ہیں' کیا آپ کے لیے یہ ممکن ہے کہ آپ کوئی ایسی دلیل پیش کریں کہ لڑکی کو خاوند اختیار کرنے کا حق ہے خواہ وہ کسی بھی ملک کی شہریت رکھتا ہو صرف یہ ہے کہ وہ صالح' نیک اور اچھی طبیعت کا مالک ہونا چاہیے۔

میرے والد صاحب کا خیال ہے کہ بچی کو خاوند کے اختیار میں کوئی حق نہیں' یہ حق صرف بچی کے والد کو ہے' اس لیے میرے خیال میں وہ صرف اسی کو اختیار کریں گے جو ان کے ملک کی شہریت رکھتا ہو۔ کیا بچی کے لیے جائز ہے کہ اگر مناسب شخص پا لے تو اسے اپنا خاوند اختیار کر لے جب کہ وہ کفو بھی ہو خواہ والد صاحب شہریت کی وجہ سے

(۱) [الاختيارات الفقهية (ص / ٣٤٤)]

موافق نہ بھی ہوں؟اور پھر والد صاحب دین کے معاملے میں بھی ایسا شخص اختیار کریں گے جو کہ ان کی خواہش کے مطابق ہو' وہ لوگوں کو اپنی طاقت ودولت اور نام دکھانا پسند کرتے ہیں' تو کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ کوئی ایسی دعا بتائیں جسے پڑھنے سے والد صاحب کا اخلاق بہتر ہو جائے اور وہ ایک سہل پسند بن جائیں تاکہ معاملات طے کرنے میں آسانی پیدا ہو؟تعاون کی درخواست کی جاتی ہے۔

جواب: جمہور علمائے کرام کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ نکاح کی شروط میں ولی کا ہونا بھی ایک شرط ہے' عورت کا نکاح ولی کے بغیر صحیح نہیں اور ولایت کا سب سے زیادہ حقدار شخص والد ہی ہے۔لیکن اگر اس میں ولی بننے کی اہلیت نہ ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ والد ولی بننے کا اہل نہیں تو پھر ولایت اقرب رشتہ دار میں منتقل ہو جائے گی مثلاً دادا وغیرہ میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شرعی صفات وشروط جو کہ خاوند میں ہونا ضروری ہیں ان میں سب سے اہم دین ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔''(۱)

تیسری بات یہ ہے کہ نکاح کی شرعی شروط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہونے والی بیوی کی رضامندی بھی شامل ہونی چاہیے۔اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''کسی شوہر دیدہ کی شادی اس کے مشورے کے بغیر نہ کی جائے اور نہ ہی کسی کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کی جائے۔صحابہ کرام نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول!اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ کہ وہ خاموش رہے۔''(۲)

اس لیے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اسے کسی بھی شخص سے شادی کرنے پر مجبور کرے اور اسی طرح لڑکی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر خود ہی شادی کر لے۔صحتِ نکاح کے لیے ولی کی موجودگی شرط ہے اور لڑکی جس سے نکاح نہیں کرنا چاہتی اسے اس کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کرنے سے اسے نافرمان شمار نہیں کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے کہا ہے کہ

(۱) [حسن : إرواء الغلیل (۱۸٦۸) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

(۲) [بخاری (۵۱۳٦) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاها' مسلم (۱٤۱۹)]

''والدین کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ بچے کا اس سے نکاح کریں جسے وہ نہیں چاہتا' اگر وہ نکاح سے رک جاتا ہے تو اس سے وہ نافرمان شمار نہیں ہوگا۔'' (۱)

چوتھی بات یہ ہے کہ ہم آپ کے والد کے متعلق یہ نصیحت کرتے ہیں کہ ان کی غیر موجودگی میں آپ ان کے لیے دعا کریں' اس ضمن میں کوئی خاص دعا تو نہیں البتہ یہ دعا کر سکتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے۔ اسی طرح والد صاحب کے کچھ دوست احباب سے تعاون لیں یا پھر ان رشتہ داروں کے ذریعے جن پر وہ بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ نیز حسب استطاعت اپنی زبان میں تقاریر کی کیسٹیں اور کتابیں حاصل کریں جن میں اخلاقِ حسنہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہو اور برے اخلاق کے نقصانات بیان کیے گئے ہوں اور پھر یہ اپنے والد صاحب کو کسی اچھے سے اسلوب کے ساتھ بطورِ ہدیہ پیش کریں' ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے ان کی اصلاح کا سبب بنا دے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو اپنے پسندیدہ اور محبوب کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا ولی اپنی بیٹی کو شادی پر مجبور کر سکتا ہے؟

سوال آدمی نے اپنی کنواری بیٹی کی شادی کر دی حالانکہ وہ مرد کو ناپسند کرتی تھی' پھر بیٹی شوہر کی اطاعت سے رک گئی اور یہ دھمکی دی کہ اگر اسے اس پر مجبور کیا گیا تو وہ خودکشی کر لے گی؟

جواب جب بری معاشرت' ازدواجی حالات کی خرابی اور دونوں کے درمیان اصلاح کی ناامیدی کی حالت یہاں تک پہنچ جائے کہ جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے بالخصوص جب لڑکی کو (شادی پر) مجبور کیا گیا ہو تو بہتر یہ ہے کہ خلع یا کسی اور ذریعے سے دونوں کے تفریق کرانے کی کوشش کی جائے اور شوہر کے لیے بھی اس حالت میں بہتر یہی ہے کہ وہ خلع پر راضی ہو جائے ......اسی طرح یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ کسی سے مخفی نہیں کہ صحتِ نکاح کی شرائط میں سے ایک (لڑکے اور لڑکی کی) رضامندی بھی ہے اور اگر لڑکی کنواری ہو تو والد کو اسے مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں اور اس قول کے دلائل واضح ہیں جن میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

(۱) [الاختيارات الفقهية (ص / ٣٤٤)]

''شوہر دیدہ کی شادی اس کے مشورہ کے بغیر نہ کی جائے اور کنواری کی شادی اس سے اجازت لیے بغیر نہ کی جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خاموش رہنا۔'' (۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''ایک کنواری لڑکی کے والد نے اس کی شادی کر دی لیکن وہ ناپسند کرتی تھی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کی شادی کر دی ہے لیکن وہ ناپسند کرتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا۔'' (۲)

اسی قول کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ اور ابوبکر بن عبدالعزیزؒ نے اختیار کیا ہے......اور امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ، امام ابوثورؒ، اصحاب الرائے اور امام ابن منذرؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

○ شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا بیٹی کو ایسے شخص کے ساتھ شادی پر مجبور کیا جا سکتا ہے جسے وہ ناپسند کرتی ہو؟ تو ان کا جواب تھا:

نہ تو لڑکی کا باپ اسے اس شادی پر مجبور کر سکتا ہے اور نہ ہی ماں' خواہ وہ دونوں اس (لڑکے) کو اس کے دین کی وجہ سے ہی پسند کرتے ہوں۔

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

گھر سے بھاگ کر شادی کرنے والی لڑکی اپنی شادی صحیح کیسے کرے؟

سوال ہمیں یہ تو علم ہے کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق عورت کی ولی کی رضامندی کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔ بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ لڑکا اور لڑکی آپس میں رضامند ہوتے ہیں اور لڑکی گھر سے بھاگ کر اس کے ساتھ شادی کر لیتی ہے' تو میرا سوال یہ ہے کہ

جب یہ شادی صحیح نہیں تو یہ لوگ اپنی اس شادی کو کس طرح صحیح کریں' جبکہ اس شادی کو پانچ یا دس برس

(۱) [بخاری (۵۱۳۶) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیرہ البکر والثیب إلا برضاھا]

(۲) [صحیح ' صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۰۹۶) کتاب النکاح : باب فی البکر یزوجھا أبوھا ولا یستأمرھا ' ابن ماجہ (۱۸۷۵) کتاب النکاح : باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ]

گزر چکے ہوں اور ان کے بچے بھی ہوں؟ ایک دوسرا سوال بھی ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی بھاگ کر شادی کر لیں اور دو یا چار سال بعد والدین اس شادی پر رضامندی کا اظہار کر دیں تو کیا یہ شادی صحیح ہوگی اور اس شادی کو کس طرح صحیح کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جو عورت بھی اپنے ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شادی کرے اس کا نکاح باطل ہے خواہ اسے دس برس بھی گزر جائیں' یہ صحیح نہیں ہوگا اور خواہ ان کی اولاد بھی ہو بلکہ ولی کی رضامندی کے ساتھ اس کا دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''(۱)

جو عورت خود ہی اپنا نکاح کر لے اس کے لیے حدیث میں بہت سخت وعید وارد ہوئی ہے حتی کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی عورت کو زانیہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا ﴾

''کوئی عورت کسی دوسری عورت کا (ولی بن کر) نکاح نہ کرے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے بلاشبہ وہ عورت زانیہ ہے جس نے اپنا نکاح خود کر لیا۔''(۲)

اور دوسرے سوال کے بارے میں ہم گزارش کریں گے کہ اگر ولی اس شادی سے موافقت کر لے تو واجب یہ ہے کہ نکاح دوبارہ کیا جائے کیونکہ پہلا عقدِ نکاح صحیح نہیں تھا۔ اور خاوند اور بیوی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے کیے کی خالص اور سچی توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا مرد بھی ولی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا؟

سوال: کیا مرد کے لیے بھی عقدِ نکاح میں ولی کا ہونا شرط یا واجب ہے' اگر جواب اثبات میں ہو تو کیا مرد کا کوئی بھی قریبی شخص اس کا ولی بن سکتا ہے؟

جواب: مرد کے لیے عقدِ نکاح کے وقت ولی کا ہونا واجب نہیں' بلکہ مرد تو خود اپنے نکاح کا ذمہ دار ہے۔ لیکن عورت عقدِ نکاح میں ولی کی محتاج ہے اور اس کا نکاح ولی کے بغیر نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

(۱) [صحیح: ارواء الغلیل (۱۸۵۸) صحیح الجامع الصغیر (۷۲۹۸)]

(۲) [حسن: هدایة الرواة (۳۰۷۲) صحیح ابن ماجة (۱۵۲۷) کتاب النکاح: باب لا نکاح إلا بولی' ابن ماجة (۱۸۸۲) دارقطنی (۲۲۷/۳) بیهقی (۱۱۰/۷)]

﴿ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ ﴾

''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (پھر اس ممنوع نکاح کے بعد) اگر مرد اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہے کہ جس کے بدلے اس نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا۔ اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران ہے۔'' (۱)

لیکن اگر مرد مجنون یا بے عقل اور کم عقل ہو تو اس پر ولی لازم ہوگا اور اگر وہ عقل مند اور سمجھدار ہو تو اس پر کوئی ولی نہیں ہوگا۔

......(شیخ سعد الحمید)......

میں ایک فاضل شخص سے شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن اس کے والدین نہیں مانتے

سوال میں ایک بہت ہی فاضل شخص سے محبت کرنے لگی ہوں لیکن اس کے گھر والے مجھے پسند نہیں کرتے' جس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں اور میری ایک بچی بھی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ میں نے انہیں اپنے ایک بہت ہی بڑے جھوٹ سے دھوکہ دیا ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! میں اب اس جھوٹ کا کفارہ دے چکی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے معاف فرمائے اور وہ بھی مجھے معاف فرما دیں۔ میں الحمد للہ پہلے سے بھی زیادہ دین پر عمل پیرا ہوں اور پردہ بھی کرنا شروع کر دیا ہے اور قرآن مجید بھی حفظ کر لیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ

کیا اس کے گھر والوں کی رضامندی کے بغیر ہماری شادی صحیح ہوگی اور کیا اس کا مجھ سے شادی کرنا والدین کی نافرمانی شمار ہوگا؟ باوجود اس کے کہ ہم دونوں بہت محبت کرتے ہیں اور میں اعتراف کرتی ہوں کہ الحمد للہ اس نے مجھے بہت زیادہ تبدیل کر دیا ہے اور مجھے زیادہ دین پر چلنے والی بنا دیا ہے اور کیا میں ولی کے بغیر شادی کر سکتی ہوں؟ کیونکہ میرے والد صاحب کا اصرار ہے کہ اس کے گھر والے راضی ہوں تو پھر یہ شادی ہو سکتی ہے۔ آپ کے علم میں

(۱) [**صحیح**: صحیح ابو داود (۱۸۳۵) کتاب النکاح: باب فی الولی 'ابو داود (۲۰۸۳) أحمد (۴۷/۶) ترمذی (۱۱۰۲) کتاب النکاح: باب ما جاء لا نکاح الا بولی 'ابن ماجة (۱۸۷۹) ابن الجارود (۷۰۰) دارمی (۷/۳) دارقطنی (۲۲۱/۳) حاکم (۱۶۸/۲) بیهقی (۱۰۵/۷) أبو یعلی (۱۴۷/۸)]

ہونا چاہیے کہ میرے والد صاحب نے بھی مجھے چھوڑ رکھا ہے' کبھی کبھار ہی میرا پتہ لینے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو جزائے خیر عطا فرمائے' وہی میرا اور میری بیٹی کا خیال رکھتا ہے اور ہمیں مکمل محبت اور امان سے نوازتا ہے اور میری یتیم بیٹی کو بھی والد جیسا پیار مہیا کرتا ہے۔ وہ اس سے وہ سلوک کرتا ہے جو اس کے گھر والوں نے بھی نہیں کیا۔ محترم مولانا صاحب میں اور میری بیٹی بہت ہی زیادہ محبت ورعایت کے محتاج ہیں' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ کچھ معلومات فراہم کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے' آپ کا سوال کئی ایک اُمور پر مشتمل ہے' کچھ تو تنبیہ کے محتاج ہیں اور کچھ کے متعلق سوال ہے:

سوال میں شادی کے متعلق والد کی موافقت کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ آپ کے والد کی رضامندی ضروری ہے کہ نہیں؟ تو اس کے بارے میں گزارش ہے کہ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ شریعت اسلامیہ نے عقدِ نکاح صحیح ہونے کے لیے عورت کے ولی کی شرط لگائی ہے جس کے بہت سے دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں۔

عقدِ نکاح میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ شرط لگائی ہے اس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ مردوں میں اصل چیز یہ ہے کہ وہ عقل کے اعتبار سے کامل ہیں اور مصلحتوں کو زیادہ جاننے والے ہیں اور دوسرے مردوں کے حالات کا بھی انہیں زیادہ علم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے کون سا مرد مناسب رہے گا؟ اور انہیں یہ فیصلہ کرنے پر زیادہ قدرت ہے۔ بالخصوص جب عورت اپنے جذبات کے قابو میں آجاتی ہے۔

بالفرض اگر ولی میں عیب ہو جس کی وجہ سے وہ ولی نہ بن سکتا ہو اور اپنی ولایت میں بسنے والی عورت کے معاملات نہ چلا سکتا ہو یا پھر وہ بغیر کسی شرعی عذر کے کسی مناسب رشتہ سے عورت کا نکاح کرنے سے انکار کرتا ہو تو اس حالت میں ولایت اس کے بعد والے شخص میں منتقل ہو جائے گی مثلاً والد سے دادا میں۔

رہا مسئلہ اس شخص کے گھر والوں کی رضامندی کا تو اس کے بارے میں گزارش ہے کہ شادی کے صحیح ہونے میں ان کی رضامندی شرط نہیں کیونکہ مرد خود ہی اپنے آپ کا ولی ہے' اس کے لیے اپنی شادی کرنے میں کسی کی موافقت کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی مرد کے گھر والوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بغیر کسی شرعی سبب کے اسے شادی سے روکیں۔ لیکن لڑکے کو والدین کی رضامندی کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ ان سے حسن سلوک کا حکم ہے اور ایسا کرنا اچھا اور بہتر ہے اور ایک مستحسن امر ہے اور اس رضامندی کے حصول کے لیے ان کے ساتھ

حسن سلوک اور ان کے سامنے مافی الضمیر کا اظہار کر کے پہنچا جا سکتا ہے جس سے وہ راضی ہو جائیں اور اس کی اختیار کردہ لڑکی سے شادی پر رضامندی کا اظہار کر دیں۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا اور والدین کے ساتھ احسن انداز میں بات چیت اور مطمئن کرنے کے لیے کسی اچھے اسلوب اور طریقے کو استعمال کرنا چاہیے اور مدد لینی چاہیے اور نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

ہم اپنی سوال کرنے والی عزیز بہن کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے سوال میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ بہت ہی شدید قسم کی محبت ہو چکی ہے اور ہم بہت محبت کرنے لگے ہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ وہ ہمیں ہر قسم کی محبت دیتا ہے اور یہ بھی سوال میں ہے کہ میں اور میری بیٹی اس کی محبت کے بہت محتاج ہیں۔

اس کے بارے میں ہم کہیں گے کہ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ مسلمان مرد اور عورت پر ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ایسے اسباب سے بچا کر رکھے جو اس کے دل کو کسی ایسے شخص سے معلق کر دے جو اس کا خاوند نہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انسان میں محبت ایک ضروری چیز ہے جس میں انسان کو کوئی اختیار نہیں۔ لیکن کچھ ایسے امور اور اسباب پائے جاتے ہیں جن کے کرنے سے یہ محبت زیادہ ہوتی ہے اور اسی چیز سے روکا گیا ہے اور اس کی مثال مرد عورت کا ایک دوسرے سے بات چیت کرنا جس سے ایک دوسرے کے جذبات ابھریں' اسی طرح بار بار ایک دوسرے سے ملنا اور ملاقاتیں کرنا بھی ایک سبب ہے۔

نبی کریم ﷺ کا تو فرمان ہے کہ ''تم (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔''(۱)

اس جیسے اُمور اس لیے حرام ہیں تا کہ اس سے پیدا ہونے والے غلط کاموں کا سدِباب کیا جا سکے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ کہیں عورت کا اس سے دل معلق نہ ہو جائے جس کے ساتھ اس کی شادی نہیں ہو سکتی اور اگر دل معلق ہو گیا اور شادی نہ ہو سکی تو دونوں عذاب کا شکار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ زمانہ قدیم اور موجودہ دور میں محبت کرنے والوں کی حالت ہوتی رہی ہے اور اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت سے غافل ہو جائیں گے۔ اس تعلق کے نقصانات میں امام ابن قیمؒ نے اپنی کتابوں " **الداء والدواء** " اور " **اغاثة اللهفان** " میں سیر حاصل بحث کی ہے' بہتر ہے کہ آپ انہیں پڑھیں۔

ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرعی پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اپنے ظاہری پردے کو دل کے پردے سے مکمل کریں' اس شخص سے حالیہ تعلقات کو دیکھیں اور اس سے کنارہ کش ہو جائیں اور ہر اس سبب سے دور رہیں جو آپ کو اس سے معلق کرنے کا سبب ہو مثلاً اس سے بات چیت کرنا یا اس کا

(۱) [مسلم (۲۱۷۲) کتاب السلام : باب تحریم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها]

آپ کے گھر میں آ کر ملاقاتیں کرنا وغیرہ' یہ سب کچھ حرام ہے۔

جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے کہ وہ شخص بھی بہت دین دار ہے اس لیے اسے بھی یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس جیسے معاملات سے پرہیز کرے تا کہ شیطان کو داخل ہونے کا موقع نہ مل سکے اور جو کچھ اس نے آپ کی یتیم بچی سے حسن سلوک کیا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر وثواب عطا فرمائے' لیکن اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''خبردار! جو آدمی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔'' (۱)

اور آپ کی یہ امید کہ اس شخص سے شادی کرنے میں خیر و بھلائی اور بہتری ہے۔ ہم آپ سے گزارش کریں گے کہ یہ امید مندرجہ ذیل اُمور بجالانے سے برآئے گی:

① نماز استخارہ کثرت سے ادا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی آسان کر دے۔

② اوپر جن اشیاء سے بچنے کا اشارہ کیا گیا ہے ان سے دور رہا جائے تا کہ کسی غیر محرم شخص سے تعلق پیدا نہ ہو اور بندے کو اپنا مطلوب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ شریعتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہے۔

③ سوال میں جس محبت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی حدت میں کمی کرنے کی کوشش تا کہ آپ اس کے خطرات کا ادراک کرتے ہوئے اس سے نکل سکیں اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا لگاؤ پیدا کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے کلام میں غور وتدبر پیدا کریں۔

④ اپنے والد کی رضامندی اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے ساتھ ساتھ والد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں' ایسا کرنے سے ہوسکتا ہے کہ اس کا دل نرم ہو جائے اور وہ آپ کی سعادت اور خوشی کو مدنظر رکھتا ہوا اسے پورا کر سکے۔

⑤ اس شخص کے گھر والوں سے معذرت کریں اور ان سے ایسا سلوک کریں جس سے آپ کے اس فعل پر ندامت کا اظہار ہوتا ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں یہ شادی قبول ہو جائے اور پھر اسی وجہ سے آپ

(۱) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (٢٥٤٦) ترمذی (٢١٦٥) كتاب الفتن : باب ما جاء فى لزوم الجماعة' (١١٧١) كتاب الرضاع : باب ما جاء فى كراهية الدخول على المغيبات ' المشكاة (٣١١٨) السلسلة الصحيحة (٤٣٠)]

کے والد بھی اس شادی پر رضامندی کا اظہار کر دیں۔

⑥ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کے لیے تیار کریں۔ اگرچہ وہ چیز آپ کو ناپسند ہی ہو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونا چاہیے۔ اس سے آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ جب انسان کے سامنے وہ چیز آئے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو وہ اس صدمے کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے اور اگر وہ اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو انسان کے ایمان کے ضائع ہونے یا پھر اس میں کمزوری کا خدشہ رہتا ہے یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بارے میں غلط قسم کے خیالات رکھنے لگتا ہے۔

⑦ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو بچی عطا کی ہے اس یتیم بچی کی اسلامی تربیت کرنے کی حرص رکھیں اور اس سے اچھا سلوک کریں کیونکہ یتیم کی پرورش اور کفالت کرنے میں عظیم اجر وثواب ہے' جس کی بنا پر ہو سکتا ہے آپ کو برکت حاصل ہو اور وقت میں بھی برکت ملے اور اسی طرح باقی معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ پر اپنی بے شمار نعمتیں پوری کرے اور آپ کے دل میں ایمان کو ثابت رکھے اور آپ کو ہر قسم کی خیر و بھلائی کی توفیق عطا کرے اور اگر آپ دونوں کے لیے اس شادی میں خیر ہے تو اس میں آسانی پیدا کرے اور ہمیں اور آپ سب کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے اور ہمارے نبی ﷺ اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

مبیرونِ ملک شادی کے کچھ عرصہ بعد بیوی کو چھوڑ کر اپنے ملک واپسی

سوال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو' بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔'' (۱)

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

''اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سچی گواہی

(۱) [النساء: ٤]



دینے والے بن جاؤ' گو وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ' رشتہ دار اور عزیز واقارب کے' وہ شخص اگر امیر ہو یا غریب تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کے ساتھ زیادہ تعلق ہے' اس لیے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم غلط بیانی یا پہلو تہی کرو گے تو جان لو جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (۱)

محترم عزیز مولانا صاحب:

میں یہ لکھ رہی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ میری مشکل میں میرا تعاون کریں گے جو کہ مجھے ایک سعودی مسلمان سے درپیش ہے۔ اس نے مجھ سے ایک برس قبل شادی کی اور شادی کے دو ماہ بعد مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ مجھے اس نے صحیح طور پر طلاق بھی نہیں دی۔ لیکن مجھے کسی نامعلوم شخص کی جانب سے ایک ٹیلی فون کال موصول ہوئی جس نے مجھے میرے خاوند کا پیغام دیا کہ اس نے مجھے طلاق دے دی ہے' جو کچھ ہوا وہ اتنا ہی ہے۔

میں نے جب شادی کی تھی تو یہ شادی عرف عام کے مطابق تھی اور دو گواہ بھی موجود تھے۔ میرے علم کے مطابق تو یہ شادی اسلامی طریقے پر تھی لیکن اس کے باوجود کسی بھی سرکاری ادارے سے شادی کی تصدیق نہیں کرائی گئی۔ میرا شوہر چاہتا تھا کہ یہ شادی خفیہ رہے تاکہ وہ سعودیہ سے اپنے خاندان والوں سے مل آئے' مجھے اس نے یہ بھی اجازت نہیں دی کہ میں اپنے خاندان اور دوست احباب کو اس شادی کا بتاؤں حتی کہ یہاں پر مسلم کمیونٹی کو بھی نہیں بتانے دیا۔

میں نے ایک نئی مسلمان ہونے کے ناطے اس پر بھروسہ اور یقین کیا اور اس کی سچائی کو تسلیم کیا کہ وہ سعودیہ سے واپسی پر سب معاملات حل کر لے گا' میں امریکہ میں رہتی ہوں؟

جواب اسلام میں عقدِ نکاح ولی کے بغیر جائز نہیں۔ جب آپ نے ولی یا اس کے قائم مقام کسی بھی شخص کی غیر موجودگی میں نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں۔ اس لیے آپ کو طلاق کی بھی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب نکاح ہی صحیح نہیں تو طلاق چہ معنی دارد؟

ہم تو اس شخص کے تصرف پر تعجب کر رہے ہیں کہ جس نے شریعتِ اسلامیہ کا بھی خیال نہیں کیا اور پھر نہ ہی آپ کی حالت کا ہی خیال کیا کہ آپ کو ایسے ہی بغیر کوئی وضاحت کیے ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس سے حساب لے گا اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ دکھ اور درد کی بات تو یہ ہے کہ ایک نیا مسلمان شخص جس نے ابھی اسلام قبول کیا ہے اپنے سامنے ایک قدیم مسلمان کو پاتا ہے تو وہ اس کے لیے نمونہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کی اقتداء کر سکے چہ جائیکہ اسے اس سے اسلامی شریعت کے خلاف رویہ ملے اور پھر بالخصوص

(۱) [النساء: ۱۳۵]

نکاح جیسے مقدس کام میں۔

اس غیر صحیح شادی سے جو تعلقات قائم ہوئے ہیں ان سے توبہ کرنی واجب ہے اور ہوسکتا ہے یہ حادثہ آپ کے لیے شریعت اسلامیہ کی مزید تعلیم اور احکامِ شریعت جاننے کا باعث بنے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے اسلام پر ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں اور یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو مزید دین اسلام کی سمجھ عطا فرمائے اور آپ پر مزید اپنا فضل وکرم فرمائے اور کوئی صالح اور نیک سا مسلمان خاوند بھی آپ کو عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ سعد الحمید)......

بیوی کی طرف سے یہ شرط کہ شوہر اسے اسی ملک میں رکھے گا

سوال: بیوی نے عقدِ نکاح میں یہ شرط رکھی کہ خاوند اسے اس کے ملک میں ہی رکھے گا اور اپنے ساتھ کسی دوسرے ملک نہیں لے جائے گا' ایسی شرط کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی یا اس کے ولی کی طرف سے یہ شرط رکھنا صحیح ہے کہ خاوند اس کے گھر یا اس کے ملک سے اسے نہیں نکالے گا اور اس شرط پر عمل کرنا بھی لازم ہوگا جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ ﴾

''وہ شرط پورا کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔'' (۱)

اثرمؒ سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی عورت سے شادی کی جس نے یہ شرط رکھی کہ وہ اپنے ہی گھر میں رہے گی' مگر پھر خاوند نے اسے وہاں سے منتقل کرنا چاہا تو وہ اپنا جھگڑا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عورت کے لیے اس کی شرط باقی ہے۔

---

(۱) [بخاری (۲۷۲۱) کتاب الشروط : باب الشروط فی المهر عند عقدة النكاح ' مسلم (۱٤۱۸) كتاب النكاح : باب الوفاء بالشروط فی النكاح ' أحمد (۱٤٤/٤) ابو داود (۲۱۳۹) كتاب النكاح : باب فی الرجل يشترط لها دارها ' نسائی (۹۲/٦) ترمذی (۱۱۲۷) كتاب النكاح : باب ما جاء فی الشرط عند عقدة النكاح ' ابن ماجة (۱۹٥٤) كتاب النكاح : باب الشرط فی النكاح ' عبدالرزاق (۱۰٦۱۳) دارمی (۱٤۳/۲) أبو يعلى (۱۷٥٤) بيهقی (۲٤۸/۷)]



لیکن اگر بیوی اپنے خاوند کے ساتھ جانے پر رضامند ہو جائے تو یہ اس کا حق ہے اور جب وہ اپنے حق کو ساقط کر دے تو یہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اس معاملے میں کوئی نزاع اور جھگڑا ہو تو پھر آپ کو شرعی عدالت کا رخ کرنا چاہیے تاکہ اس نزاع کو ختم کیا جائے۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

عقدِ نکاح کے وقت منگیتر کی طرف سے حرام شرط کا حکم

سوال اگر لڑکی عقدِ نکاح میں گھر میں ستار رکھنے کی شرط لگائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ شرط باطل ہے اور جب اس شرط پر نکاح ہو تو اسے پورا کرنا لازم نہیں۔

......(شیخ ابن جبرین)......





حرام رشتوں کے احکام

قبول اسلام کی رغبت رکھنے والی ہندو لڑکی سے شادی کا حکم

سوال: میں ایک چوبیس سالہ امریکی مسلمان ہوں' تقریباً چھ برس سے ایک ہندو لڑکی کو جانتا ہوں۔ہم شادی کرنا چاہتے ہیں' وہ چاہتی ہے کہ ابھی مزید اسلامی تعلیمات حاصل کرے اور زیادہ سے زیادہ اسلام کی معرفت اور ایمان قوی ہو جانے کے بعد اسلام قبول کرے۔اس کی فیملی شروع میں تو متردد تھی لیکن اب انہیں اس میں کوئی مانع نہیں کیونکہ وہ یہی چاہتے ہیں۔البتہ میرے خاندان والے اس موضوع میں خدشات کا شکار ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا نام اسلامی رکھے۔

اور پھر وہ اپنے والدین کی اکیلی بیٹی ہے' وہ اسلامی نکاح کرنے کے ساتھ ساتھ یہ چاہتی ہے کہ ہندو طریقہ پر بھی نکاح ہونا چاہیے' وہ اس پر بھی راضی ہے کہ ہندو طریقہ پر نکاح کرنے میں جو دینی اشیاء ہیں وہ ہم نہیں کریں گے' بلکہ ہم صرف رسم ورواج ہی کریں گے' میں تو اس پر رضامند ہوں لیکن میرے والدین مطلقاً اس پر رضامند نہیں۔وہ لڑکی اسلامی تعلیمات سیکھنے کی رغبت رکھتی ہے لیکن میرے والدین کی وجہ سے پریشان ہے کیونکہ وہ ایک اپنی ہی فکر رکھتے ہیں اور اس کی حالت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے' میری گزارش یہ ہے کہ آپ کوئی مشورہ دیں اور نصیحت کریں۔

جواب: اولاً آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ کسی بھی مسلمان شخص کے لیے غیر مسلم عورت سے شادی کرنا جائز نہیں' صرف اتنا ہے کہ اگر عورت اہل کتاب میں سے ہو تو اس سے کچھ شروط کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے۔اور اگر وہ لڑکی اسلام قبول کر لے تو آپ اس کے قبولِ اسلام کے بعد اس سے شادی کر سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ یہ کوشش کریں کہ شادی آپ کے والدین کی رضامندی اور خوشی سے ہو' اس لیے کہ آپ کی ازدواجی زندگی میں والدین کی رضامندی اور خوشی کا بہت زیادہ اثر ہوگا اور پھر ان کی رضامندی اور خوشی تو انسان کے لیے ایسی نیکی ہے جس پر اسے اجر وثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ نام تبدیل کرنے کے بارے میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

نام تبدیل کرنا ضروری نہیں۔ہاں اگر اس میں کوئی شرعی ممانعت ہو اور شرعی طور پر وہ برقرار نہیں رکھا جا سکتا تو پھر بدلنا ضروری ہے مثلاً نام کسی غیر اللہ کی عبودیت پر ہو (جیسے عبدِ شمس وغیرہ) تو ایسے نام کو بدلنا ضروری ہے' اور اسی طرح اگر کوئی نام کفار کے ساتھ ہی خاص ہو کفار کے علاوہ کوئی اور یہ نام نہ رکھتا ہو تو اس کا بدلنا بھی واجب

ہے۔تا کہ کفار سے مشابہت نہ ہو اور وہ اس کفار کے ساتھ خاص نام کی طرف نہ جھکے یا پھر اسے اس تہمت کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ ابھی تک اس نے اسلام ہی قبول نہیں کیا۔(۱)

اور جب اس کے نام کی تبدیلی ہی آپ کے والدین کو راضی کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ اس لڑکی کو نام بدلنے پر راضی کریں تا کہ آپ کے والدین راضی ہو جائیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ اس کے لیے استخارہ ضرور کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے وہ چیز اختیار کرے جو آپ کے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہو۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو اپنی رضا اور محبت والے کام کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے لیے ہماری بیویوں اور اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

مسلمان کی ہندو لڑکی سے شادی پر تعاون

سوال میرا ایک دوست ایک ہندو لڑکی سے محبت کرتا ہے' اس لیے کہ اس کے خاندان والے آرتھوڈکس عیسائی ہیں اور وہ اس کے مخالف ہیں' تو کیا اگر میں نے اس لڑکی سے شادی کرانے میں اس نوجوان کا تعاون کیا تو گناہگار رہوں گا؟

جواب کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم عورت سے شادی کرے صرف وہ اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے' اگر اس نے ان کے علاوہ کسی اور مذہب کی غیر مسلم عورت سے شادی کی تو ان کا نکاح باطل ہے' بلکہ وہ نکاح نہیں بے حیائی ہوگی اور ایسا کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔

لٰہذا آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ اپنے دوست کی ہندو لڑکی سے شادی کرانے میں مدد و تعاون کریں' یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾

''نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔''(۲)

آپ پر ضروری ہے کہ آپ اسے نصیحت کریں کہ وہ اس ہندو لڑکی کو اسلام کی دعوت دے اور اس کے سامنے

(۱) [دیکھیں: الاجابات علی أسئلة الجالیات (ص / ٤-٥)]

(۲) [المائدة : ۲]

یہ وضاحت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اس کا نکاح حرام کیا ہے' ہاں اگر وہ اسلام قبول کر لیتی ہے تو پھر نکاح ہوسکتا ہے۔ پھر اگر وہ اسلام قبول کر لے تو وہ اس سے شادی کر لے اور اگر وہ اپنے دین ''ہندومت'' پر ہی قائم رہے تو پھر آپ کے دوست کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس شادی سے رک جائے بلکہ صبر سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے کوئی اور بہتر لڑکی عطا فرما دے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر چلائے اور اس کی ہدایت نصیب فرمائے اور ہمیں ہر قسم کی گمراہی سے بچائے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا مسلمان مرد کسی غیر مسلم عورت سے شادی کر سکتا ہے؟

سوال: مجھے اسلام کے بارے میں ایک شبہ ہے' کیا آپ اس کی وضاحت کر سکتے ہیں؟ کیا مسلمان مرد کے لیے کسی غیر مسلم عورت سے شادی کرنا جائز ہے' خواہ وہ شادی کے بعد بھی اسلام قبول نہ کرے؟

جواب: مسلمان مرد کسی غیر مسلم عورت یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے' اس کے علاوہ کسی اور دین سے تعلق رکھنے والی عورت سے مسلمان شادی نہیں کر سکتا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

''تمام چیزیں آج تمہارے لیے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے' اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو' اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ اعلانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو' جو ایمان کے ساتھ کفر کرتا ہے اس کے اعمال ضائع ہیں اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' (۱)

امام طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اور تم سے پہلے جنہیں کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں'' یعنی اے محمد ﷺ پر ایمان لانے والے عرب اور باقی سب لوگو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور وہ تورات اور انجیل پر عمل کرنے والے یہودی اور عیسائی ہیں' ان کی آزاد اور پاکدامن عورتوں سے بھی نکاح کر سکتے ہو۔

''جب تم انہیں ان کے مہر ادا کر دو'' یعنی جن مسلمان اور ان کتابی پاکدامن عورتوں سے تم نکاح کرو

---

(۱) [المائدۃ : ۵]



اور انہیں ان کے مہر ادا کر دو۔(۱)

اور مسلمان مرد کے لیے کسی مجوسی' کیمونسٹ' بت پرست وغیرہ عورت سے شادی کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور تم شرک کرنے والی عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں' ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے' گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو...... یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے' وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرما رہا ہے' تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''(۲)

مشرک عورت وہ ہے جو بت پرست ہو خواہ وہ عرب سے ہو یا کسی اور قوم سے۔ اسی طرح کسی مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم مرد سے شادی کرے۔ وہ نہ تو کسی یہودی یا عیسائی سے شادی کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی اور کافر سے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

اور نہ تم شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں' ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے' گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔''(۳)

امام طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں پر مشرک مردوں سے نکاح کرنا حرام کر دیا ہے چاہے وہ کسی بھی قسم کا مشرک ہو' تو اے مومنو! تم اپنی عورتوں کو ان کے نکاح میں مت دو یہ تم پر حرام ہے۔ ان (مسلمان عورتوں) کا نکاح کسی ایسے مومن غلام سے کرنا جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو' تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم ان کا نکاح کسی آزاد مشرک مرد سے کرو خواہ وہ حسب ونسب اور شرف والا ہی کیوں نہ ہو یا تمہیں اس کا شرف وکمال اور قبیلہ اچھا ہی لگے۔

امام قتادہؒ اور امام زہریؒ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

اپنے دین والے کے علاوہ کسی اور دین والے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اور اسی طرح مشرک سے اپنی

---

(۱) [دیکھئے: تفسیر طبری (۱۰٤/٦)]

(۲) [البقرة: ۲۲۱]

(۳) [أيضا]

عورتوں کا نکاح کرنا حلال نہیں۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

مسلمان کا اہل کتاب کے علاوہ کسی اور دین کی عورت سے نکاح

سوال: کیا کوئی مسلمان شخص اہل کتاب کے علاوہ کسی اور دین کی حامل عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: مسلمان کے لیے صرف مسلمان یا اہل کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہے' اس کے علاوہ باقی تمام ادیان کی عورتوں سے نکاح حلال نہیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا نصرانی عورت کسی مسلمان سے شادی کر سکتی ہے؟

سوال: میں ایک نصرانی عورت ہوں کچھ مدت قبل ایک مسلمان سے شادی کی ہے' ہمارے عقائد میں اختلاف کی وجہ سے ہمارا عقدِ نکاح آپ کی مسجد کے قریبی دار العدل میں ہوا' تو کیا اسلام میں یہ شادی حقیقی طور پر صحیح ہے؟

میں نے یہ مسئلہ بہت تلاش کیا لیکن مجھے اس وقت بہت زیادہ گھبراہٹ ہوئی جب میں نے یہ پڑھا کہ اسلام اسے صحیح تصور نہیں کرتا' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ وضاحت کریں' (کیونکہ) میں اس شخص سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں؟

جواب: اگر تو نکاح میں مندرجہ ذیل تین اشیاء پائی گئی ہیں تو نکاح صحیح ہے:

1. آپ کے ولی (یعنی والد یا اس کے نائب وقائم مقام) کی طرف سے شادی کی اجازت' یہ کہ میں نے آپ سے اپنی بیٹی کی شادی کی۔
2. خاوند کی طرف سے قبول کرنا' یعنی وہ کہے کہ میں نے اسے قبول کیا۔
3. نکاح دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہو۔

اس طرح نکاح صحیح ہوگا اور اگر شروطِ نکاح میں سے کوئی ایک شرط بھی ناقص ہوئی تو نکاح صحیح نہیں اور آپ کو

(۱) [دیکھئے: تفسیر طبری (۳۷۹/۲)]

دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ نیز صحت نکاح میں جگہ کا کوئی دخل نہیں' اس سے صحتِ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اے سائلہ محترمہ آپ کے سوال نے ہمیں اس طرف متنبہ کیا ہے کہ آپ اس معاملہ میں دین اسلام کی معرفت کا پختہ ارادہ رکھتی ہیں' شاید کہ یہ ایک بڑی حقیقت کی تلاش کا پیش خیمہ اور سبب ہو کہ دین حق کون سا ہے؟ تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کے سامنے چند ایک سوال رکھ سکیں؟

- کیا آپ سعادت مندی اور خوشی کی زندگی چاہتی ہیں؟
- کیا آپ اطمینانِ قلب تلاش کرنا چاہتی ہیں؟
- کیا آپ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ہیں؟
- کیا آپ اپنی اولاد کے لیے سیدھی اور سچی زندگی چاہتی ہیں؟

تو پھر آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ایک عظیم مقصد اور غرض وغایت کے لیے پیدا فرمایا ہے جو کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں' نہ تو میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ ہی میری چاہت ہے کہ وہ مجھے کھلائیں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں' توانائی والا اور زور آور ہے۔''(۱)

اور اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کی دعوت دینے کے لیے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ یوں ہے کہ

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو' پس بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی' پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟''(۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ رسالت ونبوت کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم کر کے انہیں خاتم النبیین بنا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''لوگو! تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے بھی باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین

(۱) [الذاریات: ۵۷]

(۲) [النحل: ۳٦]

ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' (۱)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا:

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں' آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے حصول کے لیے رکوع اور سجدے کر رہے ہیں' ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے' ان کی یہی مثال تورات اور انجیل میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اس کھیتی کی مثال جس نے اپنی انگوری نکالی اور پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی' پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے' ان ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔'' (۲)

رسول اور انبیاء بھیجنے کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات سناتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی اور ہم نے حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب اور ان کی اولاد' حضرت عیسیٰ' حضرت ایوب' حضرت یونس' حضرت ہارون اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔

اور آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے اور بہت سے رسولوں کے بیان نہیں بھی کیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔

ہم نے انہیں خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے رسول بنایا تاکہ لوگوں کی کوئی حجت باقی نہ رہ جائے' اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔'' (۳)

لہٰذا ہم سائلہ محترمہ کو اور ان سب لوگوں کو بھی جو دین اسلام پر ایمان نہیں رکھتے یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اللہ وحدہ لاشریک اور اس کے نبی محمد ﷺ پر ایمان لانے میں جتنی بھی جلدی ہو

---

(۱) [الأحزاب : ٤٠]

(۲) [الفتح : ٢٩]

(۳) [النساء : ١٦٣]

سکے ایمان لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جنوں اور انسانوں سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور سب انسانوں اور جنوں کو ان پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہوئے کچھ اس طرح فرمان جاری کیا:

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا ہے' پس تم ایمان لے آؤ تاکہ تمہارے لیے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے تجاوز مت کرو اور اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہو' مسیح علیہ السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلمہ (کن سے پیدا شدہ) ہیں جسے مریم علیہا السلام کی طرف ڈال دیا گیا اور اس کی طرف سے روح ہیں' پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں کو مانو اور ان پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ اللہ تین ہیں' اس سے باز آ جاؤ کیونکہ تمہارے لیے اسی میں بہتری ہے۔

عبادت کے لائق تو صرف ایک اللہ ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو' اسی کے لیے ہے جو آسمان و زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کام بنانے والا کافی ہے۔'' (۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ دین اسلام کے علاوہ کسی سے کوئی بھی دین قبول نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا تذکرہ یوں فرمایا:

''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا اس کا وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔'' (۲)

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

''اللہ تعالیٰ' فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور وہ عدل قائم رکھنے والا ہے' اس غالب اور حکمت والے کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر اختلاف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے اللہ تعالیٰ اس کا جلد حساب لینے والا ہے۔'' (۳)

---

(۱) [النساء: ۱۷۰-۱۷۱]

(۲) [آل عمران: ۸۵]

(۳) [آل عمران: ۱۸-۱۹]

پھر آپ یہ بھی مت بھولیں کہ آپ کا اسلام قبول کرنا آپ کی اولاد کے لیے بھی افضل و بہتر ہے مبادا کہ وہ ذہنی اختلاف اور نفسیاتی عذاب کا شکار ہوتے ہوئے یہ نہ کہتے رہیں کہ ہمارا والد مسلمان اور والدہ نصرانی ہے' ہم کس کی اقتداء کریں؟

اور ہوسکتا ہے کہ مزید غور وفکر اور سوچ و بچار سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک اچھا نتیجہ ثابت ہو' آپ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کی کوشش کریں جو کہ اسلام کا معجزہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کی سیرت کا بھی مطالعہ کریں' تو آپ کو علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا اچھا انجام کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور فرمایا مثلاً:

انگلیوں سے پانی نکلنا' مشرکوں کے مطالبے پر چاند کو دو حصوں میں تقسیم کرنا اور اس کے علاوہ کئی اور معجزات بھی کتبِ سیر میں موجود ہیں۔ اسی طرح غیب اور مستقبل کی وہ پیش گوئیاں جن کا علم وحی کے علاوہ کسی اور طریقے سے نہیں ہوسکتا' مثلاً رومیوں کی فارسیوں پر فتح وغیرہ' بھی نبی ﷺ کی نبوتِ صادقہ پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سب کے لیے ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

○ شیخ ابن جبرین سے مسلمان عورت کے عیسائی مرد سے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

مسلمان عورت پر حرام ہے کہ وہ عیسائی یا اس کے علاوہ کسی بھی (مذہب کے) کافر سے شادی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اور تم (اپنی عورتوں کو) مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو حتی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔'' (۱)

......(شیخ ابن جبرین)......

مسلمان عورت کافر سے شادی کیوں نہیں کرسکتی

سوال: مسلمان مردوں کے لیے تو غیر مسلم عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے' لیکن مسلمان عورتوں کے لیے غیر مسلم مردوں سے شادی کرنے کی اجازت کیوں نہیں؟

(۱) [البقرة: ۲۲۱]

جواب مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب میں سے ذمی عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی' لیکن ان کے علاوہ کسی اور (مذہب کی حامل) غیر مسلم عورت سے شادی کرنا جائز نہیں' اسی طرح اہل کتاب کی بھی صرف اس عورت سے شادی کی اجازت دی گئی ہے جو عفیف و پاکدامن ہو اور جس سے نکاح کرنے میں دین وایمان کو کوئی خطرہ نہ ہو۔(۱)

جبکہ کسی بھی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم اور مشرک سے شادی کرے خواہ مرد کوئی بھی دین رکھتا ہو۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتیں نہ دو جب تک وہ ایمان نہیں لاتے' مومن غلام مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا ہی لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور اپنی بخشش کی طرف بلاتا ہے۔''(۲)

نیز یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ مرد طاقتور اور قوی ہے اور خاندان پر اسی کا رعب اور دبدبہ ہوتا ہے' بیوی اور اولاد پر اسی کا حکم چلتا ہے' تو اس میں کوئی دانشمندی نہیں کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر مرد سے شادی کرے جو اس مسلمان عورت اور اس کی اولاد پر حکم چلاتا پھرے اور پھر بات یہیں تک نہیں رہے گی بلکہ اس سے بھی خطرناک حد تک جا پہنچے گی جس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مسلمان عورت اور اس کی اولاد کو دین اسلام سے ہی منحرف کر دے اور اپنی اولاد کو بھی کفر کی تربیت دے۔

......(شیخ سعد الحمید)......

عیسائی مرد سے شادی کرنے والی مسلمان عورت کی سزا

سوال عیسائی مرد سے شادی کرنے والی عورت کی سزا کیا ہے' ایسا کتنی بار ہوا اور کس ملک میں؟

جواب کسی مسلمان عورت کے لیے کافر سے شادی کرنا حلال نہیں خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی یا بت پرست۔اس لیے کہ عورت پر مرد کو حکمرانی حاصل ہے اور مسلمان عورت پر کسی کافر کو حکمرانی حاصل نہیں ہونی چاہیے۔کیونکہ دین اسلام ہی دین حق ہے اور باقی سب ادیان باطل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور تم مشرک مردوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہیں لے آتے۔''

(۱) [دیکھئے: المائدۃ : ۵]

(۲) [البقرہ : ۲۲۱]

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر کوئی راہ نہیں بنائی۔''

نیز نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''اسلام بلندی والا دین ہے اور اس پر کوئی اور دین بلند نہیں ہوسکتا۔''(۱)

اور جب کوئی مسلمان عورت یہ جانتے ہوئے کہ کافر کے ساتھ نکاح حرام ہے' پھر بھی اس سے نکاح کرتی ہے تو وہ زانیہ ہوگی اور اس کی سزا زنا کی حد ہے' لیکن اگر اسے اس حکم کا علم نہیں تو پھر وہ معذور ہے اور اس کا عذر قابل قبول ہوگا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان فوری طور پر علیحدگی کرادی جائے گی جس میں طلاق کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے کہ ان کا نکاح ہی باطل ہے اور جب نکاح ہوا ہی نہیں تو پھر طلاق کیسی؟

اس بنا پر اس مسلمان عورت کو' جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت دی اور مسلمان بنا کر عزت وتکریم سے نوازا' اور اس کے ولی کو چاہیے کہ اس (کافر سے نکاح) سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی بھی پاسداری کریں اور اسلام کی عزت کو ہی عزت سمجھیں۔

......(شیخ عبدالکریم)......

بے نماز مرد کا بے نماز عورت سے نکاح

سوال ایک آدمی بے نماز ہے اور اس نے بے نماز عورت سے ہی نکاح کرلیا ہے تو اس کا اسلام میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیں تو وہ اپنے نکاح پر باقی رہیں گے اور اگر ان دونوں میں سے صرف ایک توبہ کرے تو ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی' ہاں اگر عدت پوری ہونے تک ان میں سے بے نماز توبہ کرلے (تو وہ اپنے پہلے نکاح پر ہی اکٹھے ہوجائیں گے)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

نصرانی عورت سے شادی کے بعد اسے قبول اسلام پر مجبور کرنا

سوال میں ایک نصرانی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے اسلام قبول کرنے کا کہا تو اس نے صاف انکار کردیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ مستقبل میں بھی اسلام قبول نہیں کرے گی۔ پھر میں نے اپنے بعض

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۲۷۷۸)]

ساتھیوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ شادی کر لو پھر شادی کے بعد اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا۔ مجھے بتائیے کہ کیا ایسا کرنا میرے درست ہے۔ ورنہ مجھے اس صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب آپ نصرانی عورت سے شادی کر لیں تو پھر آپ اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں' ہدایت گمراہی سے واضح اور روشن ہو چکی ہے' اس لیے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا' جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔''(۱)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں'' یعنی تم کسی کو بھی دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے مجبور نہ کرو کیونکہ دین اسلام کے حق ہونے کے دلائل واضح اور ظاہر ہیں' جس میں کوئی ضرورت نہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے کسی پر بھی زبردستی کی جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جسے اسلام کی ہدایت نصیب فرما دی' اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا اور اس کی بصیرت کو روشن کر دیا وہ خود ہی دلیل کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا اور اس کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دی اس کا مجبوراً اسلام میں داخل ہونا بھی کوئی فائدہ نہیں دے گا' اس آیت کا سبب نزول اگرچہ خاص ہے کہ یہ کچھ انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم عام ہے۔(۲)

معلوم ہوا کہ شادی کے بعد آپ کا اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا درست نہیں۔ البتہ شادی سے پہلے ہماری آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ اس سے شادی نہ کریں' اسے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ آپ کے دل کو اس سے بہتر اور اچھی عورت کی طرف مائل کر دے۔ جب اسے اللہ تعالیٰ کے لیے ترک کیا جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ ضرور اس کا نعم البدل بھی عطا فرمائیں گے کیونکہ حدیث میں موجود ہے کہ ''جو بھی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے

(۱) [البقرة: ۲۵٦]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۱/۱)]

لیے ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔'' (واللہ علم)

......(شیخ محمد المنجد)......

سوتیلی والدہ کی پہلے خاوند سے جو بیٹی ہے اس سے شادی کرنا

سوال کیا میرے لیے اپنے والد کی بیوی کی بیٹی (جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہے) سے شادی کرنا جائز ہے جسے میرے والد نے اپنی گود میں پالا ہے' مجھے اس میں کچھ حرج محسوس ہوتا ہے کیونکہ وہ میرے والد کی بیوی کی بیٹی ہے' اگر ہم شادی کر لیں اور بچے پیدا ہوں تو کیا حکم ہوگا' کیا ایسا کوئی واقعہ سلف صالحین کے دور میں ملتا ہے؟

جواب آپ کی سوتیلی والدہ کی پہلے خاوند سے جو بیٹی ہے اسے آپ کے والد کی ربیبہ کہا جائے گا' اس لڑکی کی والدہ سے جب آپ کے والد نے شادی کر لی اور ہم بستری بھی کر لی تو یہ لڑکی صرف آپ کے والد پر حرام ہوگی' خواہ اس نے اس لڑکی کی پرورش کی ہو یا نہ کی ہو۔

سلف اور خلف میں سے جمہور علمائے کرام اور ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے اور اللہ تعالیٰ نے جب حرام کردہ عورتوں کا ذکر کیا تو فرمایا:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَائُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ' اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَ مَقْتًا وَ سَاءَ سَبِيْلًا ' حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَ بَنَاتُكُمْ وَ أَخَوَاتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَ بَنَاتُ الْاُخْتِ وَ أُمَّهَاتُكُمُ اللّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَ أَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ أُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَ رَبَائِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ' وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ' اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ' وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ' كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ' وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَالِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ﴾

''ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا ہے' یہ بے حیائی کا کام اور بغض کا سبب ہے اور بڑی بری راہ ہے۔ حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں' تمہاری لڑکیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' بھائی کی لڑکیاں' بہن کی لڑکیاں' تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے' تمہاری دودھ شریک بہنیں' تمہاری ساس' تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں

سے جن سے تم دخول کر چکے ہو' ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر گناہ نہیں' تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں' تمہارا دو بہنوں کو جمع کر لینا' ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اور شوہر والی عورتیں الا کہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔"(۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ربیبہ آپ پر حرام نہیں کیونکہ وہ آپ کے والد کی بیوی کی وہ بیٹی ہے جو اس کے پہلے خاوند سے ہے اور آپ سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لیے آپ اس سے بغیر کسی حرج کے شادی کر سکتے ہیں۔

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے جب والد کی بیوی کی بیٹی سے شادی کے متعلق سوال کیا گیا تو کمیٹی نے جواب دیا:

مذکورہ بچے کے لیے اس لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے خواہ اس کے والد نے اس لڑکی کی والدہ سے شادی ہی کی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"اور اس کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔"

اور مذکورہ (ربیبہ) لڑکی ان عورتوں میں شامل نہیں جو اس سے پہلی آیت میں بالنص (حرام) ذکر کی گئی ہیں اور نہ ہی اس کی حرمت کا سنتِ نبویہ میں کوئی ذکر ملتا ہے۔(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

بھتیجی سے نکاح کا حکم

سوال کیا اپنے بھائی کی بیٹی (یعنی بھتیجی) سے شادی کرنا جائز ہے؟

جواب کسی بھی بھائی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیٹی سے شادی کرے کیونکہ وہ ان حرام رشتوں میں سے ہے جن کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نص بیان کی ہے' فرمایا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ ...... وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ﴾

"حرام کر دی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں' تمہاری بیٹیاں ...... تمہارے بھائی کی بیٹیاں (بھتیجیاں) اور

(۱) [البقرة : ۲۲۔ ۲٤]

(۲) [مزید دیکھئے: الفتاوی الجامعة للمرأة المسلمة (۲/ ۶۰۰)]

تمہاری بہن کی بیٹیاں (بھانجیاں)۔''(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اپنے بھتیجے کی بیٹیوں سے نکاح کا حکم

سوال میرا ایک بھائی ہے' اس کا ایک بیٹا ہے اور اس بیٹے کی کچھ بیٹیاں ہیں اور میں (اس کی) ایک بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو کیا میرے لیے اس سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

جواب آپ کا مذکورہ بھائی خواہ سگا ہو یا باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو یا رضاعی ہو' آپ پر حرام ہے کہ آپ اس کی کسی بیٹی سے یا اس کے بیٹے کی بیٹی سے یا اس سے بھی نیچے تک (یعنی بیٹے کی بیٹی کی بیٹی وغیرہ) کسی سے نکاح کریں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ ...... وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَ أَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ ﴾

''حرام کر دی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں' تمہاری بیٹیاں ......تمہارے بھائی کی بیٹیاں (بھتیجیاں)' تمہاری بہن کی بیٹیاں (بھانجیاں)' تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں۔''(۲)

اور حدیث میں ہے کہ

﴿ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ ﴾

''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔''(۳)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کافر کا مسلمان عورت سے نکاح کے بعد قبول اسلام

سوال ایک ہندو نے مسلمان بیوہ سے شادی کی اور کچھ سال بعد بیوی کے حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے اسلام

---

(۱) [النساء : ۲۳]

(۲) [النساء : ۲۳]

(۳) [**صحیح** : ارواء الغلیل (۱۸۷۶) صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (۱۹۳۷) کتاب النکاح : باب یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ' صحیح نسائی ' نسائی (۳۳۰۱) کتاب النکاح : باب ما یحرم من الرضاع ' غایة المرام (۲۲۰)]

قبول کر لیا تو کیا انہیں دوبارہ نکاح کرنا ہو گا یا پہلا نکاح ہی قائم ہے؟

جواب مسلمان عورت کا کسی بھی کافر شخص سے نکاح کرنا شرعی طور پر باطل اور حرام ہے اور ان کے آپس کے تعلقات بھی زنا شمار ہوں گے' اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ان پر واجب ہے کہ وہ علیحدگی اختیار کر لیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ﴾

''اور مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتیں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہیں لاتے' ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا ہی کیوں نہ لگے' یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور اپنی بخشش کی طرف بلاتا ہے۔''(۱)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مسلمان عورت کے حلال نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ﴾

''نہ تو وہ (مسلمان عورتیں) ان (کافر مردوں) کے لیے حلال ہیں اور نہ ہی وہ (کافر مرد) ان (مسلمان عورتوں) کے لیے حلال ہیں۔''(۲)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ مشرک مرد مسلمان عورت سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں اسلام کی پستی و توہین ہے۔(۳)

اور جب (کافر) شخص اسلام قبول کر لے (جیسا کہ سوال میں بھی ہے) تو اسے چاہیے کہ دوبارہ نکاح کرے کیونکہ اس کا پہلا نکاح تو باطل تھا اور اس کا شریعت اسلامیہ میں کوئی اعتبار نہیں۔ شیخ عطیہ محمد سالمؒ اضواء البیان کی تکمیل میں کہتے ہیں:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی کافرہ عورت مسلمان مرد کے لیے کیوں حلال ہے اور مسلمان عورت اہل کتاب کافر کے لیے کیوں حلال نہیں کی گئی' اس کا جواب دو لحاظ سے دیا جاتا ہے:

---

(۱) [البقرة: ۲۲۱]

(۲) [الممتحنة: ۱۰]

(۳) [دیکھئے: الجامع الأحكام القرآن (۷۲/۳)]

اولاً اسلام بلندی والا دین ہے اور اس پر کوئی اور غالب نہیں آ سکتا اور شادی میں مرد کو عورت پر فوقیت اور سربراہی حاصل ہے کیونکہ مرد میں رجولیت پائی جاتی ہے اور پھر یہ ہو سکتا ہے کہ مرد اپنی بیوی پر اثر انداز ہو جس کی بنا پر عورت اپنے دین پر عمل نہ کر سکے اور اس کے واجبات کی ادائیگی نہ کر پائے اور اس کی وجہ سے وہ مکمل طور پر ہی دین کو چھوڑ دے اور اسی طرح اولاد بھی دین میں اپنے والد کے تابع ہو گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام ایک شامل اور کامل دین ہے لیکن اس کے علاوہ باقی ادیان ناقص ہیں اور اس پر ہی اجتماعیت کی بنیاد ہے جو خاندان کی طبیعت اور حسن معاشرت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے' وہ اس طرح کہ جب مسلمان شخص کسی کتابی لڑکی سے شادی کرے گا تو مسلمان اس لڑکی کی کتاب اور رسول پر ایمان رکھتا ہے' اس طرح وہ اس کے دین پر مجمل ایمان رکھنے کی بنا پر اس کے دین اور مبادیات کا احترام کرے گا جو کہ آپس میں تفاہم اور سمجھنے اور سمجھانے کا ذریعہ ہے اور اس طرح وہ عورت اپنی کتاب کی وجہ سے اسلام قبول کر لے گی۔ لیکن اگر اہل کتاب کے کسی کافر نے مسلمان عورت سے شادی کی جو عورت کے دین پر ایمان ہی نہیں رکھتا' تو اس سے عورت اپنے دین اور اس کی مبادیات کا احترام نہیں پائے گی' اس طرح نہ تو ان کی آپس میں بن پائے گی اور نہ ہی تفاہم اختیار کر سکیں گے کیونکہ وہ تو اس کے دین پر مکمل طور پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ یوں اس شادی کی مکمل طور پر ضرورت ہی نہیں رہ جاتی جس وجہ سے اسے ابتدائی طور پر ہی منع کر دیا گیا ہے۔ (۱)

لہٰذا ایسی صورت میں دوبارہ نکاح کیا جائے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

جس سے شادی کا ارادہ ہے اس کے مسلمان ہونے کا یقین کیسے کیا جائے؟

سوال میں ایک قبولِ اسلام کا ارادہ رکھنے والے غیر مسلم سے محبت کرتی ہوں' لیکن اگر وہ دل سے اسلام قبول نہ کرے تو اس کا یہ اسلام مقبول ہوگا' مجھے علم ہے کہ میرے والدین اسے قبول نہیں کریں گے کیونکہ اس کے والدین میں ایک سفید فام اور دوسرا سیاہ فام ہے۔ میں اپنے والدین کو کھونا نہیں چاہتی' اور پھر یہ بھی ہے کہ اگر وہ شخص اسلام قبول بھی کر لے تو مجھے اس کا کس طرح علم ہو گا کہ وہ اسلام پر ہی عمل پیرا رہے گا اور مرتد نہیں ہو گا؟

جواب ① اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے اور اسلام پر ثابت قدم رکھے۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ کسی

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے : أضواء البیان (۸/۱٦٤۔۱٦٥)]

مسلمان کے لیے کافر سے محبت کرنا حلال نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

''آپ اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے کے عزیز ورشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔''(۱)

② آپ کی یہ بات کہ آپ اس سے محبت رکھتی ہیں درست نہیں' بلکہ آپ پر ضروری ہے کہ آپ اس محبت کو اللہ تعالیٰ کے لیے ترک کر دیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کو ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

جب یہ نوجوان اسلام کا اظہار کرے اور آپ کو اس کے اسلام میں سچائی محسوس نہ ہو تو آپ اس کا امتحان لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو' دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو' یہ اُن کے لیے حلال نہیں اور نہ ہی وہ ان کے لیے حلال ہیں۔''(۲)

اور اس کا امتحان اس طرح ہو گا کہ آپ اس سے اللہ تعالیٰ' اس کے دین اور اس کے رسول کے بارے میں سوال کریں اور اسی طرح اس کے (اسلام سے پہلے) اپنے دین کے بارے میں بھی کہ آیا اس نے اسے ترک کیا ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے اسلام کا یقین اس کی عبادات سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ان پر کتنا عمل پیرا ہے؟ مثلاً وہ نماز کی ادائیگی کرتا ہے کہ نہیں اور خاص کر اگر کوئی قریب ہی مسجد ہے تو وہاں جا کر نماز ادا کرتا ہے کہ نہیں اور اسی طرح روزے رکھتا ہے کہ نہیں؟

جب کوئی شخص صحیح اور سچا اسلام قبول کر لے تو اس کے معاملات سے بھی اسلام جھلکتا اور ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ حلال وحرام کے بارے میں سوالات کا اہتمام کرتا ہے اور جب ایک شخص ابھی نیا مسلمان ہوا ہو تو وہ اس کا زیادہ خیال کرے گا۔ اسی طرح اس میں کفریہ شعار پائے جاتے تھے وہ انہیں تبدیل کر دے گا اور جتنی بھی منکرات اور غلط کام ہیں وہ انہیں ترک کرنے کی کوشش کرے گا اور ایامِ جاہلیت میں جن جن گناہوں کا بھی ارتکاب کرتا رہا ہے وہ انہیں بھی ترک کر دے گا۔ اس طرح اسلام قبول کرنے والے کے

(۱) [المجادلۃ : ۲۲]

(۲) [الممتحنۃ : ۱۰]

اسلام کا پتہ چل سکتا ہے اور جب وہ کفر سے کراہت کرنے لگے تو اس کے حسن اسلام کا بھی علم ہو جائے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جس میں بھی تین خصلتیں پائی جائیں وہ ایمان کی مٹھاس حاصل کرتا ہے' جسے اللہ اور اس کا رسول ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو' جو کسی بندے سے محبت کرے اور اس کی یہ محبت صرف اللہ کے لیے ہو اور جس طرح کوئی آگ میں جانا ناپسند کرتا ہے اسی طرح دوبارہ کفر میں جانا ناپسند کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کفر سے نجات دی ہے۔'' (۱)

ہم اس کی تاکید کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت کو کسی بھی قسم کے حرام تعلقات نہیں رکھنا چاہییں' اس لیے کہ کسی بھی مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ ایسا کرے اور کسی اجنبی شخص سے تنہائی اختیار کرتی پھرے' اس سے بوس و کنار کرے اور وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں وغیرہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے لیے بھلائی اختیار کرے اور اسے آپ کے مقدر میں کرے اور آپ کی ہر شر و برائی سے حفاظت فرمائے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

والد کی غیر مدخولہ مطلقہ بیوی سے نکاح کا حکم

سوال میرے والد نے ایک عورت سے نکاح کیا لیکن اس سے ہم بستری سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی تو کیا میرے لیے اس عورت سے شادی کرنا جائز ہے؟

جواب وہ عورت جس سے آپ کے والد نے نکاح کر لیا اور پھر ہم بستری سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی' آپ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور آپ کی محرم رشتہ دار بن چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَاءُ كُمْ مِّنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ' اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيْلًا ﴾

''ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا ہے' یہ بے حیائی کا کام اور بغض کا سبب ہے اور بڑی بری راہ ہے۔'' (۲)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

(۱) [بخاری (۲۱) کتاب الایمان : باب من کرہ أن یعود فی الکفر]

(۲) [النساء : ۲۳]

بیٹے کی غیر مدخولہ مطلقہ بیوی سے نکاح کا حکم

سوال: کیا والد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرے جبکہ اس نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو؟

جواب: جب بیٹا کسی عورت سے شادی کر لے تو وہ باپ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے خواہ وہ نسبی بیٹا ہو یا رضاعی اور خواہ اس (بیٹے) نے اپنی بیوی سے ہم بستری یا خلوت بھی نہ کی ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ﴾

''اور (حرام ہیں تم پر) تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں۔''(۱)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔''(۲)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

نئے مسلمان ہونے والے شخص کے لیے شادی کیسے ممکن ہے؟

سوال: مجھے آپ کی نصیحت کی ضرورت ہے' میں پانچ برس قبل مسلمان ہوا ہوں۔ میرا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور پانچوں نمازیں پڑھتا اور رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہوں اور شادی کے لیے لڑکی تلاش کر رہا ہوں۔ لیکن جب میں نے اپنی پسند کی لڑکی دیکھی تو وہ میری برادری کی نہیں تھی' اس لیے اس کے گھر والے اس کی میرے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتے۔

مذکورہ لڑکی اسلامی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہے اور اصلاً برصغیر سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ایشیائی لڑکی ہے۔ یہ معروف ہے کہ ان ممالک کے لوگ اپنے بچوں کی شادی بالخصوص لڑکیوں کی غیر برادری میں نہیں کرتے کیونکہ ان کی ثقافت مختلف ہوتی ہے' اگرچہ لڑکا کتنا ہی دین دار کیوں نہ ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ میری اس لڑکی سے شادی نہیں ہو سکی کیونکہ میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور اس علاقے میں بسنے والے صحیح اور مستقیم قسم کے مسلمانوں کی اکثریت بھی برصغیر کے مسلمانوں کی ہی ہے' یہاں پر میرا مندرجہ ذیل سوال ہے:

(۱) [النساء: ۲۳]

(۲) [صحيح: ارواء الغليل (۱۸۷۶) ابن ماجه (۱۹۳۷)]

(1) میرے جیسے ایک نئے مسلمان کے لیے شادی کرنا کیسے ممکن ہے؟

(2) کیا جو شخص اسلام میں داخل ہوا ہے وہ اسی عورت سے شادی کر سکتا ہے جس نے نیا اسلام قبول کیا ہو اور کیا اسلامی ثقافت میں اس طرح کے فرق کی کوئی اساس پائی جاتی ہے؟

جواب گزارش ہے کہ آپ کے اسلام میں داخل ہونے سے آپ مسلمانوں کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔اس طرح جو حقوق مسلمانوں کے ہیں وہی آپ کے ہیں اور جو چیز ان پر واجب ہوتی ہے وہی آپ پر بھی واجب ہوتی ہے۔لہٰذا اب آپ پر ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کے لیے کوئی اچھی سی دین دار عورت تلاش کر کے شادی کر لیں۔جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''تیرے ہاتھ خاک میں ملیں دین والی عورت کو اختیار کر۔''(۱)

خواہ یہ عورت ایک نئی مسلمان ہو یا پھر خاندانی طور پر پہلے سے ہی مسلمان ہو۔اس میں اہم چیز یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونی چاہیے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔پھر دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ کسی دین والی لڑکی کو شادی کا پیغام بھیجیں اور وہ قبول نہ کرے یا اس کے گھر والے شادی کرنے سے انکار کر دیں تو آپ صبر وتحمل سے کام لیں اور تلاش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ وہ آپ کو نیک اور صالحہ بیوی عطا فرمائے' جو آپ کے لیے اپنے پروردگار کی اطاعت میں معاون ومددگار ثابت ہو۔

اور جس تفریق کے بارے میں آپ نے اشارہ کیا ہے اس کے متعلق اسلام میں ایسی کوئی چیز نہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہارے کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ہاں تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے' یقین جانو اللہ تعالیٰ بڑا دانا اور باخبر ہے۔''(۲)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے' خبردار! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ

---

(۱) [بخاری (۵۰۹۰) کتاب النکاح: باب الإکفاء فی الدین' مسلم (۱٤٦٦) کتاب الرضاع: باب استحباب نکاح ذات الدین' أحمد (٤٢٨/٢) دارمی (۱۳۳/۲) ابو داود (۲۰٤۷) کتاب النکاح: باب ما یؤمر به من تزویج ذات الدین' ابن ماجة (۱۸۵۸) کتاب النکاح: باب تزویج ذوات الدین' أبو یعلی (٦٥٧٨) الحلیة لأبی نعیم (۳۸۳/۸) دارقطنی (۳۰۲/۳)]

(۲) [الحجرات: ۱۳]

ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ ہی کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت ہے لیکن صرف تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت حاصل ہے۔'' (۱)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے آباؤ اجداد میں فخر کرنے والے لوگ باز آجائیں ...... یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی ناک سے گندگی دھکیلنے والے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آباؤ اجداد میں جاہلیت کے تکبر وفخر کو ختم کر دیا ہے۔ یا تو وہ مومن متقی ہے یا پھر فاجر اور لوگوں میں سب سے بدبخت' سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔'' (۲)

مذکورہ دلائل سے آپ کے سامنے بالکل اچھی طرح یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ اسلام مسلمانوں میں فرق نہیں کرنا چاہتا' وہ زمین کے کسی بھی ٹکڑے میں بسنے والا ہی کیوں نہ ہو' اس کا رنگ ونسل کوئی بھی ہو یا پھر مالدار اور غنی ہی کیوں نہ ہو بلکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت کا معیار تو تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ بلکہ شریعتِ اسلامیہ میں تو عورت کے ولی کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب اس کے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق اچھا ہو اور عورت کے بارے میں وہ امین ہو تو اسے اس کے ساتھ شادی کر دینے میں جلدی کرنی چاہیے اور اس رشتہ کو رد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (۳)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی شادی ایسی عورت سے کرنے میں آسانی پیدا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں آپ کا تعاون کرنے والی ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ سعد الحمید)......

کافر لڑکی سے بار بار زنا' پھر اس کے قبول اسلام پر اس سے شادی کا حکم

سوال میں مسلمان ہوں اور تقریباً پانچ برس سے یورپ میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں' دورانِ تعلیم میری ایک بدکار

(۱) [صحیح : غایة المرام (۳۱۳) مسند احمد (۴۱۱/۵)]

(۲) [صحیح . صحیح ترمذی (۳۱۰۰) ترمذی (۳۸۹۰) غایة المرام (۳۱۲)]

(۳) [حسن ارواء الغلل (۱۸٦۸) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

لڑکی سے ملاقات ہوئی اور دو برس تک ہماری محبت چلتی رہی۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس سے میں کئی بار زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔ اب کچھ ماہ قبل اس لڑکی نے اسلام قبول کر لیا ہے' میری خواہش ہے کہ میں اس سے شرعی طریقہ پر شادی کر لوں۔ تو کیا اس سے میری شادی جائز ہے اور کیا اس کے لیے کوئی خاص اُمور پر عمل کرنا ہوگا؟

جواب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ﴾

''زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت ہی بری راہ ہے۔'' (۱)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو زنا کے قریب جانے سے بھی منع فرما رہے ہیں بلکہ اس کے اسباب کے بھی قریب جانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ''اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کیونکہ یہ بڑی بے حیائی اور فحش کام ہے'' یعنی بہت ہی بڑا اور عظیم گناہ ہے۔ ''اور بہت ہی بری راہ ہے'' یعنی یہ طریقہ اور راستہ بہت ہی برا ہے۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ صحابہ کرام نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ سوال نہ کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میرے قریب آجاؤ تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو اپنی ماں کے لیے زنا پسند کرے گا (کہ کوئی اس کے ساتھ زنا کرے)۔ وہ نوجوان کہنے لگا' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تو اپنی بیٹی کے لیے اسے پسند کرے گا؟ وہ نوجوان کہنے لگا' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے' اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تو اپنی بہن کے لیے اسے پسند کرے گا؟ وہ کہنے لگا' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے' اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔

(۱) [الاسراء : ۳۲]

پھر آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تو اپنی پھوپھی کے لیے اسے پسند کرے گا؟ اس نے کہا' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کردے' اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تو اپنی خالہ کے لیے اسے پسند کرے گا؟ اس نے کہا' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے' اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف کر دے اور اس کے دل کو پاک صاف کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما' اسے عفت وعصمت والا بنا دے۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد وہ نوجوان اس کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوا۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام کیا ہو اسے حق کے سوا قتل نہیں کرتے اور نہ ہی وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو بھی یہ کام کرے گا وہ اپنے اوپر سخت قسم کا وبال لائے گا۔ اسے روزِ قیامت دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ بجالائیں۔ ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک اعمال کرے تو وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔''(۲)

زانی شخص زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرسکتا لیکن جب وہ دونوں اپنے اس فعل سے توبہ کرلیں تو پھر ان کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے کیونکہ توبہ کی وجہ سے وہ زانی نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''زانی مرد زانیہ یا مشرکہ عورت کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کرتا اور زانیہ عورت بھی زانی یا مشرک مرد کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کرتی اور یہ ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔''(۳)

اس لیے آپ کو اپنے اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرنی چاہیے اور اس کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے آپ توبہ کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ بجالائیں۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ معاف کر

(۱) [مسند احمد (۲۱۷۰۸)]

(۲) [الفرقان: ۶۸۔۷۱]

(۳) [النور: ۳]

دے۔ تو جب آپ سچی توبہ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تو اس کے بعد اس عورت سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

ایسی عورتیں جن سے بعض اوقات شادی جائز اور بعض اوقات ناجائز ہے

سوال کیا اسلام میں کچھ ایسی حالتیں ہیں کہ کسی عورت سے ایک حالت میں تو شادی کرنا جائز ہو لیکن اسی عورت سے دوسری حالت میں شادی کرنا منع ہو؟

جواب جی ہاں ایسی حالتیں موجود ہیں جن کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

① کسی دوسرے کی عدت بسر کرنے والی عورت سے دورانِ عدت شادی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ﴾

''اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے عقدِ نکاح پختہ نہ کرو۔'' (۱)

اس میں حکمت یہ ہے کہ ہوسکتا ہے وہ عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہو جس کی بنا پر نطفے میں اختلاط اور نسب میں شبہ ہونے کا خدشہ پیدا ہو جائے۔

② جب کسی عورت کے زانی ہونے کا علم ہو جائے تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ لیکن جب وہ توبہ کر لے اور اس کی عدت پوری ہو جائے تو پھر اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

''زانیہ عورت سے زانی یا مشرک مرد کے علاوہ کوئی اور نکاح نہیں کرتا اور مومنوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔'' (۲)

③ مرد پر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس سے دوبارہ شادی کرنا حرام ہے لیکن یہ نکاح اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ کسی دوسرے مرد سے صحیح نکاح کرے اور وہ مرد اسے اپنی مرضی سے جب چاہے طلاق دے تو پھر یہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(۱) [البقرة: ۲۳۵]

(۲) [النور: ۳]

﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾

''طلاقیں دو مرتبہ ہیں' پھر یا تو اچھائی سے روکنا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''(۱)

اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا:

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ' فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ﴾

''پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب (وہ عورت) اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اس کے سوا کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے' پھر اگر وہ بھی (کبھی اپنی مرضی سے) طلاق دے دے تو ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔''(۲)

④ احرام والی عورت سے بھی نکاح حرام ہے لیکن جب وہ احرام کھول دے تو پھر اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔

⑤ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا بھی حرام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ﴾

''اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو۔''(۳)

اور اسی طرح بیوی اور اس کی پھوپھی یا بیوی اور اس کی خالہ کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسی عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا جس کی پھوپھی یا خالہ اس کے نکاح میں ہو۔''(٤)

(۱) [البقرة: ۲۲۹]

(۲) [البقرة: ۲۳۰]

(۳) [النساء: ۲۳]

(٤) [بخاری (۵۱۰۸) كتاب النكاح: باب لا تنكح المرأة على عمتها 'مسلم (۱٤۰۸) كتاب النكاح: باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها في النكاح 'ابو داود (۲۰٦٦) كتاب النكاح: باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء 'ابن ماجه (۱۹۲۹) كتاب النكاح: باب لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها 'نسائی (۳۲۸۹) وفي السنن الكبرى (۵٤۱۹) ابن حبان (٤۱۱۳) شرح السنة للبغوی (۲۲۷۷) بیهقی (۱٦۵/۷) مؤطا (۱۱۲۹) كتاب النكاح: باب ما لا يجمع بينه من النساء]

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کرو گے۔ کیونکہ سوکنوں کے درمیان غیرت اور رقابت پائی جاتی ہے اس لیے جب ایک دوسری کی قریبی رشتہ دار ہو گی تو ان دونوں کے درمیان قطع رحمی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن جب خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو پھر اس کے لیے سالی اور بیوی کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کرنا حلال ہو گا کیونکہ اس وقت ممانعت ہی باقی نہیں رہی۔

⑥ بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کو نکاح میں رکھنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾

''اگر تمہیں خدشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو' دو دو' تین تین اور چار چار سے۔ لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

چار سے زیادہ عورتوں سے شادی

سوال کیا کوئی شخص چار سے زیادہ عورتیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

جواب آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ بیک وقت ایک سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھے لیکن ایک سے زیادہ کی حد چار ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ، ذَالِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا ﴾

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو' دو دو' تین تین' چار چار سے' لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی' یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔''(۲)

(۱) [النساء : ۳]
(۲) [النساء : ۳]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے کہ خواہ وہ دو شادیاں کرے' تین کرے یا چار' بشرطیکہ اسے کسی پر ظلم کا خدشہ نہ ہو' لیکن اللہ تعالیٰ نے چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دی اور شرمگاہوں کے بارے میں اصل حرمت ہی ہے لہٰذا صرف اتنی ہی جائز ہوں گی جتنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیک وقت چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں دی' اس لیے جو بھی چار سے زیادہ ہوں گی ان کی اصل تحریم ہی ہے۔

اسی طرح یہ بات مختلف احادیث سے بھی ثابت ہے اور صحابہ کرام' ائمہ اربعہ اور تمام اہل سنت والجماعت کا قولاً اور عملاً اجماع ہے کہ کسی بھی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے نکاح میں چار سے زیادہ عورتوں کو رکھے سوائے نبی کریم ﷺ کے' اور جو بھی چار سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھے گا وہ کتاب وسنت کا مخالف ہوگا۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کسی بوڑھی عورت کو سہارا دینے کے لیے پانچویں شادی

سوال اگر کوئی عورت بوڑھی ہو اور اسے بڑھاپے کی وجہ سے مردوں کی ضرورت یا رغبت ہی نہ ہو تو کیا کوئی شخص چار بیویاں ہونے کے باوجود صرف اس کی کفالت کی نیت سے اس کے ساتھ شادی کر سکتا ہے؟

جواب مسلمان پر پانچویں عورت سے شادی حرام ہے خواہ وہ نا امید ہو یا نا امید نہ ہو' نکاح کی خواہش رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو' جیسا کہ شرعی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

شہریت حاصل کرنے کے لیے شادی شدہ عورت سے شادی

سوال میں نے اپنی بیوی سے اسلامی طریقے کے مطابق شادی کی اور میرے بھائی نے شہریت حاصل کرنے کے لیے اس سے کاغذی نکاح کر لیا۔ میری بیوی کو خدشہ ہے کہ کہیں یہ حرام نہ ہو' ہم ہر وقت اسی بارے میں مناقشہ کرتے رہتے ہیں۔ میری بیوی اس سلسلے میں بہت پریشان ہے۔ گزارش ہے کہ آپ اس مسئلے کی وضاحت کریں۔

جواب جب آپ کا نکاح شرعی شروط کے مطابق پہلے ہو چکا ہے تو پھر وہ بیوی آپ کی ہے اور آپ کے بھائی کا نکاح باطل ہے' جس کا شرعی لحاظ سے کوئی اعتبار نہیں۔ آپ کے بھائی پر واجب ہے کہ اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ کے

ہاں توبہ کرے اور آپ دونوں پر بھی واجب ہے کہ اگر آپ نے اس میں اس کا تعاون کیا ہے تو آپ دونوں بھی توبہ کریں۔ نیز آپ کی بیوی کو مطمئن رہنا چاہیے کہ جب شرعی شروط کے ساتھ آپ دونوں کا نکاح ہوا ہے تو آپ کا نکاح صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی رہنمائی کرنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

بہنوئی کی بیٹی سے شادی

سوال کیا میرے لیے بہنوئی کی بیٹی سے شادی کرنا جائز ہے' آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ وہ میری بہن کی بیٹی نہیں (یعنی وہ بہنوئی کی پہلی بیوی سے پیدا شدہ ہے)؟

جواب اس سے نکاح جائز ہے کیونکہ وہ ان حرام کردہ عورتوں میں سے نہیں جنہیں مندرجہ ذیل آیت میں ذکر کیا گیا ہے:

''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں' تمہاری لڑکیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' بھائی کی لڑکیاں' بہن کی لڑکیاں' تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے' تمہاری دودھ شریک بہنیں' تمہاری ساس' تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو' ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر گناہ نہیں' تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں' تمہارا دو بہنوں کو جمع کر لینا' ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اور شوہر والی عورتیں الا کہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال کی گئی کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔''(۱)

مذکورہ آیت میں بہن کی بیٹیوں کو محرمات میں شامل کیا گیا ہے اور چونکہ سوال میں ذکر کی گئی لڑکی بہن کی بیٹی نہیں اس لیے اس سے شادی جائز ہے۔

......(شیخ عبدالکریم)......

مطلقہ بیوی کی بہن سے شادی

سوال کیا کسی شخص کے لیے پہلی بیوی کی بہن سے شادی کرنا جائز ہے' جبکہ پہلی کی عدت ختم ہو چکی ہو خواہ پہلی

(۱) [البقرة: ۲۳۔۲٤]

بیوی زندہ ہی ہو؟ اس لیے کہ منع تو دونوں بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ہے اور وہ ابھی تک زندہ ہے؟

جواب جی ہاں' سابقہ بیوی کی بہن سے شادی کرنا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ سابقہ بیوی کی عدت گزر چکی ہو' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور یہ (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو۔'' (۱)

عبیدہ سلمی کہتے ہیں کہ

صحابہ کرام کا کسی بھی چیز میں اس طرح اجماع نہیں جس طرح کہ ظہر سے قبل چار رکعتوں اور بہن کی عدت میں دوسری بہن سے شادی کی ممانعت میں اجماع پایا جاتا ہے۔

پس ممانعت صرف اس وقت ہے جب پہلی بیوی زوجیت میں ہو۔ لیکن اب جبکہ سابقہ بیوی کی عدت ختم ہو چکی ہے تو اس سے طلاق کی وجہ سے تعلق ختم ہو چکا ہے لہٰذا اس سے شادی کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ (۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

باپ کی طرف سے دو بہنوں سے بیک وقت شادی

سوال ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور ہر ایک سے ایک ایک بیٹی بھی ہے' تو کیا کسی کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ دونوں بیٹیوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرلے (یعنی والد ایک ہے اور والدہ مختلف)؟ مجھے یہ تو علم ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے تو کیا اس حالت میں کوئی اختلاف ہے؟

جواب ان دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں بھی بہنیں ہی ہیں اور ہر قسم کی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے خواہ وہ ایک باپ اور ماں سے ہوں' یا باپ کی طرف سے ہوں یا پھر صرف ماں کی طرف سے ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان کے عموم میں شامل ہیں:

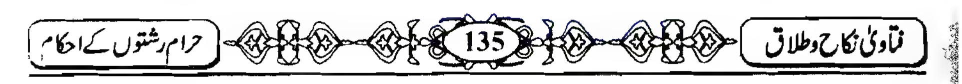
''اور (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (بیک وقت نکاح میں) جمع کرو۔'' (۳)

اور ایک حدیث میں ہے کہ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا' اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ان

(۱) [النساء: ۲۳]

(۲) [مزید دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (۶۸/۷-۶۹)]

(۳) [النساء: ۲۳]



دونوں میں سے جسے چاہے طلاق دے دے۔“(۱)

......(شیخ صالح فوزان)......

عورت اور اس کے باپ کی بیوی سے شادی

سوال: کیا میرے لیے بیوی اور اس کے والد کی بیوی (یعنی میری بیوی کے والد کی دوسری بیوی) کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؟

جواب: مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی اور سسر کی بیوی جبکہ وہ بیوی کی ماں (یعنی ساس) نہ ہو شادی کر لے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اس عورت (سسر کی بیوی) سے شادی کر لے اگر چہ اس کے خاوند کی بیٹی بھی اس کے پاس ہے۔اس لیے کہ ان دونوں بیویوں کے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں یعنی اس کی پہلی بیوی اور اس کے والد کی بیوی کے درمیان۔ بلکہ جو حرام ہے وہ یہ ہے کہ دو بہنوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کر لیا جائے یا پھر بیوی اور اس کی خالہ یا پھوپھی کو جمع کرنا حرام ہے۔اس کے علاوہ باقی سب حلال ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح میں حرام عورتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”اور ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو......“(۲)

اور ماں اور بیٹی کے مسئلے میں تفصیل ہے۔اگر تو بیٹی بیوی ہو تو اس کی ماں (یعنی ساس) صرف عقدِ نکاح کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور بیوی ماں ہے تو پھر اس میں تفصیل ہے کہ اگر تو خاوند نے اس سے دخول (یعنی جماع) کر لیا ہے تو اس صورت میں اس کی بیٹی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور اگر اس سے دخول نہیں کیا تو پھر (بیٹی) اس پر اس وقت تک حرام ہے جب تک اس کی ماں کو نہیں چھوڑتا۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

”اور (حرام ہے) تمہاری ساس‘ تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں‘ تمہاری ان عورتوں

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹٤۰) کتاب الطلاق : باب فی من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع ‘ ابو داود (۲۲٤۳) ترمذی (۱۱۳۰) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الرجل یسلم وعنده أختان ‘ ابن ماجه (۱۹۵۱) کتاب النکاح : باب الرجل یسلم وعنده أختان ‘ احمد (۲۳۲/٤)]

(۲) [النساء : ۲٤]

سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہیں کیا تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

پھوپھی اور بھتیجی سے شادی

سوال کیا میرے لیے اپنے چچازاد کی بیٹی سے شادی کرنا جائز ہے جبکہ اس کی بہن پہلے ہی میرے نکاح میں ہے؟

جواب آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ اپنے چچازاد کی بیٹی اور بہن کو ایک نکاح میں جمع کریں کیونکہ وہ (یعنی آپ کی بہن) اس (یعنی آپ کی بیٹی) کی پھوپھی ہے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسی عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا جس کی پھوپھی یا خالہ (پہلے ہی) آدمی کے نکاح میں ہو۔''(۲)

اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

چوتھی بیوی کی طلاق کی عدت میں پانچویں عورت سے شادی

سوال جب کسی کی چار بیویاں ہوں اور ایک کو طلاق دے تو کیا اس کی عدت میں کسی اور سے شادی کر سکتا ہے؟ جب اوپر والے سوال کا جواب یہ ہو کہ چوتھی کی عدت میں پانچویں سے شادی کرنا جائز نہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور کیا اس کی آخری شادی صحیح ہوگی اور اس کی تصحیح کے لیے قرآن وسنت کے مطابق کیا کرنا ہوگا؟

جواب اگر تو آپ نے اپنی چوتھی بیوی کو طلاقِ رجعی دی ہے یعنی یہ اس کی پہلی یا دوسری طلاق ہے تو علمائے کرام

---

(۱) [النساء : ۲۳]

(۲) [بخاری (۵۱۰۸) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها ' مسلم (۱۴۰۸) کتاب النکاح : باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها فی النکاح ' ابو داود (۲۰۶۶) کتاب النکاح : باب ما یکره أن یجمع بینهن من النساء ' ابن ماجه (۱۹۲۹) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ' نسائی (۳۲۸۹) وفی السنن الکبری (۵۴۱۹) ابن حبان (۴۱۱۳) شرح السنة للبغوی (۲۲۷۷) بیهقی (۱۶۵/۷) موطا (۱۱۲۹) کتاب النکاح : باب ما لا یجمع بینه من النساء]

کا اس پر اجماع ہے کہ عدت کے ختم ہونے تک رجعی طلاق والی عورت بیوی ہی شمار ہوگی۔(۱)

تو جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ ابھی تک آپ کی بیوی ہی ہے تو آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی آزاد شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھے (یعنی ایک ہی وقت میں وہ سب اس کے نکاح میں ہوں)۔اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث میں بھی ملتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' ان میں سے چار رکھ لو۔''(۲)

مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہوا کہ مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ طلاقِ رجعی کی حالت میں پانچویں سے شادی کرے' اس لیے کہ اس طرح وہ پانچ عورتوں کو جمع کرلے گا۔صحابہ کرام' ائمہ اربعہ اور سارے اہل سنت علماء کا قولی اور عملی اجماع ہے کہ کسی بھی مرد کے لیے اپنے نکاح میں چار بیویوں سے زیادہ رکھنا جائز نہیں' صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جلیل القدر تابعی عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کسی بھی چیز پر اس طرح متفق نہیں ہوئے جس طرح کہ ان کا ''چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح کی ممانعت اور بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کی ممانعت'' پر اتفاق ہے۔(۳)

پس جو بھی اس کی مخالفت کرتے ہوئے چار بیویوں سے زیادہ جمع کرتا ہے اس نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور اہل سنت والجماعت سے علیحدگی اختیار کرلی۔(٤)

اور اگر ایسا ہو جائے تو عقدِ نکاح باطل ہوگا اور آپ پر واجب ہے کہ آپ اس سے علیحدگی اختیار کرلیں حتی کہ طلاق شدہ بیوی کی عدت ختم ہو جائے اور اگر آپ نے اس پانچویں سے دخول بھی کرلیا ہے تو پھر آپ اسے مہر مثل

(۱) [دیکھیں : المغنی لابن قدامة (۱۰٤/۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۹۸۹) کتاب النکاح : باب الرجل یسلم وعنده أکثر من أربع نسوة' إرواء الغلیل (۱۸۸۳) ابن ماجة (۱۹۵۳) أحمد (۱٤/۲) ترمذی (۱۱۲۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة' ابن حبان (٤۱۵٦۔ الإحسان) حاکم (۱۹۲/۲) بیهقی (۱٤۹/۷) شرح السنة (۲۲۸۸) ابن أبی شیبة (۳۱۷/٤) ترتیب المسند للشافعی (۱٦/۲)]

(۳) [الفتاوی الکبری (۱۵٤/٤)]

(٤) [مزید دیکھئے : الفتاوی للمرأة المسلمة (٦٤۱/۲)]

دیں اور وہ بھی آپ سے مطلقہ کی عدت گزارے گی۔ پھر اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہیں تو مکمل شروط کے ساتھ اسے عقدِ نکاح میں لائیں۔

اگر آپ نے چوتھی کو طلاقِ بائنہ دی ہے (یعنی اس کی یہ طلاق تیسری طلاق تھی) تو پھر پانچویں سے نکاح کے جواز میں اہلِ علم میں اختلاف ہے۔ حنابلہ اور احناف کے ہاں یہ جائز نہیں اور فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن بازؒ نے بھی اسی کو راجح کہا ہے۔(۱)

لہٰذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو کہ طلاقِ رجعی میں گزر چکا ہے کہ اگر تیسری طلاق کی عدت ختم ہو جائے تو پھر آپ کے لیے پانچویں سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ (واللہ اعلم)

اور چوتھی بیوی کی وفات کی صورت میں یہ جائز ہے کہ اس کی وفات کے بعد پانچویں سے شادی کر لے کیونکہ اس حالت میں زوجیت قائم نہیں رہتی۔

......(شیخ محمد المنجد)......

منگیتر کی ماں سے شہوت کے ساتھ مصافحہ اور بیٹی کی حرمت

سوال میں جب اپنی ہونے والی بیوی کی والدہ سے شہوت کے ساتھ مصافحہ کرلوں (یعنی میرے ہاتھ نے اس کے ہاتھوں کو چھوایا اس کے برعکس اور اس سے شہوت پیدا ہوگئی) تو کیا اس وجہ سے اس کی بیٹی سے میرا نکاح تو حرام نہیں ہوگا؟

میں اس مسئلے کے بارے میں بہت جلد نصیحت کا محتاج ہوں' میں نوجوان ہوں اور اخلاقیات کا محتاج ہوں کیونکہ مجھے ہر وقت فاسد قسم کی سوچیں گھیرے رکھتی ہیں اور شہوت زیادہ ہے۔ میں اگر صرف کسی عورت کو دیکھ ہی لوں یا پھر اگر غلطی سے کوئی عورت مجھے چھولے تو میرے اندر شہوت پیدا ہو جاتی ہے۔

جواب آپ کا اپنی ہونے والی ساس کی طرف شہوت سے دیکھنا اس کی بیٹی سے نکاح میں مانع نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ بیٹی سے شادی کرنا اس وقت ممنوع ہوگا جب آپ اس کی ماں سے شادی کر کے اس سے دخول وہم بستری کرلیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

''اور (حرام ہیں) تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں سے جن

(۱) [دیکھیں: فتاوی الطلاق للشیخ ابن باز (۱/۲۷۸)]

سے تم دخول کر چکے ہو' ہاں اگر تم نے ان سے ہم بستری نہیں کی تو پھر (ان لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں۔''(۱)

میرے بھائی! لیکن میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خوف پیدا کریں اور نظر میں تساہل سے کام نہ لیں اس لیے کہ نظر کا معاملہ بہت ہی خطرناک ہے' یہ ایسے شر کا دروازہ ہے جس کی انتہا نہیں ملتی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نظر کے پیچھے دوسری نظر نہ دوڑا' پہلی نظر تو تیرے لیے ہے لیکن دوسری نظر تیرے خلاف ہے۔''(۲)

آپ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ جب بھی آپ کسی عورت کو دیکھیں شہوت آجاتی ہے' اس کا سبب ہر وقت جنسی معاملات کے متعلق سوچتے رہنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گندے اور فاسد وسائلِ اعلام اور ذرائع ابلاغ کا اس میں بہت بڑا دخل اور اثر ہے جو کہ آج کل گندی اور فحش فلموں' تصاویر اور عشق و محبت کا ملغوبہ بن چکے ہیں اور لوگوں کی شہوت کو انگیخت میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی چیزوں سے بچے اور پرہیز کرے۔اگرچہ اس کے لیے اپنی شہوت کو حلال طریقے سے پورا کرنے میں کوئی مانع نہیں لیکن انسان اپنی زندگی میں شہوت کو اوڑھنا بچھونا بنا لے اور ہر وقت اسی کے بارے میں سوچتا رہے یہ کسی بھی عقل مند کو زیب نہیں دیتا لہٰذا اس سے دور رہنا چاہیے۔

آپ کے لیے ضروری ہے کہ یہ اپنے علم میں رکھیں کہ اس دنیا میں کسی کا مستقل ٹھکانہ نہیں بلکہ یہ تو دار العمل ہے اور انسان کی حیثیت اس میں ایک اجنبی جیسی ہے۔آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان میں غور تو کریں جو کہ آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا جبکہ وہ ایک نوخیز جوان تھے:

''تم دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی ہو یا پھر کوئی مسافر۔''(۳)

آپ اپنی ہمت کو بلند کریں' جب آپ اپنی ہمت کو بلند رکھیں گے تو آپ کی یہ مشکل زائل ہو جائے گی جس سے آپ دوچار ہیں۔میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان پر عمل کریں:

---

(۱) [النساء: ۲۳]

(۲) [حسن: صحیح ترمذی' ترمذی (۲۷۷۷) کتاب الأدب: باب ما جاء فی نظرة الفجأة' ابو داود (۲۱٤۹) کتاب النکاح: باب ما یؤمر به من غض البصر' صحیح الجامع الصغیر (۷۹۵۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجه' ابن ماجه (٤۱۱٤) کتاب الزهد: باب مثل الدنیا' ترمذی (۲۳۳۳) کتاب الزهد: باب ما جاء فی قصر الأمل' صحیح الجامع الصغیر (٤۵۷۹) صحیح الترغیب (۳۳٤۱)]

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے اور جس میں اس کی طاقت نہیں وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کے لیے ڈھال ہیں۔''(۱)

......(شیخ عبدالکریم)......

زانی عورت سے شادی

سوال: میرے ہی شہر سے ایک بھائی نے مجھ سے رابطہ کیا' جس کے میری ایک رشتہ دار سے تعلقات بھی تھے (ان تعلقات کے بارے میں اس نے مجھے اب بتایا ہے' مجھے پہلے علم نہیں تھا)۔اس کا دعویٰ ہے کہ ان دونوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا' جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہو چکی تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ جتنی جلدی ہو سکتا شادی کر لیتا لیکن بالآخر اس لڑکی نے کسی اور شخص سے شادی کر لی۔اب وہ لڑکی یہیں ہے۔

جس بھائی نے مجھ سے رابطہ کیا تھا جب وہ اپنے سفر سے واپس آیا تو اس معاملے کو جان کر بہت پریشان ہوا' وہ یہ چاہتا تھا کہ میں اسے اس لڑکی کے ساتھ رابطہ کرنے کی اجازت دوں' مگر میری خواہش یہ ہے کہ میں اسے نصیحت کروں کہ اب وہ اسے بھول جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرے' اس لیے کہ وہ لڑکی دو برس تک اس کے ساتھ کھیلتی اور دھوکہ دیتی رہی ہے' میرے ساتھ بھی وہ لڑکی اسی طرح کرتی رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے مجھے ہدایت سے نواز دیا۔

جن کا بھی میں نے ذکر کیا ہے میرے خیال کے مطابق وہ شریعت اسلامیہ کی تطبیق نہیں کرتے اور نہ ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ اسلامی حوالے سے مجھ پر کیا مسئولیت واجب ہوتی ہے؟ اور کیا میں کسی اور سے بھی مشورہ کروں؟ مولانا صاحب! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں مجھے علم نہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اے مسلمان بھائی! آپ کا سوال کسی ایک مشکل پر نہیں بلکہ کئی ایک مشکلات پر مشتمل ہے' ذیل میں ہم انہیں بیان کرتے ہیں:

❶ اسلام سے منسوب آپ کی رشتہ دار لڑکی اور دوست کا بے نماز ہونا' یہ عمل کفریہ اعمال میں شمار ہوتا ہے۔مزید

(۱) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فليتزوج ' مسلم (۱۴۰۰) کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه اليه ' ابو داود (۲۰۴۶) نسائی (۱۷۱/۴) ابن ماجة (۱۸۴۵) کتاب النکاح : باب ما جاء في فضل النکاح]

آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کی تطبیق نہیں کرتے' یہ تو مصیبت پر مصیبت' بیماری پر بیماری اور کفر پر کفر ہے۔[نعوذ باللہ من ذلك]

● زنا کا ارتکاب' یہ سب کو معلوم ہے کہ دین اسلام میں زنا حرام ہے بلکہ صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ باقی تمام ادیانِ سماوی میں بھی حرام ہے۔

● زانی عورت' جو زنا کی وجہ سے حاملہ ہے' سے شادی۔

● زانی مرد کا ایسی زانی عورت سے شادی کرنے کا مطالبہ جو کسی اور سے شادی بھی کر چکی ہے۔

تو ہم کس مصیبت اور بیماری سے شروع کریں اور کس سوال کا جواب دیں؟[لا حول و لا قوة الا باللہ] چلو ہم سب سے اہم چیز (نماز) سے ابتدا کرتے ہیں۔

(1) دینی شعائر اور نماز ترک کرنے کی وجہ سے کفر۔اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کہ کفر جہنم کی آگ میں داخل ہونے اور جلنے کا سبب ہے۔اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے جہنم میں جانے کا سبب کیا ہے تو وہ جواب دیں گے:

''ہم نمازی نہیں تھے اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر بحث ومباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے' یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔''(۱)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ہم نمازی نہ تھے''یعنی ہم نے اپنے رب کی عبادت ہی نہ کی۔''اور ہم مسکینوں کو کھانا بھی نہیں کھلاتے تھے''یعنی ہم نے اپنی جنس کی مخلوق کے ساتھ بھی احسان اور حسن سلوک نہ کیا۔''اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتے تھے''یعنی ہم ایسی باتیں کیا کرتے تھے کہ جن کا ہمیں علم ہی نہیں تھا۔''اور ہم روزِ قیامت کو جھٹلاتے تھے''ابن جریرؒ کہتے ہیں' وہ کہیں گے ہم بدلہ اور ثواب وعذاب والے دن کی تکذیب کرتے تھے' ہم نہ تو ثواب کی تصدیق کرتے تھے اور نہ ہی سزا اور حساب وکتاب کی۔''حتی کہ ہمیں موت آگئی''یعنی موت کا وقت آپہنچا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''اور اپنے رب کی عبادت اس وقت تک کرو کہ تمہیں موت آجائے۔''(۲)

ہماری گزارش ہے کہ آپ انہیں وعظ ونصیحت کرتے رہیں اور ان پر حجت قائم کریں اور ان کے سامنے یہ

(۱) [المدثر: ۴۳-۴۷]

(۲) [الحجر: ۹۹]

بیان کریں کہ وہ دین کے ستون (نماز) کو ترک نہ کریں بلکہ جتنی جلدی ہو سکے توبہ کر لیں۔ اگر وہ آپ کی نصیحت نہیں مانتا تو پھر اس سے علیحدگی اختیار کر لیں اور اسے سلام کرنے سے بھی پرہیز کریں۔ نہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں پئیں اور نہ ہی اسے کچھ کھلائیں اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی باز آجائیں۔ تاکہ اسے محسوس ہو کہ وہ بہت ہی بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنا فائدہ مند ہو اور وہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔

(2) زنا کا ارتکاب کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً یہ بہت ہی فحش کام اور برا راستہ ہے۔'' (۱)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان کچھ اس طرح ہے:

''زانی زنا کی حالت میں مومن نہیں ہوتا اور نہ ہی شراب نوشی کرنے والا شراب نوشی کرتے وقت مومن ہوتا ہے اور نہ ہی چوری کرنے والا چوری کرتے وقت مومن ہوتا ہے اور نہ ہی ڈاکہ ڈالنے والا جب ڈاکہ ڈالے اور لوگ اس کی طرف نظریں اٹھائے ہوئے ہوں تو وہ ڈاکہ ڈالنے کے وقت مومن نہیں ہوتا۔'' (۲)

زنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس کے مرتکب کو دردناک اور سخت قسم کی سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ معراج کی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہم وہاں سے چل پڑے تو ایک تنور جیسی عمارت کے قریب پہنچے' راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں نبی کریم ﷺ یہ کہہ رہے تھے کہ اس میں شور و غوغا سا سنائی دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں مرد اور عورتیں بے لباس و ننگے تھے اور ان کے نیچے سے آگ کا شعلہ آتا تو وہ شور و غوغا کرنے لگتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا...... میرے سوال کرنے پر فرشتوں میں مجھے بتایا' وہ جو مرد و عورت تنور جیسی عمارت میں بے لباس و ننگے تھے وہ زانی مرد اور عورتیں تھیں۔'' (۳)

(3) تیسرا مسئلہ ہے زانی حاملہ عورت سے شادی کرنا۔ اس کے بارے میں آپ کو علم ہونا چاہیے کہ زانیہ عورت سے شادی نہیں ہو سکتی لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو پھر شادی کرنی جائز ہے اور اگر مرد اس کی توبہ کے بعد اس سے شادی کرنا بھی چاہے تو پھر ایک حیض کے ساتھ استبرائے رحم کرنا واجب ہے۔ یعنی نکاح سے قبل یہ یقین کر لیا جائے کہ

---

(۱) [الاسراء: ۳۲]

(۲) [بخاری (۲٤۷۵) کتاب المظالم والغصب: باب النهبی بغیر اذن صاحبه]

(۳) [بخاری (۷۰٤۷) کتاب التعبیر: باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح]

اسے حمل تو نہیں۔اگر اس کا حمل ظاہر ہو تو پھر اس سے وضع حمل سے قبل شادی جائز نہیں۔(۱)

لہٰذا ایسی عورت' جو زنا کی وجہ سے حاملہ ہو' سے شادی کرنا باطل ہے اور جس نے بھی اس سے شادی کی ہے اس پر واجب ہے کہ وہ فوری طور پر اس سے علیحدہ ہو جائے وگرنہ وہ بھی زانی شمار ہو گا اور اس پر حد زنا قائم ہو گی۔

پھر جب وہ اس سے علیحدگی کر لے اور وہ عورت اپنا حمل بھی وضع کر لے اور رحم بری ہو جائے اور پھر وہ عورت سچی توبہ بھی کر لے اور وہ خود بھی توبہ کر لے تو پھر اس کے لیے اس عورت سے شادی کرنا جائز ہو گا۔

(4) رہا پہلے (زانی) مرد کے بارے میں تو اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے جرم کی توبہ کرے اور اس کا اس عورت سے مطلقاً شادی کرنا دو وجہ سے جائز نہیں:

اول یہ کہ وہ دونوں زانی ہیں اور زانی کا مومن سے نکاح حرام ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے مرتبط ہے۔اس وجہ سے اسے چاہیے کہ وہ اس عورت سے مکمل طور پر نظر ہٹا لے اور اس کا خیال دل سے نکال باہر کرے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس جرم عظیم سے توبہ کرے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اے اللہ! گمراہ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں اچھے طریقے سے اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرما' تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔[والحمد للہ رب العالمین]

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر کسی عورت کو کسی مرد کا خون لگایا گیا ہو تو کیا وہ اس پر حرام ہو جائے گی؟

سوال جب عورت کو خون کی ضرورت ہو اور اس کے لیے کسی اجنبی شخص سے خون کا عطیہ لیا جائے' پھر وہ صحت مند ہو جائے اور وہ شخص (جس نے خون کا عطیہ تھا) اس عورت سے شادی کی رغبت کرے تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب انسان کے لیے ایسی عورت سے شادی کرنا جائز ہے کہ جسے اس کا خون لگایا گیا ہو کیونکہ خون دودھ نہیں ہے کہ جو عورت کو حرام کر دے۔(یاد رہے کہ) حرام کرنے والا تو دودھ ہے بشرطیکہ دودھ چھڑانے کی مدت سے

(۱) [دیکھیں: الفتاوی الجامعة للمرأة المسلمة (۲/۵۸٤)]

پہلے پہلے یعنی (بچے کی) دو سال کی عمر کے اندر اندر پلایا گیا ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ ''رضاعت سے بھی اسی طرح حرمت ثابت ہو جاتی ہے جیسے نسب سے ثابت ہوتی ہے۔''

......(شیخ ابن عثیمین)......

○ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بے حجاب عورت سے نکاح کا حکم

سوال ایسی عورت جو مسلمان تو ہو لیکن اپنی زیب وزینت (غیر مردوں کے سامنے) ظاہر کرتی ہو تو اس سے شادی کا کیا حکم ہے؟

جواب اپنی زیب وزینت (اجنبی مردوں کے سامنے) ظاہر کرنے والی (بے حجاب) عورت کو نصیحت کرنا اور اسے اس برے عمل سے ڈرانا واجب ہے' اگر تو وہ بات مان لے تو یہی مطلوب ہے اور اگر نہ مانے تو اس کے علاوہ ایسی عورتوں سے نکاح کرنا زیادہ بہتر ہے جو شرعی حجاب کی پابند ہیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

چچازاد کی بیٹی سے نکاح کا حکم

سوال کیا آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے چچازاد کی بیٹی سے شادی کرے یا جائز نہیں؟

جواب یہ جائز ہے' کیونکہ اصل جواز ہے اور جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کے باپ کا لڑکے کا چچازاد ہونا اس سے شادی میں رکاوٹ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

چچی اور ممانی سے نکاح کا حکم

سوال کیا چچا کی بیوی اس کی طلاق کے بعد بھتیجے کے لیے حلال ہے؟ اور کیا ماموں (ماں کے بھائی) کی بیوی (یعنی مامی) اس کی طلاق کے بعد بھانجے کے لیے حلال ہے؟

جواب آدمی کے لیے اپنے چچا اور ماموں کی بیوی اس کی طلاق کے بعد حلال ہے' اسی طرح اپنے بھائی کی بیوی

اور بھائی کے بیٹے کی بیوی بھی حلال ہے جب وہ اسے طلاق دے دے اور اس کی عدت پوری ہو جائے۔ اس پر تو اپنے صلبی بیٹے کی بیوی' اپنے دادا کی بیوی یا اپنے بیٹے کے بیٹے کی بیوی حرام ہے' اور ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

......(شیخ ابن جبرین)......

آزاد مرد کا لونڈی سے نکاح کا حکم

سوال: کیا یہ جائز ہے کہ آزاد مرد لونڈی سے نکاح کرے؟

جواب: آزاد مسلمان کے لیے مسلمان لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ وہ اتنے مہر کی طاقت نہ رکھتا ہو جس کے ساتھ آزاد عورت سے نکاح کر سکے یا لونڈی (خریدنے کی) قیمت کا مالک نہ ہو اور وہ کنوارہ ہونے کی وجہ سے استمتاع کا محتاج ہو یا عمر رسیدہ یا مریض وغیرہ ہونے کی وجہ سے خدمت کا محتاج ہو اور خواہ اس کی آزاد بیوی چھوٹی عمر کی ہو یا اس کے پاس موجود نہ ہو یا بیمار ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس مسئلے میں دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عموم ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم ﴾

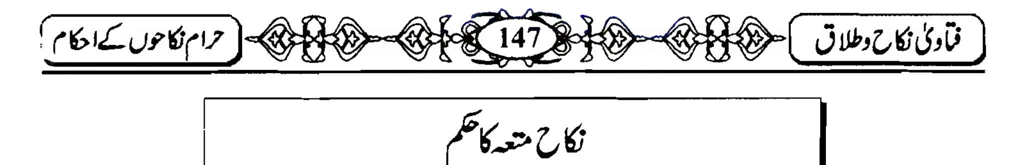
''اور تم میں سے جس کسی کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی پوری وسعت وطاقت نہ ہو تو وہ مسلمان لونڈیوں سے جن کے تم مالک ہو (اپنا نکاح کر لے)۔''(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......



(۱) [النساء: ۲۵]


حرام وباطل نکاحوں
کے احکام



نکاح متعہ کا حکم

سوال نکاح متعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب نکاحِ متعہ یا اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان یا پھر کتابی عورت سے مقررہ مدت تک کے لیے شادی کرے' وہ اس طرح کہ اس میں پانچ دن یا دو ماہ یا چھ ماہ یا کچھ سال مدت مقرر کی جائے جس کی ابتداء اور انتہاء دونوں معلوم ہوں اور اسے کچھ تھوڑا سا مہر بھی ادا کیا جائے اور مقرر کردہ مدت ختم ہو جائے تو وہ عورت اس شادی سے نکل جائے۔ نکاح کی یہ قسم فتح مکہ کے سال تین دن کے لیے جائز کی گئی تھی' بعد میں اس سے منع کر دیا گیا اور قیامت تک حرام کردی گئی۔(۱)

اور یہ حرام اس لیے بھی ہے کہ بیوی سے تو معاشرت اور بودوباش ایک لمبے عرصے تک ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

''اور ان عورتوں سے اچھے اور احسن انداز میں بودوباش اختیار کرو۔''(۲)

اور نکاحِ متعہ میں اس سے یہ معاشرت لمبی مدت تک نہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ بیوی کو ہی شرعی طور پر بیوی اور زوجہ کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی صحبت بھی ہمیشہ اور لمبی ہوتی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہوا ہے:

''سوائے اپنی بیویوں کے اور یا پھر اپنی لونڈیوں کے (یعنی صرف ان سے تم اپنی شہوت پوری کر سکتے ہو)۔''(۳)

اور نکاح متعہ والی عورت شرعی بیوی نہیں' اس لیے کہ اس کا باقی رہنا مؤقت اور تھوڑی سی مدت کے لیے ہے' پھر یہ بھی ہے کہ بیوی تو اپنے خاوند کی وارث ہے اور خاوند بیوی کا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

''اور جو کچھ تمہاری بیویاں چھوڑیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو تمہارے لیے نصف ہوگا۔''(۴)

لیکن نکاحِ متعہ والی عورت وارث نہیں بنتی کیونکہ یہ عورت مرد کے ساتھ تھوڑی سی مدت گزارنے کی وجہ سے اس کی بیوی ہی نہیں بنی۔

---

(۱) [مسلم (۱٤۰۵) كتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ' أحمد (٤/٥٥) دارقطنى (۳/۲۵۸) بيهقى (۷/۲۰٤) ابن أبي شيبة (٤/۲۹۲)]

(۲) [النساء : ۱۹]

(۳) [المؤمنون : ٦]

(٤) [النساء : ۱۲]

لہٰذا اس بنا پر نکاحِ متعہ زنا شمار ہوگا' اگرچہ مرد اور عورت دونوں اس پر رضا مند بھی ہوں اور مدت بھی لمبی ہو جائے اور مہر بھی ادا کر دیا جائے۔اس نکاح کی اباحت شریعتِ اسلامیہ میں فتح مکہ کے علاوہ نہیں ملتی' جہاں پر بہت سارے نئے نئے مسلمان بھی جمع تھے کہ جن کے مرتد ہو جانے کا بھی خوف تھا۔کیونکہ وہ جاہلیت میں زنا و بدکاری کے عادی تھے تو ان کے لیے صرف یہ نکاح تین دن تک کے لیے مباح کیا گیا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مقررہ مدت تک کے لیے شادی

سوال: تقریباً چار ہفتے قبل میری ایک عرب مسلمان شخص سے ملاقات ہوئی۔اس نے مجھے کہا کہ اسے مجھ میں خاص لگاؤ ہے اور میرے ساتھ رہنے میں رغبت رکھتا ہے اور ان ملاقاتوں کو صحیح اور قائم کرنے کے لیے اس نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ مقررہ مدت تک کے لیے شادی کرلو۔

میں نے اس مقررہ مدت تک شادی کے معانی تلاش کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دی۔میں اس شخص سے حقیقی طور پر محبت کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور ممکن ہے کہ ہم دونوں بالفعل شادی کرلیں۔لیکن مجھے اس موضوع کے متعلق کچھ علم نہیں۔گزارش ہے کہ آپ اس موضوع کی وضاحت کریں۔

جواب: شریعتِ اسلامیہ میں کوئی ایسی شادی نہیں جو مقررہ مدت تک کے لیے روا رکھی گئی ہو۔جو شخص بھی ایسا کرتا ہوا پایا گیا اسے زنا کی حد کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ

''اس (نکاحِ متعہ کے) مسئلے میں میرے پاس جو بھی لایا گیا میں اسے حد لگاؤں گا۔''(۱)

تاہم کچھ بدعتی اور گمراہ لوگ آج تک نکاحِ متعہ کو حلال سمجھتے ہیں جو کہ مقررہ مدت تک شادی کی ہی ایک قسم ہے حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔

اس لیے آپ پر واجب اور ضروری ہے کہ آپ اس سے بچ کر رہیں اور آپ کی خواہش اور جذبات آپ پر غالب آ کر کہیں آپ کو حق سے دور نہ کر دیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

(۱) [حسن: صحیح ابن ماجة (۱۵۹۸) کتاب النکاح: باب النهی عن نکاح المتعة ' ابن ماجة (۱۹۶۳) حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[تلخیص الحبیر (۱۵٤/۳)]]

نکاحِ متعہ مباح قرار دینے والوں کا رد

سوال کیا اسلام میں مؤقت شادی کی کوئی اصطلاح پائی جاتی ہے؟ میرے ایک دوست نے پروفیسر ابوالقاسم جورجی کی کتاب پڑھی اور اس سے بہت ہی متاثر ہوا۔ ان کا مؤقف یہ تھا کہ متعہ کرنے میں ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کیونکہ اسلام میں مؤقت شادی کے لیے ایک شرعی اصطلاح ہے۔

مؤقت شادی کی تعریف یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی اچھا لگے تو اس کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ تھوڑی مدت کے لیے اس سے شادی کر لے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھے متعہ کے بارے میں مزید معلومات دیں؟ گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ وضاحت کریں۔

جواب متعہ یا مؤقت شادی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے معین وقت کے لیے کچھ مال کے عوض شادی کرے۔ شادی میں اصل تو یہ ہے کہ اس میں استمرار اور ہمیشگی ہو اور مؤقت شادی یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا لیکن بعد میں اسے حرام کر دیا گیا اور قیامت تک یہ حرام ہی رہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھے کے گوشت کو خیبر کے دور میں منع فرمایا تھا۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کے گوشت (کھانے) سے روک دیا۔" (۱)

ربیع بن سبرہ جہنیؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے' اب جس کے پاس بھی ان (عورتوں) میں سے کوئی ہو وہ انہیں چھوڑ دے اور جو کچھ

---

(۱) [بخاری (۵۱۱۵) کتاب النکاح : باب نهی رسول الله عن نكاح المتعة أخيرا' مسلم (۱۴۰۷) کتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ' موطا (۵۴۲/۲) نسائی (۱۲۵/۶) ترمذی (۱۱۲۱) کتاب النكاح : باب ما جاء فی تحريم نكاح المتعة' ابن ماجة (۱۹۶۱) کتاب النكاح : باب النهی عن نكاح المتعة' دارمی (۱۴۰/۲) حمیدی (۲۲/۱)]

تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔'' (۱)

اللہ تعالیٰ نے شادی کو اپنی نشانی قرار دیا ہے جو غور وفکر اور تدبر کی دعوت دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خاوند اور بیوی کے درمیان محبت ومودت اور رحمت وشفقت پیدا کی ہے اور خاوند کے لیے بیوی کو سکون واطمینان کا باعث بنایا ہے اور اولاد پیدا کرنے کی رغبت پیدا کی ہے اور اسی طرح عورت کے لیے عدت اور وراثت بھی مقرر فرمائی ہے 'لیکن یہ سب کچھ اس حرام فعل ''متعہ'' میں نہیں پایا جاتا۔

رافضیوں (یعنی شیعہ حضرات) کے ہاں متعہ کی جانے والی عورت نہ تو بیوی ہے اور نہ ہی لونڈی' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ

''اور (فلاح پانے والے مومن وہ ہیں) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے' یقیناً یہ لوگ ملامت کے قابل ہیں' جو اس (یعنی بیوی اور لونڈی) کے سوا کچھ اور چاہیں تو وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'' (۲)

شیعہ حضرات نے متعہ کی اباحت پر ایسے دلائل سے استدلال کیا ہے جن میں سے کوئی دلیل بھی صحیح نہیں جیسا کہ چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''اس لیے جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو۔'' (۳)

ان کا کہنا ہے کہ

اس آیت میں متعہ کے مباح ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''ان کے مہر'' کو اللہ تعالیٰ کے فرمان ''استمتعتم'' سے متعہ مراد لینے کا قرینہ بنایا ہے کہ یہاں سے مراد متعہ ہے۔ اس کا رد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر کیا ہے کہ مرد پر کون سی عورتوں سے نکاح حرام ہے اور اس آیت میں مرد کے نکاح کے لیے حلال عورتوں کا ذکر ہے اور شادی شدہ عورت کو اس کا مہر دینے کا حکم دیا ہے۔ شادی کی لذت کو اللہ تعالیٰ نے استمتاع سے تعبیر کیا ہے اور حدیث شریف میں بھی اسی طرح وارد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [مسلم (١٤٠٦) كتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ' ابو داود (٢٠٧٢) كتاب النكاح : باب في نكاح المتعة ' نسائي (١٢٦/٦) ابن ماجة (١٩٢٢) كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع ' حميدى (٨٤٦) أحمد (٤٠٤/٣)]

(۲) [المومنون : ٥-٧]

(۳) [النساء : ٢٤]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے فائدہ لینے کی کوشش کرو گے تو فائدہ اٹھاؤ گے اور اس میں کچھ ٹیڑھا پن ہوگا۔''(۱)

اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہر کو اجرت سے تعبیر کیا ہے' یہاں سے وہ مال مراد نہیں جو متعہ کرنے والا متعہ کی جانے والی عورت کو عقدِ متعہ میں دیتا ہے' کتاب اللہ میں ایک اور جگہ پر بھی مہر کو اجرت کہا گیا ہے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ﴾

''اے نبی! ہم نے تیرے لیے تیری وہ بیویاں حلال کی ہیں جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے۔''(۲)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے '' آتيت أجورهن '' کے الفاظ بولے ہیں جس سے یہ ثابت ہوا کہ شیعہ جس آیت سے متعہ کا استدلال کر رہے ہیں اس میں متعہ کی اباحت کی نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہے اور اگر بالفرض ہم یہ کہیں کہ آیت اباحتِ متعہ پر دلالت کرتی ہے تو پھر بھی یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ منسوخ ہو چکی ہے جس کا ثبوت سنتِ صحیحہ میں موجود ہے کہ متعہ قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔

(2) ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام سے اس کے جائز ہونے کی روایت ملتی ہے' بالخصوص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔اس کا رد یہ ہے کہ شیعہ حضرات اپنی خواہشات پر چلتے ہوئے اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) سب صحابہ کو ہی کافر قرار دیتے ہیں لیکن پھر اپنے مؤقف کے اثبات کے لیے ان کے افعال سے استدلال بھی کرتے ہیں جیسا کہ یہاں اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک مواقع پر کیا ہے۔یاد رہے کہ جن صحابہ سے متعہ کے جواز کا قول ملتا ہے انہیں حرمتِ متعہ کی دلیل نہیں پہنچی اس لیے وہ جواز کا ہی فتویٰ دیتے رہے (کیونکہ ابتدا میں یہ جائز ہی تھا)۔نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اباحتِ متعہ کے متعلق فتوے کا تو کئی ایک صحابہ (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں) نے رد بھی کیا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا کہ وہ عورتوں سے متعہ کے متعلق نرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! ذرا ٹھہرو نبی کریم ﷺ نے خیبر کے روز اس سے اور گھریلو گدھوں سے

(۱) [مسلم (۱٤٦٨) كتاب الرضاع : باب الوصية بالنساء]

(۲) [الأحزاب : ٥٠]

روک دیا تھا۔'' (۱)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراط مستقیم عطا فرمائے اور ہماری اصلاح فرمائے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر کوئی شادی کے بعد مقررہ مدت تک طلاق دینے کی نیت سے نکاح کرے؟

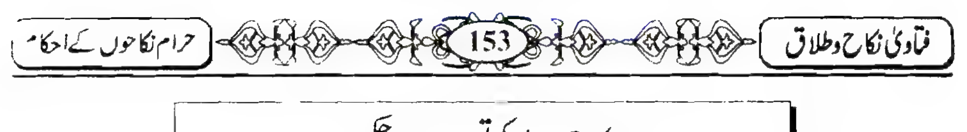
سوال میں بیرونِ ملک پڑھائی کی غرض سے سفر کر رہا ہوں تو کیا میرے لیے انہیں (یعنی لڑکی اور اس کے والدین کو) بتائے بغیر واپسی پر طلاق دے دینے کی نیت سے وہاں شادی کرنا جائز ہے؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر انسان سفر کی جگہ میں شادی کر لے اور اس کی نیت ہو کہ وہ واپسی پر اسے طلاق دے دے گا' جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں۔بعض علماء نے اس مسئلے میں توقف سے کام لیا ہے اور اس بات سے ڈرے ہیں کہ کہیں یہ متعہ کی قسم ہی نہ ہو' لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ نکاحِ متعہ میں معلوم مدت کی شرط لگائی جاتی ہے کہ وہ فلاں عورت سے شادی کرے گا اور پھر ایک ماہ یا دو ماہ بعد اسے طلاق دے گا اور پھر ان کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہوگا' جبکہ مطلق شادی میں ایسی کوئی شرط نہیں ہوتی البتہ صرف نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہر کی طرف واپس جاتے وقت اسے طلاق دے دے گا' اس لیے یہ متعہ نہیں اور اس لیے بھی کہ اس صورت میں بعض اوقات وہ عورت کو طلاق دے دیتا ہے اور بعض اوقات اس میں رغبت رکھتا ہے (اور اسے طلاق نہیں دیتا)۔لہٰذا جمہور اہل علم کی رائے کے مطابق صحیح یہی ہے کہ یہ متعہ نہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے محتاج بھی ہوتے ہیں' وہ اس طرح انسان کبھی اپنے نفس پر کسی فتنہ (زنا وغیرہ) میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی مناسب عورت میسر فرما دیتا ہے اور وہ اس سے شادی کر لیتا ہے' لیکن اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کا (اپنے ملک) واپسی کا ارادہ ہوگا تو وہ اسے طلاق دے دے گا کیونکہ وہ اس کے ملک کے لیے موزوں نہیں یا کسی اور وجہ سے' تو یہ چیز صحت نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں اور اس لیے بھی کہ یہ نیت بعض اوقات بعد میں تبدیل بھی ہو جاتی ہے' وہ اس طرح کہ مرد عورت میں رغبت رکھتا ہے اور اسے بھی اپنے ملک ساتھ ہی لے جاتا ہے اور اس کی نیت اسے کوئی نقصان نہیں دیتی۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

---

(۱) [مسلم (۱٤۰۷) كتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ]



نکاحِ حلالہ کی تعریف اور حکم

سوال: آپ کی نظر میں نکاحِ حلالہ کے متعلق شریعت کی کیا رائے ہے؟

جواب: پہلے یہ سمجھ لینا بہتر ہے کہ نکاحِ حلالہ کیا چیز ہے؟ نکاحِ حلالہ یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے یعنی اسے طلاق دیتا ہے پھر رجوع کر لیتا ہے' پھر طلاق دیتا ہے پھر رجوع کر لیتا ہے' پھر تیسری مرتبہ طلاق دے دیتا ہے۔ اب یہ عورت جسے اس کے شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے بسنے کی نیت سے نکاح نہ کر لے' وہ اس سے ہم بستری کرے اور پھر موت' طلاق یا فسخ کے ذریعے اس سے جدا ہو جائے۔ تب یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو گی۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ...... إِلَى قَوْلِهِ ' فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ﴾

''یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں' پھر یا تو اچھائی کے ساتھ روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''...... پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب (وہ عورت) اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اس کے سوا کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے' پھر اگر وہ بھی (کبھی اپنی مرضی سے) طلاق دے دے تو ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔'' (۱)

اب اگر لوگوں میں سے کوئی شخص تیسری طلاق یافتہ عورت سے اس نیت سے نکاح کرے کہ جب وہ اسے پہلے شوہر کے لیے حلال کر دے گا تو اسے طلاق دے دے گا یعنی جب اس سے (نکاح کے بعد) ہم بستری کر لے گا تو اسے طلاق دے دے گا اور پھر وہ عورت عدت پوری کر کے پہلے شوہر کی طرف لوٹ جائے گی تو ایسا نکاح فاسد و باطل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور حلالہ کرنے والے کو اُدھار کے سانڈ کا نام دیا ہے۔

یہ نکاحِ حلالہ دو صورتوں پر مشتمل ہے:

پہلی صورت یہ ہے کہ عقدِ نکاح پر حلالے کی شرط لگائی جائے' شوہر کے لیے کہا جائے کہ ہم اپنی بیٹی کی تیرے

(۱) [البقرۃ: ۲۲۹۔۲۳۰]

ساتھ اس شرط پر شادی کر رہے ہیں کہ تم اس سے ہم بستری کر کے اسے طلاق دے دو گے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ (نکاح سے پہلے) ایسی کوئی شرط تو نہ لگائی جائے البتہ حلالے کی صرف نیت موجود ہو اور نیت بعض اوقات شوہر کی طرف سے ہوتی اور بعض اوقات شوہر اور اس کے اولیاء کی طرف سے۔ پس جب نیت شوہر کی طرف سے ہوگی اور بے شک شوہر کے ہاتھ میں ہی جدائی (یعنی طلاق دینے) کا اختیار ہے تو ایسے نکاح سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی کیونکہ اس نے وہ نیت ہی نہیں کی جو نکاح سے مقصود ہے اور وہ ہے بیوی کے ساتھ اُلفت ومحبت اور طلبِ عفت واولاد وغیرہ سمیت زندگی گزارنا۔ اس نکاح میں اس کی نیت نکاح کے بنیادی مقصد کے ہی خلاف ہے لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

اور اگر (شوہر کے برخلاف) بیوی یا اس کے اولیاء کی (حلالے کی) نیت ہو تو (پھر نکاح کا کیا حکم ہے) یہ مسئلہ محل اختلاف ہے اور ابھی تک مجھے دونوں اقوال میں سے زیادہ صحیح کا علم نہیں ہو سکا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نکاحِ حلالہ حرام نکاح ہے اور یہ (عورت کو) پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کے لیے دوسرے شوہر کی ہم بستری ضروری ہے

سوال: ایسے آدمی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس بیوی نے پھر کسی اور مرد سے شادی کر لی اور رخصتی بھی ہوگئی' پھر اس (دوسرے شوہر) نے اسے اس کے بقول بغیر ہم بستری کے ہی طلاق دے دی تو کیا وہ اب پہلے شوہر کے لیے حلال ہے یا نہیں؟

جواب: تیسری طلاق کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ حلالے کی نیت سے نہیں بلکہ صرف بسنے کی نیت سے نکاح نہ کر لے اور پھر وہ اس کے ساتھ ہم بستری نہ کر لے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب (وہ عورت) اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اس کے سوا کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔''(۱)

(۱) [البقرة: ۲۳۰]

یہاں لفظِ " نکاح " کی تفسیر ہم بستری آئی ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ جَائَتْ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَانِ بْنَ الزُّبَيْرِ إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ ' فَقَالَ : أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ ' لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ ﴾

''حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی۔ پھر مجھے انہوں نے طلاق دے دی اور قطعی طلاق (یعنی طلاقِ بائن) دے دی۔ پھر میں نے عبد الرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ لیکن ان کے پاس تو (شرمگاہ) اس کپڑے کی گانٹھ کی طرح ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے۔ لیکن تو اب اس وقت تک ان سے شادی نہیں کر سکتی جب تک تو عبد الرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ کا مزانہ چکھ لے اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لے۔'' (۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بے نماز سے نکاح

سوال جب ہم نے شادی کی تو میرا خاوند نماز نہیں پڑھتا تھا' شادی کو تین برس ہو چکے ہیں اور شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد میں نے اسے نماز پڑھنے پر راضی کر لیا اور وہ نماز پڑھنے لگا تو کیا یہ شادی باطل ہے' اس لیے کہ وہ شادی کے وقت بے نماز تھا' اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب اگر شادی کے وقت شوہر بے نماز ہو اور بیوی نمازی ہو (اور بعد میں شوہر نماز پڑھنا شروع کر دے) تو ان پر دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ کسی بھی مسلمان عورت کے لیے کافر سے نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور تم مشرکوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہیں ہو جاتے۔'' (۲)

اس آیت کا معنی ہے کہ تم مسلمان عورتوں کا ان (کفار و مشرکین) سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب

(۱) [بخاری (۲۶۳۹) کتاب الشهادات : باب شهادة المختبئ' مسلم (۱۴۳۳) کتاب النکاح : باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیره' ابو داود (۲۳۰۹) کتاب الطلاق : باب المبتوتة لا یرجع الیها زوجها حتی تنکح زوجا' ترمذی (۱۱۱۸) کتاب النکاح : باب ما جاء فیمن یطلق امرأته ثلاثا فیتزوجها آخر' ابن ماجة (۱۹۳۲) کتاب النکاح . باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا]

(۲) [البقرة : ۲۲۱]

تک وہ اسلام قبول نہیں کرتے۔ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اگر تمہیں یہ علم ہو جائے کہ وہ عورتیں مومن ہیں تو پھر انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو' نہ وہ عورتیں ان کفار کے لیے اور نہ ہی وہ کفار ان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''(۱)

.....(شیخ ابن باز).....

بے نماز کی بیوی کیا کرے؟

سوال: میں ایک بے نماز سے شادی شدہ ہوں' یہ شادی محبت کی شادی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا اور اب میں دین پر عمل کرتی ہوں۔ وہ کوئی بھی نماز پڑھتا ہے تو ایسے کہ گویا اسے پڑھنے پر مجبور کیا گیا ہے' میں نے بہت کوشش کی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسے چھوڑ دو لیکن ایسا کرنا آسان کام نہیں کیونکہ میرے تین بچے ہیں اور پھر وہ بچوں کے لیے ایک بہتر باپ کی حیثیت رکھتا ہے' ہمارے درمیان دین کی ہی مشکل ہے' لہٰذا مجھے اس بارے میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ہم نے مندرجہ ذیل سوال فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین ؒ کے سامنے پیش کیا:

میں ایک تارک نماز سے شادی شدہ ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا تو میں اپنے خاوند سے نماز پڑھنے کا اصرار کرنے لگی تو وہ نماز پڑھنے لگا' لیکن ایسے پڑھتا تھا کہ جیسے مجبور کیا گیا ہے بلکہ وہ یہ صراحتاً کہتا ہے کہ میں نماز تیرے لیے پڑھ رہا ہوں تو کیا میرا اس کے ساتھ رہنا جائز ہے کہ نہیں؟

تو شیخ کا جواب تھا:

جب عقدِ نکاح کے وقت وہ بے نماز تھا تو یہ نکاح صحیح نہیں' اس بنا پر بیوی پر واجب ہے کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور جب وہ (توبہ اور نماز کی پابندی کے پختہ عزم کے ساتھ) مسلمان ہو جائے تو پھر نیا نکاح کر لے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ عورت کو اس سے بہتر خاوند عطا کر دے گا۔

پھر ہم نے یہ پوچھا کہ:

اور جب عورت نے شادی کی تو وہ خود بھی بے نماز تھی اور خاوند بھی بے نماز تھا تو کیا یہ شادی باطل ہوگی؟

شیخ نے جواب دیا:

جب وہ دین پر ہوں تو نکاح پر ہی باقی رہیں گے لیکن اگر وہ دین پر نہیں بلکہ مرتد ہوں تو بہت سے علمائے

(۱) [الممتحنة: ۱۰]

کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ مرتدوں کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ وہ دین پر ہی قائم نہیں' نہ تو وہ دین اسلام پر ہیں اور نہ ہی اس دین پر جس کی طرف مرتد ہوئے ہیں۔

پھر ہم نے یہ بھی پوچھا کہ:

کیا نماز پڑھنے والے کی یہ صراحت کہ وہ صرف بیوی کے لیے نماز پڑھتا ہے مرتد ہونے کے لیے کافی ہے یا کہ ظاہر پر عمل کرتے ہوئے (کہ بظاہر تو وہ نماز پڑھتا ہی ہے) اس کے ساتھ ہی رہا جائے؟

شیخ کا جواب تھا:

مجھے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو خوش کر کے نماز اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھ رہا ہے' وہ یہ نہیں چاہتا کہ نماز کا قیام' رکوع' سجود اور قنوت بیوی کے لیے ہو' وہ نماز تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ادا کر رہا ہے مگر ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ بیوی بھی راضی ہو جائے۔تو ایسا کرنے سے وہ مشرک نہیں ہوگا۔(واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

اگر شادی کے بعد علم ہو کہ شوہر کافر ہے؟

سوال ایک آدمی نے مسلمان عورت کے ساتھ شادی کی' پھر ظاہر ہوا کہ مرد کافر ہے' تو اب کیا حکم ہے؟

جواب اگر ثابت ہو جائے کہ آدمی عقدِ نکاح کے وقت کافر تھا اور عورت مسلمان تھی تو بلاشبہ عقد باطل ہے کیونکہ مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ کسی بھی کافر کا نکاح مسلمان عورت کے ساتھ جائز نہیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ﴾

''اور (اپنی عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں مت دو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں۔''(۱)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾

''اگر تمہیں ان (عورتوں) کے مومن ہونے کا علم ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف واپس مت لوٹاؤ (کیونکہ) نہ تو وہ (مسلمان عورتیں) ان کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ ہی وہ (کافر) ان (مسلمان عورتوں) کے لیے حلال ہیں۔''(۲)

......(شیخ ابن باز)......

(۱) [البقرة : ۲۲۱]

(۲) [الممتحنة : ۱۰]

اگر شادی کے بعد علم ہو کہ شوہر بے نماز ہے؟

سوال: شادی سے قبل مجھے تاکید سے یہ بات کہی گئی تھی کہ جس کے ساتھ میری شادی کی جا رہی ہے وہ ایک نمازی پرہیزگار اور صالح شخص ہے لیکن بعد میں مجھ پر انکشاف ہوا کہ وہ ایسا نہیں بلکہ وہ صرف جمعہ کی نماز ہی ادا کرتا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ وہی غلطی کروں جو میں نے دوسروں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ خاوند اور بیویوں کے مزاج مختلف ہونے کے باوجود میرے والدین نے مجھے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے اور وہ اس موضوع میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی نہیں کرتے' مجھے یہ علم نہیں کہ میں اس شادی کو برقرار رکھوں یا کہ ختم کر دوں' اگر میں غلطی پر ہوئی تو مجھے کس طرح علم ہوگا؟

جواب: جب عقدِ نکاح ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں شرعی طور پر مکمل ہوا ہو تو عورت مرد کے لیے بیوی بن جاتی ہے۔ اس پر بیوی ہونے کے ناطے وہی حقوق ہیں جو دوسری بیویوں پر ہوتے ہیں اور خاوند پر بیوی کے حقوق یعنی اس کا نان ونفقہ' رہائش' لباس اور استمتاع وغیرہ سب لازم ہوں گے۔

اگر خاوند بے نماز ہے اور پانچوں نمازوں کی ادائیگی نہیں کرتا تو وہ کافر ہے اور اس کا نکاح باطل ہے' خواہ وہ نماز جمعہ کی ادائیگی بھی کرتا ہو' اور اس کا غلط اور بے حیائی کی جگہ پر جانا اور اس کی کمپنی میں مرد وزن کا اختلاط پایا جانا' یہ اس طرح کے گناہ ہیں کہ ان سے اسے توبہ کرنی چاہیے لیکن اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا' البتہ اگر اس میں بھی بیوی اور اولاد کو نقصان ہو تو پھر نکاح فسخ ہوگا کیونکہ جلب مصلحت (مصلحت کو کھینچ لانا) درء مفاسد (خرابیوں کو دور ہٹانے) پر مقدم ہے۔

بہر حال اس موضوع میں اہم چیز تو نماز ہے' اس لیے یہ تحقیق ضرور کر لینی چاہیے کہ خاوند نمازی ہے کہ نہیں کیونکہ بے نماز کافر ہے اور مسلمان عورت کے لیے کسی کافر کی عصمت میں بیوی بن کر رہنا صحیح نہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر شادی کے بعد علم ہو کہ شوہر ولدِ زنا ہے؟

سوال: ایک آدمی نے اپنی بیٹی کی شادی کسی شخص سے کر دی پھر یہ انکشاف ہوا کہ شوہر تو زنا کی وجہ سے پیدا شدہ ہے تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ شخص مسلمان ہے تو نکاح صحیح ہے کیونکہ اس پر اس کی ماں اور اس کے ساتھ زنا کرنے والے کے گناہ کا کوئی وبال نہیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''(۱)

اور اس لیے کہ اس پر ان دونوں کے عمل کی کوئی عار نہیں جب وہ خود اللہ کے دین پر قائم ہے اور اچھے پسندیدہ اخلاق سے متصف ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

سنی لڑکی کی اسماعیلی لڑکے سے شادی

سوال میری ایک سہیلی ایک نوجوان سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے' لیکن مشکل یہ ہے کہ لڑکی تو اہل سنت سے تعلق رکھتی ہے اور لڑکا اسماعیلی ہے۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا ان دونوں کی شادی جائز ہے؟

اور کیا ان دونوں کے فرقوں کو اس شادی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا باوجود اس کے کہ وہ دونوں ہی مسلمان گروہ شمار ہوتے ہیں؟

جواب اس لڑکی کا اسماعیلی نوجوان سے شادی کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اسماعیلی اسلام سے مرتد ہو چکے ہیں جیسا کہ علمائے کرام نے اجمالاً اس مذہب کے بارے میں کہا ہے:

''اسماعیلی مذہب ایسا مذہب ہے جو ظاہر میں تو رفض ہے اور باطن میں کفر محض یعنی پکا کفر ہے۔''

امام ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ

ان کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعطیل کرتے ہیں اور نبوت اور عبادات کو بھی باطل قرار دیتے ہیں' یوم البعث کا بھی انکار کرتے ہیں لیکن وہ یہ سب کچھ شروع میں ظاہر نہیں کرتے' بلکہ شروع میں یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور دین صحیح ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس کا ایک راز ہے جو کہ ظاہر نہیں اور شیطان ابلیس نے ان سے کھیل کھیلتے ہوئے ان کے مذہب کو بہت ہی اچھا کر کے دکھایا ہوا ہے۔ اسی طرح اسماعیلی فرقے کے علاوہ دوسرے بدعتی اور گمراہ فرقے 'جنہیں کافر کا حکم دیا گیا ہے' کا حکم بھی یہی ہے مثلاً نصیری اور رافضی شیعہ وغیرہ ان سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں۔ نہ تو ان کی لڑکی لینا اور نہ ہی انہیں دینا۔

طلحہ بن مصرف کہتے ہیں:

رافضیوں کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جائے گا...... اس لیے کہ وہ مرتد ہیں۔

(۱) [الأنعام: ١٦٤]

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ غالی قسم کے رافضیوں اور کچھ دوسرے غالی فرقوں (مثلاً نصیریہ اور اسماعیلیہ وغیرہ) کے بارے میں جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے کام لیا ہے' کہتے ہیں:

بلا شبہ یہ سب یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بڑے کافر ہیں' اگرچہ ان میں کسی پر یہ ظاہر نہ بھی ہو۔ یہ ان منافقوں میں سے ہیں جو جہنم میں سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے اور جو کوئی اس کا اظہار کرے وہ تو سب سے بڑا کافر ہوا۔

نیز شیخ الاسلامؒ نے یہ بھی کہا ہے۔

اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں اس لیے کہ وہ دین اسلام سے مرتد ہیں اور ان کا ارتداد سب سے زیادہ شر والا ہے۔

اور شیخ الاسلامؒ نے نصیری فرقہ کے بارے میں کچھ اس طرح کہا ہے:

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ ان سے شادی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اپنی کسی لڑکی کا نکاح ان سے کیا جائے۔ علمائے سلف سے اس بارے میں تواتر سے نصوص ملتی ہیں کہ اہل سنت مسلمان عورت کا نکاح ان بدعتی لوگوں سے' جن پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے' کرنا حرام ہے اور یہ نکاح فاسد ہے۔(۱)

پس اس مسلمان عورت کا اس اسماعیلی نوجوان سے نکاح کرنا جائز نہیں' اس لیے کہ وہ نوجوان ملت اسلامیہ پر کاربند نہیں بلکہ مرتد ہے' اگرچہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے جیسا کہ ان کے مذہب میں ذکر بھی کیا گیا ہے اور اس حرام کام میں نہ حصہ لیا جائے اور نہ ہی شامل ہوا جائے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

قادیانی عورت سے مسلمان کی شادی

سوال: مجھے یہ تو علم ہے کہ مسلمان کسی کتابی عورت سے شادی کر سکتا ہے' تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی قادیانی عورت سے شادی کرے' جو اچھی شخصیت اور اخلاقِ حسنہ کی مالک ہو؟

جواب: جب قادیانی مذہب کفر اکبر اور اسلام سے خروج ہے تو آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ کسی قادیانی عورت

(۱) [اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے آپ ان کتب کا مطالعہ کریں: موقف اهل السنة والجماعة من الأهواء والبدع' تاليف ڈاكٹر ابراهيم الرحيلي (۱/۳۷۷۔۳۸۰) التقريب بين أهل السنة والشيعة' تاليف ڈاكٹر الغفاری (۱/۱۵۲)]

سے شادی کریں خواہ وہ کتنی ہی اچھی شخصیت اور عمدہ اخلاق کی مالک ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾

''نہ تو وہ (مسلمان عورتیں) ان (کافر مردوں) کے لیے حلال ہیں اور نہ ہی وہ (کافر مرد) ان (مسلمان عورتوں) کے لیے حلال ہیں۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد) .....

اگر کسی مسلمان کی بیوی کا قبول اسلام کے بعد بھی ہندو مذہب پر عمل ہو

سوال ایک برس قبل میں نے ایک ہندو لڑکی سے' جس نے ظاہر تو یہی کیا تھا کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے' شادی کی۔ لیکن شادی کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ اس نے دین اسلام صحیح طور پر قبول نہیں کیا اس لیے کہ وہ ابھی تک ہندو مذہب پر عمل پیرا ہے۔

میرے لیے اسے طلاق دینا مشکل ہے کیونکہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو خوب سمجھتے ہیں اور میں حسب استطاعت کوشش کر رہا ہوں کہ وہ دلی طور پر اسلام قبول کر لے۔ میرے خیال میں وہ میری بات تسلیم کر لے گی' اب مجھ پر شرعاً کیا واجب ہوتا ہے؟

جواب شاید آپ کا خیال ہے کہ جن اعمال پر وہ عمل کر رہی ہے وہ اسلام کے منافی ہیں' آپ کو چاہیے کہ سب سے پہلے آپ اس (بیوی) کو یہ شعائر ترک کرنے کی دعوت دیں' اگر وہ آپ کی بات مان کر ان پر عمل چھوڑ دیتی ہے تو یہی چیز مطلوب ہے اور اگر وہ ان پر عمل کرنا ترک نہیں کرتی تو آپ اسے کہیں کہ اگر تو ان پر عمل کرتی رہے گی تو ہمارے درمیان نکاح قائم نہیں رہے گا۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر وہ عورت اس شادی کو قائم رکھنے کی رغبت رکھتی ہو گی تو یہ چیز اس کے قبولِ اسلام کا باعث بن جائے گی۔ لیکن اگر وہ اس دھمکی کے باوجود بھی اپنے دین پر قائم رہتی ہے تو پھر آپ دونوں کے درمیان نکاح قائم نہیں' اس وجہ سے آپ کو اس سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)

نکاحِ شغار (وٹہ سٹہ کی شادی) کا حکم

سوال ہمارے ہاں ایک قبیلہ ہے جس میں نکاح کی صورت یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی بیٹی کا نکاح کسی دوسرے سے

---

(۱) [الممتحنة : ۱۰]

اس شرط پر کرتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرے گا اور پھر دونوں لڑکیوں کی رضا مندی کے بغیر ایسا کیا جاتا ہے اور مہر بھی یہی تبادلہ ہی ہوتا ہے تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب: یہ نکاح جس کا سائل نے ذکر کیا ہے حرام و باطل ہے' یہی نکاحِ شغار ہے کہ جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا شِغَارَ فِی الْإِسْلَامِ ﴾

''نکاحِ شغار اسلام میں نہیں۔'' (۱)

عورت کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اس کی رضا مندی کے بغیر اس کا نکاح نہ کرے اور کامل مہر کے ساتھ اس کا نکاح کرے جو صرف اس عورت کا ہی حق ہو' نہ اس کے بھائی کو دیا جائے اور نہ ہی اس کے والد کو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ﴾

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھا لو۔'' (۲)

اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) مہر عورتوں کے لیے مقرر فرمایا ہے اور انہیں ہی اس میں تصرف کا حق دیا ہے۔ اور جو بعض قبائل میں رواج ہے جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے وہ انتہائی قبیح عادت اور حرام ہے' اس طریقے سے عقدِ نکاح صحیح نہیں ہوتا اور دونوں عورتیں دونوں مردوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی حلال نہیں ہوتیں کیونکہ نکاح ہی صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

○ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ نے بھی اس طرح کا فتویٰ دیا ہے۔

نکاحِ شغار کے بعد طلاق اور پھر نکاح

سوال: میرے والد نے میری بہن کے بدلے میرا (وٹہ سٹہ کی صورت میں) نکاح کر دیا اور یہ سراسر جہالت کی بنا پر ہوا' لیکن پھر جب ہمارے سامنے یہ واضح ہوا کہ یہ حرام ہے تو میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور میری بہن

(۱) [مسلم (۱٤۱۵) کتاب النکاح : باب تحریم نکاح الشغار وبطلانه ' نسائی (۳۳۳۵) کتاب النکاح ' ابو داود (۲۵۸۱) کتاب الجهاد ' ترمذی (۱۱۲۳) کتاب النکاح ' مسند احمد (٤۲۹/٤)]

(۲) [النساء : ٤]

کے شوہر نے بھی اسے طلاق دے دی۔اس کے بعد میری بہن نے کسی اور آدمی نے شادی کر لی اور اب میری بیوی باقی ہے جو میرے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتی' اس لیے کہ طلاق سے پہلے میری اس سے اولاد ہے' تو اب کیا میرے لیے اپنی اس بیوی کی طرف دوبارہ لوٹنا جائز ہے جو اب تک مجھ سے شادی کی خواہش مند ہے' اور کیا یہ جائز ہے کہ میں اسے نیا مہر ادا کروں اور باہمی قرابت کی مدت کے تین سال بعد نیا نکاح کروں۔ میں فضیلۃ الشیخ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ پر (اس صورت حال میں) کیا کرنا واجب ہے؟

جواب: آپ کے لیے اپنی سابقہ بیوی کے ساتھ کسی بھی دوسری شوہر دیدہ عورت کی طرح نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا یہ نکاحِ شغار ہے؟

سوال: میں اپنے ایک قریبی عزیز کی بیٹی سے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کا ایک بیٹا بھی ہے جس سے میں اپنی بہن کی شادی اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنا چاہتا ہوں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ بھی یاد رہے کہ دونوں کا مہر برابر نہیں ہوگا بلکہ ہر ایک کے لیے الگ مہر مقرر کیا جائے گا۔وہ دونوں اس پر راضی ہیں اور ان میں سے کسی کو مجبور بھی نہیں کیا گیا۔

جواب: اگر فی الواقع ایسا ہی ہے کہ دونوں بیٹیاں راضی ہیں اور ہر ایک کو الگ خاص بغیر کسی مقابلے کے مہر دیا جائے گا اور آپ دونوں کے درمیان کوئی ایسی قولی یا عرفی شرط بھی نہیں کہ جو تقاضا کرتی ہو کہ وہ آپ سے اس شرط پر اپنی بیٹی کی شادی کرے گا کہ آپ اپنی بہن کی شادی اس کے بیٹے کے ساتھ کریں' تو اس (شادی) میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو شرعاً ممنوع ہو۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......




محرم رشتہ داروں
کے احکام

کیا والدہ کا چچازاد محرم ہے؟

سوال میں اپنی والدہ کے چچازاد کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ میرا محرم ہے کہ نہیں؟

جواب آپ کی والدہ کا چچازاد آپ کی والدہ کا بھی محرم نہیں چہ جائیکہ وہ آپ کا محرم بنے' آپ کے لیے اس سے شادی کرنا جائز ہے اور آپ اس پر حرام نہیں۔ محرم کی شروط میں یہ شامل ہے کہ وہ آپ پر ابدی طور پر حرام ہو۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا ممانی غیر محرم ہے اور اس سے شادی ہو سکتی ہے؟

سوال میرا سوال شادی کے متعلق ہے۔ میرا ایک بہت ہی عزیز دوست اور بھائی اپنی ممانی سے شادی کرنے والا ہے' کیونکہ میرے دوست کا ماموں اپنی بیوی سے انتہائی برا سلوک روا رکھتا ہے جس کا اس کے دونوں بچوں پر بہت ہی غلط قسم کا اثر ہوا ہے اور اب وہ اپنے خاوند سے طلاق لے کر میرے دوست سے شادی کرنا چاہتی ہے؟

میرا دوست اس عورت اور اس کے دونوں بچوں کا تعاون کرنا چاہتا ہے اور جو کچھ سختی اور مصیبت اس کے ماموں سے پہنچی ہے وہ اس کے عوض ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا خواہش مند ہے تا کہ وہ اسے بھول جائیں تو میرا سوال یہ ہے کہ:

1- کیا شریعت اسلامیہ میں یہ شادی جائز ہے۔

2- میرے دوست کے ان دو بچوں کے بارے میں کیا حقوق و واجبات ہوں گے؟

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس اشکال کا کافی وشافی جواب دیں' اگر یہ شادی شرعی احکام سے متفق نہیں تو میں اسے روک سکتا ہوں۔ آپ اس سوال کا جواب جلد عنایت فرمائیں' آپ کی بہت مہربانی ہوگی؟

جواب جب کسی شخص کا ماموں اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دے کر اسے اپنے آپ سے علیحدہ کر دے تو وہ شخص اپنی مامی سے نکاح کر سکتا ہے' کیونکہ مامی حرام کردہ عورتوں میں سے نہیں اس لیے اس سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن بھانجے کے لیے اپنی مامی سے کسی بھی قسم کا حرام تعلق قائم کرنا صحیح نہیں بلکہ ایسا کرنا حرام ہے' ہو سکتا ہے کہ شیطان ان دونوں کو برائی کسی اچھی شکل میں دکھائے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح بھانجے کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اسے اپنے ماموں سے متنفر کرے تا کہ وہ اسے طلاق دے اور پھر وہ خود اس سے شادی کر لے۔

بلکہ اسے تو ان دونوں کے درمیان اصلاح اور خیر و بھلائی کا کردار ادا کرنا چاہیے نہ کہ نفرت پھیلانے اور گھرانے کو تباہ کرنے والے کا' اصل مصلحت تو اسی میں ہے کہ اولاد اپنے والد کے ساتھ ایک ہی گھرانے اور خاندان میں رہے لیکن جب شرعی مصلحت کا تقاضا اس کے خلاف ہو تو پھر ان میں علیحدگی ہو سکتی ہے اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز پیدا ہو جائے اور ان دونوں کے درمیان طلاق تک معاملہ پہنچ جائے اور وہاں اس کے بارے میں کوئی کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہ ہو تو پھر اس طلاق یافتہ ممانی سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور جب ماموں کے بچے اس کی پرورش میں آجائیں تو ان سے اچھا اور احسن سلوک کرنا ہوگا تاکہ صلہ رحمی قائم رہے اور جب وہ ان کی پرورش میں اخلاص نیت رکھے گا تو اسے اللہ تعالیٰ سے بھی اجر عظیم حاصل ہوگا۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا شوہر بیوی کی پرورش کردہ بھتیجی کا محرم ہے؟

سوال میں شادی شدہ ہوں اور میری اپنے بھائی یا بہن کی بیٹی پر کچھ مہربانیاں ہیں (یعنی میں نے اس کی پرورش کی ہے) تو کیا میرا خاوند میری بھانجی کا محرم ہوگا اور کیا میری بھانجی پر واجب ہے کہ وہ گھر میں اپنے خالو سے پردہ کرے' آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ بھانجی کی عمر سولہ برس ہے؟

جواب اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ان مردوں کا ذکر کیا ہے جن سے عورت کے لیے جائز ہے کہ پردہ نہ کرے۔فرمایا:

''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیب و زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں' سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات اور کامیابی حاصل کرلو۔''(۱)

جب اس آیت میں خالو یا پھوپھا کو ان مردوں میں شامل نہیں کیا گیا جن سے عورت پردہ نہیں کرے گی تو پھر

(۱) [النور: ۳۱]

اس کا حکم بھی اپنی اصل پر ہی باقی رہے گا کہ ان سے پردہ کرنا واجب ہے' لیکن اگر اس عورت (پھوپھو) نے اپنی بھتیجی کو دودھ پلایا ہو تو اس وقت اس کا پھوپھا رضاعی باپ بن جائے گا اور اس وجہ سے وہ اس کا محرم ہو گا۔ لہٰذا اگر آپ نے اپنی بھتیجی کو دودھ نہیں پلایا تو پھر اسے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ کے خاوند یعنی اپنے پھوپھا سے پردہ کرنا چاہیے اور ایسا کرنا ہی فریقین کے لیے بہتر اور اچھا ہے اور دلوں کی پاکی اور فتنہ سے دوری بھی اسی میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ اور آپ کے خاوند کو اس بچی کی تربیت اور پرورش کرنے پر اجر وثواب سے نوازے اور اسے آپ کی حسنات میں شامل فرمائے۔ (واللہ علم)

......(شیخ عبدالکریم)......

کیا سسر اپنی بہو کا محرم ہے؟

سوال کیا میری بیوی میرے والد سے مصافحہ کر سکتی ہے؟

جواب جی ہاں آپ کی بیوی کے لیے اپنے سسر سے مصافحہ کرنا جائز ہے' اس لیے کہ جب کسی عورت سے عقدِ نکاح ہو جائے تو اس عورت پر سسر حرام ہو جاتا ہے اور اسی طرح عورت کے لیے خاوند کی دوسری بیوی سے بیٹے بھی محرم ہوں گے اور خاوند پر اس کی ساس بھی حرام ہو جائے گی۔

اسے تحریم مصاہرت (یعنی سسرالی تحریم) کہتے ہیں اور اس بات کی دلیل کہ سسر کے لیے اس کی بہو حرام ہے مندرجہ ذیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں۔'' (۱)

اور خاوند کے بیٹے کی والد کی بیوی پر حرمت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے۔'' (۲)

اور داماد پر اپنی ساس سے نکاح کی حرمت کی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''اور (تم پر حرام ہے) تمہاری بیویوں کی مائیں۔''

یہ تینوں (سسر' خاوند کا بیٹا اور ساس) کی حرمت صرف عقدِ نکاح ہونے سے ہی ثابت ہو جاتی ہے' اس میں دخول وہم بستری شرط نہیں۔ لیکن بیوی کی بیٹی ماں کے خاوند پر اس وقت تک حرام نہیں ہو گی جب تک اس کی ماں سے ہم بستری نہ کر لی جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

(۱) [النساء: ۲۳]

(۲) [النساء: ۲۲]

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو' ہاں اگر تم نے ان سے ہم بستری نہیں کی تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' (۱)

یہاں پر ''ربیبه'' کا لفظ بولا گیا ہے اور ربیبہ بیوی کی پہلی بیٹی کو کہتے ہیں جو دوسرے خاوند سے ہو۔(۲)

حاصل بحث یہ ہوا کہ سسر بہو کے محرموں میں سے ہے اس لیے اس کے لیے اس سے مصافحہ اور خلوت اور اس کے ساتھ سفر کرنا سب جائز ہے۔

......(شیخ محمد المنجد) .....

کیا سالی کے شوہر کی اولاد میرے لیے محرم ہے؟

سوال میری سالی نے ایک بھائی سے شادی کی جس کے پہلی بیوی سے بھی دو بچے تھے' وہ ان بچوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش اپنی اولاد کی طرح کرتی رہی' میرا گمان ہے کہ انہیں یہ بھی علم نہیں ہوگا کہ ان کی حقیقی ماں نہیں۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے بچپن میں میری سالی کا دودھ نہیں پیا۔ میری بیوی کے خاندان والے حتی کہ میری بیوی بھی ان کے ساتھ ایسے ہی سلوک کرتی ہے گویا کہ سالی کی اولاد ہو' اب وہ بچہ اور بچی بلوغت کے قریب ہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا میری بیوی کو اس بچے سے پردہ کرنا واجب ہے اور کیا اس بچی پر واجب ہے کہ وہ مجھ سے پردہ کرے؟

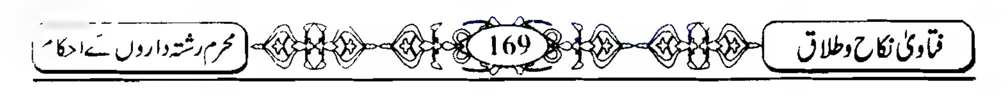
جواب آپ کی بیوی کا آپ کی سالی کے خاوند کے بچوں سے کوئی تعلق وواسطہ نہیں کیونکہ وہ نہ تو آپ کی سالی کی نسبی اولاد ہے اور نہ ہی رضاعی۔ اس بنا پر آپ کی بیوی پر اس بچے سے پردہ کرنا واجب ہے کیونکہ وہ اس کے لیے اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح آپ بھی اس بچی کے لیے اجنبی ہیں آپ کے لیے اس کے ساتھ خلوت کرنا حلال نہیں اور نہ ہی آپ اس کے ساتھ سفر کر سکتے ہیں اور اس بچی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ آپ سے پردہ نہ کرے بلکہ اس پر آپ سے پردہ کرنا واجب ہے۔

رہا مسئلہ ان کے والد کی بیوی (یعنی آپ کی سالی) کا تو اس پر ان سے پردہ کرنا واجب نہیں کیونکہ وہ اس کے محرم ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(۱) [النساء: ۲۳]

(۲) [دیکھئے: المغنی لابن قدامة (۹/۵۱۴ـ۵۲۴)]



''اور تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیے ہیں۔'' (۱)

اس آیت سے پتہ چلا کہ انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے والد یا اپنے دادا کی منکوحہ سے شادی کرے خواہ وہ آباء واجداد والد کی جانب سے ہوں یا والدہ کی جانب سے اور چاہے اس نے عورت سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

جب مرد اپنی بیوی سے عقد صحیح کر لیتا ہے تو وہ عورت صرف اس عقد کی وجہ سے ہی اس کی اولاد اور اسی طرح اولاد کی اولاد پر بھی حرام ہو جاتی ہے خواہ وہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں (یعنی بیٹے بیٹیاں' پوتے پوتیاں اور دھوتے دھوتیاں) اور اس سے بھی نیچے کی نسل۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا والدین کے چچا اور ماموں محرم ہیں؟

سوال: کیا عورت پر اپنی دادی کے بھائی سے پردہ کرنا واجب ہے؟

جواب: دادی کے بھائی والد کے ماموں ہیں اور ہر انسان کا ماموں اس کی ساری اولاد کا بھی ماموں شمار ہوگا' اس بنا پر آپ کے والد کا ماموں آپ کا بھی ماموں ہوا۔ لہٰذا وہ آپ کا محرم ہے اور آپ پر اس سے پردہ کرنا واجب نہیں۔ بلکہ آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ اس کے سامنے اپنا چہرہ وغیرہ ننگا رکھیں جو کہ عام طور پر محرم کے سامنے ننگا رکھا جاتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین ؒ فرماتے ہیں:

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ ہر شخص کی خالہ یا اس کی پھوپھی اس کی اولاد (پوتوں اور دھوتوں) کی بھی خالہ اور پھوپھی ہوگی۔ اس طرح آپ کے والد کی پھوپھی آپ کی بھی پھوپھی ہے اور آپ کے والد کی خالہ آپ کی بھی خالہ ہے اور اسی طرح آپ کی والدہ کی پھوپھی آپ کی بھی پھوپھی ہے اور آپ کی والدہ کی خالہ آپ کی بھی خالہ ہے۔ نیز اسی طرح آپ کے آباء واجداد کی خالائیں اور پھوپھیاں آپ کی بھی خالائیں اور پھوپھیاں ہوں گی۔

شیخ ابن عثیمین ؒ سے مندرجہ ذیل سوال بھی کیا گیا:

کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی والدہ کے چچا یا والدہ کے ماموں یا والد کے چچا یا والد کے ماموں کے سامنے چہرہ ننگا کرے (یعنی کیا یہ سب اس کے محرم ہیں)؟

---

(۱) [النساء: ۲۲]

تو شیخ نے جواب دیا:

جی ہاں' جب عورت کی والدہ یا اس کے والد کے سگے چچا یا والد کی طرف سے یا والدہ کی طرف سے چچا ہوں یا پھر اسی طرح اس کے ماموں ہوں تو یہ سب اس عورت کے محرم ہوں گے۔اس لیے کہ آپ کے والد کے چچا آپ کے چچا ہیں اور آپ کے والد کے ماموں آپ کے بھی ماموں ہیں اور اسی طرح آپ کی والدہ کے نسبی چچا اور ماموں آپ کے بھی چچا اور ماموں ہوں گے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا عیسائی ماموں محرم ہے؟

سوال: میری والدہ نصرانی تھی اور تقریباً سولہ برس سے وہ مسلمان ہو چکی ہے لیکن اس کا سارا خاندان ابھی تک نصرانیت پر قائم ہے اور میں فی الحال ان کے ساتھ رہائش پذیر ہوں جہاں پر میرا ماموں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہائش پذیر ہے یعنی اسی گھر میں جس میں میں رہتی ہوں۔ میں نے اپنی سہیلیوں سے اس کا ذکر کیا تو ان کا کہنا تھا کہ اس کی موجودگی میں مجھے پردہ کرنا چاہیے لیکن میں ان کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتی کیونکہ وہ میرا محرم ہے خواہ وہ نصرانیت پر ہی قائم ہو' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: آپ کا ماموں آپ کا محرم ہے' اس بنا پر آپ کے لیے جائز ہے کہ اس سے پردہ نہ کریں' نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے عورتوں کو ان کے کافر رشتہ داروں سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہو۔لیکن علمائے کرام نے یہ شرط لگائی ہے کہ جس سے عورت پردہ نہ کرتی ہو اس کا امین ہونا ضروری ہے اور یہ شرط عام ہے خواہ وہ رشتہ دار مسلمان ہو یا کافر۔نیز اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس کا محرم امین نہ ہو مثلاً وہ اس عورت کی صفات کسی دوسرے شخص سے بیان کرے یا اس کے دیکھنے سے کسی قسم کے فتنے کا ڈر ہو تو پھر اس سے بھی پردہ کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

امام احمدؒ کے تفردات میں یہ بھی ہے کہ

انہوں نے مسلمان عورت کے ساتھ سفر میں محرم کے مسلمان ہونے کی شرط لگائی ہے' لیکن ان کے بعض اصحاب نے اس مسئلے میں ان کی موافقت نہیں کی۔سفر میں مسلمان عورت کے ساتھ کافر محرم کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ امین نہیں ہے اور خاص کر جب وہ مجوسی ہو۔امام احمدؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ مجوسی اپنی والدہ کا بھی محرم نہیں کیونکہ وہ اس سے ہم بستری کو جائز سمجھتا ہے۔



اور بعض حنابلہ کا کہنا ہے:

ممکن ہے یہودی یا عیسائی رشتہ دار اسے فروخت کر دے یا پھر اسے قتل کر دے۔ لیکن جب ہم اس علت کو پیش نظر رکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ علت تو بعض فاسق قسم کے مسلمانوں پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا کافر ہونا محرم ہونے میں رکاوٹ نہیں البتہ امانت دار ہونا بہر حال ضروری ہے۔

اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا کافرہ عورت کسی مسلمان عورت کو دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟ تو زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ایسی عورت سے پردہ نہ کرنا درست ہے جس سے یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ اس کی صفات کسی اور کو بتائے گی چاہے وہ مسلمان ہو یا کافرہ۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے یہ سوال کیا گیا:

کیا مسلمان عورت کے لیے کسی کافر عورت کے سامنے اپنے بال ننگے کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ عورت اپنے عزیز واقارب مردوں کے سامنے اس کی صفات بیان کرے گی اور وہ سب غیر مسلم ہیں؟

تو شیخ نے جواب دیا:

یہ معاملہ مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر میں علمائے کرام کے اختلاف پر مبنی ہے:

''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیب وزینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں' سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات اور کامیابی حاصل کرلو۔'' (۱)

اللہ تعالیٰ کے فرمان " أو نسائهن " کی ضمیر میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ کچھ تو یہ کہتے ہیں کہ اس سے عمومی جنس عورت مراد ہے اور کچھ کا کہنا ہے کہ اس سے صرف مومن عورتیں ہی مراد ہیں۔ پہلے قول کی بنا پر عورت کے لیے غیر مسلم عورت کے سامنے اپنے بال ننگے رکھنا جائز ہے اور دوسرے قول کی بنا پر جائز نہیں۔

---

(۱) [النور : ۳۱]

ہم پہلی رائے کی طرف ہی مائل ہیں اور یہی اقرب معلوم ہوتی ہے' اس لیے کہ عورت عورت کے ساتھ ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہیں اور یہ اجازت اس وقت ہے جب کوئی فتنہ نہ ہو' لیکن اگر فتنے کا خدشہ ہو مثلاً اگر عورت اپنے عزیز واقارب مردوں کو اس کی صفات بیان کرے گی تو اس وقت فتنے سے بچنا ضروری ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں کسی بھی مسلمان عورت کو اپنے جسم کا کوئی بھی حصہ مثلاً ٹانگیں یا بال وغیرہ کچھ بھی کسی عورت کے سامنے ظاہر نہیں کرنے چاہییں خواہ وہ مسلمان ہو یا کافرہ۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

داماد سے پردے کا حکم

سوال بعض عورتیں اپنے دامادوں سے پردہ کرتی ہیں اور ان سے سلام اور مصافحہ بھی نہیں کرتیں تو کیا ان کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب عورت کا داماد شادی کی وجہ سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں ان میں شامل ہے لہٰذا داماد اپنی ساس کی وہ اشیاء دیکھ سکتا ہے جو اس کے لیے اپنی والدہ' بہن' بیٹی اور باقی سب محرمات کی دیکھنی جائز ہیں۔ ساس کا اپنے داماد سے اپنا چہرہ اور بازو بال وغیرہ کا پردہ کرنا پردے کے غلو میں شامل ہوتا ہے اور اسی طرح ملاقات کے وقت مصافحہ نہ کرنا بھی غلو ہے' ایسا کرنے سے ہوسکتا ہے نفرت اور قطع رحمی پیدا ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اس کام میں غلو کرنے سے بچے لیکن جب وہ داماد کے فتنہ وشر یا آنکھوں کی خیانت دیکھے تو پھر وہ جو کچھ کر رہی ہے اس کے لیے درست ہے۔

......(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی)......

○ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

کیا سسر کی بیوی محرم ہے؟

سوال کیا میرے سسر کی بیوی میری محرمات میں شمار ہوگی؟

جواب آپ کے سسر کی (دوسری) بیوی آپ کی محرمات میں شمار نہیں ہوگی کیونکہ وہ آپ کی بیوی کی والدہ نہیں۔ اس لیے آپ اس سے شادی کر سکتے ہیں کیونکہ بغیر کسی دلیل کے تحریم ثابت نہیں ہوتی اور اس کی حرمت کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں سے حرام کردہ عورتوں کا ذکر کیا تو اس کے بعد فرمایا:

''اوران کے علاوہ تمہارے لیے حلال ہیں۔''(۱)

یہی نہیں بلکہ اکثر علماء کے نزدیک تو واضح طور پر سسر کی بیوی اور عورت دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے (یعنی بیوی کی والدہ کے علاوہ اس کے والد کی دوسری بیوی کو جسے وہ طلاق دے چکا ہو)۔

امام ابن رجب حنبلیؒ کہتے ہیں:

مرد کی بیوی اور اس کی دوسری بیوی کی بیٹی دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ بعض سلف نے اسے ناپسند کیا ہے۔(۲)

امام شافعیؒ کہتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی عورت اور اس کے والد کی بیوی سے شادی کرے تو یہ عمل امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ ہمیں عبداللہ بن جعفرؒ سے اسی طرح کی روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

کسی شخص کی بیوی اور اس کی کسی اور بیوی سے بیٹی دونوں کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۳)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ عورت اور اس کے والد کی (دوسری) بیوی' اور اسی طرح اس کے بیٹے کی بیوی اور اس کی چچازاد کو جمع کرے کیونکہ اس کی تحریم میں کوئی نص نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ابوسلیمانؒ کا بھی یہی قول ہے۔(٤)

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی شخص کی بیوی اور اس کی کسی اور بیوی سے بیٹی کو نکاح میں جمع کر لیا جائے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک بیوی اور اس (یعنی بیوی) کی ربیبہ کو نکاح میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ عبداللہ بن جعفر اور صفوان بن امیہ نے ایسا کیا تھا اور حسنؒ، عکرمہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کے علاوہ سب فقہائے کرام کا یہی کہنا ہے' صرف ان سے کراہت منقول ہے۔ وہ (یعنی مکروہ کہنے والے) یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے اگر ایک مذکر ہوتا تو اس پر دوسری حرام ہو جاتی' اس طرح یہ عورت اور اس کی پھوپھی کے مشابہ ہوئی۔ لیکن

---

(۱) [النساء : ٢٤]

(۲) [جامع العلوم والحکم (ص / ٤١١)]

(۳) [مزید دیکھئے: الأم للشافعی (١٥٥/٧)]

(٤) [المحلی (٥٣٢/٩)]

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اوراس کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔'' (۱)

اوراس لیے بھی (ایسا کرنا جائز ہے) کہ ان دونوں کے درمیان کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں' اس طرح یہ دونوں اجنبیوں کے مشابہ ہوئیں اوراس لیے بھی کہ جمع اس لیے حرام کیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دو قریبی نسبی رشتہ دار عورتوں کے درمیان قطع رحمی کا خدشہ ہوتا ہےاوران دونوں کے درمیان تو کوئی قرابت داری ہی نہیں تو اس سے مکروہ کہنے والوں کی اور ہماری بات کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔(۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کی بیوی کے والد کی بیوی (جو آپ کی بیوی کی والدہ نہیں) آپ کی محرمات میں شامل نہیں ہوگی' بلکہ وہ آپ کے لیے اجنبی ہے' آپ اس سے نہ تو مصافحہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپ کے لیے اس سے خلوت اوراس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔(واللہ اعلم)

لڑکی کا اپنے والد کے ماموں سے شادی کا حکم

سوال کیا لڑکی اپنے والد کے ماموں سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب لڑکی کا اپنے والد کے ماموں سے شادی کرنا جائز نہیں اس لیے کہ والد کے ماموں اس کے بھی ماموں ہیں اور وہ اس کے محرموں میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تم پر تمہاری مائیں' تمہاری بیٹیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں حرام ہیں۔'' (۳)

علمائے کرام نے دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ والد کا چچا اس کے بیٹے کا بھی چچا ہےاور والد کا ماموں اس کے بیٹے کا بھی ماموں ہے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا خاوند کا رضاعی باپ محرم ہے؟

سوال بہو کا اپنے رضاعی سسر سے پردہ نہ کرنے کا حکم؟

---

(۱) [النساء:۲٤]

(۲) [المغنی لابن قدامۃ (۹۸/۷)]

(۳) [النساء:۲۳]

جواب﴾ راجح قول' جسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے' کے مطابق عورت کا اپنے رضاعی سسر سے پردہ نہ کرنا جائز نہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ ﴾

''جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔'' (۱)

اور عورت کا سسر بہو پر نسبی اعتبار سے حرام نہیں بلکہ وہ تو شادی کی وجہ سے حرام ہوا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں۔'' (۲)

رضاعی بیٹا مرد کا صلبی اور سگا بیٹا نہیں' اس بنا پر اگر عورت کے خاوند کا کوئی رضاعی باپ ہو تو وہ عورت واجبی طور پر اس سے پردہ کرے گی اور اس کے سامنے اپنا چہرہ وغیرہ ننگا نہیں کرے گی اور اگر بالفرض رضاعی بیٹے سے عورت کی علیحدگی ہو جائے تو پھر جمہور علمائے کرام کی رائے میں اس عورت کا رضاعی سسر سے نکاح حلال نہیں ہوگا۔

......(شیخ ابن عثیمینؒ)......

کیا سابقہ سسر محرم ہے؟

سوال﴾ مسلمان عورت کے سابقہ سسر کے ساتھ کس طرح کے تعلقات ہوں گے اور کیا اس کے آنے پر عورت کے لیے اس سے پردہ کرنا واجب ہوگا؟

جواب﴾ عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہوگا خواہ خاوند نے اسے طلاق ہی کیوں نہ دے دی ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کردہ عورتوں کے بیان میں فرمایا ہے:

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں۔'' (۳)

یہاں پر صرف عقدِ نکاح سے ہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے' اس لیے اگر کسی مرد نے عورت سے عقدِ نکاح کر لیا

(۱) [بخاری (۵۰۹۹) کتاب النکاح: باب قول اللہ تعالیٰ: وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم' مؤطا (۶۰۱/۲) مسلم (۱۴۴۴) کتاب الرضاع: باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة' نسائی (۱۰۲/۶) دارمی (۱۵۵/۲) عبدالرزاق (۴۷۶/۷) أبو يعلى (۳۳۸/۷) بيهقى (۱۵۹/۷)]

(۲) [النساء: ۲۳]

(۳) [النساء: ۲۳]

تو خاوند کا والد (یعنی عورت کا سسر) اپنی بہو کا محرم بن جائے گا' خواہ شوہر نے اس سے ہم بستری نہ بھی کی ہو۔

علمائے کرام اسے محرمات بالمصاہرہ (یعنی نکاح کی وجہ سے حرام کردہ) کا نام دیتے ہیں۔محرمات بالمصاہرہ کی چار قسمیں ہیں:

❶ جس سے والد نے نکاح کرلیا ہو (یعنی والد کی بیوی اور اسی طرح دادا کی بیویاں) اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اوران عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو۔'' (۱)

❷ بیوی کی والدہ اور اس کی نانیاں (یعنی ساس اور اس کی نانیاں)۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہاری بیویوں کی مائیں۔'' (۲)

❸ ربیبہ (یعنی بیوی کی پہلے خاوند سے بچی)۔ربیبہ اس وقت حرام ہو گی جب مرد نے اس کی والدہ سے ہم بستری کرلی ہو' لیکن اگر اس کی ماں سے ابھی صرف عقدِ نکاح ہی ہوا ہے اور ہم بستری نہیں ہوئی تو اس صورت میں اس کی بیٹی یعنی ربیبہ حرام نہیں ہو گی۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہاری پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو اور اگر تم نے ان سے ہم بستری نہیں کی تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' (۳)

❹ بیٹے کی بیوی (یعنی بہو) اور اسی طرح پوتوں کی بیویاں' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں (تم پر حرام) ہیں۔'' (٤)

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں' فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہاری پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو اور اگر تم نے ان سے جماع نہیں کیا تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں۔'' (٥)

تحریم مصاہرہ میں یہ تین قسمیں ہیں (یعنی شادی کی وجہ سے یہ تین قسم کی حرمت ہے) پس اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) [النساء:۲۲]

(۲) [النساء:۲۳]

(۳) [النساء:۲۳]

(٤) [النساء:۲۳] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: جامع أحکام النساء للعدوی (۳۰۲/٥)]

(٥) [النساء:۲۳]

فرمان ''تمہاری بیویوں کی مائیں'' کا مطلب ہے مرد پر اس کی ساس جو کہ بیوی کی والدہ ہے اور اس کی نانی 'خواہ اس سے بھی اوپر والی ہو (یعنی نانی کی ماں اور اس کی ماں وغیرہ سب) حرام ہیں اور یہ محض عقدِ نکاح کی وجہ سے ہی حرام ہو جائیں گی۔

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کی بیوی کی والدہ اس کی محرم بن جائے گی خواہ اس نے بیوی سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو۔ بالفرض اگر نکاح کے بعد بیٹی فوت ہو جاتی ہے یا اسے طلاق دے دی جاتی ہے تو وہ بعد میں بھی اس کی والدہ کا محرم ہی رہے گا۔ وہ اس کے سامنے اپنا چہرہ ننگا کر سکتی ہے' اس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اور خلوت بھی کر سکتی ہے' اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ بیوی کی والدہ (یعنی ساس) اور اس کی نانی صرف عقدِ نکاح سے ہی حرام ہو جاتی ہیں' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عموم ہے:

''اور (حرام ہیں تم پر) تمہاری بیویوں کی مائیں۔'' (۱)

اور عورت صرف عقدِ نکاح کی بنا پر ہی مرد کی بیوی بن جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)۔'' سے مراد بیٹے کی بیوی (یعنی بہو) ہے خواہ وہ اس سے بھی نیچے والے کی بیوی ہو (یعنی پوتے کی یا پوتے کے بیٹے کی وغیرہ)۔ وہ اس کے والد پر صرف عقدِ نکاح سے ہی حرام ہو جائے گی اور اسی طرح دادا پر پوتے کی بیوی صرف عقدِ نکاح سے ہی حرام ہو جائے گی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عموم ہے:

''اور (تم پر حرام ہیں) تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں۔''

اور عورت صرف عقدِ نکاح کے ساتھ ہی خاوند کی بیوی بن جاتی ہے۔ (۲)

عمر رسیدہ چچا زاد بہن سے مصافحہ کرنا اور اس کا سر چومنا

سوال میری ایک چچا زاد جس کی عمر ستر برس ہے' کیا میں اس کا پردے کے اوپر سے سر چوم سکتا ہوں یا اس سے مصافحہ کر سکتا ہوں کہ نہیں کیونکہ وہ بوڑھی ہے؟

جواب آپ کا اس کے سر کا بوسہ لینا یا اس سے مصافحہ وغیرہ کرنا جائز نہیں' بلکہ آپ کے لیے یہ مشروع ہے کہ آپ اس سے کلام کے ذریعے سلام کر لیں خواہ وہ بوڑھی ہی ہے' اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی محرمات میں شامل نہیں۔ البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ اس سے یوں حال دریافت کر لیں کہ آپ کا اور آپ کی اولاد کا

(۱) [النساء: ۲۳]

(۲) [مزید دیکھئے: الفتاوی الجامعة للمرأة المسلمة (۲/۵۹۱)]

کیا حال ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات (اس سے بڑھ کر مصافحہ غیر محرم سے درست نہیں) کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ ﴾

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''(۱)

یہ حدیث بوڑھی اور غیر بوڑھی سب عورتوں کے لیے عام ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ مَا مَسَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ ﴾

''اللہ کی قسم! رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں۔''(۲)

......(شیخ ابن باز)......

کیا میں اپنی طلاق یافتہ چچی کا محرم ہوں جبکہ وہ میرے نانا کی بیٹی ہے؟

سوال کیا میں اپنی چچی کی طلاق کے بعد اس کا محرم شمار ہوں گا' اصل میں وہ میرے نانا کی بیٹی ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

جواب جد (عربی میں نانا اور دادا کو کہا جاتا ہے' اس) کی بیٹی یا تو آپ کی خالہ ہوگی یا پھر پھوپھو' اگر تو وہ آپ کے دادا کی بیٹی ہے تو آپ کی پھوپھو لگے گی اور اگر وہ آپ کے نانا کی بیٹی ہے تو آپ کی خالہ۔ جب وہ آپ کی خالہ یا پھوپھو ہے تو آپ اس کے محرم ہیں خواہ وہ آپ کی چچی بھی ہو یا نہ ہو اور سوال سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آپ کے نانا کی بیٹی (یعنی خالہ) ہے کیونکہ پھوپھو چچی نہیں ہو سکتی۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا منہ بولا بھائی محرم ہے؟

سوال میری سہیلی کا ایک منہ بولا بھائی ہے جس نے اس کی والدہ کا دودھ بھی نہیں پیا' میری سہیلی کی والدہ نے اسے تین برس کی عمر میں لاوارث بچوں کے آفس کے ذریعے منہ بولا بیٹا بنایا' ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری بھی نہیں' وہ عورت بھی مسلمان ہے اور وہ لڑکا بھی' لیکن اب وہ مرتد ہو چکا ہے۔ وہ لڑکا اس کے بارے میں لوگوں سے

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۵۱۳) السلسلة الصحيحة (۵۲۹) ابن ماجه (۲۸۷٤) كتاب الجهاد : باب بيعة النساء' نسائی (٤١٨١) كتاب البيعة : باب بيعة النساء]

(۲) [صحیح : صحيح ابو داود' ابو داود (۲۹٤۱) كتاب الخراج والامارة والفيئ : باب ما جاء فى البيعة]

غیبتیں کرتا اور کذب بیانی سے کام لیتا رہتا ہے تو کیا اس سے قطع تعلقی ممکن ہے اس لیے کہ وہ صرف اس کا منہ بولا بھائی ہے' اس کے علاوہ اس کا اس سے کوئی رشتہ نہیں؟ اور کیا اس کے مرتد ہو جانے کے بعد وہ اسے سلام کرے؟

جواب: یہ بچہ اس خاندان سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا اس خاندان سے نہ تو نسبی تعلق ہے اور نہ ہی رضاعی۔ اگر وہ بچہ مکلف ہے تو پھر اس کے لیے ان کے محارم کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہ اس وقت ہے جب وہ دین اسلام پر قائم ہو اور جب وہ اسلام سے ہی مرتد ہو چکا ہے تو پھر اس کے لیے یہ جواز کیسے ہو سکتا ہے؟

اسی طرح اس لڑکی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اس سے مصافحہ کرے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرے اور اس سے پردہ نہ کرے کیونکہ وہ اس کا محرم نہیں۔ نیز اس کے مرتد ہو جانے کے بعد نہ تو وہ اسے سلام کہے اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی و عافیت کے طلب گار ہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

عارضی محرمات سے سلام و مصافحہ کا حکم

سوال: یہ تو معروف ہے کہ کوئی اجنبی عورت کسی اجنبی مرد سے نہ تو مصافحہ کر سکتی ہے اور نہ ہی خلوت' لیکن کیا مرد کا اپنی سالی یا بیوی کی خالہ اور پھوپھی سے سلام و مصافحہ کرنا جائز ہے' اس دعویٰ کے ساتھ کہ یہ اس کی مقررہ مدت تک محرمات میں شامل ہیں اور کیا ان سے خلوت کرنا بھی جائز ہے؟ اور کیا سالی اور بیوی کی خالہ اور پھوپھی سے بھی مرد کی مقررہ محرمیت بھی ویسی ہی ہے جو مرد اور کسی دوسرے شخص کی بیوی سے ہوتی ہے یا اس میں فرق ہے؟

جواب: مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی سالی یا پھر بیوی کی خالہ اور پھوپھی سے مصافحہ کرے اور نہ ہی اس کے لیے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ خلوت کرنی جائز ہے' اس لیے کہ یہ عورتیں اس کی محرمات میں سے نہیں۔ بلکہ یہ تو صرف ایک مدت تک حرام ہیں جو باقی محرمات کے ساتھ مصافحہ اور خلوت کی طرح جواز کے لیے کافی نہیں۔

واضح رہے کہ مرد کے لیے اپنی سالی یا اپنی بیوی کی خالہ اور پھوپھی سے نکاح صرف اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کی بیوی اس کی زوجیت میں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں' تمہاری لڑکیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' بھائی کی لڑکیاں' بہن کی لڑکیاں' تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے' تمہاری دودھ شریک بہنیں' تمہاری ساس' تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں' تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر

چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر گناہ نہیں، تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں، تمہارا دو بہنوں کو جمع کر لینا، ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔" (۱)

اور نبی کریم ﷺ نے بھی اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنی بیوی اور اس کی خالہ یا پھر پھوپھی کو ایک ہی نکاح میں جمع کرے۔ (۲)

اور جب طلاق، فسخ نکاح یا وفات کی وجہ سے مرد بیوی سے علیحدہ ہو جائے تو عدت پوری ہونے کے بعد وہ اس کی سالی یا خالہ یا پھوپھی سے بھی شادی کر سکتا ہے (اس لیے ان عورتوں کے ساتھ خلوت و مصافحہ جائز نہیں)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

رشتہ دار قیدی کے گھر والوں کی خبر گیری اور اس کی بیوی کے ساتھ خلوت

سوال: میرا ایک قریبی جیل میں ہے اور میں اس کی گھریلو ضروریات کا خیال رکھتا ہوں، جس میں بچوں کی تعلیم اور گھر کے لیے ضروری اشیاء کی خریداری اور اس کے گھر والوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کسی محرم کے بغیر ان کے ساتھ بیٹھتا ہوں، لیکن اس میں ہر قسم کا احترام، قدر اور اخوت فی اللہ کا دھیان رکھتا ہوں۔

اس کی بیوی مجھ سے چہرے اور ہاتھ کا پردہ نہیں کرتی، میں یہ سب کچھ اس لیے کرتا ہوں کہ عورت کے خاندان سے اس کے محرم رشتہ دار اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے حالات کی خبر لیتے ہیں، میں اس سلسلے میں شرعی اعتبار سے جاننا چاہتا ہوں کہ کیا میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ حلال ہے یا حرام؟ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ میں یہ سب کچھ فی سبیل اللہ اور اپنے قریبی سے تعلقات کی بنا پر کر رہا ہوں۔

جواب: آپ جو کچھ اپنے قریبی کی فیملی کے ساتھ اس کی غیر حاضری میں کر رہے ہیں وہ ایک نہایت مستحسن عمل اور نیکی کا کام ہے جس پر آپ تحسین و آفرین کے سزاوار ہیں، اس لیے کہ کمزور و ناتواں لوگوں کی ضروریات پوری کرنا اعمالِ صالحہ میں شامل ہوتا ہے۔

لیکن آپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ آپ اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی اختیار کریں کیونکہ وہ آپ کے لیے

---

(۱) [النساء : ۲۳]

(۲) [بخاری (۵۱۰۸) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها، مسلم (۱۴۰۸) کتاب النکاح : باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها فی النکاح، ابو داود (۲۰۶۶) کتاب النکاح : باب ما یکره أن یجمع بینهن من النساء، ابن ماجه (۱۹۲۹) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها، نسائی (۳۲۸۹) وفی السنن الکبری (۵۴۱۹) ابن حبان (۴۱۱۳) شرح السنة للبغوی (۲۲۷۷) بیهقی (۱۶۵/۷) موطا (۱۱۲۹) کتاب النکاح : باب ما لا یجمع بینه من النساء]



اجنبی ہے اور نہ ہی اس عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ سے پردہ نہ کرے کیونکہ آپ اس کے محرم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

شوہر کے کہنے پر خاندان والوں سے بے پردگی اور مصافحہ

سوال: جب میں گھر میں ہونے والی خاندانی تقریبات یا پھر عید کے موقع پر ہونے والے اجتماعات میں خاوند کے خاندان والوں سے پردہ کرتی ہوں تو وہ میرا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے خاندان والوں کے سامنے آپ کا پردہ کرنا ضروری نہیں' غیر محرم کے سامنے عورت کے لیے اسلام نے جو ضوابط مقرر کیے ہیں مجھے ان کا علم ہے اور میں ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتی ہوں۔ مجھے ان کی ان باتوں کا سامنا کس طرح کرنا چاہیے تاکہ ان کے جذبات بھی مجروح نہ ہوں' مجھے یہ بھی علم ہے کہ ان میں صحیح اسلام کی اتباع کرنے کی صفات بھی پائی جاتی ہیں' تو کیا خاوند کے بھائی اور بہن کے بیٹے بیوی کے لیے محرم ہیں؟

میں نے کچھ اساتذہ سے اس بارے میں پوچھا تو ان کا کہنا تھا وہ محرم نہیں' لیکن خاندانی اسباب اور خاوند کے اصرار پر ان سے ہاتھ کے ساتھ سلام لیتی ہوں اور ابھی تک یہی ہو رہا ہے اور یہ معاملہ خاندان میں عادی ہے۔ لیکن مجھے اس معاملے میں اطمینان نہیں۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری خیر و بھلائی کے راستے کی طرف رہنمائی کرے اور میرے گناہ معاف فرمائے۔

جواب: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ خیر و بھلائی میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کے معاملے میں آسانی پیدا فرمائے تاکہ آپ کی پریشانی اور غم دور ہو۔ جو لوگ تقویٰ و پرہیزگاری میں کم درجہ کے ہوتے ہیں ان سے مسلمان عورت کو بہت کچھ سننا اور دیکھنا پڑتا ہے' جس پر اسے صبر کرنا چاہیے اور اسے جو بھی تکلیف پہنچے اس میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی نیت رکھنی چاہیے اور اسے اپنے رب سے اچھی امید رکھنی چاہیے۔

مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان (خاندان والوں) کے مطالبات تسلیم کرے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ ان کی مصافحہ کرنے اور پردہ چھوڑنے جیسی خواہشات پوری کرے' اس لیے کہ اگر اس نے ان اشیاء کے ذریعے سے لوگوں کو راضی کر لیا تو وہ اپنے رب کو ناراض کر بیٹھے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ خاوند کے بھتیجے اور بھانجے محرم نہیں بلکہ ان سے تو زیادہ احتیاط واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں موت کے برابر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے



کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ ' فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ ؟ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ ﴾

''عورتوں کے پاس جانے سے بچو' ایک انصاری شخص کہنے لگا' اے اللہ کے رسول ! آپ ذرا خاوند کے عزیز واقارب کے بارے میں تو بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' خاوند کے عزیز واقارب تو موت ہیں۔'' (۱)

امام نوویؒ کہتے ہیں:

اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ ''الأحماء'' خاوند کے عزیز واقارب کو کہا جاتا ہے مثلاً اس کا باپ' چچا' بھائی' بھتیجا اور چچازاد وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان ''عزیز واقارب تو موت ہیں'' کا معنی یہ ہے کہ دوسروں کی بہ نسبت ان سے زیادہ فتنہ وشر متوقع ہے کیونکہ اس کے لیے بغیر کسی رکاوٹ کے عورت تک پہنچنا اور اس سے خلوت کرنا ممکن ہے' جبکہ اجنبی کے لیے ایسا ممکن نہیں۔ یہاں حمو سے مراد خاوند کے والد اور بیٹوں کے علاوہ باقی عزیز واقارب مرد ہیں' کیونکہ خاوند کے آباء واجداد اور اس کے بیٹے تو اس کی بیوی کے لیے محرم ہیں جن سے اس کی خلوت جائز ہے' جنہیں موت قرار نہیں دیا جا سکتا' بلکہ اس سے مراد خاوند کے بھائی یعنی دیور' بھتیجا' چچا اور چچازاد وغیرہ' جو محرم نہیں' مراد ہیں۔

ان کے بارے میں لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ اس میں تساہل برتتے ہیں اور دیور بھابھی سے خلوت کرتا ہے' حالانکہ اسے موت سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے خلوت وتنہائی اجنبی سے بھی زیادہ ممنوع ہونی چاہیے' اس کی وجہ ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے' جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے وہی حدیث کا صحیح معنی ہے۔(۲)

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کہتے ہیں:

جب عورت مکمل طور پر شرعی پردہ میں ہو اور اس کا چہرہ' بال اور باقی بدن چھپا ہوا ہو تو وہ اپنے دیوروں یا اپنے چچازاد کے ساتھ بیٹھ سکتی ہے۔ لیکن یہ بیٹھنا بھی صرف اسی وقت جائز ہے جب اس میں کسی قسم کا خدشہ نہ ہو اور جس بیٹھنے میں شرکی تہمت کا خطرہ ہو وہاں بیٹھنا جائز نہیں' مثلاً ان کے ساتھ بیٹھ کر موسیقی اور گانے سنے

---

(۱) [مسلم (۲۱۷۲) كتاب السلام : باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها ' بخاری (۵۲۳۲) كتاب النكاح : باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم ' ترمذی (۱۱۷۱) كتاب الرضاع : باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات ' احمد (۱۷۳۵۲) ابن حبان (۵۵۸۸) طبرانی کبير (۷۶۲/۱۷) شرح السنة للبغوى (۲۲۵۲) بيهقى (۹۰/۷)]

(۲) [شرح مسلم للنووى (۱۵٤/۱٤)]



جائیں۔ان میں سے کسی ایک یا پھر کسی اور غیر محرم کے ساتھ عورت کا تنہائی اختیار کرنا جائز نہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''کوئی عورت بھی کسی مرد سے محرم کی موجودگی کے بغیر خلوت نہ کرے۔''(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''خبردار! جو آدمی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔''(۲)

تیسری بات یہ ہے کہ عورت کا کسی اجنبی مرد سے مصافحہ کرنا حرام ہے' آپ کے لیے جائز نہیں کہ اپنے یا خاوند کے رشتہ داروں کی رغبت پر اس میں سستی کریں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ ''آپ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا۔البتہ آپ زبان سے عہد و میثاق لیتے اور جب خواتین زبان سے (قبولِ اسلام اور دیگر شرائط کا) عہد کر لیتیں تو آپ ﷺ فرماتے' جاؤ بے شک میں نے تم سے بیعت کر لی۔''(۳)

جب ہمارے پیارے نبی جو معصوم' خیر البشر اور روزِ قیامت بنو آدم کے سردار ہوں گے' وہ بیعت میں بھی عورتوں کے ہاتھ نہیں چھوتے (حالانکہ اصل میں بیعت تو ہاتھ سے ہی ہوتی ہے) تو نبی ﷺ کے علاوہ دوسرے مردوں سے کس طرح مصافحہ کیا جا سکتا ہے؟۔حضرت اُمیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔(٤)

شیخ ابن بازؒ فرماتے ہیں:

---

(۱) [صحیح : ارواء الغلیل (۱۸۱۳) احمد (۳۳۹/۳)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۰٤٦) ترمذی (۲۱٦٥) کتاب الفتن : باب ما جاء فی لزوم الجماعة ' (۱۱۷۱) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی کراهية الدخول علی المغيبات ' المشکاة (۳۱۱۸) السلسلة الصحيحة (٤۳۰)]

(۳) [مسلم (۱۸٦٦) کتاب الامارة : باب کيفية بيعة النساء ' بخاری (۲۷۱۳) کتاب الشروط : باب ما يجوز من الشروط فی الاسلام ' ابو داود (۲۹٤۱) کتاب الخراج والامارة والفیء : باب ما جاء فی البيعة ' ترمذی (۳۳۰٦) کتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الممتحنة ' ابن ماجه (۲۸۷٥) کتاب الجهاد : باب بيعة النساء ' نسائی فی السنن الکبری (۱۱٥۸٦) ابن حبان (٥٥۸۱) بیهقی (۱٤۸/۸)]

(٤) [صحیح : صحیح الجامع الصغير (۲۰۱۳) السلسلة الصحيحة (٥۲۹) ابن ماجه (۲۸۷٤) کتاب الجهاد : باب بيعة النساء ' نسائی (٤۱۸۱) کتاب البيعة : باب بيعة النساء]

پردے کے پیچھے سے عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرنے میں بھی نظر ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ حدیث شریف کے عموم اور سدِ ذریعہ پر عمل کرتے ہوئے عورت سے مصافحہ کرنا مطلقاً منع ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ
''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔'' (۱)

.....(شیخ محمد المنجد) ..

○ اجنبی عورت سے مصافحہ کرنے کے بارے میں شیخ ابن عثیمین سے دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:
ہر وہ چیز جو مرد اور عورت کے درمیان فتنہ کا باعث ہو حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ
﴿ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ﴾
''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر (نقصان دہ) کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔'' (۲)
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد کے چمڑے کا (اجنبی) عورت کے چمڑے کو چھونا فتنہ کا باعث ہوگا الا کہ شاذ ونادر ہی ایسا نہیں ہوتا اور نادر کے لیے کوئی حکم نہیں ہوتا جیسا کہ اہل علم فرماتے ہیں اور علماء نے اس مسئلے میں واضح طور پر لکھا ہے کہ مرد کے لیے اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا حلال نہیں' یہی بات برحق ہے کہ اس کے لیے ایسا کرنا حلال نہیں خواہ کسی حائل (مثلاً کپڑے وغیرہ) کے ساتھ مصافحہ کیا جائے یا کسی حائل کے بغیر۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

دستانوں کے اوپر سے غیر محرم سے مصافحہ

سوال اگر عورت دستانوں کے اوپر سے کسی (اجنبی) مرد کے ساتھ مصافحہ کرے تو کیا وہ گناہگار ہوگی؟

جواب عورت کے لیے اجنبی یعنی غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں خواہ اس نے دستانے ہی پہنے ہوں۔

......(شیخ ابن جبرین)......

عورت کا اپنے والد اور دیگر محارم کے سامنے سر ننگا رکھنا

سوال کیا عورت کے لیے اپنے والد یا چچا کے سامنے اپنا سر ننگا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس کا چچا

(۱) [دیکھیں: حاشیة مجموعة رسائل فی الحجاب السفور (٦٩)]
(۲) [بخاری (٥٠٩٦) کتاب النکاح: باب ما یتقی من الشوم' مسلم (٢٧٤٠) کتاب الرقاق: باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء وبیان الفتنة بالنساء' ترمذی (٢٧٨٠) کتاب الأدب: باب ما جاء فی تحذیر فتنة النساء' ابن ماجه (٣٩٩٨) کتاب الفتن: باب فتنة النساء' نسائی فی السنن الکبری (٩٢٧٠/٥) ابن حبان (٥٩٦٧) طبرانی کبیر (٤١٥) عبد الرزاق (٢٠٦٠٨) شرح السنة للبغوی (٢٢٤٢) بیهقی (٩١/٧)]

ہمیشہ اسے نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنا سر ڈھانپ کر رکھا کرے' ہم افادے کے طلب گار ہیں۔

جواب زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ وہ اپنا سر ڈھانپے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ والد اور چچا اس کے محرم ہیں اور ان کے لیے اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

.....(شیخ ابن حمید)

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کسے کہتے ہیں؟

سوال کیا خلوت یہ ہے کہ کوئی مرد کسی گھر میں عورت سے خلوت کرے جو کہ لوگوں کی آنکھوں سے دور ہو' یا مرد و عورت کی ہر خلوت کو' خواہ وہ سب کے سامنے ہی ہو' خلوت کہا جاتا ہے؟

جواب شرعی طور پر حرام خلوت سے مراد یہی نہیں کہ کوئی مرد کسی عورت سے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر کسی گھر میں خلوت کرے اور اس سے راز و نیاز کی باتیں کرے۔ بلکہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ دونوں کسی جگہ پر اکیلے ہوں اور ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے پھریں' ان دونوں کے درمیان بات چیت کا دور چلے' خواہ وہ لوگوں کے سامنے ہی ہوں اور لوگ ان کی بات نہ سن سکیں' یہ بھی حرام خلوت میں شامل ہے۔

خواہ یہ کام فضا میں ہو یا زمین پر' کسی گاڑی میں ہو یا مکان وغیرہ کی چھت پر' سب حرام ہے۔ خلوت کو اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ یہ زنا کا وسیلہ اور پیغام ہے' لہٰذا جس صورت میں بھی یہ معنی پایا جائے گا وہ خلوت ہی شمار ہوگی۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

گھر والوں کو اس لیے پردہ نہ کرانا کہ دل صاف ہیں

سوال بعض خاندانوں میں بہت سے مرد اپنی بیوی یا بیٹی یا پھر اپنی بہن کو غیر محرم مردوں مثلاً دوست احباب اور رشتہ داروں کے سامنے جانے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے بات چیت کرنے کی اجازت دیتے ہیں جیسے کہ وہ ان کے محرم ہوں' جب ہم انہیں نصیحت کرتے اور سمجھاتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ان کے خاندان میں شروع سے ہی رواج چلا آرہا ہے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کے دل صاف ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں کچھ تو معاند ہیں اور کچھ متکبر۔ حالانکہ وہ اس کے حکم کا بھی علم رکھتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے حکم سے جاہل ہیں' تو آپ ایسے لوگوں کو کیا نصیحت کرتے ہیں؟

جواب ہر مسلمان شخص پر واجب ہے کہ وہ عادات اور رسم و رواج پر اعتماد نہ کرے بلکہ انہیں شریعتِ مطہرہ پر پیش

کرے' پھر جو شریعت کے مطابق ہوں ان پر عمل کرے اور جو اس کے خلاف ہوں انہیں چھوڑ دے۔ اگر لوگ کسی کام کو عادت بنا لیتے ہیں تو یہ اس کے حلال ہونے کی دلیل نہیں۔ بلکہ لوگوں نے جتنی بھی اپنے خاندانوں' قبیلوں' ملکوں اور معاشروں میں رسوم و عادات بنا رکھی ہیں انہیں کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر پیش کرنا واجب ہے' پھر جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے مباح کیا ہو وہ مباح ہے اور جس سے منع کیا ہو اس پر عمل جائز نہیں اور اسے چھوڑنا واجب ہے خواہ وہ کام لوگوں کی عادات میں ہی شامل ہو۔

لہٰذا جب لوگوں نے کسی اجنبی عورت سے خلوت یا غیر محرم سے پردہ نہ کرنے کی عادت اپنا لی ہو اور اس میں تساہل سے کام لیں تو ان کی یہ عادت باطل ہے' اسے ترک کرنا واجب ہے' اسی طرح اگر کچھ لوگ زنا یا لواطت یا شراب نوشی یا نشہ وغیرہ جیسے کاموں کو عادت بنا لیں تو ان پر ان عادات کو چھوڑنا واجب ہوگا اور عادت ہونا ان کے لیے دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ شریعت مطہرہ کا درجہ سب سے اوپر ہے اس لیے جسے بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی ہے اسے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے اور اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے واجبات کا التزام کرے۔

چنانچہ خاندان والوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کا احترام کریں اور ان کے حرام کردہ کاموں سے بچیں۔ تو جب ان کی عورتوں کی یہ عادت ہو کہ وہ غیر محرموں سے پردہ نہیں کرتیں یا پھر ان سے خلوت کرتی ہیں تو انہیں یہ عادت ترک کرنی چاہیے بلکہ ان پر اسے چھوڑنا واجب ہے۔ کیونکہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے چچا زاد' خالہ زاد' پھوپھی زاد' بہنوئی' دیوروں' خاوند کے چچا اور ماموں کے سامنے چہرہ ننگا کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ان سب سے پردہ کرے اور ان سے اپنا سر' چہرہ اور باقی بدن چھپائے کیونکہ وہ اس کے محرم نہیں۔

رہا مسئلہ کلام یعنی سلام کرنے یا سلام کا جواب وغیرہ دینے کا تو پردے کے اندر رہتے ہوئے اور خلوت کے بغیر اس میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور جب تم نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو' ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔''(۱)

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات مت کرو

(۱) [الأحزاب : ۵۳]

کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔'' (۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو نرم لہجہ اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی بات میں نرمی اختیار نہ کریں تاکہ دل میں (شہوت کی) بیماری رکھنے والا یہ خیال نہ کرنے لگے کہ یہ کمزور ہے اور اسے (برائی کرنے میں) کوئی رکاوٹ نہیں۔ بلکہ اس سے درمیانے لہجے میں بات کرنی چاہیے جس میں نہ تو نرمی ہو اور نہ ہی درشتی وسختی۔ مزید اللہ تعالیٰ نے یہ بھی وضاحت فرما دی ہے کہ پردہ کے ذریعے ہی سب کے دل پاکیزہ رہیں گے اور اسی میں مسلمانوں کی بہتری ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے نبی! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں' اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (۲)

جلباب ایسے کپڑے کو کہا جاتا ہے جو سر پر ڈالا جائے اور اس سے سارا بدن چھپ جائے اور عورت اسے اپنے سر پر ڈال کر لباس کے اوپر سے اپنے سارے جسم کو چھپاتی ہے۔ اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ اس طرح ہے:

''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیب وزینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں' سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے مطلع نہیں......۔'' (۳)

عورتیں اس آیت میں مذکور اشخاص کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا سب مسلمان عورتوں پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ان کے سامنے زیب وزینت کے ساتھ بغیر حجاب کے مت آئیں۔

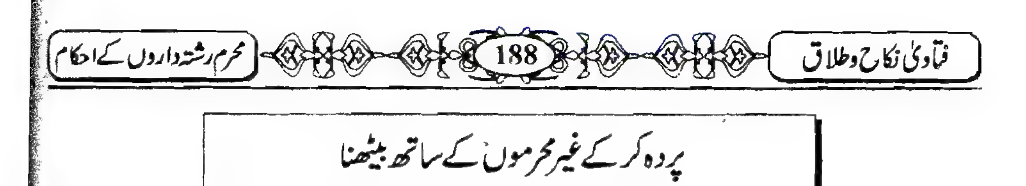
......(شیخ ابن باز)......

---

(۱) [الأحزاب : ۳۲]

(۲) [الأحزاب : ۵۹]

(۳) [النور : ۳۱]



پردہ کر کے غیر محرموں کے ساتھ بیٹھنا

سوال: کیا گھر میں عورت پر یہ واجب ہے کہ وہ غیر محرموں مثلاً دیوروں وغیرہ سے پردے میں رہے؟ یا صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ڈھیلے ڈھالے اور کھلے کپڑے پہن لے اور اپنے سر پر حجاب پہن کر گھونگھٹ نکال لے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ غیر محرموں کے سامنے اپنے سارے جسم کو چھپائے اور اس میں چہرہ اور ہاتھ بھی شامل ہیں اور یہ پردہ یا کپڑے جن سے جسم چھپایا جائے کھلے ہونے چاہییں جو کہ جسم کی ہیئت کو نہ اُبھاریں اور نہ ہی فتنہ پھیلانے کا باعث ہوں۔ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کہتے ہیں:

جب عورت شرعی پردہ کیے ہوئے ہو تو اس کے لیے اپنے دیوروں' چچازاد اور خالہ زاد وغیرہ کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک وشبہ والی بات نہ ہو اور نہ ہی ان کے ساتھ خلوت ہو' تب بیٹھ سکتی ہے۔ لیکن اگر اس میں خلوت ہو یا پھر تہمت اور الزام کا خدشہ ہو تو پھر ان کے ساتھ بیٹھنا جائز نہیں۔

عورت کو اپنے خاوند کے عزیز واقارب سے پردہ کرنا ہوگا اور بالخصوص دیوروں سے پردے کا زیادہ خیال رکھے' کیونکہ ان کے لیے عورت کے قریب آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کن افراد سے عورت کا پردہ نہیں؟

سوال: مسلمان عورت کا کن لوگوں سے پردہ نہ کرنا جائز ہے؟

جواب: عورت اپنے محرم مردوں سے پردہ نہیں کرے گی اور عورت کا محرم وہ ہے جس سے قرابت داری کی وجہ سے اس کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو مثلاً باپ' دادا اور اس سے اوپر والے' بیٹا' پوتا اور اس کی نسل' چچا' ماموں' بھائی' بھتیجا اور بھانجا۔ یا پھر رضاعت کے سبب سے نکاح حرام ہو مثلاً رضاعی بھائی اور رضاعی باپ۔ یا پھر مصاہرت (یعنی شادی) کی وجہ سے نکاح حرام ہو مثلاً والدہ کا خاوند' سسر اور خاوند کا بیٹا۔

ذیل میں ہم سائلہ کے سامنے یہ موضوع بالتفصیل پیش کرتے ہیں:

❁ نسبی محارم:

نسبی طور پر عورت کے محارم کی تفصیل کا بیان اس آیت میں ہے:

''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور

اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیب وزینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں' سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے مطلع نہیں......۔'' (۱)

مفسرین کا کہنا ہے کہ نسب کی وجہ سے عورت کے لیے جو محرم حضرات ہیں ان کی تفصیل اس آیت میں بیان ہوئی ہے اور وہ یہ ہیں:

① **آباء واجداد:** یعنی عورتوں کے والدین کے آباء اور اوپر کی نسل مثلاً والد' دادا' نانا اور اس کا والد اور ان سے اوپر والی نسل۔ تاہم سسر اس میں شامل نہیں کیونکہ وہ مصاہرت (شادی) کی وجہ سے حرام رشتوں میں شامل ہے' نسب کی وجہ سے نہیں۔ ہم اسے آگے بیان کریں گے۔

② **بیٹے:** یعنی عورتوں کے بیٹے جس میں بیٹے' پوتے اور اسی طرح دھوتے یعنی بیٹی کے بیٹے اور ان کی نسل اور آیتِ کریمہ میں جو (خاوند کے بیٹوں) کا ذکر ہے وہ خاوند کے دوسری بیوی کے بیٹے ہیں جو کہ محرمِ مصاہرت میں شامل ہیں اور اسی طرح سسر بھی محرمِ مصاہرت میں شامل ہے' نہ کہ محرمِ نسبی میں' ہم اسے بھی آگے چل کر بیان کریں گے۔

③ **عورتوں کے بھائی:** خواہ وہ سگے بھائی ہوں' یا والد کی طرف سے یا والدہ کی طرف سے۔

④ **بھانجے اور بھتیجے:** یعنی بھائی اور بہن کے بیٹے اور ان کی نسلیں۔

⑤ **چچا اور ماموں:** یہ دونوں بھی نسبی محرم میں سے ہیں ان کا آیت میں ذکر نہیں اس لیے کہ انہیں والدین کا قائم مقام سمجھا گیا ہے اور لوگوں میں بھی والدین کی جگہ شمار ہوتے ہیں اور بعض اوقات چچا کو بھی والد کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''کیا تم یعقوب (علیہ السلام) کی موت کے وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود کی' جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔'' (۲)

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے آباء میں شمار کیا ہے

---

(۱) [النور: ۳۱]

(۲) [البقرة: ۱۳۳]

حالانکہ وہ ان کے چچا تھے۔(۱)

❋ رضاعی محارم:

عورت کے لیے رضاعت کی وجہ سے محرم رشتہ دار بن جاتے ہیں' تفسیر آلوسی میں ہے:

''جس طرح نسبی محرم کے سامنے عورت کے لیے پردہ نہ کرنا مباح ہے' اسی طرح رضاعت کی وجہ سے محرم بننے والے شخص کے سامنے بھی اس کے لیے پردہ نہ کرنا مباح ہے' اسی طرح عورت کے لیے اس کے رضاعی بھائی اور والد سے بھی پردہ نہ کرنا جائز ہے۔''(۲)

اس لیے کہ رضاعت کی وجہ سے محرم ہونا بھی نسبی محرم کی طرح ہی ہے جس سے ابدی طور پر نکاح حرام ہے۔ امام جصاصؒ نے بھی اسی کو ثابت کیا ہے۔(۳)

سنتِ نبوی میں بھی اس کی دلیل ملتی ہے۔فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ ﴾

''جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔''(٤)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔''(٥)

اس سے ثابت ہوا کہ عورت کے جس طرح نسبی محرم ہوں گے اسی طرح رضاعت کے سبب سے بھی محرم ہوں گے۔صحیح بخاری میں مندرجہ ذیل حدیث وارد ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوقعیس کے بھائی افلح نے پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد آکر

(۱) [تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر الرازی (۲۰٦/۲۳) تفسیر قرطبی (۲۳۲/۱۲) تفسیر آلوسی (۱٤۳/۱۸) فتح البیان فی مقاصد القرآن (۳۵۲/٦)]

(۲) [تفسیر آلوسی (۱٤۳/۱۸)]

(۳) [أحکام القرآن للجصاص (۳۱۷/۳)]

(٤) [بخاری (۵۰۹۹) کتاب النکاح : باب قول اللہ تعالیٰ : وأمھاتکم اللاتی أرضعنکم ' موطا (٦۰۱/۲) مسلم (۱٤٤٤) کتاب الرضاع : باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة ' نسائی (۱۰۲/٦) دارمی (۱۵۵/۲) عبدالرزاق (٤۷٦/۷) أبو یعلی (۳۳۸/۷) بیھقی (۱۵۹/۷)]

(٥) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۸٤/٦) ترمذی (۱۱٤٦) کتاب الرضاع : باب ما جآء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ' أحمد (۱۳۱/۱)]

اندر آنے اجازت طلب کی جوان کا رضاعی چچا تھا' تو میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے جو کچھ کیا تھا آپ کو بتایا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ میں اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے دوں۔''(۱)

امام مسلم ؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''عروہ ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا' ان کے رضاعی چچا جن کا نام افلح تھا آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے انہیں اجازت نہ دی اور پردہ کر لیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس کے متعلق بتایا تو آپ نے فرمایا' اس سے پردہ نہ کرو' اس لیے کہ رضاعت سے بھی وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔''(۲)

فقہائے کرام نے کتاب وسنت سے ثابت دلائل کی رو سے یہ صراحت کی ہے کہ عورت کے رضاعی محارم بھی اس کے نسبی محارم کی طرح ہی ہیں' لہٰذا اس کے لیے رضاعی محارم کے سامنے زینت کی چیزیں (مثلاً ہاتھ' چہرہ) ظاہر کرنا جائز ہے جس طرح کہ نسبی محارم کے سامنے جائز ہے اور ان کے لیے بھی عورت کے بدن کی وہ چیزیں دیکھنا مباح ہے جو نسبی محارم کے لیے دیکھنا مباح ہے۔

❁ مصاہرت یعنی نکاح کی وجہ سے محارم:

عورت کے لیے مصاہرت کی وجہ سے محرم وہ ہیں جن سے اس کا ابدی طور پر نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ والد کی بیوی' بیٹے کی بیوی اور ساس یعنی بیوی کی والدہ ہے۔ والد کی بیوی کے لیے محرمِ مصاہرت وہ بیٹا ہوگا جو اس کی دوسری بیوی سے ہو' بیٹے کی بیوی یعنی بہو کے لیے اس (لڑکے) کا باپ یعنی سسر محرم ہوگا اور بیوی کی ماں یعنی ساس کے لیے خاوند یعنی اس کا داماد محرم ہوگا۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیب وزینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں' سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے مطلع نہیں......''(۳)

---

(۱) [بخاری مع الفتح (۹/۱۵۰)]

(۲) [مسلم مع الشرح للنووی (۱۰/۲۲)]

(۳) [النور: ۳۱]

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سسر اور خاوند کے (دوسری بیوی سے) بیٹے عورت کے لیے مصاہرت (یعنی شادی) کی وجہ سے محرم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے باپوں اور بیٹوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انہیں (پردہ نہ ہونے کے) حکم میں بھی برابر قرار دیا ہے۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

گھر کی خادمہ کا مخدوم سے پردہ

سوال: کیا ضروری ہے کہ خادمہ جس گھر میں کام کرتی ہے وہاں اپنے مخدوم (یعنی وہ مرد جس کی خدمت کر رہی ہے) سے پردہ بھی کرے؟

جواب: جی ہاں' اس پر لازم ہے کہ اپنے مخدوم سے پردہ کرے اور اس کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کرے۔ دلائل کے عموم کی وجہ سے اس پر اس کے ساتھ خلوت بھی حرام ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

محرم کے بغیر عورت کے لیے سفر کا حکم

سوال: انشاء اللہ میری والدہ عمرہ کے لیے جانا چاہتی ہیں' ان کے خاوند اور بھائی ان کے ساتھ جانے کی استطاعت نہیں رکھتے' ان کا چچا زاد جو کہ ان کا دیور اور بہنوئی بھی ہے' اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جائے گا' تو کیا میری والدہ کے لیے ان کے ساتھ عمرہ کے لیے جانا جائز ہے؟

جواب: اسلام نے عورت کی پاکدامنی اور عزت وناموس کی حفاظت کے لیے سفر میں محرم کی شرط لگائی ہے تاکہ وہ اسے شہوانی اغراض اور غلط مقاصد کے حامل لوگوں سے محفوظ رکھے اور سفر' جو کہ عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' میں عورت کی معاونت کرے۔ اس لیے عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَامَ رَجُلٌ ' فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَ كَذَا وَخَرَجَتِ امْرَأَتِيْ حَاجَّةً ' قَالَ : اذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ ﴾

''کوئی بھی عورت ہرگز محرم کے بغیر سفر نہ کرے' ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا' اے اللہ کے رسول! میں تو فلاں غزوے میں جا رہا ہوں اور میری بیوی حج پر جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم اپنی بیوی کے

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المغنی لابن قدامة (۵۵۵/۶)]

ساتھ حج پر جاؤ۔'' (۱)

نبی کریم ﷺ کا اس صحابی کو جہاد چھوڑ کر بیوی کے ساتھ جانے کا کہنا سفر میں محرم کے وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ اس صحابی کا ایک غزوے میں جانے کے لیے نام لکھا جا چکا تھا اور پھر عورت کا وہ سفر بھی حج جیسی عظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا' سیر وسیاحت اور تفریح کے لیے نہیں تھا۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اسے کہا کہ وہ جہاد چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جائے۔ اس سے اس مسئلے کی اہمیت عیاں ہے۔

اہل علم نے کسی کے محرم ہونے کے لیے پانچ شرائط لگائی ہیں:

1- مرد ہو 2- مسلمان ہو 3- بالغ ہو

4- عاقل ہو 5- وہ اس عورت پر ابدی طور پر حرام ہو

مثلاً والد' بھائی' چچا' ماموں' سسر' والدہ کا خاوند اور رضاعی بھائی وغیرہ۔ واضح رہے کہ جن رشتہ داروں سے وقتی طور پر نکاح حرام ہے مثلاً بہنوئی اور پھوپھا وغیرہ وہ محرم نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ عورت کا دیور' اس کا چچا زاد اور اس کا ماموں زاد اس کا محرم نہیں جس وجہ سے اس کا ان کے ساتھ سفر پر جانا جائز نہیں۔

.....(شیخ محمد المنجد)......

دم کرنے کے لیے اجنبی عورت سے خلوت

سوال قرآنی دم کرنے والے مولانا صاحب کے پاس جانے کا کیا حکم ہے؟ اور مزید یہ کہ وہ ہر عورت کو اکیلے اور خلوت (تنہائی) میں دم کرتا ہے اور بعض اوقات عورت کی حالت کے پیش نظر کچھ دن تک اسے اپنے گھر میں بھی رکھتا ہے؟ میں بھی انہی عورتوں میں شامل تھی لیکن بعد میں مجھے ایسا کرنے پر بہت زیادہ ندامت ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوئے ایسے کام سے توبہ کر لی۔

جواب کسی بھی اجنبی عورت سے خلوت کرنا حرام ہے خواہ وہ خلوت قرآن کریم کا دم کرنے کے لیے ہی کیوں نہ ہو' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''خبردار! جو آدمی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (۳۰۰۶) کتاب الجهاد والسیر : باب من اکتتب فی جیش فخرجت امرأته حاجة ......]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۵٤٦) ترمذی (۲۱٦٥) کتاب الفتن : باب ما جاء فی لزوم الجماعة' (۱۱۷۱) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات' المشکاة (۳۱۱۸) السلسلة الصحیحة (٤۳۰)]

اور خلوت میں سب سے زیادہ خطرناک اور عظیم جرم تو آپ کا اس اجنبی مرد کے گھر میں کچھ راتیں بسر کرنا اور اس کے گھر میں قیام ہے جو سب شر اور فساد کے وسائل میں شامل ہوتا ہے۔ پس ہر وہ مسلمان عورت جس نے ایسا کام کیا ہو' کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرے اور آئندہ عزم کرے کہ وہ ایسا برا کام کبھی نہیں کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

(سعودی فتویٰ کمیٹی)....

عورت کی فیملی ڈرائیور کے ساتھ خلوت

سوال: فیملی ڈرائیور کے گھر کی عورتوں اور بچیوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط اور ان کے ساتھ بازار اور مدارس وغیرہ کی طرف جانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ثابت ہے کہ ''جو بھی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت کرتا ہے ان کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔'' اس حدیث میں جس خلوت سے منع کیا گیا ہے وہ عام ہے خواہ گھر میں ہو' گاڑی میں ہو' بازار میں ہو' منڈی میں ہو یا کسی اور جگہ پر ہو (اس لیے ڈرائیور کے ساتھ عورت کا اکیلے نکلنا حرام ہے)۔

......(شیخ ابن جبرین)......

○ شیخ محمد بن صالح عثیمین ؒ سے دریافت کیا گیا کہ (اجنبی) ڈرائیور کے ساتھ عورت کی سواری کا کیا حکم ہے؟ اور اگر عورتیں زیادہ ہوں اور ڈرائیور اکیلا ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

تو ان کا جواب تھا:

میں ''محمد صالح عثیمین'' کہتا ہوں کہ مرد کے لیے کسی بھی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا جائز نہیں الا کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو تو (پھر جائز ہے)' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ''ہرگز کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے الا کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو۔ البتہ اگر اس مرد کے ساتھ دو یا اس سے زائد عورتیں ہوں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت خلوت نہیں ہے' لیکن یہ شرط ہے کہ وہ (ڈرائیور کسی فتنہ میں مبتلا ہونے سے) بے خوف ہو اور یہ سفر نہ ہو (یعنی عورتوں نے اس کے ساتھ اتنی مسافت پر نہ جانا ہو کہ جسے عرف عام میں سفر سے تعبیر کیا جاتا ہے)۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

○ شیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ سے اسی طرح کے مسئلے کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اکیلے بغیر محرم کے کسی اجنبی ڈرائیور کے ساتھ (اس کی گاڑی میں) سوار ہو کیونکہ یہ وہ خلوت ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے ..... البتہ اگر کوئی دوسری عورت بھی ہو کہ جس سے خلوت ختم ہو جائے تو پھر شہر کے اندر اندران کا ڈرائیور کے ساتھ سوار ہونا جائز ہے جبکہ وہ باحجاب ہوں اور عفت وحیاء کو لازم پکڑنے والی ہوں۔

......(شیخ صالح فوزان)......

ایسے بازاروں میں جانا جہاں عورتوں کے ساتھ اختلاط کا امکان ہو

سوال: کیا مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسے تجارتی بازاروں میں جائے کہ جہاں اسے علم ہو کہ عورتیں عریاں لباس پہنے ہوئے موجود ہیں اور ان کے ساتھ ایسا اختلاط بھی ممکن ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے؟

جواب: اس طرح کے بازاروں میں جانا جائز نہیں الا کہ اس شخص کے لیے جائز ہے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے' یا سخت ضرورت کے وقت' نظریں جھکائے ہوئے' فتنہ کے اسباب سے بچتے ہوئے' اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی حرص رکھتے ہوئے اور شر کے وسائل سے دور بھاگتے ہوئے۔ تاہم اہل قدرت پر واجب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرامین پر عمل کرتے ہوئے اس جیسے بازاروں میں برائی سے روکنے کے لیے داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں' وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''(۱)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

''تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو خیر و بھلائی کی طرف دعوت دیتی ہو' وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''(۲)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ أَوْشَكَ أَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهِ ﴾

---

(۱) [التوبة : ۷۱]

(۲) [آل عمران : ۱۰۴]

''یقیناً لوگ جب برائی دیکھنے کے بعد اسے نہیں روکتے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں انہیں بھی شامل کر لے۔''(۱)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ﴾

''تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے ہی برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''(۲)

اس معنی میں احادیث بہت زیادہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

رسائل وجرائد میں غیر محرم عورتوں کی تصاویر دیکھنا

سوال رسائل وجرائد اور دیگر چیزوں میں خواتین کی تصویریں دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ (غیر محرم) عورتوں کے چہروں کی طرف دیکھے یا ان کے قابل ستر اعضاء دیکھے' نہ تو رسائل میں اور نہ ہی کسی اور چیز میں' کیونکہ یہ عمل فتنہ کے اسباب میں سے ہے' بلکہ مسلمان پر تو واجب ہے کہ وہ اُن شرعی دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی نظریں جھکائے رکھے جن میں اس عمل سے منع کیا گیا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

ٹیلی ویژن میں غیر محرم عورتوں کو دیکھنے کا حکم

سوال ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے اگر کوئی اجنبی عورت سامنے آ جائے تو اسے دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ جائز نہیں' کیونکہ ٹیلی ویژن پر آنے والی خواتین غالب طور پر بناؤ سنگھار کیے ہوئے اور بے حجاب ہوتی

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۹۷٤) صحیح ابن ماجه' ابن ماجه (٤٠٠٥) كتاب الفتن: باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر' المشكاة (٥١٤٢)]

(۲) [صحیح: صحيح الجامع الصغير (٦٢٥٠) ابن ماجه (٤٠١٣) كتاب الفتن: باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر' المشكاة (٥١٣٧) صحيح الترغيب (٢٣٠٢) كتاب الحدود: باب الترغيب في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر]

ہیں (کہ جنہیں دیکھنے سے قرآن میں منع کیا گیا ہے)۔

......(سعودی فتوی کمیٹی)......

والد کا اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لینا

سوال کیا مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا بوسہ لے جبکہ وہ بڑی عمر کی ہو اور سن بلوغت کو پہنچ چکی ہو' خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور خواہ بوسہ رخسار پر لیا جائے یا ہونٹوں پر یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ پر۔ اور اگر وہ والد کا ان جگہوں پر بوسہ لے تو کیا حکم ہے؟

جواب آدمی اگر اپنی بڑی عمر کی بیٹی کا بغیر شہوت کے اس کے رخسار پر بوسہ لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کے رخسار پر بوسہ لیا تھا' اور چونکہ ہونٹوں پر بوسہ لینا بعض اوقات جنسی شہوت کی تحریک کا باعث بنتا ہے لہٰذا اسے چھوڑنا ہی افضل اور زیادہ باعثِ احتیاط ہے' اور اسی طرح اگر بیٹی بھی اپنے باپ کا اس کی ناک پر یا سر پر بغیر شہوت کے بوسہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ تاہم اگر بوسہ شہوت کے ساتھ ہو تو سب (یعنی والد اور بیٹی دونوں) پر حرام ہے تاکہ فحاشی تک پہنچنے کا ذریعہ ہی ختم کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

اپنی بیوی کی والدہ کا بوسہ لینا

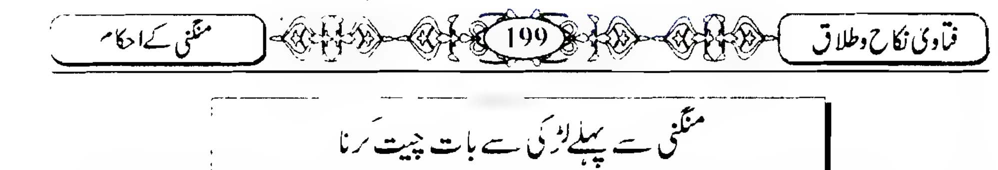
سوال کیا آدمی کے لیے اپنی بیوی کی والدہ کا بوسہ لینا جائز ہے اور کیا وہ اس کے لیے اپنا چہرہ ننگا کر سکتی ہے؟

جواب اس کے لیے چہرہ ننگا کرنا تو بلا اختلاف جائز ہے' البتہ اس کا بوسہ لینا ہونٹوں پر جائز نہیں کیونکہ اس سے شہوت بھڑک اٹھنے کا خطرہ ہے' ہاں اگر بطورِ احترام سفر سے واپسی پر یا اس کی مثل کسی مناسبت سے شہوت کے بھڑکنے سے بے خوف ہو کر اس کے سر یا پیشانی کا بوسہ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد آل شیخ)......




منگنی کے احکام



منگنی سے پہلے لڑکی سے بات چیت کرنا

سوال میں اس وقت ایک برطانوی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہوں' یونیورسٹی میں ایک لڑکی نے مجھے اپنے آپ پر فریفتہ کرلیا ہے' میری اس سے مطلق طور پر کبھی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی عورتوں سے کلام کرنا میری عادت ہی ہے' لیکن اتنا ضرور ہے کہ کبھی کبھار ہم ایک دوسرے کو سلام کر لیتے ہیں۔ میرا اس سے شادی کا پیغام کس طرح ممکن ہے' مسئلہ یہ ہے کہ میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرتا ہوں اور عورتوں سے بات چیت نہیں کرتا' لہٰذا اس کے لیے سب سے بہتر اور افضل طریقہ کیا ہے؟

کیا میں اس کے پاس جا کر اس سے بات چیت کروں اور پہلے اس سے تعارف کی کوشش کروں جس میں شرعی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے' یا کہ اس سے سیدھے ہی شادی کی بات کی جائے؟ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اس سے بغیر کسی تعارف کے شادی کی بات کی تو وہ فوراً انکار ہی نہ کر دے کیونکہ وہ مجھے اچھی طرح نہیں جانتی اور اس لیے بھی کہ اس کی ثقافت اور معاشرہ میرے معاشرے اور ثقافت سے مختلف ہے۔ مزید برآں میں اس سے تعارف کے لیے بات چیت کرنے سے بھی خوفزدہ ہوں کہ کہیں میرا ایسا کرنا خلافِ اسلام نہ ہو۔ میں بہت ہی مشکل حالت میں ہوں میرے لیے افضل عمل کیا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ اجنبی عورت سے بات چیت کرنے کے شریعتِ اسلامیہ نے کچھ ضوابط اور قانون مقرر کیے ہیں اور کچھ اہم قسم کی شروط رکھی ہیں۔ اگر یہ ضوابط اور شروط پائی جائیں تو پھر اجنبی عورت سے کلام کرنا جائز ہے' ایسا کرنے کا مقصد اور غرض یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کا سدِ باب ہو سکے اور معصیت میں پڑنے سے روکا جا سکے۔

ذیل میں ان شروط کا ذکر کرتے ہیں:

1. مرد عورت تک اس کے محرم یا پھر اپنی محرم عورت کے ذریعے بات نہ پہنچا سکتا ہو۔
2. یہ کلام خلوت وتنہائی کے بغیر ہو۔
3. یہ کلام مباح وجائز موضوع سے خارج نہ ہو۔
4. فتنہ کا خدشہ نہ ہو' اگر کلام کی وجہ سے اس کی شہوت انگیخت ہو یا پھر وہ کلام سے لذت حاصل کرنے لگے تو یہ کلام کرنا حرام ہوگا۔
5. عورت کی طرف سے کلام میں نرم لہجہ اختیار نہ ہو۔

❻ عورت مکمل پردہ اور شرم وحیاء کی پیکر بن کر رہے یا پھر دروازے اور پردے کے پیچھے سے مخاطب ہو۔ بہتر اور احسن تو یہ ہے کہ یہ بات ٹیلی فون کے ذریعے ہو' البتہ یہ بھی عمدہ طریقہ ہے کہ خط لکھ کر یا پھر ای میل کے ذریعے پیغام پہنچا دیا جائے۔

❼ یہ کلام ضرورت سے زیادہ نہ ہو بلکہ حسبِ ضرورت ہی رہے۔

شیخ صالح فوزان نے لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹیلی فون پر ایک دوسرے سے بات چیت کے حکم کے متعلق کہا:
نوجوانوں کی لڑکیوں سے بات چیت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں فتنہ ہے' لیکن اگر لڑکی اپنے منگیتر سے بات چیت کرے اور کلام بھی صرف منگنی کی مصلحت کو سمجھنے سمجھانے کی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں لیکن افضل وبہتر اور احوط تو یہی ہے کہ لڑکی کے ولی سے بات کی جائے۔(۱)

اور آپ نے تو ابھی اس لڑکی سے منگنی بھی نہیں کی اس لیے آپ پر ضروری ہے کہ آپ فتنہ میں مبتلا کر دینے والے اسباب سے بچ کر رہیں اور انتہائی احتیاط سے کام لیں اور اپنے مقصد کو ہر اس طریقے سے حل کریں جو اس لڑکی کے قریب جانے کے علاوہ ہو۔ اس مسئلے میں مندرجہ ذیل دو آیتیں بطورِ دلیل پیش کی جاسکتی ہیں:

(1) ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔''(۲)

(2) ''اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی وطہارت ہے۔''(۳)

اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ یاد دلاتا چلوں کہ بیوی اختیار کرتے ہوئے مسلمان کا معیار وہ ہونا چاہیے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے توجہ اور رغبت دلائی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿ فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ﴾

''تم دین والی لڑکی اختیار کرو تمہارے ہاتھ خاک میں ملیں۔''(٤)

---

(۱) [المنتقى من فتاوى الشيخ صالح الفوزان (۱٦۳/۳۔۱٦٤)]

(۲) [الأحزاب : ۳۲]

(۳) [الأحزاب : ٥۳]

(٤) [بخاري (٥۰۹۰) كتاب النكاح : باب الإكفاء في الدين' مسلم (۱٤٦٦) كتاب الرضاع : باب استحباب نكاح ذات الدين' أحمد (٤۲۸/۲) دارمي (۱۳۳/۲) ابو داود (۲۰٤۷) كتاب النكاح : باب ما يؤمر به من تزويج ذات الدين' ابن ماجة (۱۸٥۸) كتاب النكاح : باب تزويج ذوات الدين' أبو يعلى (٦٥۷۸) الحلية لأبي نعيم (۳۸۳/۸) دارقطني (۳۰۲/۳)]

آخر میں آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ ہر اس چیز سے بچیں اور دور رہیں جو آپ کو حرام کام کی طرف لے جانے والی ہو یا حرام کے قریب کرنے والی ہو مثلاً لڑکی سے خلوت یا اس کے ساتھ باہر کہیں سیر وتفریح کے لیے نکلنا وغیرہ۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے لیے کوئی ایسی لڑکی مہیا کر دے جو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر مددگار ثابت ہو۔

......(شیخ محمد المنجد)......

منگنی سے پہلے لڑکے کے تعارف کے لیے اس کے ساتھ گھومنا پھرنا

سوال میرا سوال ایسے موضوع کے متعلق ہے جس کی وجہ سے مجھے کچھ عرصہ سے بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ تقریباً ایک برس سے مجھے طلاق ہو چکی ہے اور میرا کوئی بچہ بھی نہیں' اب اس واقعہ کو ایک برس مکمل ہو چکا ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ

جس سے میری شادی ہوئی تھی میں اسے شادی سے پہلے بالکل نہیں جانتی تھی' اس سے میں نے صرف اس لیے شادی کی تھی کہ میرے والدین کا خیال تھا کہ وہ میرے لیے مناسب رہے گا' جو کچھ میرے ساتھ ہو چکا سو ہو چکا۔ میں نے سوچا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ میں جس سے شادی کروں اسے شادی کرنے سے قبل جان لوں' میرا یہ کوئی مقصد نہیں کہ میں اس کے ساتھ عہد و پیمان کرتی رہوں اور اس کے ساتھ گھومتی پھروں۔ بلکہ صرف یہ مقصد ہے کہ اس سے بات چیت اور تعارف ہو جائے تاکہ مجھے یہ علم ہو سکے کہ وہ میرے لیے مناسب بھی ہے کہ نہیں؟

میں جس نکتے کی وضاحت کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ میں اپنے جذبات مجروح نہیں کرنا چاہتی یا پھر یہ نہیں چاہتی کہ ایک بار پھر میرا معاملہ طلاق پر جا کر ختم ہو' میرا سوال ہے کہ آیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ لڑکی اپنے لیے خاوند اختیار کر کے اس سے شادی کرے؟ مجھے اس موضوع کی وضاحت کی اشد ضرورت ہے' آپ کے تعاون پر آپ کی قدر کرتے ہوئے آپ کی مشکور رہوں گی' اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

جواب اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ بیٹی کی شادی کے وقت والد اس سے اجازت لے خواہ وہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ اور لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ رشتہ کے لیے آنے والے مرد کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف طریقوں سے اس کے بارے میں پوچھا جا سکتا ہے' مثلاً لڑکی اپنے قریبی رشتہ داروں کو یہ کہے کہ وہ اس مرد کے دوست احباب سے اس کے متعلق معلومات حاصل کریں کیونکہ دوسروں کی بہ نسبت اس کے دوست احباب جو اس کے قریب رہتے ہیں اس کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہوں گے اور اس کی ایسی باتوں



سے آگاہ ہوں گے جو باقی لوگوں کے علم میں نہیں ہوتیں۔

عقدِ نکاح سے قبل لڑکی کے لیے کسی بھی حالت میں لڑکے کے ساتھ خلوت کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا جائز ہے اور یہ بھی معروف ہے کہ اس طرح کی ملاقاتوں میں لڑکے کی اصلیت اور طبیعت واضح نہیں ہوتی بلکہ وہ تکلف اور تصنع سے کام لیتا ہے' اگر وہ لڑکی اس کے ساتھ خلوت بھی کر لے اور باہر بھی چلی جائے پھر بھی اس کی شخصیت اور حقیقت واضح نہیں ہو سکتی۔

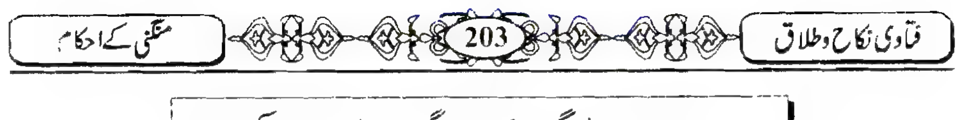
بہت سی لڑکیاں اپنے منگیتروں کے ساتھ باہر نکلنے کی معصیت کرنے کے باوجود بھی کچھ حاصل نہیں کر سکیں بلکہ ان کے اس کام کا انجام انتہائی تکلیف دہ رہا' انہیں سوائے معصیت وگناہ اور اپنا آپ اس کے سامنے پیش کرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کتنے ہی شیریں زبان میں کلام کرنے والے اپنی منگیتر کے جذبات سے کھیلتے اور اسے باہر لے کر نکلتے ہیں جس میں وہ اسے اپنا اچھا پہلو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن جب آپ اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھیں اور اس کے حالات کے بارے میں دوسروں کے احساسات حاصل کریں تو کچھ مختلف قسم کا پہلو سامنے آئے گا۔

اس لیے منگیتر کے ساتھ خلوت اور اس کے ساتھ نکلنے سے بھی یہ مشکل حل نہیں ہوگی' اگر ہم یہ فرض کریں کہ اس میں یہ فائدہ تو ہے کہ اس کی شخصیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پر جو گناہ مرتب ہوتے ہیں ان کا نقصان اس فائدے سے بہت ہی زیادہ ہے۔ اسی لیے شریعتِ اسلامیہ نے اجنبی مرد کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے منع کیا ہے اور منگیتر بھی اجنبی ہی ہے۔

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ایک بہت ہی اہم معاملہ نہ بھولیں۔ وہ یہ کہ شرعی عقدِ نکاح کے بعد رخصتی کے قبل عورت کے پاس بہت وقت ہوتا ہے کہ وہ مرد کی شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور اس کے بارے میں جس چیز کی تحقیق کرنا چاہے کر لے' کیونکہ عقدِ نکاح کے بعد وہ اس سے خلوت بھی کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ باہر گھومنے بھی نکل سکتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں کسی ایسے معاملے کا انکشاف ہو جائے جسے وہ برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تو اس سے خلع حاصل کر سکتی ہے' لیکن جب عقدِ نکاح سے قبل اس کے بارے میں اچھے طریقے سے معلومات اکٹھی کر لی جائیں اور لوگوں' اس کے اقرباء اور دوست احباب سے پوچھ لیا جائے تو پھر غالب طور پر نتیجہ اچھا ہی نکلتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے لیے اچھائی اور بھلائی اختیار کرے اور آپ جہاں بھی ہوں آپ کے لیے آسانی پیدا فرمائے اور ہمارے نبی محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......



شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ گھومنے پھرنے کا حکم

سوال: کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے منگیتر کے ساتھ گھومے پھرے جبکہ وہ ابھی غیر شادی شدہ ہوں؟

جواب: عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے منگیتر کے ساتھ بغیر کسی محرم رشتہ دار کے عقدِ نکاح سے پہلے گھومنے کے لیے نکلے کیونکہ یہ چیز انہیں فتنے میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

.....(سعودی فتویٰ کمیٹی).....

منگنی کے لیے لڑکی سے بار بار رابطہ کرنا

سوال: میں ایک چوبیس سالہ امریکی مسلمان لڑکی ہوں اور تقریباً آٹھ برس سے مسلمان ہوئی ہوں۔ میں ان سابقہ برسوں میں یہ سچی کوشش اور تمنا کرتی رہی ہوں کہ ایک مسلمان بیوی اور ماں بن سکوں' لیکن میرے خوابوں کی تعبیر نہیں مل سکی' اس لیے کہ میں ایک بہت ہی چھوٹی سی مسلمان کمیونٹی میں رہائش پذیر ہوں۔ پچھلے ماہ میں نے اپنی ذاتی معلومات ایک بڑی اسلامی کمیونٹی کے اسلامک سینٹر میں بھیجیں تاکہ مجھے کسی اسلامی مدرسے میں ملازمت مل جائے' تو ریاست فلوریڈا میں ایک اسلامک سینٹر کے امام نے ریکارڈر پر کئی ایک پیغام چھوڑے' پھر کچھ دنوں بعد اسی مسجد سے ایک شخص نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہنے لگا کہ وہ اصل میں سعودی ہے' عمر تیس برس سے زائد ہے اور دس برس سے امریکہ میں رہائش پذیر ہے اور شادی کے لیے عورت کی تلاش میں ہے۔

اس نے یہ بھی کہا کہ میری ذاتی معلومات دیکھنے کے بعد اس کے دل میں میرے ساتھ شادی کی رغبت پیدا ہوئی ہے۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہائش پذیر ہوں جو کہ خود بھی مسلمان ہیں لیکن میرا کوئی قریبی مسلمان نہیں اور نہ ہی میں ریاست فلوریڈا کے کسی مسلمان کو جانتی ہوں۔ وہ شخص مستقل میرے ساتھ رابطے میں رہا' والدہ کی موجودگی میں میرے ساتھ بات چیت کرتا رہتا ہے اور اس نے میری والدہ سے بھی بات کی ہے کہ وہ شادی پر رضامند ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مجھے بھی شادی کی بہت خواہش ہے لیکن مجھے ایک پریشانی لاحق ہے۔ وہ یہ کہ میں اس شخص کے بارے میں نہ تو خود جانتی ہوں اور نہ ہی میرا کوئی ایسا عزیز رشتہ دار ہے جو اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر سکے۔ مجھے بہت سارے ایسے قصے سن کر بہت دکھ ہوا کہ لوگ امریکہ میں آتے ہیں اور لڑکیوں کو کچھ سالوں تک سبز باغ دکھاتے ہیں اور پھر شادی کے بعد چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

مذکورہ شخص نے اسلام اور دعوت وتبلیغ کے بارے میں بہت ہی محبت کا دعویٰ کیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بہت ہی

خوشی ہے کہ آپ کی والدہ بھی مسلمان ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اگر ہماری شادی ہو جائے تو وہ میری والدہ پر بھی خرچ کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم سعودیہ جا کر رہائش پذیر ہو جائیں۔

لیکن میں خوف زدہ ہوں کیونکہ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس نے ابھی داڑھی رکھی ہے اور داڑھی منڈاتا بھی رہا ہے۔ مجھے اس معاملے نے بہت ہی پریشان کیا ہے کیونکہ مجھے سنت میں داڑھی بڑھانے کی اہمیت کا علم ہے۔ لیکن شادی میں میرا سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ مجھے اس کے اعتقاد اور اسلامی تعلیمات پر عمل کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں۔ میں نے اسلامی شادی کے بارے میں ایک کتاب پڑھی جس میں یہ تھا کہ یہ بہت ہی مشکل ہے کہ کوئی شخص ایسا شریکِ حیات حاصل کرلے جس میں پوری شروط پائی جائیں اس لیے صرف دین دیکھنا چاہیے کہ وہ دین پر کتنا عمل پیرا ہے۔ لہٰذا میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس شخص کے بارے میں معلوم کروں کہ دین پر کتنا عمل پیرا ہے؟

مجھے یہ کیسے علم ہوگا کہ مذکورہ شخص اسلام کے بارے میں کتنا سچا ہے؟ مجھے اس شخص میں کون سی چیزیں دیکھنی چاہییں؟ مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں نے سوال ارسال کر دیا تھا اور اب اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ' مجھ سے شادی چاہنے والا شخص روزانہ رابطہ کرتا ہے اور بعض اوقات تو دن میں دو بار رابطہ کرتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس نے قطعی طور پر ابھی تک مجھے نہیں دیکھا اور نہ ہی تصویر دیکھی ہے لیکن اس کے باوجود وہ میرے ساتھ شادی کرنے پر مصر ہے۔

جواب اس شخص نے آپ کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہے اور جو وہ آپ سے روزانہ رابطہ کرتا ہے۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ اسے ایسا کرنے سے روکیں اور اپنی والدہ کو کہیں کہ وہ مذکورہ شخص کو رابطہ کرنے سے منع کر دے اور اگر وہ آپ سے واقعی شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے شرعی راستہ اختیار کرتے ہوئے آپ کے ولی کو آپ سے شادی کرنے کا پیغام دے اور منگنی کرے اور اگر آپ کا کوئی مسلمان ولی نہیں تو پھر مسلمان ملک میں حاکم وقت ولی ہوگا اور اگر حکمران بھی نہیں تو پھر ولایت مسلمانوں میں ہوگی۔ یعنی مسلمانوں میں ان لوگوں کی طرف ولایت منتقل ہو جائے گی جن کی بات تسلیم کی جاتی ہے مثلاً جہاں آپ رہائش پذیر ہیں وہاں کے اسلامک سینٹر کا چیئرمین یا مسجد کا خطیب اور امام وغیرہ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بارے میں معلوم کیا جائے کہ آیا اس میں صالح اور مسلمان خاوند کی صلاحیت بھی ہے کہ نہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو صالح اور نیک خاوند عطا فرمائے جو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں بھی معاون ہو۔ (آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

والد کا اپنی بیٹی یا بیٹے سے اس کی منگنی کے متعلق مشورہ

سوال: کیا یہ جائز ہے کہ باپ بلا واسطہ اپنے بیٹے یا بیٹی سے ان کے لیے اپنی منتخب کردہ لڑکی یا لڑکے کے متعلق مشورہ کرے (کہ کیا وہ اس سے شادی پر راضی ہے)؟

جواب: جی ہاں' باپ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے اس کے لیے اپنی منتخب کردہ لڑکی اور اپنی بیٹی سے اس کے لیے اپنے منتخب کردہ لڑکے کے متعلق بات چیت کرے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے بارے میں مشورہ کرے' کیونکہ اسی میں مصلحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

دوست کی منگیتر سے محبت اور شادی کی خواہش

سوال: میرے دوست نے ایک لڑکی سے منگنی کی اور ان دونوں نے شرعی طور پر ایک دوسرے کو دیکھا بھی ہے لیکن ابھی تک عقدِ نکاح نہیں کیا' میری نیت تھی کہ میں اس سے منگنی کروں' میں نے اپنے دوست کو اس لڑکی کے بارے میں پوچھا کہ وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور میں اس سے بہت ہی محبت کرنے لگا ہوں لیکن اس نے مجھ سے پہلے ہی اس لڑکی کے ساتھ منگنی کر لی۔

میں اسے بھول نہیں سکتا' مجھے یہ علم ہے کہ میرے لیے اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی کرنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے' تو کیا جب میں اپنے دوست سے اس لڑکی کے ساتھ منگنی کرنے کی اجازت حاصل کر لوں اور اس کے سامنے اپنی حالت رکھوں تو یہ مشکل حل ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں' یہ مشکل حل ہو جائے گی اس لیے کہ حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ ﴾

''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح نہ دے تاوقتیکہ اس سے پہلے پیغامِ نکاح دینے والا خود چھوڑ دے یا پیغامِ نکاح دینے والا اجازت دے دے۔'' (۱)

اور میں نے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے اس مسئلہ اور اس کی دلیل کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بھی وہی

(۱) [بخاری (۵۱۴۲) کتاب النکاح: باب لا یخطب علی خطبة أخیة حتی ینکح أو یدع' أحمد (۴۲/۲) نسائی (۷۳/۶)]



جواب دیا جو حدیث سے ظاہر ہے۔

لہٰذا اگر آپ کا دوست اس لڑکی کو آپ کے لیے چھوڑ دے تو آپ اس سے منگنی کر سکتے ہیں لیکن اس میں لڑکی کی رائے کو بھی اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس نے دو مردوں کو دیکھا ہے اب فیصلہ اس کے انتخاب پر موقوف ہوگا کہ وہ کسے اختیار کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

.....(شیخ محمد المنجد).....

دوست کی بہن سے منگنی کی خواہش

سوال: میں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں اور عنقریب میری تعلیم مکمل ہو رہی ہے۔ یونیورسٹی میں ہی چند برس قبل ایک بھائی سے تعارف ہوا اور ہم ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت بھی کرتے ہیں۔ میرے دوست کی ایک بہن ہے' میں چاہتا ہوں کہ اس سے منگنی کرلوں۔ دوست کی بہن سے منگنی کے کیا قواعد وضوابط ہیں کیونکہ اس کا ولی بھی میرا دوست ہی ہے؟ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں نے اس سے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ ناراض ہوگا کیونکہ اس کے لیے بہن بہت ہی قیمتی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب: میرے علم میں تو منگنی کے بارے میں معروف قواعد وضوابط' جن پر عام طور پر انسان چلتے ہیں' کے علاوہ کوئی اور قواعد وضوابط نہیں ہیں اور ہر ملک اور معاشرے میں یہ عادات مختلف ہیں لیکن اصل چیز یہی ہے کہ منگنی میں وہ کام کرنے چاہییں جو کہ شرعی طور پر جائز ہوں' اگر ناجائز ہوں تو ان پر عمل پیرا نہ ہوا جائے خواہ وہ کسی بھی ملک کے رسم ورواج کے مطابق ہی کیوں نہ ہوں۔

آپ کا اپنے دوست کی بہن سے منگنی کا ارادہ اور آپ کو علم نہ ہونا کہ وہ آپ سے کس طرح پیش آئے گا اور کہیں آپ سے ناراض تو نہیں ہوگا' یہ سب کچھ تو آپ نے ذکر کیا ہے لیکن وہ اسباب ذکر نہیں کیے جن کی بنا پر اس کے ناراض ہونے کا خدشہ ہے۔ کیا صرف اس لیے وہ ناراض ہوگا کہ اس کی بہن اس کے لیے بہت ہی زیادہ قیمتی ہے تو یہ کوئی ناراضگی والی بات نہیں' بلکہ جسے اپنی بہن یا بیٹی عزیز ہو وہ تو اس کے لیے کوئی مناسب اور کفو (یعنی لڑکی کے برابر) رشتہ تلاش کرتا ہے اور لڑکی کی خیر خواہی بھی اسی میں ہے اور اگر وہاں کچھ اور عادات معتبر ہیں تو پھر انہیں معلوم کیے بغیر آپ کو کوئی نصیحت نہیں کی جاسکتی۔

البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے دوست کے ملک کے کسی جاننے والے طالب علم سے مشورہ لیں جو آپ کو بھی جانتا ہو اور اسے بھی' وہ آپ کو صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔ مجمل طور پر یہ ہے کہ ممکن ہے آپ اپنے دوست

سے بطورِ مشورہ بغیر وضاحت کیے بات کریں (جس میں یہ وضاحت نہ ہو کہ آپ اس کی بہن سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور آپ اسے کہیں) کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں پھر دیکھیں کہ وہ آپ کو کس لڑکی کا مشورہ دیتا ہے۔اور اگر آپ اسے یہ بھی کہیں کہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جو مسلمان عورتوں کو جانتے ہیں تو اس طرح آپ اس کے مؤقف سے بھی آگاہ ہو جائیں گے اور اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ اس سے آپس کی اللہ کے لیے محبت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کریں' مثلاً آپ اسے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کاش میری کوئی بہن ہوتی جس کی میں آپ سے شادی کر دیتا تا کہ ہمارے تعلقات مستقل طور پر قائم رہتے' یا پھر یہ کہیں کہ آپ کی کوئی قریبی لڑکی ہو تو اس کے ساتھ میری شادی کی کوشش کریں تا کہ یہ محبت اور بھائی چارہ قائم رہ سکے' پھر آپ اس کا ردِ عمل دیکھتے ہوئے کوئی اور قدم اٹھائیں۔

اور اگر آپ کو اس کے ردِ عمل سے بھی خدشہ محسوس ہوتا ہے تو پھر کسی اور شخص کے ذریعے اس موضوع کو چھیڑیں تا کہ آپ کو کوئی مسئلہ ہی پیش نہ آئے اور آپ کو ذہن نشین ہونا چاہیے کہ مقصد کے حصول کے لیے سب سے بڑا اور پختہ سبب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

عورت سے پوچھنا کہ کیا وہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہے؟

سوال کیا مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ جس عورت سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے اس سے اس کے متعلق پوچھے؟

جواب اس کے لیے عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی کے بغیر یہ پوچھنا جائز ہے جبکہ وہ اس سے شادی کی رغبت رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

لڑکی کو کیسے بتائے کہ وہ اس سے شادی کا خواہشمند ہے؟

سوال انسان جس سے شادی کرنا چاہتا ہو اس کے قریب جانا کیسے ممکن ہے؟ ایک طویل عرصہ تک یہ معروف رہا کہ یہ میری بہن ہے' وہ میرا بہت ہی احترام کرتی ہے لیکن میرے سامنے یہ مشکل ہے کہ میں اسے کس طرح بتاؤں کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔میرے والد اور پھوپھی بھی مجھے اس سے شادی کرنے پر راغب کرتے ہیں (جبکہ میری والدہ فوت ہو چکی ہے) مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ وہ کسی عورت کی طرف مائل ہو رہا ہے تو اسے شرعی طریقہ اپنانا چاہیے اور وہ طریقہ نکاح کا ہے۔ جب کوئی شخص کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے منگنی کا پیغام بھیجے اور لڑکی کے ولی کے ذریعے اس سے منگنی کرے۔ لڑکی کا ولی اس کا والد ہے اور اگر والد نہ ہو تو اس کے بعد اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ہے۔ یہ جائز نہیں کہ عورت سے منگنی میں غیر شرعی طریقہ اپنایا جائے یعنی اس سے خود تعارف کیا جائے، تعلقات قائم کیے جائیں، ٹیلی فون پر بات چیت کی جائے اور اس طرح کے دیگر تمام کام شیطانی ہیں جو برائی کی طرف کھینچتے ہیں۔ ایسا کرنے والا وہ کچھ کرنا شروع کر دیتا ہے جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

اس لیے آپ پر ضروری ہے کہ آپ گھر میں دروازے کے ذریعے داخل ہوں اور اس لڑکی کے قریب ہونے کے لیے شرعی راستہ اختیار کریں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ منگنی کے وقت لڑکی کو اپنی طرف راغب کرنے اور مزید موافقت پیدا کرنے کے لیے اسے ولی کے ذریعے کوئی تحفہ دیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو سیدھا راستہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شراب نوش کی طرف سے شادی کے پیغام کا کیا جواب دینا چاہیے؟

سوال: کیا تقریبات میں شراب نوشی کرنے والے شخص سے شادی پر رضا مندی گناہ ہے؟ میں شراب سے شدید نفرت کرتی ہوں اور میرے خیال میں شراب ہر کبیرہ گناہ کی جڑ ہے، لیکن مجھے ایک شراب نوشی کرنے والے شخص نے شادی کا پیغام دیا ہے۔ میں اس معاملے میں تردد کا شکار ہوں اور آپ سے نصیحت کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب: افضل اور بہتر تو یہ ہے کہ آپ اس سے شادی نہ کریں لیکن آپ نے اس سے شادی کر لی تو یہ جائز ہوگا۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مجھے شادی کا پیغام بھیجنے والوں کی گزشتہ زندگی خراب تھی

سوال: میں ایک اعتدال پسند مسلمان لڑکی ہوں اور حسب استطاعت اسلامی تعلیمات پر عمل بھی کرتی ہوں۔ نہ تو شراب نوشی کرتی ہوں اور نہ ہی سگریٹ نوشی اور ڈانس کلبوں میں بھی نہیں جاتی اور نہ ہی غیر مردوں سے میل جول ہے۔ میں اب شادی کے مرحلہ میں داخل ہو چکی ہوں اور والدین شادی کرنا چاہتے ہیں، لیکن میرے لیے یہ بہت

مشکل ہے کہ جتنے بھی رشتے آرہے ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی کرنے کی موافقت کروں کیونکہ ان سب لڑکوں کا ماضی بہت غلط قسم کا رہا ہے' لڑکیوں سے تعلقات تھے یا پھر وہ ڈانس کلبوں میں جاتے رہتے تھے۔ ان میں سے اکثر نوجوانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے ماضی کو چھوڑ چکے ہیں اور ان میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہے لیکن میرے خیال میں اس قسم کے معاملات کا مستقبل پر اثر ضرور ہوتا ہے۔

جواب دین اسلام تو مکمل طور پر اعتدال کا دین ہے اور اسلامی تعلیمات پر عمل اور حرام کاموں سے اجتناب ایک ایسا امر ہے جس میں کسی بھی مسلمان کو کوئی اختیار نہیں' کیونکہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر واجب کیا ہے۔ موجودہ دور میں فتنے بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں اور بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ جو شخص کچھ حرام کردہ اشیاء کو ترک کرتا اور بعض واجبات پر عمل کرتا ہوا سے سنجیدہ اور متشدد شمار کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا صرف اور صرف لوگوں میں دینی انحراف اور کثرت سے گناہ میں پڑنے اور شرعی واجبات ترک کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

ہم تو آپ کے بہت زیادہ شکر گزار ہیں اور یہ لائق صد تحسین ہے کہ آپ اس گندے (یورپی) معاشرے میں رہتے ہوئے بھی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ آپ جو کچھ کر رہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء مومن لوگوں کو بہت زیادہ پسند ہے لیکن یہ کام شیطان کو بہت ہی برا اور غصہ دلانے والا ہے اور اسی طرح شیطانی انسان بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔

آپ کا صالح خاوند اختیار کرنا بھی ایک شرعاً مطلوب کام ہے لیکن ایسا کرنا آپ کے لائق نہیں کہ جس کے دین اور اچھے اخلاق کا علم ہو جائے مگر اس کا ماضی خراب ہونے کی وجہ سے اسے رد کر دینا اور اس سے شادی نہ کرنا۔ کیونکہ جس انسان نے اپنے ماضی سے توبہ کر لی ہوا سے اس کے ماضی کی عار نہیں دلائی جا سکتی اور نہ ہی اس پر ماضی کی وجہ سے کوئی عیب لگایا جا سکتا ہے اور پھر اگر وہ شادی کی رغبت کے ساتھ آپ کو شادی کا پیغام دیتا ہے تو اسے رد نہیں کیا جا سکتا۔ اور نبی کریم ﷺ کا تو فرمان ہے:

﴿ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ ﴾

''گناہوں سے توبہ کرنے والا تو ایسے ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو۔''(۱)

لیکن اگر کسی کے بارے میں یہ تو علم ہو کہ اس کا ماضی بہت ہی برا گزرا ہے اور وہ معاصی کا مرتکب رہا ہے اور اب اس کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ وہ اپنے ماضی میں کیے ہوئے گناہوں سے توبہ کر چکا ہے یا نہیں اور اس نے

(۱) [حسن: صحيح ابن ماجه' ابن ماجه (٤٢٥٠) كتاب الزهد: باب ذكر التوبة' صحيح الجامع الصغير (٣٠٠٨) صحيح الترغيب (٣١٤٥) كتاب التوبة والزهد: باب الترغيب فى التوبة والمبادرة بها]

اپنے گناہ چھوڑے ہیں یا نہیں تو اس طرح کے شخص پر اس کے دین اور اخلاق میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنے کی موافقت نہیں کرنی چاہیے۔

کسی انسان کا اپنی منگیتر یا اس کے اولیاء کو یہ کہنا کہ وہ اپنے ماضی سے توبہ کر چکا ہے اور اب اس میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہے' اس پر بھروسے کے لیے کافی نہیں بلکہ اس قول وفعل کی تحقیق کی جائے گی کہ آیا واقعتاً وہ اپنے قول میں سچا ہے۔ جب اس کے بارے میں پختہ علم ہو جائے کہ وہ اپنے ماضی سے توبہ کر چکا ہے یا پھر یہ یقین ہو جائے کہ برائی ترک کر چکا ہے تو پھر اس سے شادی کی جائے۔ اس لیے آپ کوئی نیک اور صالح شخص تلاش کریں خواہ اس کا ماضی کیسا ہی ہو' آپ اسے رد نہ کریں اور ہر اس شخص کو جس کے بارے میں یہ علم ہو جائے کہ اس کا ماضی شر وفساد میں گزرا ہے اور ابھی تک اس نے ایسے کاموں کو ترک نہیں کیا' قبول نہ کریں اور اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیں۔

اس لیے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے مرد کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ دین دار عورت کو ترجیح دے اسی طرح عورت کے اولیاء کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (۱)

فساد سے مراد یہی ہے کہ اگر تم اپنی بچی کے لیے صرف مالدار' حسب نسب والا اور خوبصورت لڑکا ہی تلاش کرو گے تو پھر تمہاری اکثر عورتیں بغیر شادی کے ہی بیٹھی رہیں گی اور اکثر مرد بھی بغیر عورتوں کے رہیں گے جس سے زنا کا فتنہ زیادہ پھیلے گا۔

مزید برآں آپ یہ بھی دیکھیں کہ صحابہ کرام میں سے اکثر تو دورِ جاہلیت میں مشرک تھے اور پھر بعد میں مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام پر اچھی طرح کاربند رہے اور شادیاں بھی کیں لیکن انہیں اس دلیل کی وجہ سے رد نہیں کیا گیا کہ ان کا ماضی اچھا نہیں تھا لہٰذا مرد کی حالت وہ معتبر ہوگی جس پر وہ موجودہ وقت میں کاربند ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو صالح اور نیک خاوند عطا فرمائے اور اس میں آپ کے لیے آسانی پیدا کرے۔ (آمین یارب العالمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [حسن: إرواء الغليل (۱۸٦۸) ترمذي (۱۰۸٤) كتاب النكاح: باب ما جاء اذا جاء كم من ترضون دينه فزوجوه' ابن ماجه (۱۹٦۷) كتاب النكاح: باب الأكفاء]



پیغام نکاح دینے والے میں کوتاہیاں ہوں تو لڑکی کیا کرے اور استخارہ سے بھی کوئی اشارہ نہیں مل رہا؟

سوال مجھے اپنی ذاتی زندگی میں درپیش مشکل کے متعلق آپ کی نصیحت درکار ہے' مجھے شادی کی پیشکش ہوئی ہے جس پر میں نے استخارہ کیا لیکن اس کے باوجود مجھے کوئی اشارہ نہیں ملا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور ہمیشہ میرے ساتھ ایسے ہی ہوتا آ رہا ہے جیسا کہ اب ہوا ہے۔

میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرتی ہوں لیکن باقی لوگوں کی طرح مجھ میں بھی کچھ لغزشیں ہیں اور مجھے علم شرعی کی تشنگی بھی ہے اور بذاتِ خود مقدس علم کے حصول میں لگی ہوئی ہوں۔ میں جو چیز اپنے شریکِ حیات میں تلاش کرتی ہوں وہ یہ ہے کہ اسے (دینی اعتبار سے) مجھ سے زیادہ عمدہ نمونہ ہونا چاہیے تا کہ وہ میری ایسی شخصیت بننے میں مدد کرے جو اللہ تعالیٰ سے محبت میں زندگی بسر کرے اور وہ شخص میرے لیے ایک علمی خزانہ ہو تا کہ میں اس سے علم سیکھ سکوں اور ایک اچھا اور مناسب ساتھی ثابت ہو۔

جس شخص کی طرف سے موجودہ پیشکش ہوئی ہے اس میں بہت سی ایجابی صفات ہیں صرف چند ایک چیزیں صحیح نہیں لگتیں:

1- بات چیت کرنے کی حد تک ہم میں میل جول ہے' اس کے باوجود کہ وہ شخص گریجویٹ ہے وہ میری فکر اور سوچ کی بات نہیں کرتا۔

2- اس نے اسلامی تعلیمات کے حصول میں مجھ سے بھی کم وقت گزارا ہے اس لیے میرے خیال میں میرے پاس اس سے زیادہ علم ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ دلیل میرے پاس ہو گی اس کے پاس نہیں۔ لیکن اس میں بھی علمی تشنگی پائی جاتی ہے۔ اس وقت وہ دین پڑھ رہا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ سال یا اس سے زیادہ مدت کے لیے ملک سے باہر دینی تعلیم حاصل کرنے جائے (میری بھی یہی خواہش ہے)۔

ان دونوں معاملوں کے علاوہ میرے خیال میں ہم بہت سارے معاملات میں ایک دوسرے سے متفق ہیں اور زندگی بسر کرنے کے بارے میں ہماری رائے بھی ایک ہی ہے۔ جب میں نے استخارہ کیا تو مجھے کوئی بھی اشارہ نہیں ملا' صرف اتنا ہے کہ بعض اوقات میرے دل میں شدید قسم کی خواہش اٹھتی ہے کہ اس موضوع کو چھوڑ دیا جائے۔

مگر بعض اوقات میں سوچتی ہوں کہ جب اس میں بہت ساری اچھی صفات موجود ہیں تو مجھے اس سے شادی

کر لینی چاہیے' مجھے کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ کیا کروں؟ مجھے اس معاملے میں بہت پریشانی ہے' مجھے یہ علم نہیں کہ قلبی شعور کیا چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ میری اس سے ملاقات ہوئی ہے اور اب دوسری ملاقات اس جمعہ کو ہوگی' میں اس معاملے کو ضرورت سے زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی دوسروں کے جذبات سے کھیلنا چاہتی ہوں' آپ سے میری گزارش ہے کہ میرے سوال کا جواب جلد دیں کیونکہ مجھے نصیحت کی ضرورت ہے اور خاص کر استخارہ کے بارے میں جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔

جواب: اصل تو یہی ہے کہ جب عورت کے لیے کوئی ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق عورت کو پسند ہو اور اس سے دینی اور اخلاقی طور پر کوئی اور شخص اس کے سامنے نہ ہو تو اسے قبول کر لے۔ اگر آپ سے شادی کی پیشکش کرنے والا شخص ان صفات کا مالک ہے جو آپ نے ذکر کی ہیں اور پھر وہ علم شرعی حاصل کرنے کی حرص بھی رکھتا ہے جیسا کہ آپ کہتی ہیں تو پھر یہ خیر و بھلائی کی علامت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ استخارہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ استخارہ کے بعد انسان کو کسی قسم کا معین اشارہ ہوتا ہے بلکہ جب اس کے لیے مشورہ اور خوب سوچ بچار کے بعد کسی معاملے میں دین و دنیا کی بھلائی اور مصلحت واضح ہو تو اسے استخارہ کے بعد وہ کام کر لینا چاہیے۔ نہ تو استخارے کے بعد وہ کسی اشارے کا انتظار کرے اور نہ ہی نیند اور نفسیاتی شعور کا بلکہ استخارے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوئے وہ کام کر لینا چاہیے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس شخص کے سامنے بے پردہ آنے اور اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے بچیں کیونکہ وہ شخص ابھی تک آپ کے لیے اجنبی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ جو یہ تمنا کر رہی ہیں' کہ آپ کا خاوند ایسا ہونا چاہیے جس کے ساتھ زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے بسر کی جائے' بہت ہی اچھی خواہش ہے' ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے اور آسانی پیدا فرمائے۔

لیکن آپ کے علم میں یہ ضرور ہونا چاہیے کہ ایک صالحہ عورت ہی اس معاملے میں مرد کی معاون ہو سکتی ہے اور اسے نصیحت کر سکتی ہے اور اسے مزید دینی تعلیمات پر ابھار سکتی ہے اور خاوند کے اعمالِ صالحہ میں مشغول رہنے کی وجہ سے جو کچھ عورت کے حق میں کمی و کوتاہی ہو اس پر صبر بھی ایک صالحہ عورت کا ہی کام ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو خیر و بھلائی کی توفیق دے۔ (آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

منگیتر کو دیکھنے کی حد

سوال: میں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث پڑھی جس میں ہے کہ شادی کرنے کی نیت سے لڑکی کو دیکھنا جائز ہے' میرا سوال یہ ہے کہ منگیتر کو دیکھنے کی کیا حد ہے' کیا مرد کے لیے اس کے بال یا مکمل سر دیکھنا جائز ہے؟

جواب: شریعتِ اسلامیہ نے اجنبی عورت کو دیکھنے سے منع کیا ہے تاکہ نفس کی طہارت اور عزت برقرار رہے' لیکن بعض حالات میں سخت ضرورت کے تحت شریعت نے اجنبی عورت کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ جس میں منگنی کرنے والے مرد کا اپنی منگیتر کو دیکھنا بھی شامل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ہی مرد اور عورت کی زندگی کا ایک نہایت اہم فیصلہ شادی کی صورت میں ہوتا ہے' منگیتر کو دیکھنے کے دلائل ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ' قَالَ : فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا ﴾

''تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔ پھر میں نے ایک لڑکی کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ میں اسے چھپ کر دیکھا کرتا تھا حتی کہ میں نے اس کے اُن اعضاء کو دیکھ ہی لیا جو اس سے نکاح کے لیے باعثِ رغبت تھے تو میں نے اس سے نکاح کر لیا۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ ' فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا ' قَالَ : لَا ' قَالَ : فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا ﴾

''میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آپ کو یہ خبر دی کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی (کا ارادہ) کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا' نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' جاؤ اور اسے دیکھو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کوئی (بیماری)

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۳۲) کتاب النکاح : باب فی الرجل ینظر إلی المرأۃ ' أحمد (۳۳٤/۳) ابو داود (۲۰۸۲) شرح معانی الآثار (۱٤/۳) حاکم (۱۶۵/۲) معرفۃ السنن والآثار للبیهقی (۲۲٤/۵) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح]

ہوتی ہے۔''(۱)

(3) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے عہدِ رسالت میں ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا' نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے دیکھ لو' اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں اُلفت پیدا ہو جائے۔''(۲)

(4) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا' پھر آپ نے اپنی نظر کو نیچا کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس (حق مہر کی ادائیگی کے لیے) کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں' اللہ کی قسم ! اے اللہ کے رسول ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تلاش کرو' اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم !اے اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔البتہ میرے پاس یہ تہبند ہے۔انہیں (یعنی اس عورت کو) اس میں سے

(۱) [مسلم (۱٤۲٤) کتاب النکاح : باب ندب النظر الی وجه المرأة و کفیها لمن یرید تزوجها ' نسائی (٦٩/٦) کتاب النکاح : باب اباحة النظر قبل التزویج ' شرح معانی الآثار (١٤/٣) کتاب النکاح : باب الرجل یرید تزوج المرأة هل یحل له النظر الیها ' دارقطنی (٢٥٣/٣) کتاب النکاح : باب المهر ' بیهقی (٨٤/٧) کتاب النکاح : باب نظر الرجل الی المرأة یرید أن یتزوجها ' احمد (٢٨٦/٢)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (١٥١١) کتاب النکاح : باب النظر إلی المرأة إذا أراد أن یتزوجها ' ابن ماجة (١٨٦٥) أحمد (٢٤٤/٤) دارمی (١٣٤/٢) کتاب النکاح : باب الرخصة فی النظر للمرأة عند الخطبة ' ترمذی (١٠٨٧) کتاب النکاح : باب ما جاء فی النظر الی المخطوبة ' نسائی (١٤/٣) کتاب النکاح : باب اباحة النظر قبل التزویج ' عبدالرزاق (١٣٣٥) دارقطنی (٢٥٢/٣) ابن الجارود (٦٧٥) شرح معانی الآثار (١٤/٣) شرح السنة (١٤/٥)]

آدھا دے دیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو اس کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے گی تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔

کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بلوایا' جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر جاؤ میں نے ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔'' (۱)

منگیتر کو دیکھنے کی حد کے متعلق اہل علم کے مختلف اقوال ہیں:

امام شافعیؒ کہتے ہیں' جب مرد کسی عورت سے شادی کرنا چاہے تو اس کے لیے عورت کو بغیر اوڑھنی کے دیکھنا جائز نہیں' ہاں اس کا سر ڈھانپا ہوا ہو تو اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ اس کی اجازت کے ساتھ اور اس کی اجازت کے بغیر بھی (مراد ہے چھپ کر) دیکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور (مومن عورتیں) اپنی زیب وزینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''جو ظاہر ہے'' سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔ (۲)

امام نوویؒ کہتے ہیں' جب کسی لڑکی سے نکاح کی رغبت ہو تو اسے دیکھنا مستحب ہے تاکہ بعد میں ندامت نہ اٹھانی پڑے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ دیکھنا مستحب نہیں بلکہ صرف جائز ہے اور احادیث کی روشنی میں پہلی بات ہی صحیح ہے۔ دیکھنے میں تکرار اس کی اجازت کے ساتھ اور بغیر اجازت کے دونوں طرح ہی جائز ہے ۔ اگر دیکھنا ممکن نہ ہو سکے تو کسی عورت کو اسے دیکھنے کے لیے بھیجے جو اسے اچھی طرح دیکھ کر اس کی صفات مرد کے سامنے رکھے اور عورت بھی جب شادی کرنا چاہے تو مرد کو دیکھ سکتی ہے اس لیے کہ جس طرح مرد کی پسند ہے اسی طرح عورت کی بھی پسند ہے۔ مرد عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں دونوں اطراف سے دیکھ سکتا ہے' اس کے علاوہ کچھ اور نہیں دیکھ سکتا۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (۵۰۸۷' ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر ' مسلم (۱۴۲۵) أحمد (۳۳۰/۵) ابو داود (۲۱۱۱) ترمذی (۱۱۱۴) نسائی (۱۱۳/۶) ابن ماجة (۱۸۸۹) عبدالرزاق (۷۵۹۲) حمیدی (۹۲۸) ابن الجارود (۷۱۶) ابن حبان (۴۰۹۳) طحاوی (۱۶/۳) بیهقی (۱۴۴/۷)]

(۲) [الحاوی الکبیر (۳۴/۹)]

(۳) [روضة الطالبین وعمدة المفتین (۱۹/۷۔۲۰)]

امام ابوحنیفہؒ نے دونوں پاؤں' ہتھیلیاں اور چہرہ دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ (۱)

امام ابن عابدینؒ کہتے ہیں کہ چہرہ' ہتھیلیاں اور قدم دیکھنے مباح ہیں اس سے تجاوز کرنا صحیح نہیں۔ (۲)

امام مالکؒ سے مختلف روایات ہیں' ایک یہ ہے کہ صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھ سکتا ہے اور دوسری یہ ہے کہ صرف چہرہ' ہتھیلیاں اور بازو دیکھ سکتا ہے۔

اسی طرح امام احمدؒ سے بھی مختلف روایات مروی ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ دیکھ سکتا ہے اور دوسری یہ ہے کہ عام طور پر جو ظاہر ہو وہ دیکھ سکتا ہے مثلاً گردن' پنڈلیاں وغیرہ (واضح رہے کہ کتب حنابلہ میں معتمد روایت دوسری ہے)۔(۳)

اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمہور علمائے کرام کے ہاں منگیتر کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا مباح ہے اس لیے کہ چہرہ خوبصورتی اور جمال پر یا پھر بدصورتی پر دلالت کرتا ہے اور ہتھیلیاں عورت کے بدن کے نرم' باریک یا موٹا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ابوالفرج مقدسیؒ کہتے ہیں کہ' اہل علم کے درمیان چہرہ دیکھنے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ چہرہ محاسن کو جمع کرنے والا اور دیکھنے کی جگہ ہے۔

❁ منگیتر سے خلوت اور اسے چھونے کا حکم:

امام زیلعیؒ کا کہنا ہے' مرد کے لیے اپنی منگیتر کے چہرے اور ہتھیلیوں کو چھونا جائز نہیں' اگرچہ شہوت کا خدشہ نہ بھی ہو' ایک تو یہ عمل حرام ہے اور پھر اس کی ضرورت بھی نہیں۔اور ''رد المحتار'' میں ہے کہ'' قاضی' گواہ' اور منگیتر کے لیے عورت کو چھونا جائز نہیں' خواہ ان سب کو شہوت کا خدشہ نہ بھی ہو کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں۔''(٤)

امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں' منگیتر سے خلوت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ حرام ہے اور شریعت میں دیکھنے کے علاوہ کچھ بھی وارد نہیں اس لیے یہ عمل اپنی تحریم پر باقی رہے گا اور یہ ممانعت اس لیے بھی ہے کہ خلوت کی وجہ سے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہے' جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

---

(۱) [بداية المجتهد (۱۰/۳)]

(۲) [حاشية ابن عابدين (۳۲۵/۵)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المغنی لابن قدامة (٤٥٤/٧) تهذيب السنن لابن القيم (٢٥/٣) فتح الباری لابن حجر (٧٨/١١)]

(٤) [رد المحتار على الدر المختار (٢٣٧/٥)]

"کوئی بھی مرد کسی عورت سے خلوت نہ کرے کیونکہ ان میں تیسرا شیطان ہوگا۔" (۱)

اسی طرح منگیتر کی طرف لذت اور شہوت کی نظر سے نہ دیکھے۔ امام احمدؒ نے ایک روایت میں کہا ہے' اس کا چہرہ دیکھے لیکن اس میں بھی لذت کی نظر نہیں ہونی چاہیے۔

مرد کے لیے بار بار نظر اٹھا کر دیکھنا جائز ہے تاکہ اس کے محاسن میں غور کر سکے کیونکہ اس کے بغیر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

مزید برآں منگنی کرنے والے مرد کے لیے منگیتر کو اس کی اجازت کے بغیر بھی دیکھنا جائز ہے' احادیثِ صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں' جمہور علمائے کرام کا کہنا ہے کہ منگیتر کو دیکھنا چاہے تو اس کی اجازت کے بغیر دیکھ سکتا ہے۔(۲)

علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اسی مؤقف کی تائید کی ہے۔(۳)

❀ فائدہ:

علامہ البانیؒ ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے شادی کرنا چاہی تو ایک عورت کو اسے دیکھنے کے لیے بھیجا اور اسے کہا' اس کے اگلے دانت سونگنا اور اس کی ایڑیوں کے اوپر والے حصے کو دیکھنا۔

اس حدیث کو امام حاکمؒ نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہنے کے بعد کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔(٤)

مغنی المحتاج میں ہے:

اس حدیث سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عورت کو بھیجنے سے وہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جو خود دیکھنے سے حاصل نہیں ہو سکتے۔(٥)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲٥٤٦) ترمذی (۲۱٦٥) کتاب الفتن : باب ما جاء فی لزوم الجماعة (۱۱۷۱) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات' المشکاة (۳۱۱۸) السلسلة الصحیحة (٤۳۰)]

(۲) [فتح الباری (۱٥۷/۹)]

(۳) [السلسلة الصحیحة (۱٥٦/۱)]

(٤) [السلسلة الصحیحة (۱٥۷/۱) مستدرك حاكم (۱٦٦/۲) بیهقی (۸۷/۷) مجمع الزوائد (٥۰۷/٤)]

(٥) [مغنی المحتاج (۱۲۸/۳)]

منگیتر کو دیکھتے وقت اس سے بات کرنا

سوال کیا منگیتر کو دیکھتے وقت اس سے بات کرنا جائز ہے؟

جواب منگنی کے خواہش مند کے لیے جائز ہے کہ وہ جس سے منگنی کا ارادہ رکھتا ہے اسے دیکھتے وقت اس سے گفتگو کرے' البتہ وہ اس کے ساتھ خلوت کر کے اسے نہ دیکھے (یعنی صرف کسی محرم رشتہ دار کی موجودگی میں ہی اسے دیکھے)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

شادی کی نیت سے متعدد عورتوں کو دیکھنا

سوال کیا شادی کی غرض سے مسلمان کئی ایک عورتوں کو دیکھ سکتا ہے' یا کہ اس پر ضروری ہے کہ وہ ایک لڑکی دیکھے اگر اسے اس سے شادی کی رغبت نہ ہو تو دوسری دیکھے؟

جواب لڑکے کے لیے منگیتر کو دیکھنا اس لیے جائز کیا گیا ہے تا کہ اسے سکون واطمینان حاصل ہو جائے اور سنت پر عمل ہو سکے جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی بیان کردہ احادیث میں ملتا ہے۔ منگیتر کو دیکھنے کے لیے چار شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

1- نکاح کا پختہ ارادہ

2- خلوت نہ ہو

3- فتنے کا ڈر نہ ہو

4- مشروع مقدار سے زیادہ نہ دیکھا جائے

مشروع مقدار یہ ہے کہ جو لڑکی عام طور پر اپنے بھائی اور والد وغیرہ کے سامنے جو کچھ ظاہر رکھتی ہے۔

لہٰذا اس بنا پر لڑکی کو صرف اسی وقت دیکھا جائے گا جب اس سے نکاح کرنے کا پختہ ارادہ ہو' اگر دیکھنے کے بعد دل مطمئن ہو جائے تو ٹھیک ورنہ کسی اور کو دیکھ لے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

پیغام نکاح دینے والے کی شکل وصورت لڑکی کو پسند نہ ہو تو کیا وہ انکار کر سکتی ہے؟

سوال کیا کسی شخص سبب کی بنا پر (یعنی مجھے وہ پسند نہ آیا ہو) میرا کسی اچھے حال والے مسلمان سے شادی کا انکا

گناہ شمار ہوگا؟

جواب: ایسا کرنا گناہ شمار نہیں ہوگا' اس لیے کہ اسلام میں لڑکے کو دیکھنا اور اطمینانِ نفس لڑکی کا حق ہے اور ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات لڑکی کو مرد کی خلقت اور شکل پسند نہ آئے' تو اس صورت میں اگر وہ مرد سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر آپ کو یہ خدشہ ہو کہ آپ سے گاڑی چھوٹ جائے گی یعنی شادی کی عمر ڈھل جائے گی یا یہ کہ پھر اس طرح کا بھی نہیں ملے گا تو آپ اپنے اس مزاج کو چھوڑ دیں اور اپنی عقل پر کنٹرول کرتے ہوئے شادی کرنے میں جلدی کریں۔

شیخ ابراہیم خضیری کا کہنا ہے کہ

جب عورت کسی صاحبِ خلق اور دیندار کو اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے رد کرتی ہے تو وہ اس طرح بغیر شادی کے ہی بیٹھی رہتی ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

منگیتر کا لڑکی کو ملازمت سے روکنا

سوال: میری تین برس سے منگنی ہو چکی ہے' ان تین برسوں میں میرے اور منگیتر کے درمیان اختلافات بڑھ چکے ہیں حالانکہ ان میں سے غالب تو بہت ہی چھوٹی باتیں ہیں لیکن ایک مشکل جس پر ہمارا ہمیشہ آپس میں جھگڑا رہتا ہے وہ شادی کے بعد میری ملازمت ہے۔ میرا خاوند اس پر مصر ہے کہ شادی کے بعد بغیر کسی ضرورت کے صرف ملازمت کی رغبت سے عورت کا ملازمت کرنا حرام ہے؟

جواب: سوال کرنے والی بہن کو ہم ایک تنبیہ کرنا چاہیں گے کہ تین برس سے اس کی منگنی ہو چکی ہے' ظاہر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے منگیتر کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے اور بات چیت بھی کرتی ہے اور ہوسکتا ہے وہ اس سے خلوت بھی کرتی ہو اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ شادی کے بعد ملازمت کے بارے میں اس کا منگیتر سے جھگڑا بھی ہوتا رہتا ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ بات عام ہو چکی ہے کہ جن کی منگنی ہو جائے وہ شادی سے قبل ہی آپس میں بات چیت کرتے ہیں اور اکٹھے گھومنے پھرنے کے لیے بھی نکل جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ شادی کرنے والے مرد کو منگنی کے وقت اپنی منگیتر کو صرف دیکھنے کی اجازت ہے' اس سے زیادہ کسی چیز کی اجازت نہیں۔

اس کے ساتھ خلوت اور مصافحہ کرنا حرام ہے کیونکہ صرف منگنی کے بعد وہ لڑکی ابھی اس کے لیے اجنبی (یعنی غیر محرم) ہے اور شریعت نے لڑکی کو دیکھنا بھی صرف اسی لیے جائز قرار دیا ہے تا کہ وہ منگنی کا عزم کر سکے۔

تاہم بعض لوگ منگیتر کا لفظ ایسے شخص کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جس کے ساتھ عقدِ نکاح تو ہو چکا ہو لیکن رخصتی نہ ہو۔ اگر تو آپ کی بھی یہی حالت ہے تو پھر آپ دونوں میاں بیوی ہیں اور آپ کے خاوند کے لیے آپ سے مصافحہ کرنا' خلوت کرنا اور آپ کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے' لیکن اگر ابھی آپ دونوں کا عقدِ نکاح نہیں ہوا اور بات صرف منگنی تک ہی محدود ہے تو پھر آپ کی ملاقاتیں حرام ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عورت کے لائق اور اس کی طبیعت کے مناسب کام تو یہی ہے کہ وہ گھر میں ٹھہرے اور گھریلو ضروریات سے نبرد آزما ہو۔ خاوند اور جب اللہ تعالیٰ اسے اولاد سے نوازے تو وہ اس کی ضروریات پوری کرے اور ان کا خیال رکھے' یہ کام بہت عظیم ہے کوئی آسان اور معمولی کام نہیں۔

رہا مسئلہ گھر سے نکل کر عورت کی ملازمت اور کام کرنے کا تو اصل بات یہی ہے کہ یہ اس کی طبیعت کے مناسب نہیں اور نہ ہی اسے زیب دیتا ہے' لیکن اگر اسے ایسا کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو پھر اسے ایسا کام کرنے کی اجازت ہے جو اس کی طبیعت کے مناسب اور حال کے لائق ہو۔ مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ شریعت اسلامیہ کی پابندی کی جائے یعنی باپردہ رہے' آنکھوں کی حفاظت کرے اور غیر مردوں سے میل جول نہ رکھے وغیرہ۔

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کہتے ہیں:

یہ بات تو عام معلوم ہے کہ عورت کا ملازمت کرنے کے لیے نکلنا مردوں کے ساتھ اختلاط' میل جول اور خلوت کا باعث بنے گا جو کہ بہت ہی خطرناک معاملہ ہے' اس کے نتائج بھی بہت خطرناک' اس کا پھل بہت ہی کڑوا اور انجام بہت ہی برا ہوگا اور پھر یہ تو شرعی نصوص کے بھی برعکس ہے کیونکہ شریعت میں عورت کو گھر میں ہی رہنے اور گھریلو کام کاج کرنے کا ہی حکم دیا گیا ہے' اس ذریعے سے وہ مردوں کے ساتھ اختلاط اور خلوت سے بھی بچی رہے گی۔ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اور اسے دیکھنے کی حرمت کے متعلق شریعت میں صریح اور صحیح دلائل موجود ہیں جن میں چند ایک کا ذکر یہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو' اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔ اور تمہارے گھروں میں جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا خبردار ہے۔''(۱)

---

(۱) [الأحزاب : ۳۳]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ

''اے نبی! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں' اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی' پھر وہ ستائی نہ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (۱)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ اس طرح ہے کہ

''اور مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں' یہ ان کے لیے زیادہ بہتر اور پاکی کا باعث ہے یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کر رہے ہیں جاننے والا ہے' اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیب وزینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے......'' (۲)

اسی طرح اور بھی بہت سی آیات واحادیث صریحاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورتوں کے لیے مردوں سے میل جول نہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ میل جول فساد اور معاشروں کے بگاڑ کا باعث بنے گا۔ مگر جب ہم اسلامی ممالک میں عورت کی حالت دیکھتے ہیں تو عورت کو گھر سے نکل کر غیر طبعی کام کرنے کی وجہ سے ذلیل ورسوا پاتے ہیں کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری کو چھوڑ کر ایسا کام اختیار کیا ہے جو اس کے لائق نہ تھا۔

ان اسلامی ممالک اور باقی دوسرے یورپی ممالک میں بھی عقل مند حضرات اور دانشوروں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے اور یہ مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ عورت کو اس کی اس طبعی اور فطری حالت پر واپس لایا جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا اور اسے جسمانی اور عقلی طور پر تخلیق کیا ہے' لیکن یہ سب کچھ بہت ہی وقت گزرنے کے بعد ہوا ہے۔ لہٰذا اگر عورتیں اپنے عملی میدان (یعنی بچوں کی تعلیم وتربیت اور گھریلو کام کاج وغیرہ) میں کما حقہ وقت صرف کریں تو یہ چیز انہیں مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے مستغنی کر دے گی۔

اور شیخ محمد بن صالح عثیمین ؒ کا کہنا ہے:

عورت کا عملی میدان صرف انہی کاموں تک محدود ہے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں مثلاً لڑکیوں کی تعلیم وتدریس اور گھر میں کپڑوں کی سلائی کڑھائی وغیرہ۔ لیکن اگر وہ مردوں کے ساتھ خاص کردہ کاموں میں شرکت کرے اور ملازمت کرے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے مردوں کے ساتھ میل جول ہو گا جو کہ عظیم فتنہ اور فساد ہے'

(۱) [الأحزاب: ۵۹]

(۲) [النور: ۳۰۔۳۱]

جس سے بچنا ضروری ہے۔ نیز اس بات کا علم ہونا بھی ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ﴾

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر (نقصان دہ) کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔'' (۱)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ ﴾

''دنیا اور عورتوں سے بچ کر رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔'' (۲)

لٰہذا مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو فتنے والی جگہوں اور اس کے اسباب سے ہر حال میں بچا کر رکھے۔ (۳)

......(شیخ محمد المنجد)......

منگیتر کے پاس بیٹھ کر قرآن یاد کرنا

سوال میں نے ایک عورت سے منگنی کی ہے اور الحمد للہ منگنی کے دورانیہ میں ہی اس سے بیس (20) پارے حفظ کیے ہیں۔ میں اس کے پاس محرم کی موجودگی میں بیٹھتا ہوں اور وہ حجابِ شرعی کی بھی پابند ہوتی ہے' ہماری مجلس دینی گفتگو یا قراءتِ قرآن سے کسی اور طرف نہیں نکلتی اور ہماری مجلس کا وقت بھی بہت کم ہوتا ہے تو کیا شرعی طور پر اس میں کوئی غلطی ہے؟

جواب یہ کام مناسب نہیں کیونکہ جب مرد کو علم ہوتا ہے کہ وہ اپنی منگیتر کے ساتھ بیٹھا ہے تو اکثر و بیشتر اس کی شہوت اُبھر آتی ہے اور بیوی اور لونڈی کے سوا کسی اور پر شہوت کا اُبھرنا حرام ہے اور جو چیز حرام کام کی طرف لے جانے والی ہو وہ بھی حرام ہے۔

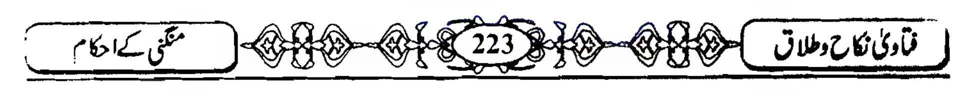
......(شیخ ابن عثیمین)......

---

(۱) [بخاری (۵۰۹۶) کتاب النکاح : باب ما یتقی من الشؤم' مسلم (۲۷۴۰) کتاب الرقاق : باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء وبیان الفتنة بالنساء' ترمذی (۲۷۸۰) کتاب الأدب : باب ما جاء فی تحذیر فتنة النساء' ابن ماجه (۳۹۹۸) کتاب الفتن : باب فتنة النساء' نسائی فی السنن الکبری (۹۲۷۰/۵) ابن حبان (۵۹۶۷) طبرانی کبیر (۴۱۵) عبد الرزاق (۲۰۶۰۸) شرح السنة للبغوی (۲۲۴۲) بیهقی (۹۱/۷)]

(۲) [مسلم (۲۷۴۲) کتاب الرقاق : باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء وبیان الفتنة بالنساء' احمد (۱۱۱۶۹) نسائی فی السنن الکبری (۹۲۶۹/۵) ابن حبان (۳۲۲۱)]

(۳) [دیکھئے: فتاوی المرأة المسلمة (۹۸۱/۲)]



نیٹ چیٹ کے ذریعے تعارف اور منگنی

سوال میرے اکیس سالہ بیٹے نے نیٹ چیٹ کے ذریعے دوسرے شہر کی لڑکی سے تعارف کیا اور اس سے رابطہ کرتا رہا' بعد میں ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرنا شروع کر دیا اور دونوں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے' کچھ ہی مہینوں میں یہ تعلقات پروان چڑھے حتی کہ دونوں نے شادی کے لیے فیصلہ بھی کر لیا۔

یہ علم میں رہے کہ اس کے بقول ان کی آپس میں ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی' اس نے بعد میں مجھے کہا کہ میری اس لڑکی کے ساتھ منگنی کر دیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس نے ابتدا میں مجھے نہیں بتایا کہ میرا اس لڑکی سے نیٹ چیٹ کے ذریعے تعارف ہوا ہے بلکہ اس کام کے لیے اس نے اپنی پھوپھو کو ہم راز بنایا جو سکول میں ملازمت کرتی ہے اور اسے یہ کہا کہ وہ اس لڑکی سے کسی سہیلی کے ذریعے سکول میں تعلق نکالے اور اس کی والدہ سے بھی رابطہ کرے اور اسے یہ بتائے کہ میرے گھر والے میری اس سے منگنی کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی پھوپھو نے ایسا ہی کیا۔ لیکن میں نے اس سے شادی کا مطالبہ قطعی طور پر رد کر دیا اور اسے تسلیم نہ کیا جس کے کئی اسباب ہیں:

1- جس طریقے سے لڑکی کا تعارف ہوا وہ غیر شرعی ہے۔

2- وہ اس لڑکی کی اخلاقیات کو زیادہ نہیں جانتا اور جو کچھ بھی اس کے علم میں ہے وہ صرف اور صرف ٹیلی فون کالوں کے ذریعے سے ہے۔

3- اس نے ابتدا میں ہی جھوٹ بولا اور اس حساس قسم کے موضوع کو میرے سامنے نہیں رکھا بلکہ اپنی پھوپھو سے سب کچھ کہتا رہا اور اس بات کو اپنے سب سے قریبی سے چھپائے رکھا اور جب یہ کام مکمل ہوا تو دوسروں کے سامنے اس کا اعلان کر دیا۔

4- الحمدللہ ہم ایک دینی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں اور اس لڑکی کے ساتھ رابطہ کرنے کا اسلوب ہمارے اخلاق اور قدر و قیمت سے ہی متفق نہیں چہ جائیکہ ہماری عادات اور رسم و رواج سے متفق ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس کے معاملے میں بہت حیرانی اور پریشانی ہوئی ہے اور پھر اب تو اس میں اپنی گریجویشن کی پڑھائی میں بھی پیچھے رہنے اور اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ پہلے وہ پڑھائی میں بہت آگے تھا' ہم نے جب بھی اس کے ساتھ شادی کے موضوع کو ختم کرنے کی بات کی ہے وہ اس پر اصرار کرنے لگا ہے کہ وہ اسی سے شادی کرے گا' آپ اس پر راضی ہو جائیں' وہ لڑکی اس کی

حالت سدھارنے اور اس کی سعادت مندی کا سبب ہوگی اور پھر ہم بھی اسے قبول کرلیں گے اور وہ ہمیں بہت اچھی لگنے لگے گی۔ اب آپ ہی بتائیں کہ اس پریشان کن حالت میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: یہ اور اس طرح کی دوسری مشکلات دعوت وتبلیغ اور اصلاحی کام کرنے والوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہیں کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کا انٹرنیٹ استعمال کرنے میں غفلت سے کام لینا چھوڑ دیں بلکہ خبردار رہیں کہ مرد وعورت نیٹ چیٹ کے ذریعے کیا کرتے ہیں اور انہیں اس سے بچائیں' کیونکہ اس میں فتنے میں مبتلا ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے اور پھر اس کے بعد ملاقاتیں اور ٹیلی فون کالیں وغیرہ بھی اور اس کے بعد کیا نہیں ہوتا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے بیٹے نے اس لڑکی سے تعلق قائم کر کے غلطی کی ہے جو کہ اس کے لیے حلال نہیں تھا اور پھر اس نے آپ کے ساتھ جھوٹ بول کر بھی غلطی کی اور اس کی یہ بھی غلطی ہے کہ اس نے آپ کو چھوڑ کر اپنی پھوپھو کو راز دان بنایا۔ لیکن ہم آپ کے ساتھ اس بات پر متفق نہیں کہ آپ نے اس لڑکی کے ساتھ شادی سے انکار کی جو بنیاد بنائی ہے اور بالخصوص جب آپ نے اپنے بیٹے کے تعلقات کی شدت کو بھی محسوس کیا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

❶ ایسا کام کرنے والی ہر لڑکی پر یہ حکم لگانا ممکن نہیں کہ وہ بری تربیت اور برے اخلاق کی مالکہ ہے' ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ عمل کسی غلطی اور سیدھے راستے سے پھسلنے کی وجہ سے ہو جیسا کہ آپ کے بیٹے کا حال ہے۔

❷ اب جو کچھ آپ کے بیٹے کا حال یعنی پڑھائی وغیرہ سے دل اچاٹ ہو رہا ہے' ہوسکتا ہے یہ اس لڑکی سے دلی محبت کی وجہ سے ہو' وہ اس لڑکی سے دلی طور پر محبت کرنے لگا ہے۔ تو اس طرح کے حالات میں اس کا علاج یہی ہے کہ جس سے وہ محبت کرتا ہے اسی سے شادی کر دی جائے اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ﴾

''ہم نے دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (بہترین اور) کوئی چیز نہیں دیکھی۔''(۱)

❸ یہ بات کہ آپ کا بیٹا اس کی اخلاقیات کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا' اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور ہمسایوں اور میل جول کے لوگوں سے دریافت کر کے ثبوت

---

(۱) [صحیح: السلسلة الصحيحة (٦٢٤) هداية الرواة (٣٠٢٩)' (٢٤٧/٣) صحيح الجامع الصغير (٥٢٠٠) ابن ماجه (١٨٤٧) كتاب النكاح: باب ما جاء فى فضل النكاح' مستدرك حاكم (١٦٠/٢) كتاب النكاح: باب لم ير للمتحابين مثل التزويج' بيهقى فى السنن الكبرى (٧٨/٧) كتاب النكاح: باب الرغبة فى النكاح' حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الزوائد (٦٥/٢)]

حاصل کر سکتے ہیں۔

اس لیے ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس لڑکی اور اس کے خاندان کی حالت کے بارے میں معلومات حاصل کریں، اگر تو ان کی حالت پسندیدہ نہ ہو تو آپ کے لیے ایک معقول عذر ہو گا جس سے آپ اپنے بیٹے کو اس سے شادی نہ کرنے پر قائل کر سکیں گے حتی کہ وہ بھی اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دے گا۔ لیکن اگر آپ کو مکمل طور پر اچھی طرح تلاش کے بعد اس کی صفات اور حالات اچھی لگیں تو اپنے بیٹے کی اس لڑکی سے شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ یہ تو ان دونوں کے لیے سب سے بہتر علاج ہے۔

یہ کہنے کا مطلب کہ اگر آپ اپنے بیٹے کی اس لڑکی سے شادی کرنے کی شدید حرص اور اس سے تعلق میں شدت محسوس کریں جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے، اگر تو معاملہ صرف اتنا ہے کہ سوچ ہی ہے جو اس کے لیے نرم پڑی ہوئی ہے اور معاملہ عشق اور بہت زیادہ تعلقات تک نہیں پہنچا اور آپ کو یہ امید ہے کہ آپ کا بیٹا اسے بھول سکتا ہے اور اس سے علیحدہ ہو سکتا ہے تو پھر آپ اپنے مؤقف پر قائم رہیں اور اس کا تعاون کرتے ہوئے کوئی اچھے اخلاق اور دین کی مالک لڑکی تلاش کریں جو پاکدامن بھی ہو اور اس کی اس سے شادی کر دیں۔ مزید برآں آپ اللہ تعالیٰ سے بھی رجوع کریں کہ وہ آپ کی رہنمائی کرے اور آپ کو صحیح راستے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے ہر معاملے میں نماز استخارہ سے بھی تعاون حاصل کریں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

انٹرنیٹ کے ذریعے منگیتر کو تصویر بھیجنا

سوال کیا لڑکی کے لیے انٹرنیٹ کے ذریعے اپنی تصویر منگیتر کو بھیجنا جائز ہے تاکہ وہ شادی کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کر سکے؟

جواب میرے خیال میں ایسا کرنا جائز نہیں اور اس کی وجوہات یہ ہیں:

- اس لیے کہ اسے دیکھنے میں دوسرے بھی شریک ہو سکتے ہیں۔
- اس لیے کہ تصویر مکمل طور پر حقیقت بیان نہیں کرتی، کتنی ہی ایسی تصویریں ہیں جنہیں دیکھا گیا اور پھر جب لڑکی کا مشاہدہ کیا گیا تو وہ تصویر سے بالکل ہی مختلف تھی۔
- ہو سکتا ہے یہ تصویر منگیتر کے پاس ہی رہے اور وہ منگنی توڑنے کے بعد اس تصویر کے ذریعے لڑکی کو بلیک میل کرے اور جس طرح چاہے لڑکی کو نچاتا پھرے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......



رخصتی سے قبل والدین کا لڑکی کو شوہر سے ملنے سے روکنا

سوال: میرا عقدِ نکاح ابھی کچھ عرصہ قبل ہی ہوا ہے اور رخصتی چند ماہ تک نہیں ہو سکتی کیونکہ میرا خاوند کسی اور شہر میں زیرِ تعلیم ہے' جب میرا خاوند ہمیں ملنے آتا ہے تو میرے والدین مجھے اس کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے پر ڈانٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ وہ ہماری نگرانی کرتے ہیں اور جب میں اس کے ساتھ گھر سے باہر جا کر کچھ دیر بعد واپس آؤں تو ناراض ہوتے ہیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ اسلام میں والدین کو اپنے بچے کی شادی میں کہاں تک دخل اندازی کا حق ہے۔ میں اپنے والدین کا بہت احترام کرتی ہوں لیکن ظاہر یہ ہوتا ہے کہ وہ میرے بارے میں کوئی اچھا رویہ نہیں رکھتے' کیا میں بے عقل ہوں؟

جواب: جب مرد کسی لڑکی سے شرعی طور پر عقدِ نکاح کر لے تو اس کے لیے عورت کی ہر چیز حلال ہو جاتی ہے مثلاً خلوت' عورت کو دیکھنا اور خوش طبعی وغیرہ۔ لیکن اس کی بیوی پر ابھی خاوند کی اطاعت واجب نہیں اور اسی طرح مرد پر بھی عورت کا نان ونفقہ واجب نہیں۔ ہاں اگر وہ اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دے تو پھر اطاعت کرے گی اور شوہر اس کے نان ونفقہ کا بھی ذمہ دار ہوگا اور یہ سب کچھ آج کے دور میں لوگوں کی عادت کے مطابق رخصتی اور ولیمہ کے بعد ہوتا ہے۔

بعض والدین یہ پسند نہیں کرتے کہ لڑکی عقدِ نکاح کے بعد اور رخصتی سے قبل اپنے خاوند کے ساتھ خلوت کرے۔ انہیں خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے شادی نامکمل ہی رہ جائے' یا پھر ان دونوں کی آپس میں علیحدگی ہو جائے اور خاوند رخصتی سے قبل ہی بیوی کے ساتھ ہم بستری کر چکا ہو جس کی وجہ سے پھر وہ کنواری نہیں رہے گی۔ یا پھر وہ حاملہ ہو جائے اور رخصتی سے قبل ہی اس کا حمل لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے یا اس طرح کی کچھ دوسری اشیاء کی بنا پر وہ انہیں اکٹھا نہیں ہونے دیتے جس میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بعد میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکی کو شادی کے وقت نئے خاوند سے مل کر کوئی خاص خوشی نہ ہو کیونکہ وہ پہلے ہی اس سے علیحدگی میں ملاقاتیں کرتی رہی ہے تو پھر اسے رخصتی کے وقت وہ خوشی حاصل نہیں ہو گی جو اسے پہلی بار ہوتی ہے۔ اس کے باوجود کہ نکاح کے بعد خاوند اور بیوی کو استمتاع اور خوش طبعی کا حق ہے (خواہ یہ کام رخصتی سے قبل ہی ہو) لڑکی کو والدین کی بات کو تسلیم کرنا چاہیے اور ان کے خدشات کی قدر کرنی چاہیے اور اسی طرح خاوند کو بھی چاہیے کہ

وہ ان کے مؤقف کو سمجھنے کی کوشش کرے اور صرف خاندانی ملاقاتوں پر ہی اکتفاء کرے' اس لیے کہ رخصتی کے وقت اسے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ دونوں کو خیر و بھلائی عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

منگیتر سے مصافحہ کرنا

سوال کیا آدمی کے لیے اپنی منگیتر کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز ہے اور کیا وہ اس کے ساتھ مصافحہ کر سکتا ہے؟

جواب آدمی کے لیے ایسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں جو اس کے لیے حلال نہیں اور منگیتر بھی اس کے لیے حلال نہیں جب تک ان دونوں کے درمیان عقدِ نکاح نہیں ہو جاتا کیونکہ وہ اس وقت تک اس کے لیے اجنبی کی ہی حیثیت رکھتی ہے اور نبی کریم ﷺ نے آدمی کو ایسی عورت کے ساتھ خلوت کرنے سے منع فرمایا ہے جو اس کے لیے حلال نہیں اور اسی طرح اس کے ساتھ مصافحہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں فتنہ (کا خدشہ) ہے اور اس لیے بھی درست نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی (اجنبی) عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے۔(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

منگیتر سے ہم بستری اور اس کے ہاتھ سے مشت زنی

سوال میرا ایک دوست کچھ عرصہ قبل مسلمان ہوا۔ دین اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کے ایک لڑکی سے تعلقات تھے لیکن قبولِ اسلام کے بعد اس نے اپنے آپ کو جنسی اسباب سے بچانے کے لیے مشت زنی کرنی شروع کر دی' میں نے اسے نصیحت کی اور سمجھایا کہ اسلام میں مشت زنی کرنا بھی حرام ہے۔

اب اس نے ایک لڑکی سے منگنی کی ہے لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے دو برس تک شادی نہیں کر سکے' لیکن وہ اپنی منگیتر سے جنسی تعلقات قائم کیے ہوئے ہے اور دونوں ایک دوسرے سے مشت زنی کرتے ہیں' اب وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ ان حالات میں کیا اب اس کے لیے جنسی تعلقات اور مشت زنی جائز ہے اور اگر جائز نہیں تو اسے کیا کرنا چاہیے (تاکہ وہ اپنی جنسی رغبت پوری کر سکے)؟

جواب ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر ادا کرتے ہیں جس نے آپ کے دوست کو دین اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی' ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے موت تک دین پر ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے

(۱) [حسن : صحيح الجامع الصغير (٤٨٥٦) السلسلة الصحيحة (٥٣٠)]

اہم کامیابی حاصل کرنے کی توفیق حاصل کر چکا ہے جو اس کی زندگی کے لیے سب سے بڑی کامیابی ہے کہ کفر وشرک کے اندھیروں سے نکل کر نورِ اسلام اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف آ گیا ہے اور اب جو بری قسم کی عادات باقی رہ گئی ہیں اس کے لیے ان کا چھوڑنا تو انشاءاللہ بہت ہی آسان ہوگا جبکہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد وتعاون کا طلب گار رہو۔ کیونکہ جس نے اپنا وہ دین چھوڑ دیا جس پر اس کی پرورش ہوئی اور اسی میں جوان ہوا اور پھر دین صحیح میں داخل ہوا' اس کے لیے ان عادات کو' جو اس نے جاہلیت کے دور میں اپنا رکھی تھیں' چھوڑنا بھی آسان ہو گا' اس لیے کہ مشت زنی اس کے فاعل کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس گندی عادت کو چھوڑے اور نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر عمل کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''(۱)

رہا اس کا یہ سوال کہ منگیتر کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنا' تو اگر منگیتر سے مراد وہ عورت ہے جس سے شرعی عقدِ نکاح ہو چکا ہے اور صرف رخصتی باقی ہے تو اس عورت سے اس کے جنسی تعلقات صحیح اور حلال ہیں۔ لیکن اگر منگیتر سے مراد یہ ہے کہ ابھی صرف منگنی ہی ہوئی ہے اور عقدِ نکاح نہیں ہوا تو اس سے جنسی تعلقات حرام ہیں۔ ایسا کرنا بدکاری اور قبیح قسم کے افعال میں سے ہے' جس سے وہ دونوں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا مستحق بنا رہے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ مالی مجبوریوں کی وجہ سے وہ شادی نہیں کر سکا' بغیر عقدِ نکاح کے منگیتر سے ایسے برے تعلقات قائم کرنے کے جواز میں کافی نہیں۔ اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ منگیتر ابھی تک اس کے لیے اجنبی ہے' وہ بھی دوسری اجنبی عورتوں کی طرح ہی ہے' اس لیے اس سے خلوت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کا نکاح نہیں ہوا۔

نیز اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ منگیتر کے ساتھ سے مشت زنی کرائے یا اس کا بوسہ لے وغیرہ۔ اسی طرح اس سے بلا ضرورت بات چیت کرنا بھی جائز نہیں' ہاں اگر کوئی ضرورت ہو تو محرم کی موجودگی میں' پردے کی

---

(۱) [بخاری (٥٠٦٥) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فلیتزوج ' مسلم (١٤٠٠) کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه ' أبو داود (٢٠٤٦) نسائی (١٧١/٤) ابن ماجة (١٨٤٥) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح ' دارمی (١٣٢/٢) أحمد (٣٧٨/١) طیالسی (٣٠٣/١) أبو یعلی (٥١١٠)]

حالت میں بات کی جا سکتی ہے۔

اس جیسی حالت میں اس کے لیے حل یہی ہے کہ وہ اس کے ساتھ عقدِ نکاح کر لے' اس لیے کہ جو بھی عقدِ نکاح کر لیتا ہے اس کے لیے عورت کی ہر چیز حلال ہو جاتی ہے کیونکہ نکاح سے وہ اس کی بیوی بن جائے گی خواہ رخصتی نہ بھی ہوئی ہو۔ اور اگر وہ طاقت نہیں رکھتا تو اسے صبر کرنا چاہیے اور بکثرت روزے رکھے جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

ہم بستری کے علاوہ کسی اور طریقے سے منگیتر سے لذت اٹھانا

سوال: شادی سے قبل جب میری اپنے خاوند سے منگنی ہوئی تھی تو منگنی کے دوران ہماری عادت تھی کہ ہم ایک دوسرے سے ملتے اور ایک دوسرے کا بوسہ بھی لیتے اور کچھ دوسرے افعال بھی کرتے لیکن ہم نے ہم بستری نہیں کی' پھر ہم نے شادی کر لی۔ شادی کے بعد میں نے سورۃ النور میں پڑھا کہ زانی ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے تو اب میری شادی کا حکم کیا ہے جبکہ شادی کو آٹھ برس گزر چکے ہیں؟

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاکستان میں بعض لوگ شادی کے کچھ عرصہ بعد بغیر کسی شرعی سبب کے تجدید نکاح کرتے ہیں تو کیا جب عقدِ نکاح صحیح ہو چکا ہو تو نکاح کی تجدید جائز ہے؟

جواب: صحیح عقدِ نکاح کی صرف وہم وشک کی بنا پر تجدید کرنا جائز نہیں' لیکن سوال کے شروع میں جو ذکر ہے کہ منگنی کے عرصہ میں منگیتر کا ایک دوسرے کا بوسہ لینا' تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر یہ عمل عقدِ نکاح سے قبل ہوا ہے کہ تو یہ حرام ہے اور اسی طرح منگیتر کے ہاتھ سے مشت زنی یا خوش طبعی وغیرہ کرنا بھی حرام ہے اور اگر یہ عقدِ نکاح کے بعد ہوا ہے کہ تو پھر بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

رہا مسئلہ زانی کا ایک دوسرے سے شادی کرنا تو اس کے متعلق یہ ہے کہ دونوں کے زنا سے توبہ کرنے اور لڑکی کی عدت پوری ہونے کے بعد شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لیے ہیں۔"(۱)

زنا سے توبہ کرنا تو ایک حتمی چیز ہے کہ وہ دونوں اس سے توبہ کریں' لیکن عقدِ زواج تو صرف عدت پوری ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے تاکہ اس کے رحم کی زنا کے حمل سے برائت ثابت ہو جائے' اگر یہ یقین ہو جائے کہ حمل نہیں ہے تو پھر ایک دوسرے سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱) [النور : ۲٦]



سوال میں جو آپ نے اپنی حالت بیان کی ہے اس میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں' لیکن آپ دونوں پر لازم ہے کہ آپ نے نکاح سے قبل منگنی کی حالت میں جو کچھ حرام افعال کا ارتکاب کیا ہے' اس سے توبہ کریں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

میرے منگیتر کا ماضی بہت برا گزرا ہے کیا میں اس سے شادی کرلوں؟

سوال سب سے پہلے تو میں لوگوں کو قیمتی معلومات فراہم کرنے پر آپ کی قدر کرتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر کی جزا عطا فرمائے۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ ہر سوال کا جواب فی الفور نہیں مل سکتا لیکن اس کے باوجود میں نے اس موضوع کو بہت تلاش کیا ہے' مگر مجھے اپنے سوال کا جواب ابھی تک نہیں ملا' اس پر مستزاد یہ کہ جس طرح میرے والدین اسلام کو سمجھتے ہیں اس طرح کی معلومات مجھے نہیں مل رہیں۔

میں کینیڈا میں پیدا ہوئی ہوں اور ان قلیل سی لڑکیوں میں شامل ہوتی ہوں جو اسلامی تعلیمات کو مزید حاصل کرنا چاہتی ہیں' لیکن افسوس کہ میں ابھی تک بہت سی اسلامی معلومات سے جاہل ہوں حالانکہ ہر روز دین پر عمل کرتی ہوں۔

مختصر طور پر گزارش ہے کہ مجھے ایک مشکل درپیش ہے' میں انیس برس کی ہوں اور ایک لبنانی شخص نے میرے ساتھ شادی کی ہے' منگنی کے بعد انکشاف ہوا کہ ماضی میں اس کے بہت سی لڑکیوں کے ساتھ تعلقات رہے ہیں۔ میں طبعی طور پر سمجھتی ہوں کہ ہمارے دین میں ایسا کرنا بہت ہی بڑی غلطی ہے۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ میں اس شخص سے شادی کروں یا انکار کر دوں' میرا ذاتی طور پر تو یہ خیال ہے کہ ایسے شخص سے مرتبط نہ ہوا جائے۔ لیکن میرے خاندان والے یہ کہتے ہیں کہ اسے معاف کر دو اور اس سے درگزر کرو' اس مسئلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

کیا ایسے شخص سے میرے جیسی لڑکی کا شادی کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کا ماضی خراب ہی رہا ہو؟ مجھے اسلامی معلومات کے حصول میں بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ بعض اوقات کتابیں بھی میرے سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہوتی ہیں' میں آپ کا وقت لینے پر ایک آپ کی شکر گزار ہوں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

جواب سب سے پہلے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ نے جو اچھے کلمات کہے ہیں ان پر وہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم آپ کے مکمل سوالات کے جواب نہ دے سکنے پر معذرت خواہ ہیں۔ البتہ آپ کے متعلق جو سوال ہے اس کے بارے میں ہم آپ سے یہ کہیں گے کہ جس شخص نے آپ سے منگنی کی ہے اس کی موجودہ حالت

دیکھی جائے گی نہ کہ ماضی کے حالات۔ہم یہ دیکھیں گے کہ آیا وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی کر رہا ہے کہ نہیں مثلاً پانچوں نمازوں کی پابندی وغیرہ۔اسی طرح وہ حرام کاموں سے بچتا ہے کہ نہیں اور اس نے اپنے ماضی میں جن حرام اُمور کا ارتکاب کیا تھا ان سے توبہ کی ہے کہ نہیں؟

اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کر رہا ہے اور اس سے شادی کرنے میں بھی یہی چیز مطلوب ہے تو پھر اس سے شادی کر لینی چاہیے۔بالخصوص جب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی قابل اعتناء ہے کہ

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔''(۱)

اور ایسے سچی توبہ کر لینے والے شخص کے ماضی کو کریدنا بھی درست نہیں بلکہ اس پر پردہ ڈال دینا چاہیے' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی دنیا میں پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی آخرت میں پردہ پوشی فرمائے گا۔''(۲)

لیکن اگر وہ اپنے سابقہ گناہوں پر ابھی بھی قائم ہو اور اس نے خالص توبہ نہ کی ہو تو ایسے شخص سے مطلقاً آپ شادی کرنے پر رضامند نہ ہوں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''زانی مرد زانی یا مشرک عورت کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کرتا اور زانی عورت بھی زانی یا مشرک مرد کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔''(۳)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اور مومنوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے'' سے مراد ہے' زنا کار عورتوں کا پاک دامن مردوں سے شادی کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔

اسی بنا پر امام احمدؒ نے کہا ہے' زانی عورت جب تک اپنی فحاشی پر قائم ہے عفت وعصمت کے مالک شخص کا اس سے نکاح صحیح نہیں' اسے توبہ کا کہا جائے گا' اگر وہ توبہ کر لے تو پھر اس سے نکاح صحیح ہوگا لیکن اگر وہ توبہ نہیں کرتی تو پھر اس سے نکاح جائز نہیں۔اسی طرح پاکدامن عورت کی کسی فاسق وفاجر سے شادی جائز نہیں حتیٰ کہ وہ اس سے

---

(۱) [حسن : إرواء الغلل (۱۸٦۸) صحیح الجامع الصغیر (۲۷۰) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه ' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦۲۸۷)]

(۳) [النور : ۳]



صحیح طور پر توبہ نہ کر لے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔''

لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو اس سے نکاح کرنا صحیح ہے۔

فاجر اور زانی سے نکاح کرنے پر جو کچھ فساد مرتب ہو گا وہ کسی سے مخفی نہیں۔یہ بہت ہی مشکل ہوتا ہے کہ کسی کی حقیقت کا ادراک حاصل کر لیا جائے لیکن تحقیق وتفتیش' مشاورت اور اس کی حالت معلوم کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا کے ذریعے اس مشکل سے نکلا جا سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے لیے خیر و بھلائی اختیار کرے اور آپ کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی فرمائے۔(آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح بھیجنا

سوال کیا اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغامِ نکاح بھیج دینا جائز ہے؟

جواب کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغامِ نکاح بھیج دے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَخْطُبُ أَحَدُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ ﴾

''تم میں کوئی بھی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح نہ دے۔''(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

میری منگیتر پاکدامن نہیں مگر مجھے محبوب ہے میں کیا کروں؟

سوال میں اپنے معاملے میں بہت پریشان ہوں۔اپنی منگیتر کو بہت چاہتا ہوں لیکن منگنی سے پہلے وہ ایک یورپی لڑکی کی طرح زندگی گزارتی رہی' بے ہودہ قسم کا لباس پہننا' سگریٹ نوشی' نوجوانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' ان کے

---

(۱) [بخاری (۵۱۴۲) کتاب النکاح : باب لا یخطب علی خطبة أخیة حتی ینکح أو یدع ' مسلم (۱۴۱۲) کتاب النکاح : باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیه حتی یأذن أو یترك ' ترمذی (۱۲۹۲) کتاب البیوع : باب ما جاء فی النهی عن البیع علی بیع أخیه ' ابن ماجه (۱۸۶۸) کتاب النکاح : باب لا یخطب فالرجل علی خطبة أخیه ' أحمد (۴۲/۲) نسائی (۷۳/۶) دارمی (۱۳۵/۲) ابن أبی شیبة (۴۰۳/۴) طحاوی فی شرح المعانی (۳/۳) ابن حبان (۳۵۴/۹)]

ساتھ گھروں میں جانا' وہ یہ سب کچھ کرتی رہی ہے' لیکن اس کے باوجود اس نے اپنا کنوار پن نہیں گنوایا۔

اس کے کہنے کے مطابق وہ ایک نوجوان سے جنون کی حد تک محبت کرتی تھی لیکن منگنی کے بعد وہ ان سب کاموں کو چھوڑ چکی ہے۔ میں اس کے ان کاموں کی وجہ سے آہستہ آہستہ اسے ناپسند کرنے لگا ہوں اور یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ اس ۔۔نے مجھ سے کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ میں یہ نہیں مانتا کہ جس طرح وہ بیان کرتی ہے' اتنے بے ہودہ قسم کے کام کرنے کے باوجود اس نے کسی کو اپنا عاشق اور دوست نہ بنایا ہو۔ یہ تو ناممکن سی بات ہے اور اسی وجہ سے میں اسے ناپسند کرنے لگا ہوں بلکہ اب تو ہم جھگڑا بھی کرنے لگے ہیں' اس بارے میں آپ کی کیا نصیحت ہے؟

میری ایک اور بھی مشکل ہے' وہ یہ کہ میرا ایک لڑکی سے تعارف ہوا اور میں اس کے سامنے بہت ہی کمزور ہو گیا' اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اس سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا' مجھے معلوم نہیں کہ یہ کیسے ہوا لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے اس لیے کہ میری منگنی کے بعد منگیتر بہت ہی مخلص ہو چکی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور میں اس مسئلے کو کس طرح حل کروں؟ حقیقتاً مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔

جواب وہ عورت جو منگنی سے قبل آپ کی بیان کردہ صفات کی مالک ہو اس سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ اپنے سابقہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سچی اور پکی توبہ نہ کر لے۔ یہ توبہ اس نے اپنے منگیتر کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو کر کی ہو۔

اگر تو وہ لڑکی توبہ کر لیتی ہے اور اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہو جاتی ہے اور اس کے بعد آپ اسے اس پر حریص بھی دیکھتے ہیں اور وہ غیر محرم مردوں سے اجتناب کرتے ہوئے ان سے دور بھی رہنے لگی ہو اور ان سے خلوت بھی نہ کرے اور یہ سب کچھ آپ کو واضح نظر آنے لگے تو پھر آپ کا اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ میری تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور لڑکی تلاش کر لیں جو کہ صالحہ اور پاکدامن ہو اور آپ کی دنیا و آخرت میں سعادت کا باعث بنے۔ اس طرح کی عورت سے محبت و مودت اور اطمینان و سکون بھی نصیب ہوتا ہے جو کہ ازدواجی زندگی کی اساس ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم میں سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل

کرو اور تمہارے مابین محبت ومودت قائم کر دی۔“ (۱)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ﴾

”دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سامان صالح بیوی ہے۔“ (۲)

آپ کا یہ ذکر کرنا کہ کسی لڑکی کے ساتھ آپ نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور پھر اس سے توبہ بھی کر لی ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو توبہ کرنے کی توفیق سے نوازا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کا خیال رکھے اور اس جیسے جرائم تک پہنچانے والے اسباب سے بچے۔ ہمارے عزیز بھائی ہم آپ کو یہ تنبیہ کرتے ہیں کہ توبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونی چاہیے نہ کہ اس لیے کہ آپ کی منگیتر آپ کے لیے مخلص ہوگئی ہے۔ ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ توبہ کی تجدید کریں اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کریں کہ آئندہ اس کام کی طرف دوبارہ نہیں پلٹیں گے۔ اس کے علاوہ ہم آپ کو کچھ اور اُمور کی بھی نصیحت کرتے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو ان سے نفع دے۔

① اپنی نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے انہیں نیچی رکھیں اور انہیں تلاوتِ قرآن' حدیث اور صالحین علمائے کرام اور زاہد قسم کے لوگوں کے قصے پڑھنے میں مشغول رکھ کر انہیں اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ افعال سے بچائیں۔

② غیر محرم اور اجنبی عورتوں سے خلوت کرنے سے بچیں۔

③ صالح اور نیک قسم کے لوگوں سے دوستی لگائیں جو آپ کا دنیا کے ساتھ ساتھ دین کے معاملات میں بھی تعاون کریں۔

④ موسیقی اور گانے سننے سے بچیں' اس لیے کہ یہ زنا کا وسیلہ اور اس تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔

⑤ مسلمانوں کے ساتھ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کریں' اس کے ارکان کی ادائیگی میں خشوع وخضوع کا بھی خیال رکھیں۔ کیونکہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے اور نمازی ہی فلاح حاصل کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

(۱) [الروم : ۲۱]

(۲) [مسلم (۱٤٦۷) كتاب الرضاع : باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة' ابن ماجه (۱۸٥٥) كتاب النكاح: باب أفضل النكاح' نسائي (۳۲۳۲) كتاب النكاح : باب المرأة الصالحة' أبو نعيم في الحلية (۳/۳۱۰) شرح السنة للبغوي (۹/٥)]



''یقیناً نماز میں خشوع اختیار کرنے والے مومن فلاح وکامیابی حاصل کر گئے۔'' (۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہر قسم کی بھلائی اور خیر کی توفیق دے اور آپ کے معاملات میں آسانی پیدا فرمائے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

لڑکی کسی کو پسند کرتی ہے مگر والد اس سے شادی نہیں کرنے دیتا

سوال بعض ولی لڑکی کو اپنے کفو شخص سے شادی نہیں کرنے دیتے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ مسئلہ بہت ہی عظیم ہے اور بہت ہی بڑی مشکل ہے' اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے بعض مرد تو اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتے ہیں' اور اپنی امانتوں کی بھی خیانت کرتے ہیں اور اپنی لڑکیوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ولی کے ذمہ واجب تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کرنے والے اعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اپنے میں سے بے نکاح عورتوں کی شادی کر دو اور اپنے نیک اور صالح غلاموں اور لونڈیوں کی بھی شادی کر دو۔'' (۲)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (۳)

لیکن کاش ہم اس حد تک نہ پہنچیں کہ جس میں لڑکی اس بات کی جرأت کرے کہ جب اس کا والد اسے ایسے شخص سے شادی نہ کرنے دے جو دینی اور اخلاقی لحاظ سے اس کا کفو ہو تو وہ قاضی سے جا کر شکایت کرے اور قاضی اس کے والد سے کہے کہ اس کی شادی فلاں شخص سے کر دو ورنہ میں کرتا ہوں یا پھر کوئی اور ولی کر دے گا۔ اس لیے کہ لڑکی کو حق حاصل ہے کہ جب اس کا والد اسے شادی نہ کرنے دے تو وہ قاضی سے شکایت کر دے اور یہ اس کا شرعی حق ہے۔ کاش ہم اس حد تک نہ پہنچیں' لیکن اکثر لڑکیاں شرم وحیاء کی وجہ سے ایسا نہیں کرتیں۔

والد کو نصیحت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے بیٹی کو شادی سے نہ روکے۔ کیونکہ جس بیٹی

---

(۱) [المومنون : ۱۔۲]

(۲) [النور : ۳۲]

(۳) [حسن : إرواء الغلل (۱۸۶۸) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

کو شادی سے روک رہا ہے روزِ قیامت وہ اس کے خلاف دعویٰ دائر کرے گی جس دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''جس دن مرد اپنے بھائی' اپنی والدہ' اپنے والد' اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھی دور بھاگے گا اور ہر ایک شخص کے لیے اس دن اسے ایسی فکر دامن گیر ہوگی جو اس کے لیے کافی ہوگی۔'' (۱)

اس لیے اولیاء کو چاہیے' خواہ وہ والدین ہوں یا بھائی' کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کھاتے ہوئے انہیں شادی کرنے سے نہ روکیں' ان کا حق ہے کہ جس کا دین اور اخلاق اچھا ہو اس کے ساتھ ان کی شادی کر دی جائے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر لڑکی ایسا لڑکا اختیار کرے جو دینی اور اخلاقی طور پر بہتر نہیں تو پھر ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے شادی نہ کرنے دے اور اسے اس سے روک دے' لیکن اگر لڑکی دینی اور اخلاقی لحاظ سے اچھے شخص کو اختیار کرتی ہے اور پھر اس کا ولی صرف اپنے نفس کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے اس سے شادی نہیں کرنے دیتا تو اللہ کی قسم! یہ حرام ہے اور پھر حرام ہی نہیں بلکہ خیانت اور گناہ بھی ہے۔ ایسا کرنے سے جو بھی فتنہ وفساد پیدا ہوگا وہ ہی اس کا ذمہ دار ہوگا اور اس کا گناہ بھی اسی کے سر ہوگا۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

پیغام نکاح بھیجنے والے کے متعلق لڑکی کے ولی کی مسئولیت

سوال: اس آدمی کے متعلق لڑکی کے ولی کی کیا ذمہ داری ہے جو اس کی بیٹی سے منگنی کے لیے آئے؟

جواب: عورت کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اپنی زیر ولایت لڑکی کے لیے کوئی صالح اور کفو (یعنی دین میں برابر کا) آدمی اختیار کرے جس کا دین اور امانت پسندیدہ ہو' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ إِذَا أَتَاكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ ﴾

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔'' (۲)

لہٰذا ولی پر واجب ہے کہ وہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زیر ولایت لڑکی کی مصلحت کا خیال رکھے' نہ کہ اپنی مصلحت کا خیال رکھتا پھرے کیونکہ وہ اس چیز کا امین و ذمہ دار ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے امانت دے

(۱) [عبس: ۳۷]

(۲) [حسن: إرواء الغلیل (۱۸٦۸) ترمذی (۱۰۸٤) کتاب النکاح: باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه' ابن ماجه (۱۹٦۷) کتاب النکاح: باب الأکفاء]

رکھی ہے (مراد ہے بیٹی یا کوئی اور عورت جس کا یہ ولی ہو)' اور ولی پر یہ بھی واجب ہے کہ پیغامِ نکاح دینے والے کو کسی ایسی چیز کا مکلف نہ بنائے جس کی وہ طاقت ہی نہ رکھتا ہو' مثلاً اس سے اتنا زیادہ مہر طلب کر لے جو عام (لوگوں میں جاری) عادت سے بھی اوپر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بے نماز منگیتر سے شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال: میرے علم کے مطابق میری منگنی ایک بااخلاق نوجوان سے طے پائی' اس نے مجھے یہ بتایا کہ وہ نماز نہیں چھوڑتا' لیکن منگنی کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ وہ نہ صرف نماز چھوڑتا ہے بلکہ روزے بھی چھوڑتا ہے اور سود پر بھی رقم رکھتا ہے۔ لیکن وہ مجھے یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ سے منگنی اس لیے کی ہے کہ آپ میری برائیاں ختم کرنے پر میری مدد کریں گی اس لیے کہ آپ دین پر عمل کرتی ہو اور لباس بھی شرعی پہنتی ہو۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں کس طرح اس کی دین کے معاملے میں مدد کر سکتی ہوں؟

اور کیا یہ علم ہوتے ہوئے کہ بے نماز کافر ہے میرا اس سے شادی کرنا کہیں گناہ تو نہیں؟ میں نے اسے چھوڑنے کا بھی سوچا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قابل نفرت چیز طلاق ہے (اس لیے کچھ نہ کر سکی)۔ میری منگنی کو اب ایک برس ہو چکا ہے اور میں اس میں کچھ بھی تبدیلی نہیں لا سکی اور نہ ہی میں اسے چھوڑ سکتی ہوں۔ میرے خیال میں میں اس کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتی۔ وہ ایک اچھا انسان ہے' لیکن مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ میں کیا کروں' آپ میرا تعاون کریں' اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی جزا دے۔

جواب: بے نماز جو کبھی بھی نماز نہیں پڑھتا' کافر ہے جیسا کہ آپ نے بھی ذکر کیا ہے' خواہ وہ نماز کا انکاری ہو یا نماز میں سستی کرتا ہو۔ اس کے بارے میں علمائے کرام کا صحیح قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے' بلکہ کچھ علمائے کرام تو یہ کہتے ہیں کہ جس نے ایک فرض نماز بھی وقت کے اندر اندر (بغیر کسی عذر کے) ادا نہ کی اور وقت ختم ہو گیا تو وہ کافر ہے۔

مستقل فتویٰ کمیٹی کا اس عورت کے بارے میں' جو نماز میں تاخیر کرتی ہے' وقت پر نماز نہیں پڑھتی اور اپنی چھوٹی بڑی بیٹیوں کو بھی اس پر ابھارتی ہے' یہ فتویٰ ہے:

جب اس عورت کی حالت ایسی ہو جیسی سوال میں بیان کی گئی ہے تو وہ مرتد ہے اور اپنے خاوند کی بیٹیوں کو بھی خراب کر رہی ہے۔ اسے توبہ کرنے کا کہا جائے' اگر وہ توبہ کر لے اور اپنے اعمال صحیح کر لے تو الحمدللہ اور اگر وہ اپنے اس فعل پر مصر رہے تو اس کا معاملہ قاضی تک لے جایا جائے گا تا کہ وہ اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان علیحدگی

کرادے اور اس پر شرعی حد (یعنی قتل) جاری کرے' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

﴿ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ ﴾

''جو اپنے دین کو بدلے اسے قتل کر دو۔'' (۱)

یہ عورت اگر نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرتی ہے مثلاً عصر کو غروب آفتاب تک یا پھر فجر کو طلوع آفتاب تک' کیونکہ نماز کو اس کے وقت سے بلا عذر مؤخر کرنا اسے ترک کرنا ہی ہے۔(۲)

اس بنا پر آپ کے لیے اس نوجوان سے شادی کرنا حلال نہیں خواہ وہ کتنا بھی بااخلاق کیوں نہ ہو اور آپ یہ بتائیں کہ نماز نہ پڑھنے اور سودی کاروبار کرنے کے بعد کون سی اچھائی باقی رہ جاتی ہے؟ اور جب وہ اس سے توبہ نہ کرے اور اس پر اصلاح واستقامت کی علامات ظاہر نہ ہوں تو آپ منگنی ختم کر دیں اور اگر آپ دونوں کا عقدِ نکاح ہو چکا ہے تو پھر آپ اسے یہ بتا دیں کہ اس کے بے نماز ہونے کی وجہ سے وہ کافر ہے اور مسلمان عورت کافر کے لیے حلال نہیں اس لیے یہ عقدِ نکاح صحیح نہیں۔ اگر تو وہ توبہ کر لے اور نماز کی پابندی کرنے لگے تو پھر وہ عقدِ نکاح کی تجدید کرے کیونکہ پہلا نکاح صحیح نہیں تھا۔

آپ اس کی باتوں اور وعدوں پر نہ رہیں اور کسی دھوکے میں نہ آئیں کیونکہ جو شخص منگنی اور عقد کی مدت کے دوران وفاداری نہیں کرتا' وہ اس کے بعد کیا وفاداری کرے گا۔

آپ کا یہ کہنا کہ آپ اسے چھوڑ نہیں سکتیں' یہ شیطان کی ملمع سازی اور دھوکہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ اسے چھوڑنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ اس کے لیے آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کی رغبت اور حرام میں پڑنے سے خوف کریں' کیونکہ مسلمان عورت کسی بھی حال میں کافر کی بیوی نہیں بن سکتی۔

آپ کے سوال سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ آپ کے درمیان عقدِ نکاح ہو چکا ہے کیونکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال اشیاء سے سب سے زیادہ قابل نفرت چیز طلاق ہے۔'' اور آپ کے کلام کے آخر میں صرف منگنی کی صراحت ملتی ہے۔

ہم یہ گزارش کریں گے کہ اگر تو آپ کے درمیان عقدِ نکاح نہیں ہوا تو پھر وہ اپنی منگیتر کے لیے اجنبی ہوگا' اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس سے خلوت کرے یا اسے دیکھے' اسی طرح منگیتر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس سے نرم

---

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود' ابو داود (٤٣٥١) کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد' ابن ماجه (٢٥٣٥) کتاب الحدود. باب المرتد عن دینه' نسائی (٤٠٥٩) کتاب تحریم الدم: باب الحکم فی المرتد' ارواء الغلیل (٢٤٧١) صحیح الجامع الصغیر (٦١٢٥)]

(٢) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٦/ ٣٠)]

لہجے میں بات کرے اور بلاضرورت لمبی بات چیت کرے' صرف یہ ہے کہ منگنی کے وقت وہ منگیتر سے صرف اتنا کچھ دیکھ سکتا ہے جو اسے نکاح میں رغبت پیدا کرے لیکن اس میں بھی خلوت نہیں ہونی چاہیے۔

ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اپنے ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو نیک اور صالح خاوند عطا فرمائے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

منگیتر سے پوچھنا کہ کیا وہ کنواری ہے؟

سوال: یہ مناسب تو نہیں لیکن کیا یہ غلط ہے کہ ہونے والی بیوی یعنی منگیتر سے پوچھوں کہ وہ ابھی تک کنواری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر آپ کو شک ہو تو پھر آپ بیوی کی عفت وعصمت کی تحقیق کر سکتے ہیں' لیکن اگر شک نہ ہو تو پھر اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے کینہ وبغض پیدا ہوگا اور پھر یہ راحت واطمینان کے خاتمے کا بھی سبب بنے گا۔

......(شیخ عبدالکریم)......

منگنی کے لیے کرائے پر انگوٹھی لینا

سوال: ایک نوجوان کی شادی قریب ہے اور اس کے پاس منگنی کی انگوٹھی اور زیور خریدنے کی استطاعت نہیں' نوجوان اپنی منگیتر کے ساتھ اس بات پر متفق ہے کہ وہ سنار کو اپنے گھر لائیں اور اس سے عارضی طور پر انگوٹھی حاصل کریں تاکہ لڑکی کے گھر والے راضی ہو جائیں' پھر نوجوان ایک ماہ بعد سنار کو یہ انگوٹھی واپس کر کے اسے ایک ماہ کی اجرت دے دے' تو کیا یہ سود شمار ہوگا یا اس میں حرام کی آمیزش تو نہیں۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ لڑکا اس لڑکی سے اس صورت میں ہی شادی کر سکتا ہے جب وہ یہ انگوٹھی لائے' کیونکہ لڑکی والے یہی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مستقل فتویٰ کمیٹی سے اس طرح کا ہی ایک سوال پوچھا گیا کہ سونے اور چاندی کے زیورات اجرت پر حاصل کرنے کا کیا حکم ہے تاکہ عورت شادی پر پہن سکے اور پھر دو ہفتوں تک اجرت سمیت زیور واپس کر دیا جائے؟

کمیٹی کا جواب تھا:

اصل میں سونے اور چاندی کے زیورات اجرت پر معلوم مدت تک کرایہ پر حاصل کرنے جائز ہیں' مدت ختم ہونے کے بعد اجرت پر لینے والا زیورات واپس کر دے اور اس کے عوض گروی رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ عورتوں کے اولیاء اور سربراہوں سے گزارش اور انہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ مہر زیادہ نہ مانگیں اور خاوند پر زیورات' مہر اور دیگر سامان کا اتنا بوجھ نہ ڈالیں جسے وہ برداشت نہ کر سکتا ہو' اس لیے کہ شرعی طور پر بھی مہر زیادہ کرنا قابل مذمت ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بنا پر بہت سے مفاسد اور نقصانات بھی مترتب ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں؟

سوال کیا شادی کے متعلق بھی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوتا ہے (کہ شادی کس سے ہوگی)؟

جواب قیامت تک ہونے والے ہر کام کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے جب سے قلم کو پیدا کیا ہے' اس لیے کہ (کائنات میں) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ لکھ۔ اس نے کہا' میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس کے متعلق لکھ دے تو وہ اسی وقت چل پڑا اور اس نے قیامت تک ہونے والے ہر کام کے متعلق لکھ دیا۔(۲)

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شادی کے متعلق بھی لکھا جا چکا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک فلاں دوسرے کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

اگر منگنی کے بعد شادی سے پہلے منگیتر کی وفات ہو جائے

سوال ایک آدمی نے کسی عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا' اس کے رشتہ داروں نے اسے قبول کر لیا اور مہر کے عوض وہ اس کی اس کے ساتھ شادی کرنے پر متفق ہو گئے' لیکن ابھی اس نے مہر ادا نہیں کیا۔ پھر پیغام بھیجنے

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۷۹/۱۵-۸۰)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۰۱۸) ابو داود (۴۷۰۰) کتاب السنة: باب فی القدر' ترمذی (۲۱۵۵) کتاب القدر: باب]

والا (شادی سے قبل ہی) فوت ہو گیا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا مذکورہ عورت اس کی وارث بنے گی اور اس پر سوگ کرے گی؟

جواب: اگر واقعی ایسا ہے جیسا کہ سوال میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ ابھی تک ان دونوں کے درمیان ایجاب وقبول اور دیگر شرائط کے ساتھ عقدِ نکاح نہیں ہوا تھا' تو مذکورہ عورت اس کی نہ تو وارث بنے گی' نہ اس پر کوئی مدت ہے اور نہ ہی وہ سوگ کرے گی کیونکہ وہ فوت ہونے والے کی بیوی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اجنبی کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے کہ ان کے درمیان ابھی تک عقدِ نکاح نہیں ہوا تھا۔ ابھی تک تو صرف منگنی اور مہر پر اس لڑکی کے اقرباء کا اتفاق ہی ظاہر ہوا تھا اور صرف یہ چیز نکاح شمار نہیں کی جاتی۔ اس مسئلے میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر لڑکی والوں نے لڑکے سے کوئی مال (مہر کی کچھ رقم وغیرہ) لیا ہو تو ان پر لازم ہے کہ اسے اس کے ورثاء کو واپس کر دیں۔

......(شیخ ابن باز)......

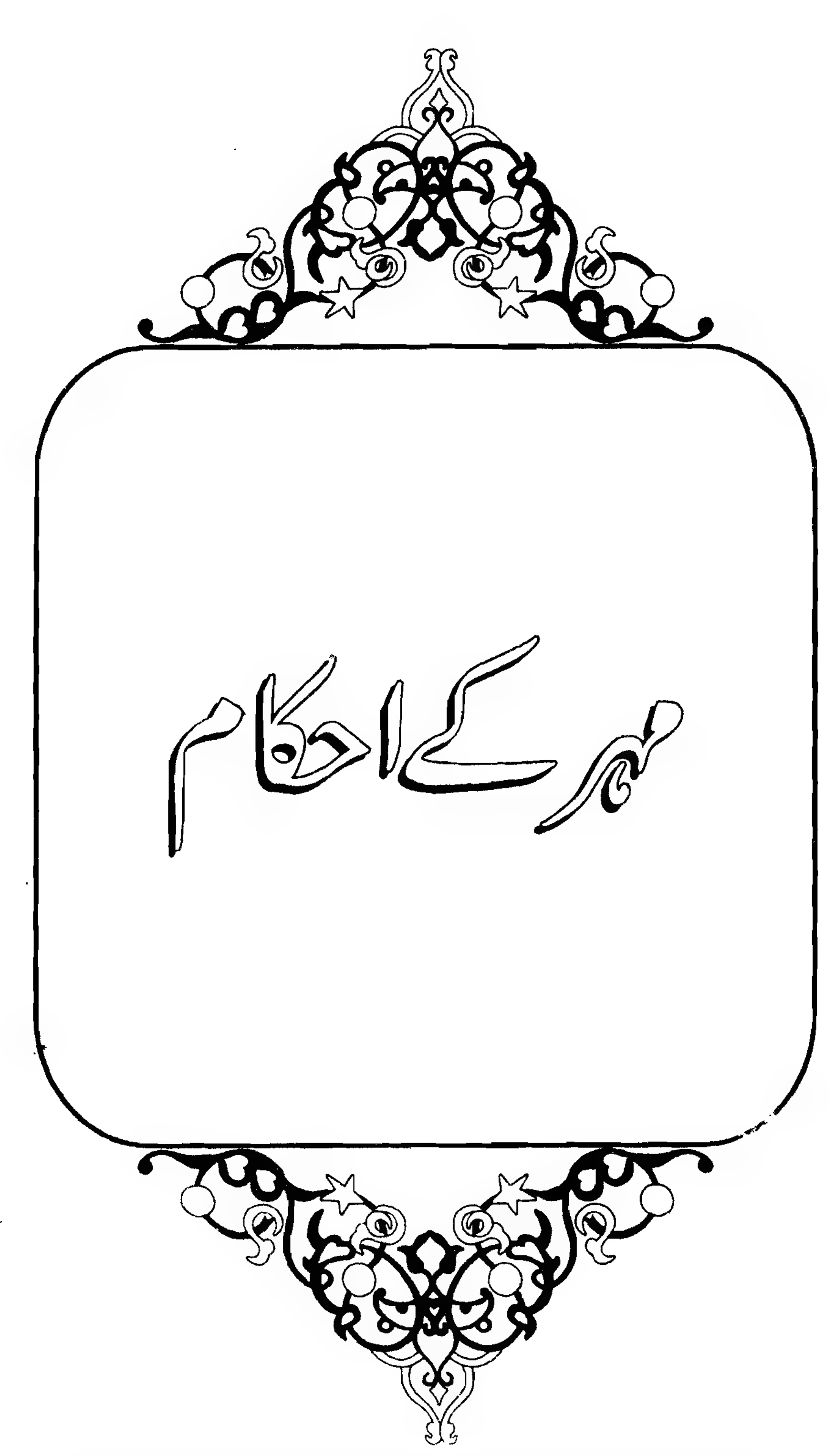
کیا میں اپنے سگریٹ نوش بیٹے کی شادی کر دوں؟

سوال: میرا بیٹا سگریٹ نوش ہے اور داڑھی منڈواتا ہے' البتہ نمازیں پابندی سے ادا کرتا ہے۔ اس نے مجھ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا ہے تو کیا میرے لیے درست ہے کہ میں اس کی شادی کروں یا نہیں؟

جواب: شادی میں آپ کا اس کی مدد کرنا جائز ہے کیونکہ یہ مذکورہ برائیاں شادی کے معاملے میں (شرعاً) رکاوٹ نہیں' ہاں آپ اسے نصیحت کریں کہ وہ داڑھی کو معاف کر دے اور سگریٹ نوشی سے باز آ جائے اور ہمیں امید ہے کہ آپ کا اس کی شادی کرانا اس کی اصلاح اور اس کی طرف سے آپ کی فرمانبرداری کا سبب ہو گا کیونکہ خیر صرف خیر ہی لاتی ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......





مہر کے احکام



کیا نکاح میں مہر واجب ہے؟

سوال: ایک موحد مومن آدمی نے اپنی بیٹیوں کو بغیر مہر کے ہی نکاح کے لیے مباح کر دیا ہے نہ کوئی مال' نہ کوئی کپڑا اور نہ ہی کچھ اور' بس اس نے اللہ اور اس کے رسول (یعنی دین کو) ہی مدنظر رکھا ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

جواب: نکاح میں مہر کے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل اس کے وجوب پر ہی دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾

''عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔'' (۱)

اور فرمایا ہے:

﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ﴾

''اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے' اس لیے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کرلو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔'' (۲)

اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک عورت نے حاضر ہو کر اپنے نفس کو نبی کریم ﷺ کے لیے پیش کر دیا' مگر آپ کو اس کی حاجت نہ تھی تو آپ ﷺ کے ایک ساتھی نے اس سے شادی کا ارادہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اسے مہر لانے کو کہا' جب اس نے فقر وفاقے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا' جاؤ تلاش کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ اس نے تلاش کیا لیکن انگوٹھی بھی نہ ملی' تو آپ ﷺ نے اس کے ساتھ اس کی شادی کرنے سے انکار کر دیا الا کہ وہ کوئی ایسی چیز اس پر خرچ کرے جس میں اس کا کوئی فائدہ ہو۔ بالآخر آپ ﷺ نے اس کی اس عورت کے ساتھ قرآن کی ان سورتوں کے بدلے میں شادی کرادی جو اسے یاد تھیں کہ وہ اسے سکھائے گا۔

اور امت کا اجماع ہے کہ نکاح میں مہر ضروری ہے اور جس نے کسی عورت سے بغیر مہر کے شادی کی اس نکاح کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان دونوں کا نکاح باطل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نکاح صحیح ہے البتہ شرط باطل ہے اور اس

---

(۱) [النساء: ٤]

(۲) [النساء: ٢٤]

عورت کے لیے ہم بستری یا شوہر کی وفات کے ساتھ ہی مہر مثل (جتنا اس خاندان کی عورتوں کو عام طور پر دیا جاتا ہے) واجب ہے۔ یہی دوسرا قول ہی راجح ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

○ شیخ صالح بن فوزان ﷾ سے مہر کے حکم کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

نکاح میں مہر واجب ہے اور یہ عورت کا حق ہے۔

......(شیخ صالح فوزان)......

مہر لینا مرد کا حق ہے یا بیوی کا؟

سوال ایک والدین کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے اور بہت کوشش کے بعد انہیں بیٹی کے لیے رشتہ ملا ہے' لیکن ہونے والا داماد مہر کا مطالبہ کر رہا ہے' جبکہ لڑکی کے والدین کے پاس مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں۔ اس لیے اب وہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں ان کے بیٹے کا مہر مل جائے تا کہ وہ اپنی بیٹی کا مہر ادا کریں' وہ اپنے بیٹے کے مہر کو صرف اپنی بیٹی کا مہر دینے میں ہی استعمال کر رہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالیں تا کہ ہم اس مشکل سے نکل سکیں؟

جواب یہ تو بہت ہی عجیب سی بات ہے کہ بعض ممالک میں مہر لڑکی یا اس کے والدین کو ادا کرنا پڑتا ہے اور خاوند مہر لیتا ہے۔ یہ تو بالکل کتاب وسنت کے خلاف ہے بلکہ حدیث میں تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ مہر دینے کے لیے کوئی چیز تلاش کرے خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو اور جب اسے لوہے کی انگوٹھی بھی نہ ملی تو نبی ﷺ نے عورت کا مہر یہ قرار دیا کہ خاوند کو جتنا قرآن یاد ہے وہ بیوی کو حفظ کرائے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا' پھر آپ نے اپنی نظر کو نیچا کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو میرا ان سے نکاح کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس (حق مہر کی ادائیگی کے لیے) کچھ ہے؟ انہوں نے

عرض کیا کہ نہیں' اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔ وہ گئے اور واپس آگئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تلاش کرو' اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔ وہ گئے اور واپس آگئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ تہبند ہے۔ انہیں (یعنی اس عورت کو) اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے گی تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بلوایا' جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر جاؤ میں نے ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔'' (۱)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بغیر مہر کے اس مرد سے شادی پر رضامند نہیں ہوئے اور مہر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے عورت سے کچھ بھی نہیں پوچھا' بلکہ اس میں یہ بھی ہے کہ عورت کو کچھ نہ کچھ مہر لازمی ادا کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر جو فوقیت اور سربراہی عطا فرمائی ہے اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مرد ہی عورت کو کچھ نہ کچھ ادا کرے گا کیونکہ وہ عورت کا ذمہ دار ہے اور عورت اس کے پاس کمزور وناتواں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔'' (۲)

پھر یہ بھی ہے کہ عورت کا یہ حق ہے کہ وہ مرد سے مہر حاصل کرے کیونکہ مرد اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ مہر اس کے بدلے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

(۱) [بخاری (۵۰۸۷' ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر' مسلم (۱۴۲۵) أحمد (۳۳۰/۵) ابو داود (۲۱۱۱) ترمذی (۱۱۱۴) نسائی (۱۱۳/۶) ابن ماجة (۱۸۸۹) عبدالرزاق (۷۵۹۲) حمیدی (۹۲۸) ابن الجارود (۷۱۶) ابن حبان (۴۰۹۳) طحاوی (۱۶/۳) بیهقی (۱۴۴/۷)]

(۲) [النساء : ۳۴]

''جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر ادا کر دو اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضا مندی سے جو طے کرلو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔'' (۱)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم ان سے نفع حاصل کرتے اور استمتاع کرتے ہو اس کے بدلے میں انہیں مہر ادا کرو۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح ارشاد ہے کہ ''اور تم اسے (یعنی مہر کو طلاق دیتے وقت) کیسے لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں سے تم نے مضبوط اور پختہ عہد و پیمان لے رکھے ہیں۔'' اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ ''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو۔'' اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ ''اور جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لینا تمہارے لیے حلال نہیں۔'' (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (پھر اس ممنوع نکاح کے بعد) اگر مرد اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہے کہ جس کے بدلے اس نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا۔ اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران ہے۔'' (۳)

مندرجہ بالا سطور سے معلوم ہوا کہ مرد عورت کو مہر ادا کرے گا' عورت اپنے خاوند کو مہر ادا نہیں کرے گی۔ شیخ عبداللہ بن قعود کہتے ہیں کہ

''مہر لینا بیوی کا حق ہے' اسے مقرر کرنا واجب اور ضروری ہے۔ بیوی اور اس کے گھر والوں پر کوئی چیز دینا واجب نہیں لیکن وہ (اپنی خوشی سے) کچھ دینا چاہیں تو ان کی مرضی۔''

اس بنا پر یہ جائز نہیں کہ آپ بیٹے کا مہر لے کر بیٹی کا مہر ادا کریں۔

ہماری آپ سے گزارش ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں گے تو وہ آپ کی بچی کے لیے اس

---

(۱) [النساء: ۲٤]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱/٤٧٥)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۸۳۵) کتاب النکاح: باب فی الولی' ابو داود (۲۰۸۳) أحمد (٤٧/٦) ترمذی (۱۱۰۲) کتاب النکاح: باب ما جاء لا نکاح الا بولی' ابن ماجۃ (۱۸۷۹) کتاب النکاح: باب لا نکاح الا بولی' ابن الجارود (۷۰۰) دارمی (۷/۳) دارقطنی (۲۲۱/۳) حاکم (۱٦٨/۲) بیهقی (۱۰٥/۷) أبو یعلی (۱٤٧/٨)]

مشکل کو آسان کر دے گا۔ اس لیے لڑکی کو بھی چاہیے کہ صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے اجر وثواب کی نیت کرے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرے کہ وہ اس کی مشکل دور کرے۔ یقیناً اللہ اپنے بندوں کے بے حد قریب ہے۔

آپ کے ملک میں بسنے والے علمائے کرام اور عقل ودانش رکھنے والوں اور اسی طرح عام لوگوں پر بھی ضروری ہے کہ وہ اس برے رواج کو تبدیل کر کے سنتِ نبوی کی اتباع کریں کیونکہ یہی صحیح وقابل عمل ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مہر بیوی کا حق ہے

سوال: میں مہر کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اسلام مہر کی اجازت دیتا ہے یا کہ ایک غلطی شمار ہوگی اور جب یہ غلطی ہو تو پھر اس شخص کو کیا کرنا چاہیے جو پہلے مہر حاصل کر چکا ہے؟

جواب: دین اسلام میں مہر بیوی کا خصوصی حق ہے جو صرف اور صرف بیوی حاصل کرے گی۔ تاہم کچھ ممالک میں یہ معروف ہے کہ مہر میں بیوی کا کوئی حق نہیں' یہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ عورت کو مہر کی ادائیگی کے بہت سے دلائل ہیں جن میں سے کچھ ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾

''عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔''(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''نحلة'' سے مراد مہر ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ مرد پر لازم ہے کہ وہ واجبی طور پر عورت کو مہر ادا کرے اور یہ اسے راضی خوشی دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر کچھ اس طرح فرمایا ہے:

﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ' أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ' وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴾

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا ہی چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ بھی دے رکھا

(۱) [النساء: ٤]

ہوتو بھی تم اس میں سے کچھ نہ لو' کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے' تم اسے کیسے لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے (یعنی مباشرت کر چکے) ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے۔'' (۱)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

مراد یہ ہے کہ جب تم کسی بیوی کو چھوڑنا چاہو اور اس کے بدلے میں کسی اور عورت سے شادی کرنا چاہو تو پہلی کو دیئے ہوئے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لو خواہ وہ بہت بڑا خزانہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مہر تو اس ٹکڑے کے بدلے میں ہے (یعنی مہر ہم بستری کے بدلے میں ہے اور وہ تم کر چکے ہو)۔

حدیث میں ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان پر زرد رنگ کے نشان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا' یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے' مہر کتنا دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا' ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ساتھ ہی۔'' (۲)

یاد رہے کہ مہر صرف لڑکی کا حق ہے اس کے والد یا کسی اور کے لیے اس میں سے کچھ لینا جائز نہیں لیکن اگر لڑکی خود ہی راضی خوشی کچھ دے دے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ ابو صالح کہتے ہیں کہ مرد جب اپنی لڑکی کی شادی کرتا تو اس کا مہر خود لے لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روکتے ہوئے یہ آیت نازل فرما دی:

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔'' (۳)

اسی طرح اگر بیوی خاوند کو اپنے مہر میں سے کچھ معاف کرتے ہوئے دیتی ہے تو خاوند اسے لے سکتا ہے اور وہ اس کے لیے حلال ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے

---

(۱) [النساء: ۲۰۔۲۱]

(۲) [بخاری (۵۱٦۷) کتاب النکاح: باب الولیمة ولو بشاة' مسلم (۱٤۲۷) کتاب النکاح: باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن وخاتم حدید' ابو داود (۲۱۰۹) کتاب النکاح: باب قلة المهر' ترمذی (۱۰۹٤) کتاب النکاح: باب ما جاء فی الولیمة' ابن ماجة (۱۹۰۷) کتاب النکاح: باب الولیمة' نسائی (۱۱۹/٦) کتاب النکاح' موطا (٥٤٥/۲)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر]



خوش ہو کر کھالو۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

والد کا اپنی بیٹی کے مہر سے کچھ لینا

سوال: کیا باپ اپنی بیٹی کے مہر سے کچھ لے سکتا ہے؟

جواب: باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے مہر سے کچھ یا اس کا اکثر حصہ لے لے کیونکہ جب وہ اس کے ذاتی مال کا مالک بن سکتا ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے) تو مہر کا کیوں نہیں (مگر شرط یہ ہے بیٹی مہر میں سے باپ کو کچھ دینے پر راضی ہو ورنہ جبری طور پر بیٹی سے مہر لینا یا یہ سمجھنا کہ بیٹی کے مہر میں والدین کا بھی حق ہے' جائز نہیں کیونکہ مہر خالصتاً لڑکی کا ہی حق ہے اس میں والدین کا کوئی حق نہیں' ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے کچھ دینے پر راضی ہو تو اور بات ہے۔مرتب)۔(واللہ اعلم)

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

کیا نصرانی عورت سے شادی کرنے پر اسے مہر دینا ہوگا؟

سوال: میں ایک عیسائی لڑکی ہوں اور مسلمان نوجوان سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں کنواری تو نہیں کہ جس کا علم اس نوجوان کو بھی ہے۔تو کیا اس حالت میں مجھے مہر لینے کا حق حاصل ہے؟

جواب: مہر کے موضوع میں داخل ہونے سے قبل شادی کے حکم کے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ آیا مسلمان شخص کے لیے کسی غیر مسلم شخص سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو مسلمان شخص کے لیے اہل کتاب کی عفیف اور پاکباز عورت سے شادی کرنا جائز ہے' شادی کے وقت اس سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا وہ زنا' فسق وفجور اور فحاشی ترک کر چکی ہے کہ نہیں۔اگر تو وہ پاکدامن ہو تو مسلمان کا اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس حالت میں عورت کو اس کا مہر بھی ملے گا۔

ہم آپ کو اس مشکل کے حل کے لیے اسلام قبول کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اس لیے کہ اسلام گزشتہ تمام گناہوں اور معاصی کی آلائشوں کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔آپ اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو آگ سے بچا لیں گی اور دنیا و آخرت کی سعادت بھی حاصل کر لیں گی اور پھر اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا اس سے شادی کرنے میں

(۱) [النساء : ٤]

کسی بھی قسم کا کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا اور اصل میں وہ مشکل بھی باقی نہیں رہے گی جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے اور توفیق اور نجات عطا فرمائے' سلامتی تو اسی پر ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر بیوی شوہر کو مہر معاف کر دے

سوال: ایک لڑکی کے والد نے فوری طور پر تو قرآن مجید بطورِ مہر طلب کیا لیکن بعد میں یہ شرط لگائی کہ 20 ہزار ڈالر دینا ہوں گے۔ شادی کرنے والا بھائی اتنی بڑی رقم ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور بیوی اس رقم کو معاف کرنا چاہتی ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

اور اگر بیوی اس رقم کو معاف نہ کرے اور کچھ مدت بعد اسے طلاق ہو جائے تو کیا خاوند پر طلاق کے بعد یہ رقم ادا کرنی واجب ہو گی؟ نیز کیا اس بھائی کے لیے یہ جائز ہے کہ اتنے مہر کی ادائیگی کا وعدہ کر لے جتنا اس کی ملکیت میں نہ ہو؟

جواب: بیوی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنا حق مہر معاف کر دے' اس کی دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے:

''اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھا لو۔'' (۱)

ہم بستری کے بعد طلاق کی صورت میں بیوی مہر کی حقدار ہو گی خواہ وہ طلاق شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد ہو جائے' لیکن خلع کی صورت میں شوہر اس مہر کے مال کے عوض میں خلع دے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اگر کوئی شرعی سبب ہو تو پھر خلع ہو سکتا ہے صرف مال حاصل کرنے کے لیے نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور تم انہیں اس لیے مت روک رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو' ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی اور واضح بے حیائی کریں۔'' (۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

مہر کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر مقرر کرنا

سوال: ہمارے علاقے میں رواج ہے کہ مہر کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر مقرر کیا جاتا ہے تو کیا شریعت میں اس

(۱) [النساء: ٤]

(۲) [النساء: ١٩]

کی اجازت ہے؟

جواب: یہ معاملہ اسراف کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مہر میں مسنون یہ ہے کہ وہ تھوڑا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا مہر اپنی بیویوں کے لیے پانچ سو درہم تھا[1]' اور جب بھی مہر کم ہوگا نکاح میں برکت اور زوجین کے درمیان محبت زیادہ ہو گی اور سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔

اور جب مہر زیادہ ہوگا تو یہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ بنے گا مثلاً اس سے جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی معطل ہو کر رہ جائے گی کیونکہ ہر ایک میں زیادہ مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور اگر مہر کم ہونے کی وجہ سے سب کے لیے آسان ہوگا تو مفاسد ختم ہو جائیں گے' شادیاں کثرت سے ہوں گی' امت کے افراد میں کثرت ہو گی اور اس طرح افراد اور معاشرے میں بہت زیادہ برکت ہو جائے گی۔

لہٰذا میری اپنے بھائیوں کو یہ نصیحت ہے کہ مہر کو کم سے کم مقرر کیا کریں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کے لیے' کہ جس نے اپنے نفس کو آپ ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا مگر آپ نے اس میں رغبت کا اظہار نہیں کیا تھا' ایک صحابی کو کہا کہ جاؤ تلاش کرو اگر ایک لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے وہی (اسے بطورِ مہر دینے کے لیے) لے آؤ۔[2] لہٰذا خیر و برکت کم مہر میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا مہر کی کوئی حد معین ہے؟

سوال: کیا عورت کے مہر کی کوئی حد معین ہے اور حدیث شریف میں مہر کے آسان ہونے کا کیا مقصد ہے؟

جواب: عورت کے مہر کے لیے کوئی حد معین نہیں' لہٰذا ہر وہ چیز جس کا مرد مالک ہو' اسے عورت کا مہر مقرر کرنا جائز ہے خواہ وہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً ﴾

''سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔'' (۳)

---

(۱) [مسلم (۱۴۲۶) كتاب النكاح : باب الصداق وجواز كونه تعليم القرآن]

(۲) [بخاری (۵۱۲۶) كتاب النكاح : باب النظر الى المرأة قبل التزويج ' مسلم (۱۴۲۵) كتاب النكاح : باب الصداق وجواز كونه تعليم القرآن]

(۳) [مسند احمد (۱۴۵-۸۲/۶) ابن أبی شیبة (۱۸۹/۴) حاکم (۱۷۸/۲) بزار فی کشف الأستار (۱۵۸/۲) مسند شهاب (۱۰۵/۱) أبو نعيم فی الحلية (۱۸۶/۲)]

اس معنی کی ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں:

﴿ خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ ﴾ ''بہترین نکاح وہ ہے جو (مہر کے لحاظ سے) آسان ہو۔''(۱)

اس سے مہر کو آسان (یعنی کم) کرنے کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)....

کم از کم مہر کی مقدار

سوال: کم از کم مہر کتنا ہے اور موجودہ کرنسی کے مطابق امہات المومنین کا مہر کتنا ہے؟

جواب: کم از کم مہر کے متعلق صحیح مسلم میں ایک روایت ملتی ہے جو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں' حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا' پھر آپ نے اپنی نظر کو نیچا کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس (حق مہر کی ادائیگی کے لیے) کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں' اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تلاش کرو' اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ تہبند ہے۔ انہیں (یعنی اس عورت کو) اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے گی تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۹) کتاب النکاح : باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات ' إرواء الغلیل (۱۹۲٤) ابو داود (۲۱۱۷) السلسلة الصحیحة (۱۸٤۲) صحیح الجامع الصغیر (۳۳۰۰)]

کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جارہے ہیں۔آپ ﷺ نے انہیں بلوایا' جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔انہوں نے گن کر بتائیں۔آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا' پھر جاؤ میں نے ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔'' (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مہر کم بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی' لیکن اس میں شوہر اور بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔امام شافعیؒ،سلف صالحین اور بعد میں آنے والے جمہور علمائے کرام کا یہی مسلک ہے۔امام ربیعہؒ، امام ابوالزنادؒ،امام ابن ابی الذئبؒ،امام یحییٰ بن سعیدؒ،امام لیث بن سعدؒ،امام اوزاعیؒ،امام مسلم بن خالدؒ،امام ابن ابی لیلیٰؒ ،امام داؤد اور اہل حدیث فقہائے کرام اور امام مالکؒ کے اصحاب میں امام ابن وہب کا بھی یہی مسلک ہے۔نیز حجازیوں' بصریوں' کوفیوں اور شامیوں کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس پر بھی خاوند اور بیوی راضی ہوجائیں (وہی مہر مقرر ہوگا) خواہ وہ زیادہ ہو یا کم مثلاً جوتا' لوہے کی انگوٹھی اور چھڑی وغیرہ۔

اور امہات المومنین کے مہر کے بارے میں گزارش ہے کہ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کا مہر کتنا تھا؟تو انہوں نے فرمایا' نبی کریم ﷺ کی بیویوں کا مہر بارہ اور نش اوقیہ تھا۔فرمانے لگیں کہ نش کا علم ہے کہ وہ کتنا ہے؟ابوسلمہ کہتے ہیں' میں نے جواب دیا' نہیں۔وہ کہنے لگیں کہ (نش سے مراد ہے) نصف اوقیہ۔تو یہ پانچ سو درہم ہیں جو نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر تھا۔(۲)

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں:

آپ یہ اپنے علم میں رکھیں کہ ابتدائے اسلام' صحابہ کرام اور تابعین عظام کے دور سے یہ اجماع پایا جاتا ہے کہ شرعی درہم وہ ہے جس کا وزن دس درہم سات مثقال سونے کے برابر ہو اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو

(۱) [بخاری (۵۰۸۷، ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر ' مسلم (۱٤۲۵) أحمد (۳۳۰/۵) ابو داود (۲۱۱۱) ترمذی (۱۱۱٤) نسائی (۱۱۳/٦) ابن ماجة (۱۸۸۹) عبدالرزاق (۷۵۹۲) حمیدی (۹۲۸) ابن الجارود (۷۱٦) ابن حبان (٤۰۹۳) طحاوی (۱٦/۳) بیهقی (۱٤٤/۷)]

(۲) [مسلم (۱٤۲٦) کتاب النکاح : باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن وخاتم من حدید وغیر ذلك من قلیل وکثیر ' ابو داود (۲۱۰۵) کتاب النکاح : باب الصداق ' نسائی (۱۱٦/٦) ابن ماجة (۱۸۸٦) کتاب النکاح : باب صداق النساء ' أحمد (۹۳۱٦)]

اس طرح وہ ستر دینار ہوئے......وزن کا یہ اندازہ اجماع سے ثابت ہے۔(۱)

اور نبی کریم ﷺ کے دور میں دینار بارہ درہم کے برابر تھا اور ہمارے موجودہ دور میں دینار کا وزن سوا چار گرام چوبیس کیرٹ سونے کے برابر ہے۔اس طرح نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا مجموعی مہر پانچ سو درہم جو کہ تقریباً ساڑھے اکتالیس دینار بنتا ہے کا وزن (176.375) یعنی ایک سو چھہتر اعشاریہ تین سو پچھتر گرام سونے کے برابر ہے۔تو جب ایک گرام سونا نو ڈالر کا ہو تو (جو کہ موجودہ ریٹ ہے) تو ازواجِ مطہرات کا مجموعی مہر موجودہ کرنسی میں تقریباً 1587 ڈالر بنے گا۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

دوریال مہر کا جواز

سوال کیا یہ صحیح ہے کہ کوئی آدمی اپنی بیٹی کی شادی دوریال مہر کے عوض کر دے؟

جواب مہر وہ عوض ہے جو نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے اور سنت وہ مہر ہے جو نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو دیا تھا اور وہ پانچ سو درہم تھا۔لیکن اگر اس سے زیادہ یا کم بھی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور ہر وہ چیز جو بطورِ قیمت یا بطورِ اجرت صحیح ہو وہ بطورِ مہر بھی صحیح ہو گی خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ حضرت جابر کی مرفوعاً حدیث ہے کہ

﴿ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَعْطَى امْرَأَةً صَدَاقًا مِلْءَ يَدِهِ طَعَامًا كَانَتْ حَلَالًا لَهُ ﴾

''اگر آدمی عورت کو بطورِ مہر ہاتھ بھر کر غلہ دے دے تو وہ اس کے لیے حلال ہو جائے گی۔''

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو فزارہ قبیلے کی ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض شادی کر لی تھی۔(۲)

......(شیخ محمد آل شیخ)......

کیا میں اپنے والد کی سودی کمائی سے مہر دے سکتا ہوں؟

سوال الحمد للہ' اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے اور میں حالیہ دنوں میں ہی شادی کرنے والا ہوں۔لیکن مشکل یہ ہے کہ میرے والد (اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے) سودی کاروبار کرتے ہیں اور عنقریب اس

(۱) [مقدمه ابن خلدون (ص / ۲٦۳)]

(۲) [ضعيف : إرواء الغليل (۱۹۲٦) ضعيف ترمذى ' ترمذى (۱۱۱۳) كتاب النكاح : باب ما جاء فى مهور النساء ' المشكاة (۳۲۰٦)]

شادی کے معاملے میں وہ میری مادی معاونت بھی کرنے والے ہیں۔اب میں اس پریشانی میں مبتلا ہوں کہ میں مہر کی قیمت کا مالک نہیں اور میں اپنے والد سے حرام مال کے ساتھ معاونت بھی نہیں چاہتا۔لیکن (اگر میں نے یہ معاونت نہ لی تو) پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں آئندہ چند سالوں تک بغیر شریکِ حیات کے ہی زندگی گزاروں گا' تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: میں اپنے سائل بھائی اور دیگر قارئین کو ایک مفید قاعدہ بتلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ''جو چیز کمائی کی وجہ سے حرام کی گئی ہو وہ صرف کمانے والے پر ہی حرام ہے اور جو چیز بذاتِ خود حرام کی گئی ہو وہ کمانے والے اور دیگر سب افراد پر حرام ہے۔''

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا معین مال چرا لیتا ہے اور پھر وہی مال کسی اور کو تجارت یا ہبہ کی صورت میں دینا چاہتا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ مال بذاتِ خود ہی حرام کا ہے۔البتہ جس کمائی کو حرام کیا گیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص دھوکے یا سود یا اس کے مشابہ کسی ذریعے سے کمائی کرے تو یہ کمانے والے پر تو حرام ہے لیکن اس پر نہیں جو اسے حق اور دلیل کے ساتھ لے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ یہود سے ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے' ان کی دعوت قبول کر لیا کرتے تھے' ان کا کھانا کھا لیا کرتے تھے اور ان سے اشیاء خرید بھی لیا کرتے تھے' حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ یہودی سودی کاروبار کیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

تو اس قاعدے کی بنیاد پر میں اس سائل کے لیے یہ کہتا ہوں کہ آپ وہ تمام رقم جس کی آپ کو شادی کے لیے ضرورت ہے اپنے والد کے مال سے لے لیں' وہ آپ کے لیے حلال ہے حرام نہیں اور گناہ صرف آپ کے والد پر ہے (جو اس کو غلط طریقے سے کمانے والا ہے) اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اسے ہدایت سے نوازے اور سود چھوڑنے اور اس سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آپ کے والد کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ

﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾

''سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔'' (۱)

مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ سود خور جب روزِ قیامت اٹھائے جائیں گے تو اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے انہیں چھو کر خبطی یعنی پاگل بنا دیا ہے۔تو یہ بہت سخت سزا ہے جو انہیں روزِ

(۱) [البقرة: ۲۷۵]

قیامت سب لوگوں کے سامنے رسوا کرے گی۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

مہر کو کرنسی سے سونے میں تبدیل کرنا

سوال: میں نے آٹھ برس قبل شادی کی اور اب تک میں نے بیوی کو مہر ادا نہیں کیا لیکن اب میں سوچ رہا ہوں کہ اس کا مہر (جو کہ سات ہزار انڈین روپے ہے) کی بجائے اتنی یا اس سے زیادہ قیمت کا زیور خرید دوں۔ میں نے بیوی سے بھی اس کے بارے میں پوچھا کہ تم پیسے لینا چاہتی ہو یا زیور تو اس نے جواب میں کہا کہ جیسے تم چاہو۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں کہ مجھے مہر کیسے ادا کرنا چاہیے؟

جواب: اصل بات تو یہی ہے کہ بطورِ مہر وہی چیز ادا کی جائے گی جو اس نے بیوی کو کہی تھی لیکن اگر خاوند اور بیوی دونوں اس کے خلاف یا پھر اس میں کمی یا زیادتی پر متفق ہو جائیں تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔'' (۱)

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی مہر مقرر ہو جانے کے بعد رضامندی کے ساتھ اس میں کمی یا زیادتی کرنا جائز ہے۔ (۲)

شیخ صالح فوزان ﷾ کا کہنا ہے:

جب بیوی اپنے مہر میں سے خاوند کو کچھ یا سارا ہی معاف کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھا لو۔'' (۳)

اس میں طرفین کا اتفاق ضروری ہے۔ (٤)

اس سے یہ واضح ہوا کہ جب عورت اس پر راضی ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس کا حق ہے اور

(۱) [النساء : ٢٤]

(۲) [تفسیر قرطبی (٥/١٣٥)]

(۳) [النساء : ٤]

(٤) [فتاوی نور علی الدرب (١٠٩)]

وہ اس پر راضی ہے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

عمرہ یا حج کی ادائیگی کو بطور مہر مقرر کرنا

سوال میری یہ خواہش ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے عمرہ یا حج کی سعادت سے نوازے گا' مگر میری معاشی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی' اس لیے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں بطورِ مہر عمرہ کرنے کی شرط لگا لوں' اگر یہ ممکن ہو اور اگر میری تقدیر میں لکھا ہو اور اللہ تعالیٰ مجھے کوئی صالح خاوند نصیب فرما دے تو ایسا کرنے میں شریعت کی کوئی مخالفت تو نہیں؟

جواب آپ پر کوئی حرج نہیں کہ آپ بطورِ مہر عمرہ کرنے کی شرط لگا لیں۔ یقیناً صحیحین (یعنی بخاری اور مسلم) میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ساتھی کی ایک عورت کے ساتھ قرآن کی اُن سورتوں کے عوض شادی کی تھی جو اسے یاد تھیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ آپ کو کوئی نیک خاوند عطا فرمائے اور ہم پر اور آپ پر احسان کرتے ہوئے حق پر ثابت قدمی کی توفیق دے' یقیناً وہ سننے والا' قریب اور قبول کرنے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بطورِ مہر ایک ماہ سسر کا کام کرنا

سوال بلاشبہ میں ایک فقیر آدمی ہوں' میرے پاس اتنے پیسے نہیں کہ جو نکاح کی قیمت کو پہنچتے ہوں۔ ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا میرے پاس ایک بیٹی ہے' مگر اس کا مہر یہ ہوگا کہ تم میرے پاس ایک ماہ کام کرو اور اس کی بیٹی بھی اس پر راضی ہے تو کیا اسلام میں یہ جائز ہے اور کیا یہ نکاح درست ہے؟

جواب اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تو پھر یہ جائز ہے کہ عورت کا مہر اس کے والد کے پاس ایک ماہ کام مقرر کیا جائے اور نکاح بھی صحیح ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا گھریلو سامان بیوی کے مہر سے بنایا جائے گا؟

سوال جب خاوند بیوی کو مہر ادا کر دے تو کیا اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ گھریلو سامان کی قیمت مہر سے طلب

کرے؟ ہمارے ملک میں گھریلو سامان عورت کے ذمہ ڈالا جاتا ہے تو کیا بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنے مہر سے گھریلو سامان کی قیمت ادا کرے؟

جواب: مہر خاص بیوی کا حق ہے وہ جہاں اور جس طرح چاہے اسے خرچ کرے۔ اس پر گھر کی تیاری اور سامان خریدنا واجب نہیں۔ کیونکہ شرعی مصادر میں اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ وہ شادی کے لیے گھر تیار کرے۔ اسی طرح اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ لڑکی کے والد پر گھر کا سامان تیار کرنا واجب ہے۔

اس مسئلے میں کسی کو بھی حق نہیں کہ وہ لڑکی اور اس کے والد کو اس پر مجبور کرے۔ ہاں جب وہ کوئی گھریلو سامان بنائے تو اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔ گھر کا سامان اور اس کی تعمیر شوہر پر واجب ہے' اسی پر بیوی کے لیے رہائش کا انتظام کرنا اور اس میں ہر قسم کی ضرورت مثلاً برتن' بستر اور قالین وغیرہ جیسی اشیاء مہیا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ بیوی کے نان نفقہ اور رہائش کا ذمہ دار خاوند ہی ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شادی کے بعد بیوی نفسیاتی مریض نکلی' تو کیا مہر واپس لیا جا سکتا ہے؟

سوال: میں نے شادی کی اور کچھ مدت بعد یہ انکشاف ہوا کہ میری بیوی تو نفسیاتی مریضہ ہے' جبکہ اس کی بہنیں ایسی نہیں ہیں۔ اس کے گھر والوں نے شادی کے وقت مجھ سے مہر طلب کیا تو میں نے ادا کر دیا' اب اس حالت میں مہر کے متعلق کیا حکم ہے' مجھے افسوس ہوتا ہے کہ مجھ سے دھوکہ ہوا ہے؟ تو کیا مہر کے متعلق دوبارہ سوچا جا سکتا ہے' اس لیے کہ میری عائلی زندگی بہت ہی خراب ہے' اگر طلاق ہو جائے تو ممکن ہے وہ اپنے مہر کو کسی اچھے سے وکیل کرنے میں استعمال کرلے جس کے ذریعے امریکی قانون کے مطابق مجھ سے بہت کچھ اور مال بھی حاصل کر لے گی' مجھے اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر وہاں کوئی شرعی قاضی ہو تو اس سے رابطہ کریں اور اگر نہ ہو تو پھر معاملہ یہ ہے کہ اگر عورت سے ہم بستری کر لی گئی ہے تو اسے مہر دینا ہوگا کیونکہ اب یہ اس کا حق ہے۔

یہ مرض اگر ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے عورت سے ہم بستری ممکن نہیں تو پھر اس حالت میں اسے جو مہر دیا ہے وہ واپس لے لے کیونکہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور یاد رہے کہ اگر اس کے ساتھ دھوکہ نہیں ہوا تو پھر اسے کچھ بھی واپس لینے کا حق نہیں۔ اس لیے کہ اس نے عورت کے بارے میں شادی سے پہلے تحقیق میں کوتاہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

عقدِ نکاح کے بعد مرد فوت ہو جائے تو مہر کا حکم جبکہ اس کے ذمہ قرض ہو

سوال ایک شخص نے عقدِ نکاح کیا اور فوت ہو گیا۔ وفات سے پہلے اس نے کچھ مہر ادا کر دیا تھا۔ اب اس پر مہر کی رقم سے زیادہ قرض ہے تو اس کے ورثاء کو اس کے مہر کے بارے میں کیا لائحہ عمل اپنانا چاہیے؟

جواب قرض کے ساتھ ساتھ مہر بھی ادا کیا جائے گا اور جو مہر وہ پہلے ادا کر چکا ہے وہ بھی اس عورت کا ہی حق ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

اگر مرد شادی کے بعد ہم بستری سے پہلے فوت ہو جائے تو مہر کا حکم

سوال اگر مرد کسی عورت سے شادی کر لے لیکن اس سے ہم بستری کرنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب اگر ایسا ہو جائے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تو عورت عدت (یعنی چار ماہ دس دن) گزارے گی، سوگ کرے گی، اپنے شوہر کی وارث بنے گی اور مکمل مہر (اگر مقرر تھا تو وہ اور اگر مقرر نہیں تھا تو مہر مثل) کی مستحق ہو گی۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا مہر کی ادائیگی میں تاخیر درست ہے؟

سوال کیا مہر کی ادائیگی تاخیر سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب کسی مصلحت کے تحت (مکمل یا) مہر کے کچھ حصے کی ادائیگی میں تاخیر بھی جائز ہے خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ اور کوئی مدت متعین کرنا بھی جائز ہے جس کے اندر اندر شوہر بیوی کو مہر ادا کر دے اور اگر کوئی مدت متعین نہ کی جائے تو طلاق یا شوہر کی وفات کے وقت عورت کے لیے مہر کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔

......(شیخ ابن جبرین)......

- شیخ ابن عثیمین، شیخ ابن باز اور شیخ صالح بن فوزان ﷾ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔


عقدِ نکاح
کے احکام

شادی کارڈ پر بسم اللہ لکھنے کا حکم

سوال: کیا شادی کے کارڈوں پر بسم اللہ لکھنی جائز ہے کیونکہ انہیں بعد میں سڑکوں اور کوڑے کی ٹوکریوں میں پھینک دیا جاتا ہے؟

جواب: خطوط اور کارڈوں پر بسم اللہ لکھنی جائز ہے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ بھی خطوط لکھنے کی ابتداء بسم اللہ سے ہی کرتے تھے۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ جسے بھی یہ کارڈ یا پھر وہ خط ملے جس میں بسم اللہ یا کوئی حدیث یا آیت لکھی ہو' تو وہ اسے کوڑے کی ٹوکری میں یا پھر سڑک پر پھینک دے۔ اسی طرح اخبارات وغیرہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام اور آیات واحادیث ہوں پھینکنے جائز نہیں' اور نہ ہی انہیں کھانا کھانے کے لیے دستر خوان ہی بنانا جائز ہے' اسی طرح سودا سلف ڈالنے کے لیے بھی ایسے اخبارات کا استعمال یا ان کی پڑیاں بنانا بھی جائز نہیں۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس کا گناہ لکھنے والے پر نہیں بلکہ گناہ اس پر ہوگا جو اس کی بے حرمتی کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن باز)......

امام مسجد یا نکاح رجسٹرار کی عدم موجودگی میں نکاح کا حکم

سوال: جب عقدِ نکاح امام مسجد یا کسی اور دینی شخصیت یا نکاح رجسٹرار کی موجودگی کے بغیر ہوا ہو تو ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب عورت کا ولی یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی تیرے ساتھ کر دی اور خاوند کی جانب سے قبول یا پھر رضامندی کا اظہار ہو جائے اور اس میں دو گواہ بھی موجود ہوں اور عورت بھی نکاح کے لیے حلال ہو (یعنی کوئی ایسا مانع نہ پایا جائے جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو) تو ایسا نکاح شرعی طور پر صحیح ہے۔ خواہ یہ نکاح کسی شرعی عدالت میں نہ بھی ہوا ہو اور نہ ہی اس نکاح میں امام مسجد یا نکاح رجسٹرار شریک ہوا ہو' یہ نکاح صحیح ہوگا۔

......(شیخ محمد المنجد)......

نکاح کے الفاظ

سوال: میں نے بہت زیادہ عقدِ نکاح کے الفاظ سنے ہیں مثلاً ''میں نے تیرا نکاح کر دیا'' اور ''میں نے تجھے مالک بنا دیا'' اور ''میں نے تیری شادی کر دی'' تو ان میں سے کون سے الفاظ صحیح ہے؟

جواب: ہر وہ کلمہ جو عقدِ نکاح پر دلالت کرتا ہو اس کے ساتھ عقدِ نکاح درست ہے مثلاً مذکورہ کلمے اور جو بھی ان کے معنی میں ہوں' علماء کے اقوال میں سے صحیح ترین یہی ہے۔ ان کلموں میں زیادہ واضح کلمے یہ ہیں ''میں نے تیری شادی کر دی''، اور ''میں نے تیرا نکاح کر دیا'' اور ''میں نے تجھے مالک بنا دیا'' وغیرہ۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اعلانِ نکاح کا سبب

سوال: شادی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا اعلان کرنا ضروری ہے' آخر اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: شادی کا اعلان کرنا واجب ہے اور اس کا سبب یہ ہے:

❶ حدیثِ نبوی میں اس کا حکم دیا گیا ہے' جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿ أَعْلِنُوا النِّكَاحَ ﴾ ''نکاح کا اعلان کرو۔''(۱)

❷ اس لیے کہ نکاحِ شرعی کی زنا وغیرہ سے تمیز ہو سکے' کیونکہ زنا خفیہ طور پر کیا جاتا ہے' جبکہ نکاحِ شرعی اعلانیہ اور لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ اعلانیہ نکاح کرنے کی حکمت یہی ہے کہ تہمت سے بچا جا سکے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شادی کے موقع پر دُف بجانا

سوال: دُف(۲) بجانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فَصلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ والصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ ﴾

''حلال اور حرام کے درمیان امتیاز' نکاح کا اعلان کرنے اور نکاح کے وقت دُف بجانے سے ہوتا ہے۔''(۳)

اور امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

---

(۱) [حسن: آداب الزفاف (ص/۱۸۳) صحیح الجامع الصغیر (۱۰۷۲)]

(۲) [واضح رہے کہ دُف آواز پیدا کرنے کا ایک ایسا یکطرفہ آلہ ہے جس سے کوئی سُر پیدا نہیں ہوتی۔]

(۳) [حسن: هداية الرواة (۳۰۸۸)، (۲۶۶/۳) ابن ماجه (۱۸۹۶) كتاب النكاح: باب اعلان النكاح، ترمذی (۱۰۸۸) كتاب النكاح: باب ما جاء في اعلان النكاح، نسائی (۱۲۷/۶)]

﴿ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ دَعِي هَذِهِ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ ﴾

''نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور جب میں دلہن بنا کر بٹھائی گئی آپ ﷺ اندر تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے' اسی طرح جیسے تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ پھر ہمارے ہاں کی کچھ لڑکیاں دُف بجانے لگیں اور میرے باپ اور چچا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے' ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ اتنے میں ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا'' اور ہم میں ایک نبی ہے جو کل ہونے والی باتوں کی بھی خبر رکھتا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہنا چھوڑ دو اور اس کے علاوہ جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔''(۱)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلانِ نکاح کی غرض سے عورتوں کا دُف بجانا جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ عمل مفاسد مثلاً مردوزن کے اختلاط اور حرام گانوں سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

شادی کی تقریب کے انعقاد کا حکم

سوال میری ملازمت میں مجھے ایک مشکل درپیش ہے' وہ یہ کہ میری ملازمت کے چیئرمین نے مجھ سے ایسا سرٹیفکیٹ طلب کیا ہے جو یہ ثابت کرے کہ ہم شادی کے وقت مسلمان تھے (ہم قانونی طور پر تو شادی شدہ ہیں) لیکن ہمارے ہاں حقیقی طور پر شادی شدہ اس وقت ہوا جاتا ہے جب شادی کی باقاعدہ تقریب منعقد کی جائے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری اس سلسلہ میں مدد کریں جس سے میں اپنا مسئلہ حل کر سکوں؟

جواب شرعی طور پر شادی خاوند اور بیوی کے درمیان عقدِ نکاح کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔ جب شادی میں ولی کی رضامندی' دو گواہوں کی موجودگی اور ایجاب وقبول ہو تو عقدِ نکاح مکمل ہو جاتا ہے خواہ اس کے لیے کوئی تقریب نہ بھی منعقد کی جائے۔

شادی کی تقریب' اس کا اعلان اور ولیمہ کی دعوت تو صرف خوشی کا اظہار اور عقدِ نکاح کو مشہور کرنے کے

---

(۱) [بخاری (۵۱۴۷) كتاب النكاح : باب ضرب الدف فى النكاح والوليمة' ابو داود (۴۹۲۲) كتاب الأدب : باب فى النهى عن الغناء' ترمذى (۱۰۹۰) كتاب النكاح : باب ما جاء فى اعلان النكاح' ابن ماجه (۱۸۹۷) كتاب النكاح : باب الغناء والدف' مسند احمد (۳۵۹/۶)]

لیے ہے جو کہ نکاح کے وقت مستحب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿ أَعْلِنُوا النِّكَاحَ ﴾ ''نکاح کا اعلان کرو۔''(۱)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تو نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تھا:

''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ساتھ ہی۔''(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

عقدِ نکاح کا مسنون طریقہ اور خطبۂ نکاح

سوال عقدِ نکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب عقدِ نکاح ایجاب کے ساتھ مکمل ہوتا ہے اور ایجاب عورت کے ولی یا اس کے وکیل کی طرف سے صادر ہونے والے یہ الفاظ ہیں کہ ''میں نے تیرا نکاح کر دیا'' یا ''میں نے تیری شادی کر دی'' یا اس کے مشابہ اور الفاظ۔ اور عقدِ نکاح کی تکمیل قبول کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ شوہر یا اس کے وکیل کی طرف سے صادر ہونے والے یہ الفاظ ہیں ''میں نے اس نکاح کو قبول کیا'' یا ''میں اس پر راضی ہوں'' یا اس کے مشابہ کوئی اور الفاظ۔ اور یہ ایجاب وقبول دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہوگا۔ اس کے علاوہ عقدِ نکاح سے پہلے کوئی اور الفاظ یا دعائیں یا قراءت ثابت نہیں' البتہ خطبۂ مسنون ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّآتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾(۳)

---

(۱) [حسن: آداب الزفاف (ص/۱۸۳) صحیح الجامع الصغیر (۱۰۷۲) مسند احمد (۵/٤) مستدرك حاكم (۲۰۰/۲) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [بخاری (٥١٦٧) كتاب النكاح: باب الوليمة ولو بشاة' مسلم (١٤٢٧) كتاب النكاح: باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن وخاتم حديد' ابو داود (٢١٠٩) كتاب النكاح: باب قلة المهر' ترمذی (١٠٩٤) كتاب النكاح: باب ما جاء في الوليمة' ابن ماجة (١٩٠٧) كتاب النكاح: باب الوليمة' نسائی (١١٩/٦) موطا (٥٤٥/٢)]

(۳) [آل عمران: ١٠٢]

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾(۱)

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ' يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (۲)

﴿ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ﴾

''یقیناً تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' ہم اس کی تعریف کرتے ہیں' اس کی مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر صرف اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے (یعنی جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے) سے بچو۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسی بات کہو جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو' اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

''حمد وصلاۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے

(۱) [النساء:۱]

(۲) [الأحزاب:۷۰۔۷۱]

بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں' دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔'' (۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

خطبہ نکاح میں رفع الیدین

سوال کیا کسی حدیث میں خطبہ نکاح میں رفع الیدین (دونوں ہاتھوں کو اٹھانا) ثابت ہے؟

جواب خطبہ نکاح میں رفع الیدین جائز نہیں کیونکہ یہ (کسی بھی حدیث میں) موجود نہیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا نکاح کے وقت لکھت پڑھت ضروری ہے؟

سوال کیا زبانی طور پر بھی عقدِ نکاح ہو سکتا ہے یا کہ لکھنا ضروری ہے؟

جواب لوگوں میں ہونے والے معاملات اور معاہدات لکھنا تو صرف توثیق اور تصدیق کا ایک وسیلہ ہیں نہ کہ عقدِ نکاح ہونے کی شرط' یعنی لکھنے کے بغیر بھی یہ صحیح ہے۔ عقدِ نکاح لڑکی کے ولی کے ایجاب یعنی میں نے اپنی بیٹی کی تجھ سے شادی کی اور خاوند کی جانب سے اسے قبول کرنے کو نکاح کہتے ہیں اور اس میں لکھنے کی کوئی شرط نہیں۔ لیکن اگر لکھ لیا جائے تو یہ ایک مستحسن اقدام ہے تا کہ اس نکاح کی تصدیق و توثیق ہو سکے اور خاص کر ہمارے اس دور میں۔ اللہ تعالیٰ ہی مدد و تعاون کرنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

بہرے اور گونگے کا عقدِ نکاح

سوال ایک آدمی بہرہ اور گونگا ہے اور وہ شادی کرنا چاہتا ہے تو شرعی طور پر اس کا عقد کیسے مکمل ہو گا جبکہ وہ نہ تو پڑھنے پر قادر ہے اور نہ ہی لکھنے پر؟

جواب بہرہ اور گونگا شخص اس قابل فہم اشارے کے ذریعے شادی کرائے گا جس کے ساتھ کھانے پینے اور

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸٦۰) کتاب النکاح : باب خطبة النکاح' ابو داود (۲۱۱۸) نسائی (۱۰٤/۳) حاکم (۱۸۲/۲) بیهقی (۱٤٦/۷) تمام المنة (ص/ ۳۳٤ـ۳۳٥) إرواء الغلیل (٦۰۸)]

دیگر کاموں کے لیے دوسروں کو متوجہ کرتا ہے کیونکہ اس حالت میں قابل فہم اشارہ اس کے حق میں کلام کے ہی قائم مقام ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر عقدِ نکاح کے وقت حقیقی نکاح کی نیت نہ ہو

سوال میں نے ایک لڑکی سے کسی فائدے کے لیے نکاح کیا تھا۔ قانونی اعتبار سے تو یہ شادی صحیح تھی کیونکہ ہم نے یہ شادی باقاعدہ گواہوں کی موجودگی' لڑکی کے والدین اور اپنے والدین کی موجودگی میں اندراج کرائی تھی۔ لیکن میری نیت شادی کی نہیں تھی بلکہ نیت یہ تھی کہ ہم قانون کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ ہم شادی شدہ ہیں۔ عقدِ نکاح کو پانچ برس گزرنے کے باوجود ہم نے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کیے اور اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم علیحدہ نہ ہوں اور نہ ہی میں اسے طلاق دوں بلکہ اب ہم حقیقی خاوند اور بیوی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری نیت شادی کی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمیں تجدید نکاح کرنا ہوگا کہ نہیں؟

جواب منفعت کے لیے شادی کی نیت کچھ حیثیت نہیں رکھتی بلکہ جب مکمل شروط کے ساتھ ایجاب وقبول ہو جائے تو نکاح واجب ہو جاتا ہے خواہ عقدِ نکاح کرنے والے طرفین یا ان میں سے کوئی ایک طرف یہ نکاح بطورِ کھیل ومذاق ہی کر رہا ہو۔ احناف' حنابلہ کا مسلک یہی ہے اور مالکیہ کے ہاں بھی یہی معتبر ہے اور شوافع بھی اسے ہی صحیح قرار دیتے ہیں۔(۱)

ان سب حضرات کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

﴿ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ ' النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ ﴾

''تین باتیں ایسی ہیں جنہیں اگر سنجیدگی سے کہا جائے تو بھی پختہ ہیں اور اگر مذاق سے کہا جائے تو بھی سنجیدگی ہیں۔ ایک نکاح' دوسری طلاق اور تیسری رجوع۔''(۲)

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح القدير (۱۹۹/۳) المغنی لابن قدامة (٦١/٧) كشاف القناع (٤٠/٥) حاشية الدسوقی (٢٢١/٢) نهاية المحتاج (٢٠٩/٦) روضة الطالبين (٥٤/٨)]

(۲) [حسن : ارواء الغليل (١٨٢٦) ابو داود (٢١٩٤) كتاب الطلاق : باب فی الطلاق علی الهزل ' ترمذی (١١٨٤) كتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فی الجد والهزل فی الطلاق ' ابن ماجه (٢٠٣٩) كتاب الطلاق : باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبا ' سعيد بن منصور (١٦٠٣) طحاوی (١٨/٣) دارقطنی (٢٥٦/٣_٢٥٧) مستدرك حاكم (١٩٨/٢)]

یعنی یہ تینوں کام اگر حقیقی طور پر کیے جائیں تو حقیقت ہوں گے اور اگر یہ بطورِ مذاق کیے جائیں تو بھی حقیقت ہی ہوں گے۔اور "ھـزل" سے مراد یہ ہے کہ لفظ سے وہ معنی مراد لیا جائے جس کے لیے لفظ بنایا نہیں گیا اور یہ اسی فعل پر منطبق ہوتا ہے جو آپ دونوں نے عقدِ نکاح میں کیا ہے کیونکہ آپ نے عقدِ نکاح کا اندراج تو کروایا لیکن شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

عام علماء کے ہاں مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور اسی طرح اس کا نکاح بھی صحیح ہے جیسا کہ مرفوع حدیث کے متن میں بھی اس کا ذکر ہے' صحابہ کرام اور تابعین عظام کا مؤقف بھی یہی ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔(۱)

حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں:

مراسیل حسن میں ہے' وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے بطورِ کھیل نکاح کیا یا طلاق دی یا بطورِ کھیل غلام آزاد کیا تو یہ واقع ہو گیا۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

چار چیزیں ایسی ہیں کہ جب ان کے بارے میں بات کی جائے تو وہ جائز ہوتی ہیں' طلاق' آزاد کرنا' نکاح اور نذر ماننا۔

اور امیر المومنین کہتے ہیں:

تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کوئی مذاق اور کھیل نہیں' طلاق' غلام آزاد کرنا اور نکاح۔

اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

تین چیزوں میں کھیل بھی حقیقت پر مبنی ہے' طلاق' غلام آزاد کرنا اور نکاح۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

نکاح خواہ مذاق میں ہو یا حقیقت میں برابر ہے (یعنی بہر صورت منعقد ہو جاتا ہے)۔(۲)

اس بنا پر آپ کے لیے دوبارہ نکاح کرنا ضروری نہیں بلکہ آپ دونوں پہلے نکاح پر ہی خاوند اور بیوی ہیں۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

(۱) [الفتاوى الفقهية الكبرى (٦/٦٣)]

(۲) [مزید دیکھئے: اعلام الموقعين (٣/١٠٠)]

کیا نیک مرد نیک عورت سے ہی شادی کرے؟

سوال میں نے سنا ہے کہ انسان جس کا مستحق ہوا سے وہی ملتا ہے (یعنی خاوند یا بیوی) اگر تو وہ نیک اور صالح ہو تو اس کا خاوند بھی نیک اور صالح ہوتا ہے لیکن مجھے اس موضوع میں کوئی حدیث نہیں ملی' آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب آپ نے جو یہ سنا ہے کہ انسان کی شادی بھی اسی سے ہوتی ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے یعنی اگر نیک ہو تو نیک اور صالح سے اور اگر بد ہو تو بد سے' یہ صحیح نہیں اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں میں سے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کے متعلق بیان کیا ہے کہ ان دونوں کی بیویاں کافر تھیں' اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا:

﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے' یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں' پھر انہوں نے ان کی خیانت کی تو وہ دونوں (نیک بندے) ان سے اللہ تعالیٰ کے (کسی عذاب کو) روک نہ سکے اور حکم دے دیا گیا (اے عورتو!) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔'' (۱)

(2) شریعتِ اسلامیہ نے زانی مرد کو پاکدامن عورت سے اور اسی طرح پاکدامن مرد کو زانیہ عورت سے شادی کرنے سے منع کیا ہے اور یہ بھی اس (یعنی نیک کے ساتھ بد کے نکاح) کے وقوع کے امکان پر دلالت کرتا ہے بلکہ ایسا بہت زیادہ ہوا بھی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

''زانی مرد زانیہ یا مشرک عورت کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرتا اور زانیہ عورت بھی زانی مرد یا مشرک مرد کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے۔'' (۲)

---

(۱) [التحریم : ۱۰]

(۲) [النور : ۳]

(3) نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ عورت سے بعض اوقات اس کے مال و دولت یا پھر اس کی خوبصورتی کی وجہ سے یا پھر اس کے حسب نسب کی بنا پر یا اس کے دین کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے یہاں پر دین والی عورت سے شادی کی ترغیب دی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ بعض اوقات اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے کہ مرد ایسی عورت سے شادی کر لے جو اس کی مماثلت نہیں رکھتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورت سے نکاح چار اسباب سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے' اس کے خاندان کی وجہ سے' اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ پس تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر' اگر ایسا نہ کرے تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یعنی تو نادم و پشیمان ہو)۔''(۱)

(4) نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے اولیاء کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زیر ولایت عورتوں کی دیندار لوگوں سے شادی کریں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔''(۲)

لہٰذا جو شخص بھی اپنے لیے بیوی تلاش کرے اسے چاہیے کہ وہ دین اور اخلاق کی مالک لڑکی تلاش کرے اور اسی طرح عورت کے ولی کو بھی چاہیے کہ وہ لڑکی کی شادی صرف دین والے سے ہی کریں' کیونکہ انسان اپنے ساتھ رہنے والے سے اخلاق حاصل کرتا ہے اور خاص کر جب یہ ساتھ ایک لمبی مدت کا ہو۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ الرَّجُلُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ ﴾

''مرد اپنے دوست کی عادت پر ہے اس لیے تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھے کہ کس سے

(۱) [بخاری (۵۰۹۰) کتاب النکاح : باب الإکفاء فی الدین' مسلم (۱۴۶۶) کتاب الرضاع : باب استحباب نکاح ذات الدین' أحمد (۴۲۸/۲) دارمی (۱۳۳/۲) ابو داود (۲۰۴۷) کتاب النکاح : باب ما یؤمر به من تزویج ذات الدین' ابن ماجة (۱۸۵۸) کتاب النکاح : باب تزویج ذوات الدین' أبو یعلی (۶۵۷۸) الحلیة لأبی نعیم (۳۸۳/۸) دارقطنی (۳۰۲/۳)]

(۲) [حسن : إرواء الغلیل (۱۸۶۸) ترمذی (۱۰۸۴) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه' ابن ماجه (۱۹۶۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]



دوستی لگا رہا ہے۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ انسان جس کا دین اور اخلاق وعادات اچھی ہوں اس سے دوستی لگائے اور جس کی یہ چیزیں اچھی نہ ہوں وہ اس سے دوستی لگانے سے اجتناب کرے کیونکہ طبیعتیں صحبت کا اثر لیتی ہیں اور کسی کی حالت کو صحیح اور خراب کرنے میں صحبت کا بہت ہی زیادہ اثر ہوتا ہے (جیسے ضرب المثل بھی ہے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے)۔

امام غزالی ؒ کہتے ہیں:

حریص اور لالچی سے دوستی لگانے اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے حرص ولالچ پیدا ہوتا ہے اور زاہد سے دوستی لگانے سے اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے دنیا میں زہد پیدا ہوتا ہے کیونکہ طبیعتیں ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرتی ہیں' بلکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے اس طرح عادات حاصل کرتی ہے جس کا انسان کو شعور بھی نہیں ہوتا۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مرد کا خود اپنا نکاح کرنا

سوال کیا مرد خود اپنا نکاح کر سکتا ہے؟

جواب مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ خود اپنا نکاح کرے مثلاً اگر عورت کا ولی آدمی کے لیے کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا اور وہ کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے' بشرطیکہ یہ عقد دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہو۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کافر ملک میں نکاح رجسٹرار کے آفس میں نکاح

سوال میں انگلینڈ میں رہائش پذیر ہوں جو کہ ایک عیسائی ملک ہونے کی بنا پر پہچانا جاتا تھا لیکن اب مکمل طور پر لادین ہو چکا ہے اور حکومتی سطح پر کوئی دین نہیں پایا جاتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ کسی بھی سرکاری کام کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پورا نہیں کیا جاتا۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ جب کوئی مرد اور عورت اس ملک کے کسی بھی نکاح رجسٹرار کے دفتر میں

(۱) [حسن: صحیح ترمذی (۱۹۳۷) کتاب الزهد: باب ما جاء فی أخذ المال فی حقه' ترمذی (۲۳۷۸)]

عقدِ نکاح کرتا ہے تا کہ سرکاری طور پر انہیں خاوند اور بیوی تسلیم کیا جائے تو کیا یہ نکاح مقبول ہے؟ مزید یہ کہ لکھنے والا بھی کافر ہوگا' جو فارم پر کرتے اور تصدیق کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھے گا؟

جواب عقدِ نکاح میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اس قاعدے میں بیان ہوا ہے کہ جس نکاح میں بھی چار اشخاص خاوند' لڑکی کا ولی اور دو گواہ حاضر نہ ہوں' وہ باطل ہے۔ اور اس لیے بھی کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''

اس لیے جب خاوند اور بیوی دونوں مسلمان ہوں تو پھر ولی کا بھی مسلمان ہونا واجب ہے کیونکہ کافر مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا اور کافر ممالک میں مسلمانوں کا مسئول اور نمائندہ ولی کے قائم مقام ہوگا۔ لہٰذا عقدِ نکاح شرعی طریقہ پر ہونا ضروری ہے جس میں سب شروط پائی جائیں۔ مزید برآں اس میں کوئی حرج نہیں کہ عقدِ نکاح کی قانونی طور پر تصدیق بھی کرالی جائے تا کہ مفاسد سے بچا جا سکے اور اس میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

سرکاری رجسٹریشن کے بغیر شادی

سوال میں ایک غیر مسلم ملک میں رہائش پذیر ہوں اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت ہی مشکل اور بہت ہی خرچہ والا کام ہے کہ میں کسی قریبی اسلامک سینٹر یا پھر سفارت خانے میں جا کر شادی کا اندراج کراؤں۔ تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں ایک ورقہ پر لکھ لوں کہ ہم شادی شدہ ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں اور جب ہم اپنے ملک جائیں تو وہاں شادی کا اندراج کروا لیں؟

جواب شادی صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ اس میں خاوند اور بیوی کی رضامندی ہو اور عورت کا ولی اور دو مسلمان گواہ بھی موجود ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ خاوند اور بیوی میں کوئی نکاح سے مانع چیز نہ پائی جائے۔ جب یہ شروط پائی جائیں اور عورت کے ولی اور خاوند کے مابین ایجاب وقبول ہو جائے تو عقدِ نکاح ہو جاتا ہے۔ سرکاری اندراج اور تصدیق تو صرف حقوق کی حفاظت اور جھگڑا ختم کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

اس بنا پر اگر آپ مندرجہ بالا صورت میں مکمل شروط کے ساتھ عقدِ نکاح کرتے ہو اور اس کا اندراج واپس اپنے ملک جانے یا کسی اسلامک سینٹر جانے تک مؤخر کر دیتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ضروری یہ ہے کہ آپ نکاح کا اعلان کریں اور اپنے پڑوسیوں' عزیز و اقارب اور دوست احباب کو اس نکاح کی اطلاع دیں تا کہ نکاح اور بدکاری میں تمیز ہو سکے۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے آپ اس کا اندراج بھی کروا لیں تا کہ آپ تہمت سے

بچ سکیں اور اپنے حقوق کی بھی حفاظت کریں اور خاص کر جب اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازے تو اس میں آسانی رہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

ایام ماہواری کے دوران لڑکی کا نکاح

سوال کیا لڑکی کا ماہواری کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب اس میں اصل تو جواز ہی ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں کتاب وسنت اور اجماع میں کوئی دلیل نہیں ملتی اور نہ کسی کا یہ قول ہے۔ اسی طرح اس کے متعلق قیاسِ صحیح میں بھی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی مجھے یہ علم ہے کہ ایسا کرنا کسی نے حرام قرار دیا ہو یا اسے ناپسند ہی کیا ہو۔ صرف اتنا ہے کہ بعض فقہاء نے حیض کی حالت میں لڑکی کی رخصتی مکروہ قرار دی ہے کہ کہیں خاونداس سے ہم بستری کر کے گنا ہگار نہ ہو جائے۔

بعض عوام الناس میں اس کا حکم اس لیے خلط ملط ہوتا ہے کہ اسے حیض کی حالت میں طلاق کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے درمیان کوئی توافق نہیں۔ بہر حال حائضہ عورت سے عقدِ نکاح بالاتفاق جائز ہے اور بالاتفاق مدخولہ عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔

......(شیخ عبدالکریم)......

○ شیخ ابن عثیمینؒ سے دورانِ حیض عورت کے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

بلاشبہ ایسی عورت کا عقدِ نکاح جو حالتِ حیض میں ہو جائز اور صحیح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اس لیے کہ عقود میں اصل جواز وصحت ہی ہے الا کہ جس کی حرمت پر کوئی دلیل ثابت ہو جائے اور حالتِ حیض میں نکاح کی حرمت پر کوئی دلیل ثابت نہیں۔ اس لیے کہ اس حالت میں نکاح درست ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

حالتِ جنابت میں نکاح

سوال کیا انسان کے لیے حالتِ جنابت میں نکاح جائز ہے؟

جواب عقدِ نکاح کرنے والے میاں اور بیوی دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے لیے نکاح کے صحیح ہونے کے لیے حدث سے طہارت شرط نہیں (یعنی اس حالت میں بھی نکاح درست ہے)۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(سعودی فتویٰ کمیٹی)



ٹیلی فون پر عقدِ نکاح کا حکم

سوال میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کا والد کسی اور ملک میں رہتا ہے اور اس وقت میں وہاں جا بھی نہیں سکتا اور ہم سب کا ایک جگہ پر جمع ہو کر عقدِ نکاح کرنا مشکل ہے کیونکہ ہماری مالی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی اور اسی طرح اس کے کچھ دوسرے اسباب بھی ہیں۔

میں ایک اجنبی ملک میں ہوں تو کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں لڑکی کے والد کو ٹیلی فون کروں اور ہمارا فون پر ہی ایجاب وقبول ہو مثلاً وہ کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی کو آپ کے نکاح میں دے دیا اور میں اسے قبول کر لوں اور لڑکی بھی اس پر راضی ہو اور اس میں دو مسلمان گواہ بھی ہوں جو یہ سب کچھ سپیکر کے ذریعے سن رہے ہوں تو کیا یہ نکاح شرعی شمار ہوگا؟

جواب جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اگر تو وہ صحیح ہو (یعنی اس میں کوئی کھیل نہ ہو) تو اس سے مقصد حاصل ہو جائے گا اور نکاح صحیح ہوگا۔

......(شیخ ابن باز)......

شہریت حاصل کرنے کے لیے صرف کاغذی نکاح کا حکم

سوال کیا گرین کارڈ کے حصول کے لیے کسی امریکی نصرانی عورت سے شادی کرنا جائز ہے جس میں اس سے معاشرت نہ کی جائے یا پھر اس سے علیحدہ رہا جائے (اور نکاح صرف کاغذی کارروائی کی حیثیت رکھتا ہو)؟

اس شادی سے میری نیت یہ ہے کہ میں بیوی کے ملک میں آ جا سکوں اور اپنے والدین جو کہ میرے اصلی وطن میں رہائش پذیر ہیں' کا تعاون کر سکوں اور کمپیوٹر پروگرامر کی سند پر ملازمت کر سکوں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب صرف شہریت حاصل کرنے کے لیے شادی کرنا اور پھر بیوی کو طلاق دے دینا مجھے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت میں یہ جائز نہیں۔ اسی طرح نصرانی عورت سے صرف اوراق میں ہی نکاح کرنا ان کفار کے ساتھ حیلہ اور مکر وفریب ہی ہے جو کہ جائز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کو پسند نہیں فرماتا حتی کہ کافر پر بھی کسی قسم کے ظلم کو پسند نہیں کرتا۔

......(شیخ ابن باز)......

بے نماز کا نکاح پڑھانے کا حکم

سوال میں نکاح خواں ہوں' کچھ اہل علم سے یہ سنا ہے کہ خاوند اور بیوی میں سے کوئی بے نماز ہو تو ان کا عقدِ نکاح باطل ہے اور ان کا نکاح کرنا صحیح نہیں' کیا یہ بات صحیح ہے؟

جب مجھ سے ایسا نکاح کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے متعلق فتوے سے نوازیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

جواب جب آپ کے علم میں ہو کہ دونوں میں سے ایک بے نماز ہے تو آپ نکاح نہ پڑھائیں۔ اس لیے کہ نماز ترک کرنا کفر ہے' جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

﴿ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ﴾

''کفر وشرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔''(۱)

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ الصَّلَاةُ فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾

''بندے اور کفر وایمان کے درمیان (فرق کرنے والی) نماز ہے پس جب اس نے اسے ترک کر دیا تو اس نے شرک کیا۔''(۲)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے اور ان میں سے گمراہ لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور قریب ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

عقدِ نکاح کے بعد خاوند کے لیے بیوی سے کیا کچھ حلال ہے؟

سوال جب خاوند اور بیوی کا شرعی عدالت میں نکاح ہو جائے اور رخصتی کی تقریب منعقد نہ ہوئی ہو تو سب کو علم

(۱) [مسلم (۸۲) کتاب الإيمان : باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة ' أحمد (۳۷۰/۳) دارمی (۲۸۰/۱) أبو داود (٤٦٧٨) کتاب الصلاة : باب فی رد الارجاء ' ترمذی (۲٦۱۸) ابن ماجة (۱۰۷۸) الحلية لأبی نعيم (۲٥٦/۸) بيهقی (۳٦٦/۳)]

(۲) [صحيح : شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی (۸۲۲/٤)] اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز امام منذریؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الترغيب والترهيب (۳۷۹/۱)]

ہے کہ وہ رسمی طور پر خاوند اور بیوی ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہ خاوند اور بیوی شمار ہوں گے؟

جواب جب شرعی شروط کے ساتھ نکاح کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں خاوند اور بیوی شمار ہوں گے' عقدِ نکاح کے بعد ان کا آپس میں بات چیت کرنا' اٹھنا بیٹھنا اور ہر قسم کی آزادی کے ساتھ آپس میں خلوت کرنا بھی جائز ہوگا۔

مستقل فتویٰ کمیٹی سے سوال کیا گیا کہ عقدِ نکاح کے بعد اور رخصتی سے قبل خاوند اور بیوی کے لیے کیا کچھ کرنا حلال ہے؟ تو کمیٹی نے جواب دیا:

اس کے لیے وہی کچھ حلال ہے جو اس خاوند اور بیوی کے لیے جائز ہے جنہوں نے ہم بستری کر لی ہے' وہ اسے دیکھ بھی سکتا ہے اور بوس و کنار بھی کر سکتا ہے' اسی طرح اس کے ساتھ سفر اور جماع بھی کر سکتا ہے۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

عقدِ نکاح کے بعد اگر لمبی مدت تک رخصتی نہ ہو

سوال میں کینیڈا میں ملازمت کرتا ہوں اور اس سال میں اپنے مادری وطن پاکستان گیا تو شادی کی' لیکن کچھ ناگزیر اسباب کی بنا پر یہ شادی مکمل نہ ہو سکی (یعنی رخصتی نہ ہوئی) ہم نے دوسرے دن عقدِ نکاح کا ولیمہ بھی کیا اور پھر میں اپنی ملازمت کی وجہ سے کینیڈا واپس آ گیا۔

اب مجھے کینیڈا آئے ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں اور ابھی تک بیوی کا ویزہ نہیں مل سکا' مجھے ایک دوست نے بتایا کہ میری شادی ختم ہو چکی ہے کیونکہ عقدِ نکاح کو چھ ماہ سے بھی زیادہ گزر چکے ہیں اور ابھی تک شادی مکمل نہیں ہوئی تو کیا اس کی یہ بات صحیح ہے اور کیا جب میری بیوی کینیڈا آئے تو ہمیں تجدید نکاح کرانا ہوگا؟ مجھے جلدی جواب دیں کیونکہ عنقریب میری بیوی کینیڈا پہنچنے والی ہے' شکریہ۔

جواب جب عقدِ نکاح شرعی شروط کے ساتھ کیا جائے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اپنی اصل پر باقی رہتا ہے۔ آپ کے لاعلم دوست کی یہ بات کہ چھ ماہ تک اگر نہ ملا جائے تو نکاح فاسد ہو جاتا ہے' غلط ہے۔ اگر آپ نے اس کی بات کو برحق مانا ہے تو اس حالت میں آپ پر ضروری ہے کہ آپ اپنے دوست کو نصیحت کریں کہ وہ بغیر علم کے کسی کو بھی فتوے نہ دیتا پھرے۔

البتہ اگر وہ آپ کو یہ نصیحت کرتا کہ اپنی بیوی کو بغیر محرم کے سفر نہ کرانا بلکہ کینیڈا آنے کے لیے اس کے ساتھ

---

(۱) دیکھیں: فتاوی الجامعة للمرأة المسلمة (۲/ ۵٤۰)]

کوئی محرم ضرور ہو تو یہ بات اس کے لیے بہت اچھی اور بہتر تھی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو توفیق عطا فرمائے اور آپ کی شادی میں برکت کرے اور سعادت سے نوازے اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

میاں بیوی مسلمان ہو جائیں تو کیا وہ دوبارہ نکاح کریں گے؟

سوال جب خاوند اور بیوی دونوں اسلام قبول کر لیں تو کیا ان کا نکاح دوبارہ کرنا واجب ہے؟

جواب امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ

کفار کا نکاح صحیح ہے اور جب وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ اسی نکاح پر رہیں گے' ان کے عقدِ نکاح کی صفت اور کیفیت کو نہیں دیکھا جائے گا اور نہ ہی ان کے نکاح کے لیے مسلمانوں کے نکاح کی شرائط کا اعتبار ہو گا مثلاً اس کے لیے بھی ولی' گواہ اور ایجاب وقبول وغیرہ کا ثبوت (ضروری نہیں)۔ اس مسئلے میں مسلمانوں کا کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں۔

امام ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خاوند اور بیوی دونوں ایک وقت میں کٹھے مسلمان ہو جائیں تو وہ اپنے نکاح پر ہی رہیں گے جب تک کہ ان میں کسی نسب اور رضاعت کی ممانعت نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کے عہد میں بہت ساری خلقت مسلمان ہوئی اور ان کی عورتیں بھی مسلمان ہو گئیں اور انہیں ان کے نکاح پر قائم رکھا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں ان کے نکاح کی شروط کے بارے میں سوال بھی نہیں کیا اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

شادی خفیہ رکھنا اور پھر والدین کی رضا کے لیے دوبارہ شادی کرنا

سوال میری عمر اٹھائیس برس ہے اور دس برس سے ایک لڑکی سے محبت کر رہا ہوں۔ میں نے اس محبت کا اپنے والدین سے بھی ذکر کیا اور ان سے کہا کہ اس کا رشتہ میرے لیے مانگ لیں' لیکن انہوں نے بالکل ہی انکار کر دیا کیونکہ ان کے اصول ہم سے مختلف ہیں۔ میں نے تقریباً آٹھ برس تک کوشش کی کہ میرے گھر والے مان جائیں

لیکن مجھے بہت افسوس ہے کہ وہ نہیں مانتے۔ پھر میں یہ فیصلہ نہیں کرسکا کہ اپنے گھر والوں کو راضی رکھوں یا اس لڑکی سے شادی کروں۔ تو بالآخر میں نے نو ماہ قبل اس لڑکی سے اس کے والدین کی موجودگی میں شادی کرلی' لیکن اپنے گھر والوں کو نہیں بتایا کہ میں شادی کرچکا ہوں۔

کچھ عرصہ بعد ان کے نظریات میں تبدیلی آگئی اور اچانک وہ اس لڑکی کو پسند کرنے لگے اور انہیں علم بھی نہیں کہ میں تو اس سے شادی کرچکا ہوں اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس لڑکی سے شادی کرلوں۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ ہم تو عرصہ سے شادی شدہ ہیں۔

میں انہیں اپنی شادی کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا اس لیے کہ میرے والد محترم دل کے مریض ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ انہیں یہ خبر کیسی لگے اور وہ اسے برداشت کرسکیں گے یا نہیں' اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنی شادی کو خفیہ رکھتے ہوئے دوبارہ اپنی بیوی سے شادی کرلوں؟ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

جواب اسلامی طریقہ یہ ہے کہ جب میسر ہو تو نکاح کا اعلان کیا جائے (یعنی اس میں دُف کا استعمال کیا جائے) تاکہ زنا سے اس کی تمیز ہوسکے کیونکہ زنا ہی ایک ایسا امر ہے جو غالباً خفیہ طریقے سے ہوتا ہے اور جب عقدِ نکاح میں شرعی شروط اور ارکانِ نکاح پائے جائیں تو وہ نکاح صحیح ہوگا خواہ اس میں لڑکے کے گھر والے رضامند نہ بھی ہوں۔

مسلمان مرد کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی کتابی عورت سے شادی کرلے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ عورت پاکدامن ہو۔ جبکہ مسلمان عورت صرف مسلمان مرد سے ہی نکاح کرے گی' اس کے لیے نہ تو کسی کافر و مشرک سے شادی کرنا جائز ہے اور نہ ہی کسی کتابی سے۔ اس لیے اسے چاہیے کہ کسی اچھے اور بہتر اخلاق والے دین دار مسلمان کو تلاش کرے۔

سوال میں بیان کی گئی حالت میں یہ کہنا ممکن ہے کہ

① جب والد خاوند سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے تو اس پر اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب نہیں۔

② والد کا بیٹے پر ایک عظیم حق ہے اور گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا واجب ہے' جب والد دل کا مریض ہو تو اور بھی زیادہ حسن سلوک کرنا چاہیے اس لیے بہتر تو یہ ہے کہ یہ شادی والد کے علم میں نہیں آنی چاہیے۔ یہ بعید ہے کہ اس کا مؤقف بدل چکا ہو کیونکہ اس کا مؤقف طبقاتی نظریات پر مبنی ہے اور بڑی عمر کے لوگوں میں تبدیلی مشکل ہی ہوتی ہے۔

③ آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے آخری مؤقف کی تصدیق کرلیں' اور اس لڑکی سے ان

کی رضامندی کہاں تک ہے، ممکن ہے انہوں نے کسی سے یہ سن لیا ہو کہ اس لڑکی نے شادی کر لی ہے اور اب وہ آپ کو راضی کرنا چاہتے ہوں کیونکہ ان کے گمان میں یہ ہو کہ اس لڑکی نے آپ کے علاوہ کسی اور سے شادی کر لی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس کی آپ سے شادی کے بارے میں سنا ہو اور اس کا علم وہ آپ کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ جب آپ ان کے مؤقف کی تصدیق کر لیں (یعنی اس سے شادی کر لیں) تو پھر کوئی مانع باقی نہیں رہے گا۔

اور دوبارہ عقدِ نکاح کرنے کے بارے میں ہم نے فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالعزیز بن بازؒ سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا:

پہلے عقد میں جب مکمل شرائط موجود ہوں اور نکاح کے موانع میں سے کوئی مانع نہ پایا جائے تو وہ عقدِ نکاح صحیح ہے۔ لہٰذا پھر دوبارہ عقدِ نکاح نہیں کرنا چاہیے تاکہ اسے کھیل تماشا نہ بنایا جا سکے اور آپ کو چاہیے کہ آپ ہر ذریعے سے اپنے گھر والوں کو راضی کرنے کی کوشش کریں اور انہیں بتائیں کہ معاملہ مناسب طریقے سے حل ہو چکا ہے۔ اور اگر آپ کو والد کی زندگی کے متعلق حقیقی طور پر خدشہ ہو تو پھر ضرورت کو دیکھتے ہوئے عقدِ نکاح دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ سعد الحمید)......

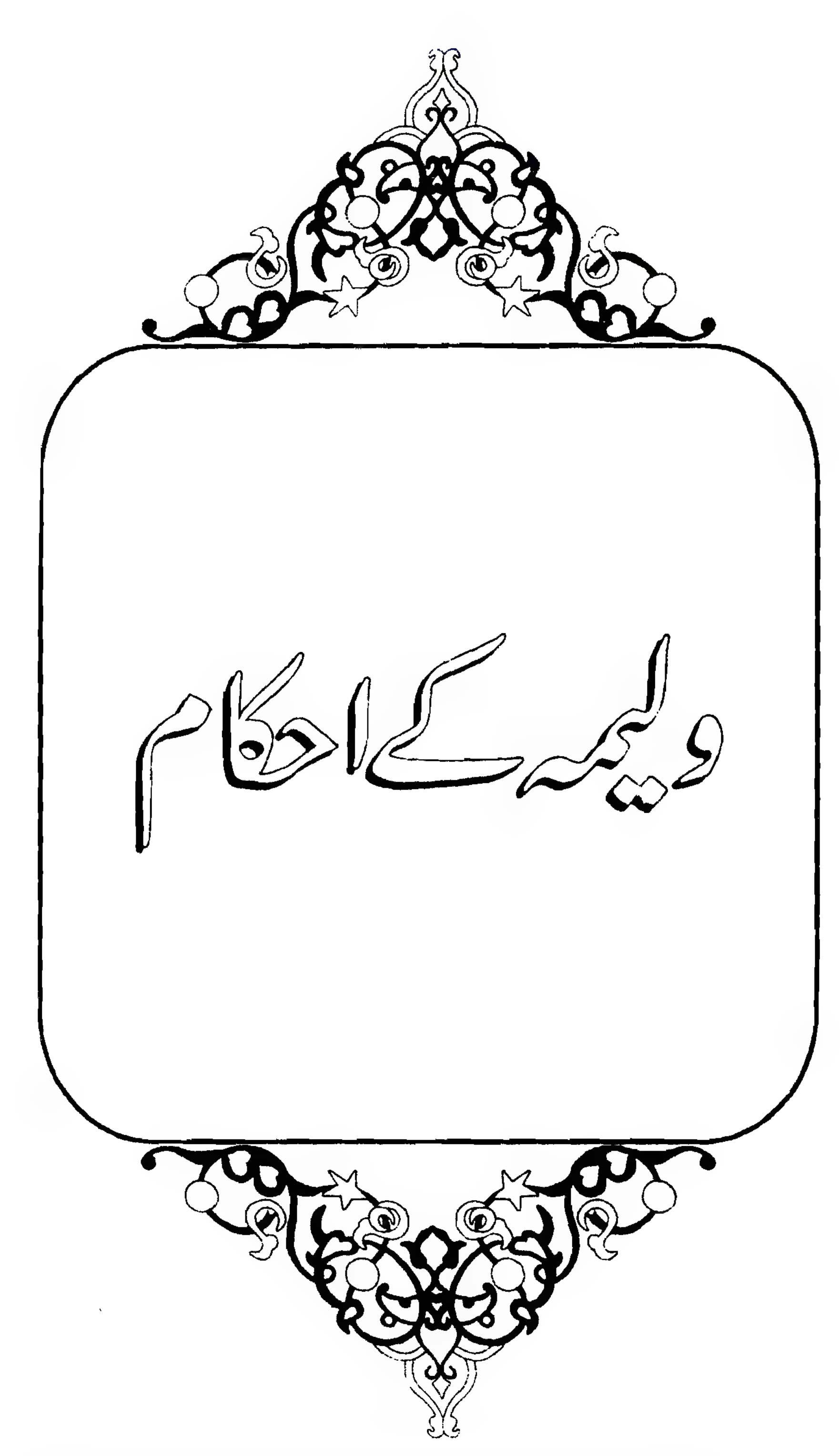
بطورِ خاص مساجد میں ہی شادیوں کا التزام

سوال عقدِ نکاح کے لیے مساجد کو ہی خاص کر لینا سنت و مستحب ہے یا بدعت؟

جواب عقدِ نکاح مساجد میں یا ان کے علاوہ دیگر مقامات میں دونوں طرح شرعاً درست ہے اور ہمارے علم میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ عقدِ نکاح کے لیے مساجد کو خاص کرنا سنت ہے، لہٰذا مساجد میں (سنت و مستحب سمجھتے ہوئے) شادیوں کا التزام ودوام بدعت ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......





ولیمہ کے احکام

ولیمہ کا مفہوم

سوال عقیقہ اور ولیمہ کیا ہے؟

جواب ''عقیقہ'' اس چیز کو کہتے ہیں جسے بچے کی پیدائش کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور ''ولیمہ'' وہ کھانا ہے جسے شادی کے موقع پر مدعوین کے لیے پیش کیا جاتا ہے خواہ وہ جانور ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سنت ہے اور اس کے فوائد میں سے خوشی اور نکاح کا اعلان کرنا ہے۔ نیز ولیمہ کا لفظ شادی کے علاوہ عام دعوتِ طعام کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

……(سعودی فتویٰ کمیٹی)……

کیا ولیمہ میں خاوند اور بیوی کی موجودگی ضروری ہے؟

سوال کیا خاوند اور بیوی کا شادی کی مبارکباد کے وقت موجود ہونا واجب ہے؟

جواب اگر تو مبارکباد سے مقصد عقدِ نکاح ہے تو پھر خاوند اور لڑکی کے والد کا حاضر ہونا شرط ہے اس لیے کہ عقدِ نکاح ایجاب وقبول کے بغیر ممکن نہیں اور ایجاب لڑکی کے ولی کی جانب سے اور قبول خاوند کی جانب سے ہوتا ہے۔

لیکن اگر مبارکباد سے مراد شادی اور ولیمہ کی تقریب ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کی غیر موجودگی میں بھی اس کا انعقاد کر دیا جائے۔

……(شیخ محمد المنجد)……

ولیمہ میں کتنا کھانا پکایا جائے اور کھانے کا ضیاع

سوال ولیمہ میں کھانا پکانے کی کیا حد ہے اور اس میں اسراف کرنے کا کیا حکم؟

جواب ولیمہ سنت ہے اور شرعاً اس کی ترغیب دلائی گئی ہے' جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فعل بھی ہے اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے فرمایا تھا:

﴿ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ﴾

''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ساتھ ہی۔''(۱)

---

(۱) [بخاری (۵۱۶۷) کتاب النکاح . باب الولیمة ولو بشاة' مسلم (۱۴۲۷) کتاب النکاح : باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن وخاتم حدید' ابو داود (۲۱۰۹) کتاب النکاح : باب قلة المهر' ترمذی (۱۰۹۴) کتاب النکاح : باب ما جاء فی الولیمة' ابن ماجة (۱۹۰۷) کتاب النکاح . باب الولیمة' نسائی (۱۱۹/۶) مؤطا (۵۴۵/۲)]

حسبِ حال اور حسبِ ضرورت اس کی مقدار میں کمی بیشی ہوگی' اس کی کم از کم مقدار کی بھی کوئی حد نہیں' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَوْلَمَ بِشَاةٍ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی پر اس قدر ولیمہ نہیں کیا جو زینب رضی اللہ عنہا پر کیا۔ (اس میں) آپ ﷺ نے ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا۔''(۱)

اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ ﴾

نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ دو مد (تقریباً سوا سیر) جو کے ساتھ کیا۔''(۲)

اور اس بیوی سے مراد حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ مسند احمد کی ایک صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے۔

اور اسی طرح اس کی زیادہ سے زیادہ کی بھی کوئی حد نہیں' البتہ مسلمان پر غنا و فقر اور مدعوین کی کثرت وقلت کے لحاظ سے اعتدال واجب ہے اور اسے کھانے میں اسراف (یعنی کھانے کا ضیاع وغیرہ) نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسراف حرام ہے' بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُوا۟ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ وَلَا تُسْرِفُوٓا۟ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴾

''اے اولادِ آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور اسراف (یعنی حد سے تجاوز) مت کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''(۳)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

---

(۱) [بخاری (۵۱۶۸) کتاب النکاح : باب الولیمة ولو بشاة' مسلم (۱۴۲۸) کتاب النکاح : باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب واثبات ولیمة العرس' ابو داود (۳۷۴۳) کتاب الأطعمة : باب فی استحباب الولیمة عند النکاح' ترمذی (۳۲۱۸) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الأحزاب' ابن ماجه (۱۹۰۸) کتاب النکاح : باب الولیمة' نسائی (۳۲۵۱)]

(۲) [بخاری (۵۱۷۲) کتاب النکاح : باب من أولم بأقل من شاة]

(۳) [الأعراف : ۳۱]

دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا حکم

سوال: کیا عورت اپنی کسی بہن کی دعوتِ ولیمہ قبول نہ کرنے پر گناہگار ہوگی جبکہ اس کے شوہر نے بھی اجازت دی ہو؟

جواب: مسلمان عورت کا اپنی بہن کی دعوت قبول کرنا واجب ہے' وہ اس سے اعراض کی وجہ سے گناہگار ہوگی جبکہ اس کے شوہر نے اسے نکلنے کی اجازت دی ہو اور ولیمہ میں کوئی برائی (مثلاً گانا بجانا' بے پردگی اور مخلوط مجالس وغیرہ کا انعقاد) نہ ہو یا اگر برائی ہو تو وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتی ہو اور اگر ایسا نہیں (یعنی برائی کو روکنے کی طاقت نہیں) تو پھر اس پر دعوت قبول کرنا واجب نہیں اور نہ ہی وہ گناہگار ہوگی۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

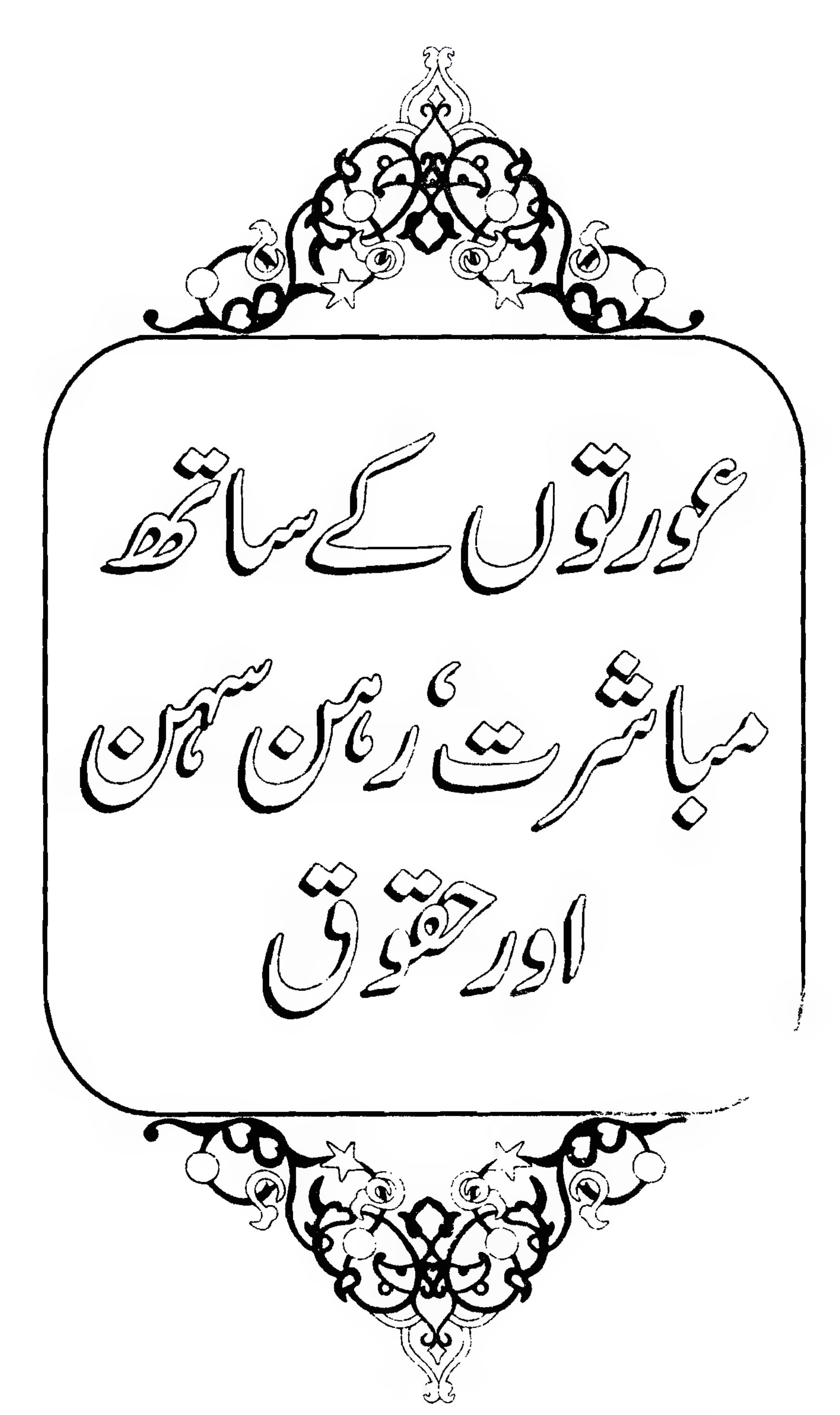
ایسی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کا حکم جس میں منکرات ہوں

سوال: ولیمہ کی دعوت اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں پر مشتمل ہو تو کیا پھر بھی اس میں شرکت ضروری ہے؟

جواب: اگر ولیمہ کی دعوت حرام کاموں پر مشتمل ہو مثلاً مرد وزن کا اختلاط یا حرام کھانے پینے کی اشیاء یا آلاتِ موسیقی کے ساتھ ناچ گانا اور اس طرح کے دیگر حرام کام' تو پھر اس میں شرکت جائز نہیں (البتہ اگر ان برائی کے کاموں سے روکنے کی طاقت ہو تو پھر شرکت جائز ہے بصورتِ دیگر نہیں)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......




عورتوں کے ساتھ
معاشرت رہن سہن
اور حقوق

سہاگ رات کو بیوی کے پاس جانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

سوال شب زفاف میں بیوی کے پاس جانے کا کیا ضابطہ ہے' اس لیے کہ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ شخص سورۂ بقرہ اور نماز پڑھے' ایسا کرنے کی عادت بہت سے لوگوں میں ہے؟

جواب شب زفاف میں جب مرد اپنی بیوی کے پاس جائے تو سب سے پہلے اس کی پیشانی (یعنی سر کے اگلے حصے) کو پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ ﴾

''اے اللہ میں تجھ سے اس (عورت) کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اُس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اُس چیز کے شر سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں جس پر تو نے اسے پیدا کیا۔''(۱)

اگر اسے یہ خدشہ ہو کہ جب وہ عورت کی پیشانی پکڑ کر یہ دعا پڑھے گا تو وہ گھبرا جائے گی تو اسے چاہیے کہ اس کی پیشانی ایسے پکڑے جیسے اسے چومنا چاہتا ہو اور یہ دعا اپنے دل میں ہی پڑھ لے اور اسے نہ سنائے اور اگر بیوی طالب علم ہو جسے یہ علم ہو کہ ایسا کرنا مشروع ہے تو اسے سنانے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کمرے میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز کے بارے میں گزارش ہے کہ بعض سلف حضرات سے یہ ثابت ہے کہ وہ ایسا کیا کرتے تھے۔ اگر انسان ایسا کر لے تو بہتر ہے اور اگر نہ بھی کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں اور سورۂ بقرہ یا کوئی اور سورت پڑھنے کے متعلق میرے علم میں کوئی دلیل نہیں۔

......(شیخ ابن عثیمین)

ہم بستری کی دعا

سوال کیا ہم بستری کے وقت مسلمان کو کوئی دعا پڑھنی چاہیے اور کیا مسلمان (خاوند اور بیوی دونوں) کے لیے

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود' ابو داود (۲۱۶۰) کتاب النکاح : باب فی جامع النکاح' ابن ماجه (۱۹۱۸) کتاب النکاح : باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیه أهله' نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۲۴۰) بخاری فی خلق أفعال العباد (۲۷) مسند أبی یعلی (۳۰۸/۲) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

شب زفاف میں ضروری ہے کہ وہ ہم بستری سے قبل دعا پڑھیں؟

جواب: شرعی آداب میں یہ شامل ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھے:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ﴾

''اللہ کے نام کے ساتھ' اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔'' (۱)

اس کے پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اس ہم بستری کی وجہ سے اولاد عطا کرے گا تو اسے شیطان نقصان نہیں دے گا۔

.....(شیخ محمد المنجد).....

شبِ زفاف میں ہم بستری اور ہم بستری کی تعداد

سوال: کیا مرد کو شادی کی رات بیوی سے ہم بستری کرنے کی اجازت ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو خاوند کے لیے کتنی بار مجامعت کرنے کی اجازت ہے ہفتہ میں ایک بار یا اس سے بھی زیادہ؟ نیز گزارش ہے کہ میں جو پوچھنا چاہتا ہوں اس کی تعبیر کے لیے دوسرے کلمات استعمال نہیں کرسکتا۔

جواب: جی ہاں خاوند اور بیوی کے لیے اگر وہ چاہیں تو شب زفاف میں ہم بستری کرنا جائز ہے' لیکن شریعت میں اس کی تعداد متعین نہیں کہ کتنی بار ہم بستری کی جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ حالات اور لوگوں کی قوت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے' اس لیے ایسے کاموں میں شریعت کی عادت نہیں کہ تعداد مقرر کرے۔ البتہ جماع و ہم بستری عورت کا حق ہے جو خاوند پر واجب ہے۔

امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ

اگر اس کا کوئی عذر نہیں تو وہ (شب زفاف میں) عورت سے ہم بستری کرے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔(۲)

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عبداللہ!

(۱) [بخاری (۱٤١) كتاب الوضوء : باب التسمية على كل حال وعند الوقاع ' مسلم (١٤٣٤) ابو داود (٢١٦١) ترمذی (١٠٩٢) ابن ماجة (١٩١٩) أحمد (٢١٧/١) نسائی فی السنن الكبرى (١٠١٠٠) دارمی (٢٢١٢) عبد الرزاق (١٠٤٦٦) طبرانی کبیر (١٢١٩٥) ابن حبان (٩٨٣) طيالسى (٢٧٠٥) ابن أبی شيبة (٣١١/٤) شرح السنة للبغوی (١٣٣٠)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (٣٠/٧)]

کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صحیح ہے' اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا' ایسا نہ کرو' (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو' نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔(۱)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ یہ خاوند کے لائق نہیں کہ وہ عبادات میں اتنی کوشش کرے کہ وہ جماع اور کمائی کرنے کے حق سے بھی کمزور ہو جائے۔

اور خاوند پر بیوی کا یہ حق ہے کہ خاوند اس کے پاس رات بسر کرے۔ امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ جب کسی کی بیوی ہو تو اس پر ضروری ہے کہ اگر کوئی عذر نہیں تو وہ چار راتوں میں سے ایک رات اس کے پاس بسر کرے۔(۲)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ

بیوی کی خواہش کے لحاظ سے خاوند پر ہم بستری واجب ہے جب تک خاوند کا بدن کمزور نہ ہو یا اس وجہ سے اس کی معیشت رک جائے۔(۳)

شرعی طور پر مطلوب تو یہ ہے کہ خاوند کی ہم بستری کے ذریعے بیوی کو فحاشی اور حرام کام سے بچایا جائے اور ہم بستری بھی بیوی کی خواہش کے مطابق اور اتنی ہو جس سے یہ بچاؤ ہو سکے۔ لہٰذا اس کے لیے چار ماہ یا اس سے زیادہ یا کم مدت مقرر کرنے میں کوئی وجہ نظر نہیں آتی بلکہ اس میں تو یہ ہونا چاہیے کہ ہم بستری اتنی ہو جتنی کا حق خاوند ادا کر سکے اور بیوی کی جتنی خواہش ہو۔

یہ تو عام حالات اور خاوند کی موجودگی میں ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ رہائش پذیر ہو۔ لیکن اگر وہ سفر یا کسی اور کام مثلاً تجارت وغیرہ کی بنا پر غائب ہے تو اس حالت میں خاوند کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ بیوی سے زیادہ مدت تک غائب نہ رہے۔ اور اگر اس کے غائب ہونے کا سبب تمام مسلمانوں کا کوئی منافع ہو مثلاً جہاد فی سبیل اللہ میں نکلا ہو یا مسلمانوں کی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہو تو اس پر ضروری ہے کہ چار ماہ کے اندر اندر اپنے گھر واپس آئے تاکہ کچھ وقت اپنے بیوی بچوں میں گزارے اور پھر دوبارہ سرحدوں پر یا جہاد میں چلا جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فوجیوں اور سرحدی محافظوں کے لیے یہ مقرر کیا تھا کہ وہ اپنی بیویوں سے چار مہینے دور رہیں' جب

(۱) [بخاری (۱۹۷۵) کتاب الصوم : باب حق الجسم فی الصوم]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۲۸/۷)]

(۳) [الاختیارات الفقهیة (ص / ۲٤٦)]

یہ مدت پوری ہو جاتی تو انہیں واپس بلالیا جاتا اور ان کی جگہ پر دوسروں کو بھیج دیا جاتا تھا۔(۱)

اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

ایک ہی رات دوسری مرتبہ ہم بستری سے پہلے وضوء

سوال کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں ایک ہی رات میں اپنی بیوی سے بغیر غسل کیے ایک سے زیادہ مرتبہ ہم بستری کروں پھر اسی حالت میں سو جاؤں؟

جواب آدمی کے لیے (ایک ہی رات میں) اپنی بیوی سے ایک سے زیادہ مرتبہ ہم بستری کرنا جائز ہے' لیکن اسے چاہیے کہ دوسری مرتبہ ہم بستری سے پہلے وضوء کر لے کیونکہ حدیث ہے:

﴿ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ ﴾

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے' پھر دوبارہ ہم بستری کرنا چاہے تو وضو کر لے۔''

مستدرک حاکم میں یہ لفظ زائد ہیں:

﴿ فَإِنَّهُ أَنْشَطُ لِلْعَوْدِ ﴾

''وضوء دوبارہ جماع کے لیے خوب چستی پیدا کر دیتا ہے۔''(۲)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر خاوند کی شہوت بیوی سے زیادہ ہو

سوال ہماری شادی چھ ماہ قبل ہوئی ہے اور ہمیں ہم بستری کے بارے میں ایک مشکل ہے جسے ہم ابھی تک منظم نہیں کر پائے' کیونکہ خاوند کی رغبت بہت ہی قوی اور شدید ہے' میں نے اس کی خواہش پوری کرنے کی کوشش تو کی ہے لیکن نہیں کر سکی اور اب میں بہت ہی تکلیف محسوس کرتی ہوں اور بدنی طور پر مجھ میں اس کی طاقت نہیں رہی۔

میرے خاوند نے اس سے بہت ہی برا اثر لیا ہے اور گھر میں مجھ سے علیحدہ رہنے لگا ہے۔ مجھے یہ تو علم ہے

---

(۱) [مزید دیکھیں: المفصل فی أحکام المرأۃ' تالیف الشیخ زیدان (۲۳۹/۷)]

(۲) [مسلم (۳۰۸) کتاب الحیض : باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج' ترمذی (۱٤۱) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی الجنب اذا أراد أن یعود توضأ' ابو داود (۲۲۰) کتاب الطهارة : باب الوضوء لمن أراد أن یعود' بیهقی (۲۰۳/۱)]

کہ میں اس کی رغبت کو پوری کروں' لیکن ہمارے ایک دوسرے کے بارے میں واجبات کیا ہیں؟ اگر طرفین کی رضامندی کے باوجود ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کے قریب رہنے کی طاقت نہ رکھے' تو کیا خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ اس طریقے سے مجھ سے علیحدہ ہو؟ اور کیا اسے یہ حق ہے کہ وہ میرے پاس صرف یہ تعلق قائم کرنے کے لیے ہی آئے' باوجود اس کے کہ ہم نے ابھی تک اکٹھے بات چیت بھی نہیں کی؟

ان حالات کے باوجود الحمد للہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور بہت ہی خوش ہیں اور ہر ایک دوسرے کا احترام بھی کرتا ہے' لیکن ہم اپنی زندگی کی اس مشکل کا اسلامی حل چاہتے ہیں۔

جواب خاوند پر واجب ہے کہ وہ بیوی سے حسن معاشرت اختیار کرے اور حسن معاشرت میں جماع بھی شامل ہے جو کہ اس پر واجب ہے۔ جمہور علمائے کرام نے ہم بستری کے لیے مدت مقرر کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک کے لیے جماع چھوڑا جا سکتا ہے اور صحیح تو یہی ہے کہ وہ کوئی مدت مقرر نہ کرے بلکہ بیوی کے لیے جتنا کافی ہو اس سے اتنی ہی ہم بستری کرے۔

امام جصاصؒ کہتے ہیں:

خاوند پر ضروری ہے کہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرے۔(۱)

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

خاوند پر اپنی بیوی کی کفایت کے حساب سے ہم بستری کرنا واجب ہے۔(۲)

جب خاوند بیوی کو ہم بستری کے لیے بلائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی بات تسلیم کرے' اگر وہ انکار کرے گی تو نافرمان ہو گی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ

''جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف (ہم بستری کے لیے) بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس (بیوی) پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''(۳)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

جب خاوند بیوی کو ہم بستری کے لیے بلائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے کیونکہ یہ اس پر

---

(۱) [أحكام القرآن للجصاص (۳۷٤/۱)]

(۲) [الاختيارات الفقهية (ص/ ۲٤٦)]

(۳) [بخاري (۵۱۹۳) كتاب النكاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها' مسلم (۱٤۳٦) كتاب النكاح : باب تحريم امتناعها من فراش زوجها]

فرض اور واجب ہے اور جب بھی وہ اس کے لیے راضی نہیں ہوگی تو نافرمان ہوگی۔(۱)

خاوند کے لیے جائز نہیں کہ وہ بیوی کے ساتھ اس کی طاقت سے زیادہ ہم بستری کرے۔ اگر وہ بیماری کی وجہ سے معذور ہو یا پھر کسی اور وجہ سے اس کی برداشت سے باہر ہو تو وہ ہم بستری سے انکار پر گناہگار نہیں ہوگی۔

حافظ ابن حزمؒ کہتے ہیں:

لونڈی اور آزاد عورت پر فرض ہے کہ جب اس کا مالک اور خاوند اسے ہم بستری کی دعوت دے تو وہ اس کی بات قبول کرے اور انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جب وہ حائضہ یا مریض ہو اور ہم بستری اس کے لیے تکلیف دہ ہو یا اس نے فرض روزہ رکھا ہو تو پھر انکار کر سکتی ہے اور اگر بغیر کسی عذر کے انکار کرے تو وہ ملعون ہے۔(۲)

ایسی بیوی جسے خاوند کی زیادہ ہم بستری نقصان یا تکلیف دیتی ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے خاوند سے مصالحت کرے اور اس کے ساتھ اپنی برداشت کے مطابق ہم بستری کی تعداد متعین کرلے اور اگر وہ اس سے زیادہ کرے کہ جس سے اسے تکلیف ہو تو پھر اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا معاملہ عدالت میں لے جائے اور قاضی کو بیان کرے اور قاضی کو حق ہے کہ وہ اس کے لیے تعداد متعین کرے جو خاوند اور بیوی دونوں پر لازم ہو۔

اب جبکہ آپ کے ملک میں شرعی عدالت نہیں تو بیوی کو چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں اپنے خاوند کے ساتھ متفق ہو کر اسے حل کرے اور اسے واضح طور پر اپنے خاوند سے بات کرنی چاہیے اور اس کے سامنے وہ آیات اور احادیث بیان کرے جس میں حسن معاشرت کا ذکر ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ خاوند بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے۔ اور بیوی کو اپنے خاوند کے لیے یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ وہ اس سے انکار تو نہیں کرتی لیکن جو چیز اس کے لیے نقصان دہ ہے اور جس کی وہ متحمل نہیں وہ اس سے انکار کرتی ہے۔

ہم سوال کرنے والی بہن کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خاوند کے معاملے میں صبر و تحمل سے کام لے اور اس معاملے کو حسب استطاعت برداشت کرے اور اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ اسے اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجر و ثواب بھی ملے گا۔

اور خاوند پر بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کا خوف اپنے ذہن میں رکھے اور اس پر ایسا کام مسلط نہ کرے جو اس کی برداشت سے باہر ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے۔ اگر اس کی شہوت اتنی ہی زیادہ ہے کہ اسے ایک بیوی کافی نہیں تو پھر وہ اس کا حل کیوں نہیں تلاش

---

(۱) [الفتاوی الکبری (۱٤٥/۳)]

(۲) [المحلی لابن حزم (٤٠/١٠)]

کرتا۔ ہوسکتا ہے یہ مشکل خاوند اور بیوی کے مابین تعلقات میں خرابی اور ناچاقی کا باعث بن جائیں یا وہ اس سے بھی خطرناک کام میں پڑ جائے کہ اپنی شہوت کو حرام طریقے سے پوری کرنا شروع کر دے۔

اس مشکل کا ایک حل یہ بھی ہے کہ وہ دوسری شادی کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کے لیے ایک وقت میں چار بیویاں رکھنا جائز قرار دیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ان میں عدل وانصاف کرنے کی طاقت رکھتا ہو بصورت دیگر یہ جائز نہیں۔ اور اس مشکل کا حل یہ بھی ہے کہ وہ کثرت سے روزے رکھے اس لیے کہ روزے شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔ ایک حل یہ بھی ہے کہ شہوت کم کرنے والی ادویات استعمال کرے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ نقصان دہ نہ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرمائے۔

......(شیخ محمد المنجد)....

اگر خاوند بیوی کی خواہش پوری نہ کرتا ہو

سوال مجھے اپنے خاوند کے ساتھ معاملہ کرنے میں ایک مشکل ہے۔ میں جانتی ہوں کہ جب بھی خاوند مجھے اپنے کمرے میں بلائے میرے لیے جانا ضروری ہے خواہ میں کسی بھی حال میں ہوں اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ جھوٹ ایک بہت ہی بری اور گندی چیز ہے' لیکن میرے نزدیک سب سے بڑی چیز خاوند کو راضی کرنا ہے۔ کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اسے یہ باور کراؤں کہ میری خواہش پوری ہو چکی ہے؟

مجھے یہی مشکل پیش آتی ہے اور میں نہیں چاہتی کہ اپنے خاوند کو پریشان کروں کیونکہ وہ میری خواہش کو مکمل طور پر پورا نہیں کر سکتا۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلے میں میری کچھ مدد کریں اور اپنی دعاؤں میں مجھے نہ بھولیں۔

جواب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو صبر کرنے اور رب کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے خاوند کی رغبت پر لبیک کہنے اور اطاعت کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے جس مشکل کا ذکر کیا ہے اس کا علاج اور حل یہی ہے کہ آپ صراحت سے اسے بتا دیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ خاوند کو پریشان کریں یا اس پر کمزوری کی تہمت لگائیں' کیونکہ یہ مشکل بعض اوقات شوہر کو بعض چیزوں کا شعور نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جنسی کمزوری کی وجہ سے نہیں۔ بعض اوقات خاوند جماع کرنے چلا آتا ہے لیکن بعض ایسے اُمور کو ترک کر دیتا ہے جن کا کرنا ضروری ہوتا ہے' جن کی وجہ سے عورت کی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے آپ کچھ کتابوں سے بھی معاونت حاصل کر سکتی ہیں جو مرد اور عورت کے مابین تعلقات کی اساس ہوں مثلاً محمود مہدی استنبولی کی کتاب

"تحفۃ العروس" (اس کا اُردو ترجمہ بھی موجود ہے) وغیرہ۔(۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ خاوند سے بات چیت کرنے میں کوئی مانع وحرج نہیں اور اسے اس قسم کی کتابیں پڑھنے کی رہنمائی کرنا بھی مفید ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی چاہیے کہ شوہر کو اپنی طرف راغب کرنے والے کچھ کام کرے مثلاً بناؤ سنگھار اور اس سے محبت وغیرہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرمائے۔

......(شیخ عبدالکریم)......

اگر شوہر چار ماہ میں صرف ایک ہی بار ہم بستری کرے

سوال سلام کے بعد ایک عورت کا کہنا ہے کہ وہ اسلام میں عورت کے حقوق کے متعلق ایک سوال پوچھنا چاہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی سے چار ماہ بعد ہی ہم بستری کرے اور یہ عورت کی رغبت کو پورا نہ کرتا ہو تو کیا اسلام میں اس کا کوئی حل ہے؟

جواب بلاشبہ یہ فعل غلط ہے اور معاشرت زوجیت کے بھی خلاف ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

"اور تم ان (عورتوں) کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو۔"(۲)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

"اور ان (عورتوں) کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان (مردوں) کے ہیں' اچھے اور احسن انداز میں۔"(۳)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"(٤)

---

(۱) [نیز اس ضمن میں راقم کی کتاب "نکاح کی کتاب" بھی لائق مطالعہ ہے۔ (مرتب)]

(۲) [النساء : ۱۹]

(۳) [البقرة : ۲۲۸]

(٤) [صحيح : الصحيحة (۲۸۵) صحيح الجامع (۳۳۱٤) ترمذی (۳۸۹۵) كتاب المناقب : باب فضل أزواج النبي' دارمی (۱۵۹/۲)]

اس بنا پر خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اس طرح معاشرت اختیار کرے جو اس کی ضرورت اور خواہش پوری کر سکتی ہو، یہ کوئی اچھی معاشرت نہیں کہ بیوی سے اتنی مدت تک علیحدگی اختیار کی جائے جو چار ماہ تک جا پہنچے اور پھر اگر عورت اس سے تکلیف محسوس کرتی ہے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

چاندرات اور عید کے روز ہم بستری

سوال: چاندرات اور عید کے دن ہم بستری کرنے کا کیا حکم ہے (میرا سوال دونوں عیدوں کے بارے میں ہے)؟ میں نے کچھ دوست احباب سے سنا ہے کہ یہ جائز نہیں۔

جواب: آپ نے جو اپنے دوست احباب سے بات سنی ہے وہ صحیح نہیں' چاندرات اور عید والے دن بیوی سے ہم بستری کرنا مباح ہے' ہم بستری تو صرف مندرجہ ذیل حالتوں میں حرام ہے:

1۔ رمضان میں دن کے وقت

2۔ حج اور عمرہ کے احرام کی حالت میں

3۔ جب عورت حیض یا نفاس والی ہو

......(شیخ سعد الحمید)......

بیوی کی پچھلی جانب سے ہم بستری کا حکم

سوال: کیا آدمی کے لیے اپنی بیوی کی پچھلی جانب سے ہم بستری جائز ہے؟

جواب: شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کی پچھلی جانب سے ہم بستری کرے جبکہ دخول پشت (پاخانے کی جگہ) میں نہیں بلکہ اگلی جانب (یعنی پیشاب کی جگہ) میں ہو۔ (کیونکہ) پشت کی جگہ میں دخول کرنا حرام ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بیوی کا دودھ چوسنے کا حکم

سوال: دورانِ جماع میں نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو کیا اس کا دودھ میرے لیے حلال ہے؟

جواب: سوال کا جواب دینے سے قبل رضاعت کے احکام بیان کرنا ضروری ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ رضاعت کی وجہ سے حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ
''اور تمہاری وہ مائیں (تم پر حرام ہیں) جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔''(۱)

اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔''(۲)

اور علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ رضاعت کی وجہ سے نکاح کی حرمت اور اسی طرح محرم اور اس کے ساتھ خلوت ثابت ہو جاتی ہے اور دیکھنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

البتہ رضاعت کے مؤثر ہونے کی کچھ شرطیں ہیں' مثلاً یہ کہ رضاعت دو سال کے دوران واقع ہوئی ہو۔ کیونکہ قرآن میں مدت رضاعت دو سال بیان ہوئی ہے۔(۳)

جمہور علمائے کرام کا یہی مسلک ہے اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرام وغیرہ کا بھی اسی پر عمل ہے کہ حرمت اسی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے جو دو سال سے کم عمر میں ہو اور دو برس کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اس پر صحابہ کرام سے بھی آثار موجود ہیں:

ابو عطیہ ودائیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا' میرے ساتھ میری بیوی تھی' اس کا دودھ اس کے پستانوں میں رک گیا تو میں نے اسے چوس کر پھینکنا شروع کر دیا' بعد میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے کیا فتویٰ دیا؟ اس شخص نے ان کا فتویٰ بیان کر دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر کہا' ابو موسیٰ! کیا آپ اسے دودھ پیتا بچہ سمجھ رہے ہیں؟ رضاعت تو وہ ہے جس سے خون اور گوشت بنے۔ تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہنے لگے' جب تک آپ لوگوں میں حبر الأمة یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں مت پوچھو۔(٤)

امام مالکؒ نے بھی موطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رضاعت تو اس کے لیے ہے جس نے بچپن میں دودھ پلایا اور بڑی عمر کے آدمی کی رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں' اس کی سند صحیح ہے۔

عبداللہ بن دینارؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے بڑے شخص کی رضاعت کے بارے میں سوال کرنے لگا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا' ایک

---

(۱) [النساء : ۲۳]

(۲) [مسلم (۱٤٤٤) کتاب الرضاع : باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة]

(۳) [البقرة : ۲۳۳]

(٤) [مصنف عبد الرزاق (٤٦٣/۷)' (۱۳۸۹)]

شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری ایک لونڈی تھی جس سے میں ہم بستری کرتا تھا' میری بیوی نے اسے دودھ پلا دیا' پھر میں جب اس کے پاس جانے لگا تو میری بیوی کہنے لگی اس سے دور ہو جاؤ' اللہ کی قسم! میں نے اسے دودھ پلا دیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' اسے (اپنی بیوی کو) سزا دو اور اپنی لونڈی کے پاس جاؤ اس لیے کہ رضاعت تو صرف بچے کی ہے۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ

تحریم رضاعت میں یہ شرط ہے کہ وہ دو سال میں ہو' اکثر اہل علم کا یہی قول ہے' اسی طرح عمر، علی، ابن عمر، ابن مسعود، ابن عباس، ابو ہریرہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی روایت ہے' صرف عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت نہیں۔

امام شعبی رحمہ اللہ، ابن شبرمہ رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام اسحٰق رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو ثور رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

بڑے آدمی کی رضاعت مؤثر نہیں' اس لیے کہ رضاعت وہ مؤثر ہے جو پانچ یا اس سے زیادہ رضعات پر مشتمل ہو اور دو سال کی عمر سے پہلے پہلے ہو۔ لہٰذا اگر کوئی اپنی بیوی کا دودھ چوستا ہے یا پیتا ہے تو وہ اس کا بیٹا نہیں بنے گا۔

ثابت ہوا کہ بیوی کا دودھ چوسنے سے کچھ بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

یاد رہے کہ حرمت رضاعت کی دوسری شرط یہ بھی ہے کہ رضاعت کی تعداد پانچ ہو' یعنی بچہ پانچ بار (عورت کا دودھ پی کر) اپنی خوراک پوری کرے۔ مراد یہ ہے کہ بچہ ایک بار ماں کا دودھ منہ میں ڈالے اور پھر پینے کے بعد خود ہی باہر نکال دے' تو اس طرح پانچ بار ہونا چاہیے۔ لیکن اگر بچہ سانس لینے یا پھر ایک پستان کو چھوڑ کر دوسرے کو منہ میں ڈالنے کے لیے پہلے کو منہ سے نکالے تو اسے ایک رضاعت نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ ایک رضاعت مکمل تب ہو گی جب بچہ خوب سیر ہو کر دودھ پی لے' اس کی بھوک مٹ جائے اور پھر پستان اپنی مرضی سے منہ سے نکال دے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

پانچ رضعات کی دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:

عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ' پہلے قرآن میں یہ حکم اترا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر یہ منسوخ ہو گیا اور یہ (نازل ہوا کہ) پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کا سبب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی

تو یہ قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔(۱)

یعنی بہت دیر بعد اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی حتی کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے اور کچھ لوگوں کو اس کے منسوخ ہونے کی خبر نہ مل سکی۔ جب اس کی تلاوت کے منسوخ ہونے کا انہیں علم ہوا تو انہوں نے بھی اسے ترک کر دیا اور سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ اس کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی رکھا گیا ہے' یعنی حکم کے بغیر صرف تلاوت ہی منسوخ ہے۔ یہ بھی نسخ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

○ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے بھی ایک ایسا ہی سوال کیا گیا جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

میرا ایک دوست مصر میں مقیم ہے' اس نے مجھے پیغام بھیجا ہے اور اپنے درج ذیل پیش آمدہ مسئلے کے بارے میں آپ سے پوچھنے کا کہا ہے:

اپنی بیوی سے ہم بستری کے دوران بلا قصد و ارادہ اس کی بیوی کا کچھ دودھ اس کے منہ میں داخل ہو گیا تو وہ فوراً اٹھا اور اس نے جو کچھ بھی منہ میں تھا تھوک دیا' منہ کو دھویا اور اپنے رب سے بہت زیادہ استغفار کیا اور اس وجہ سے وہ اب تک بہت پریشان ہے اور کیا اس وقت جو اس کا بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا ہے اس کا بیٹا بھی ہے اور (رضاعی) بھائی بھی؟ میں آپ سے افادے کا طلب گار ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تو کمیٹی نے جواب دیا:

آپ کے دوست پر اپنی بیوی کے پستان سے دودھ چوسنے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور اس نے جو دودھ چوسا ہے وہ اس کی بیوی کو اس پر حرام نہیں کرتا (کیونکہ) اس دودھ کا مطلق طور پر کوئی اثر ہی نہیں (اس لیے کہ قابل تاثیر دودھ وہی ہے جو دو سال کی عمر میں پانچ مرتبہ پیا گیا ہو' اسی سے حرمت ثابت ہوتی ہے)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

ایک بیوی کے سامنے دوسری بیوی سے ہم بستری کرنا

سوال کیا ایک سے زیادہ بیویوں والے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کی موجودگی میں

(۱) [مسلم (۱٤٥٢) كتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات ' مؤطا (۲/۸۰۲) ابو داود (۲۰۶۲) كتاب النكاح : باب هل يحرم ما دون خمس رضعات ' ترمذى (۱۱۵۰) كتاب الرضاع : باب ما جاء لا تحرم المصة ولا المصتان ' نسائى (۱۰۰/٦) ابن حبان (٤٢٠٧ ـ الإحسان)]

دوسری سے ہم بستری کرے؟

جواب ایک بیوی کی موجودگی اور اس کی آنکھوں کے سامنے دوسری بیوی سے ہم بستری کی حرمت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

(1) حسن بصریؒ کہتے ہیں:

وہ (یعنی صحابہ یا تابعین) سب اسے مکروہ سمجھتے تھے کہ ایک بیوی سے ہم بستری کی جائے اور دوسری اس کی سرسراہٹ یا آواز سنے۔ یاد رہے کہ متقدمین علمائے کرام کے ہاں کراہت تحریم کے معنی میں ہوتی ہے۔(۱)

(2) امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں:

اگر دونوں بیویاں ایک ہی گھر میں رہنے پر راضی ہو جائیں تو یہ جائز ہے' اس لیے کہ یہ ان کا حق تھا اور اس حق کو معاف کرنے کا بھی انہیں اختیار ہے۔ اسی طرح اگر وہ دونوں اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی لحاف میں سونے پر راضی ہو جائیں تو پھر بھی یہ جائز ہے۔

لیکن اگر وہ اس پر راضی ہوتی ہیں کہ ایک سے دوسری کے سامنے ہم بستری کی جائے اور وہ اسے دیکھتی رہے تو یہ جائز نہیں' اس لیے کہ اس میں مروئت کا خاتمہ اور کمینگی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کی رضا مندی سے بھی یہ چیز مباح نہیں ہوگی۔(۲)

(3) شیخ ابن عثیمینؒ کہتے ہیں:

اس کام کو صرف مکروہ خیال کرنا بہت ہی عجیب وغریب بات ہے' بلکہ اس کے ماتحت دو چیزیں ہیں:

ایک تو یہ کہ' اس سے دونوں کی شرمگاہیں دیکھی جائیں گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں پر کراہت پر ہی انحصار کرنا غلط ہے کیونکہ ستر چھپانا واجب ہے لہٰذا ایسی صورت قطعاً حرام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ' ان دونوں کی شرمگاہوں کو نہ دیکھا جا رہا ہو' تو اس میں بھی صرف کراہت کہنا درست نہیں بلکہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بالفرض اگر وہ دونوں ایک ہی لحاف میں ہیں اور مرد ایک سے مجامعت کر رہا ہے تو لازماً اس کی حرکات وسکنات دیکھی جائیں گی' لہٰذا اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ بھی حرمت کے ہی زیادہ قریب ہے۔

پس اس مسئلہ میں صحیح مؤقف یہ ہے کہ

---

(۱) [ابن أبی شیبة (۳۸۸/٤)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۱۳۷/۸)]

بیوی سے کسی کے سامنے ہم بستری کرنا حرام ہے' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب دیکھنے والا کوئی بچہ ہو جو ایسی چیزوں کا علم اور شعور نہیں رکھتا تو اس میں کوئی حرج نہیں' لیکن اگر وہ بچہ بھی جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا تصور کر سکتا اور اس کی نقل اتار سکتا ہو تو پھر اس کے سامنے بھی ہم بستری کرنا صحیح نہیں' اگرچہ وہ بچہ ہی ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے کہ بلا قصد و ارادہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے آگے بیان کرنا شروع کر دے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا شوہر بیوی کو ہم بستری پر مجبور کر سکتا ہے؟

سوال کیا مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کو انکار کرنے کی صورت میں ہم بستری پر مجبور کرے؟

جواب عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کی حاجت پوری کرنے سے روکے رکھے بلکہ جب بھی شوہر اسے بلائے اسے اس کی بات پر لبیک کہنا چاہیے' ہاں جب یہ اس کے لیے باعثِ تکلیف یا کسی واجب کام سے رکنے کا سبب بن رہا ہو تو پھر وہ رک سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف (ہم بستری کے لیے) بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس (بیوی) پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''(۱)

اگر بیوی بلا عذر شوہر کو ہم بستری کا حق نہیں دے گی تو وہ نافرمان شمار ہو گی اور ایسا کرنے سے اس کا نان ونفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہو جائے گا۔ ایسی صورت حال میں خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے' اسے بستر میں الگ کر دے اور اسے یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اسے ہلکی مار مار لے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں ہے:

﴿ وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ' اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا ﴾

''جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو' بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور

(۱) [بخاری (۵۱۹۳) کتاب النکاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ' مسلم (۱۴۳۶) کتاب النکاح : باب تحریم امتناعها من فراش زوجها]

بڑائی والا ہے۔‘‘(۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ جب بیوی اپنے آپ کو شوہر سے روک لے تو خاوند پر کیا کرنا واجب ہے؟ تو شیخ کا جواب تھا:

بیوی کے لیے شوہر کی نافرمانی حلال نہیں اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے' بلکہ اگر وہ اس کے پاس نہیں جاتی اور اسی پر مصر رہتی ہے کہ وہ ہم بستری کا حق ادا نہیں کرے گی تو خاوند اسے مار کی ہلکی سی سزا دے سکتا ہے اور وہ بیوی خرچہ کی تقسیم کی مستحق بھی نہیں رہے گی۔(۲)

شیخ الاسلام سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ' ایک شخص کی بیوی نافرمانی کرتی ہے اور شوہر کو ہم بستری کا حق ادا نہیں کرنے دیتی تو کیا اس کی خوراک اور لباس کا خرچ ساقط ہو جائے گا؟ اور اس پر کیا واجب ہے؟ تو شیخ کا جواب تھا:

جب وہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد نہیں کرتی اور اس کا حق ادا نہیں کرتی تو اس کا نان ونفقہ اور لباس کا خرچ ساقط ہو جائے گا' اور خاوند کے لیے جائز ہے کہ اگر وہ نافرمانی پر مصر رہے تو اسے مار کی ہلکی سی سزا دے جو زیادہ شدید نہ ہو۔ بیوی کے لیے یہ حلال نہیں کہ جب اس کا شوہر اسے ہم بستری کے لیے بلائے تو وہ اس سے انکار کر دے۔ بلکہ ایسی حالت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان شمار ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو آسمان والا اس پر صبح تک ناراض رہتا ہے۔''(۳)

لہٰذا سب سے پہلے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو وعظ ونصیحت کرے اور اسے سمجھائے' اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرائے کہ اگر وہ ایسا کرے گی تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور فرشتوں کی لعنت ہوگی' اگر وہ نصیحت نہ سنے تو پھر اپنا بستر اس سے علیحدہ کر لے اور اگر پھر بھی نہ مانے تو اس کا نان ونفقہ بند کر دے۔ نیز اس کے لیے جائز ہے کہ اسے طلاق دے دے یا پھر وہ اس سے خلع کر لے تا کہ وہ اس سے اپنا مال واپس حاصل کر سکے۔

اسی طرح لونڈی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مالک کی بات تسلیم نہ کرے اور بلاعذر اس کی رغبت پوری کرنے سے گریز کرے۔ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو نافرمان ہوگی۔ مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے ادب سکھانے کے لیے ہر وہ طریقہ اختیار کرے جس کی شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہے۔

......(شیخ دکتور خالد)......

---

(۱) [النساء: ۳٤]

(۲) [مجموع الفتاوی (۲۷۹/۳۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی (۲۷۸/۳۲)]

بیوی سے عزل کرنا تا کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکے

سوال: جب دو سال یا اس سے بھی زیادہ مدت کی تعلیم باقی ہو تو کیا بیوی سے عزل یا کوئی اور صورت جائز ہو سکتی ہے کہ حمل نہ ٹھہرے اور وہ اپنی تعلیم مکمل کر لے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام میں نکاح کے مقاصد میں نسل کا وجود اور کثرتِ امت شامل ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''میں (روز قیامت) تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں' اس لیے تم بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی خواتین سے ہی نکاح کرو۔''(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ بیوی سے عزل کرنا یعنی بیوی کی شرمگاہ سے باہر ہی منی خارج کر دینا' ایک شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس میں بیوی کی اجازت ہو۔ اگر وہ اس کی اجازت دے تو پھر شوہر عزل کر سکتا ہے کیونکہ بیوی کو بھی استمتاع اور بچے کا حق ہے اور عزل کرنے سے یہ دونوں حق ختم ہو جاتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

﴿ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ ﴾

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن بھی نازل ہو رہا تھا۔''(۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ سفیانؒ نے کہا' اگر اس سے منع کیا جانا ہوتا تو قرآن مجید ہمیں منع کر دیتا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ

علمائے کرام کے ایک گروہ نے عزل کو حرام قرار دیا ہے لیکن ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیوی کی اجازت سے عزل کرنا جائز ہے۔ (واللہ اعلم)(۳)

---

(۱) [صحیح : إرواء الغليل (۱۷۸٤) آداب الزفاف (ص / ۱۳۲-۱۳۳) ابو داود (۲۰۵۰) كتاب النكاح : باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء ' أحمد (۱٥۸/۳) الحلية لأبي نعيم (۲۱۹/٤) طبرانی أوسط كما في المجمع (۲۲۳٥) ابن حبان (٤۰۲۸) بيهقي (۸۱/۷)]

(۲) [بخاري (٥۲۰۹) كتاب النكاح : باب العزل ' مسلم (۱٤٤۰) كتاب النكاح : باب حكم العزل ' أبو يعلى (۲۱۹۳) ترمذي (۱۱۳۷) كتاب النكاح : باب ما جاء في العزل ' أحمد (۳۷۷/۳) بيهقي (۲۲۸/۷)]

(۳) [مجموع الفتاوى (۱۱۰/۳۲)]

تیسری بات یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے لیے بالاتفاق مقرر مدت تک نسل کی حد بندی کرنا جائز ہے لیکن یہ کام مستقل نہیں ہونا چاہیے اور اس کے جواز میں بھی یہ شرط ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ استعمال نہ کیا جائے جو عورت کے لیے نقصان دہ ہو۔

شیخ ابن عثیمینؒ کہتے ہیں:

اگر کسی عورت کو بہت زیادہ حمل ہوتا ہو اور وہ حمل اسے بہت زیادہ کمزوری تک پہنچا دیتا ہو اور اس وجہ سے وہ یہ چاہتی ہو کہ اسے ہر دو سال بعد حمل ٹھہرے تو اس کے لیے منع حمل جائز تو ہے مگر یہ شرط ہے کہ اس کے خاوند نے اسے اس کی اجازت دی ہو اور ایسا کرنے سے اسے ذاتی طور پر بھی کوئی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ (واللہ اعلم)

……(شیخ محمد المنجد)……

ہم بستری کے بعد عریاں حالت میں ہی کمرے میں چلنا

سوال بیڈروم (Bed Room) میں ہم بستری کے بعد ننگا چلنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر سونے والا کمرہ بالکل علیحدہ ہو اور اس کے دروازے کھڑکیاں بالکل بند ہوں تو پھر ایسا کرنا جائز ہے' اس لیے کہ خاوند اور بیوی کے لیے ایک دوسرے کے جسم کو خوش طبعی کی نیت سے دیکھنا جائز ہے۔ حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بیوی اور لونڈی کے سوا اپنے ستر کو ہر ایک سے چھپاؤ۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے قابل ستر اعضاء کو دیکھ سکتے ہیں۔

……(شیخ محمد المنجد)……

اگر بیوی کی دعوت پر شوہر اس کی خواہش پوری نہ کرے

سوال کچھ بہنوں کا سوال ہے کہ ہم نے یہ حدیث تو سنی ہے کہ آدمی جب اپنی بیوی کو ہم بستری کی دعوت دے اور بیوی نہ جائے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو ہم بستری کی دعوت دے اور خاوند اسے قبول نہ کرے تو پھر کیا حکم ہے؟

(۱) [حسن: ارواء الغليل (۱۸۱۰) صحيح الجامع الصغير (۲۰۳) صحيح ابو داود' ابو داود (۴۰۱۷) كتاب الحمام: باب ما جاء في التعرى' ابن ماجه (۱۹۲۰) كتاب النكاح: باب التستر عند الجماع' ترمذى (۲۷۶۹) كتاب الأدب . باب ما جاء في حفظ العورة' آداب الزفاف (ص / ۳۹) حجاب المرأة المسلمة (ص / ۲۳) غاية المرام (۷۰)]

جواب: کسی بھی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو تکلیف دینے کے لیے اس سے ہم بستری ترک کر دے لیکن جب بیوی کی نافرمانی اور بد دماغی ظاہر ہو تو پھر اسے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر شوہر بیوی کو تکلیف دینے کے لیے نہیں بلکہ شہوت نہ ہونے کی وجہ سے ہم بستری ترک کرتا ہے تو بھی وہ گناہگار نہیں ہوگا کیونکہ وہ اپنی شہوت کو ابھارنے کا مالک نہیں۔

......(شیخ ابن جبرین)......

حیض اور نفاس کی مدت میں بیوی سے مباشرت

سوال: کیا حیض اور نفاس کی مدت میں بیوی سے مباشرت جائز ہے؟

جواب: حیض اور نفاس کی حالت میں بیوی سے مباشرت اور لذت حاصل کرنے کی تین قسمیں ہیں:

① بیوی سے جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے' یہ قسم تو قرآنی نص اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ ﴾

''لوگ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں' تو کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا تم حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ۔'' (۱)

② ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے مباشرت کرنا یعنی بوس و کنار اور معانقہ وغیرہ' اس کے حلال ہونے پر سب علمائے کرام کا اتفاق ہے۔(۲)

③ ناف اور گھٹنوں کے درمیان قبل اور دبر کے علاوہ مباشرت کرنا' اس کے جواز میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اس کی حرمت کے قائل ہیں، جبکہ امام احمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ بعض مالکیہ' شافعیہ اور احناف بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ دلائل کے اعتبار سے یہی قول قوی ہے اور اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

---

(۱) [البقرة: ۲۲۲]

(۲) [المغني لابن قدامة (۱/ ۴۱۴)]

جواز کے قائل حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل پیش نظر رکھے ہیں:

(1) ﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾

''تم حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ۔'' (۱)

شیخ ابن عثیمین کہتے ہیں کہ

''محیض'' سے حیض والی جگہ اور مدت مراد ہے اور اس کی جگہ (صرف) شرمگاہ ہے لہٰذا جب تک وہ حالتِ حیض میں ہے جماع حرام ہوگا۔ (۲)

امام ابن قدامہ کہتے ہیں کہ

خون والی جگہ سے علیحدہ رہنے کی تخصیص اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے علاوہ (رانوں اور پشت وغیرہ سے استمتاع) جائز ہے۔ (۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہودیوں کی کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کے ساتھ نہ کھاتے پیتے اور نہ ہی اسے اپنے گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی ''آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے' حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو...... آیت کے آخر تک' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

''جماع وہم بستری کے علاوہ سب کچھ کرو۔''

جب یہودیوں کو اس کا پتہ چلا تو کہنے لگے اس شخص کو ہمارے ہر کام میں مخالفت ہی کرنا ہوتی ہے۔ (٤)

حافظ ابن قیم اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ

اس سے ظاہر ہے کہ حرمت تو صرف حیض والی جگہ میں ہے یعنی صرف جماع حرام ہے۔ اس کے علاوہ باقی (اعضاء سے لطف اندوز ہونا) مباح ہے اور جن احادیث میں چادر باندھنے کا ذکر ہے وہ اس کے مخالف نہیں کیونکہ وہ گندگی سے بچنے کے لیے زیادہ بہتر طریقہ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حیض کے ابتدائی اور آخری ایام میں

---

(۱) [البقرة: ۲۲۲]

(۲) [شرح الممتع (۱/۴۱۳)]

(۳) [المغني لابن قدامة (۱/۴۱۵)]

(٤) [مسلم (۳۰۲) كتاب الحيض: باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله' أحمد (۳/۱۳۲) دارمي (۱/۲٤٥) أبو داود (۲۵۸) ترمذي (۲۹۷۷) نسائي (۱/۱۸۷) ابن ماجة (٦٤٤) بيهقي (۱/۳۱۳) ابن حبان (۱۳۵۲) أبو عوانة (۱/۳۱۱)]

فرق کر دیا جائے اور خون کی زیادتی کے وقت ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ چادر سے ڈھانپنا مستحب ہو۔

(3) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حیض کی حالت میں (اپنی ازواج سے) کچھ کرنا چاہتے تو بیوی کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیتے۔(۱)

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ

حیض کی حالت میں خاوند پر اپنی بیوی سے جماع حرام ہے' لیکن اسے یہ حق ہے کہ جماع کی جگہ کے علاوہ اور جگہ پر مباشرت کرے۔(۲)

اور مرد کے لیے بہتر یہ ہے کہ اگر وہ بیوی سے حیض کی حالت میں لذت حاصل کرنا چاہے تو اسے کہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کوئی چیز پہن لے' پھر اس کے علاوہ باقی حصے میں مباشرت کر لے۔اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

''جب ہم میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو اسے تہبند باندھنے کا حکم دیتے' اور اس وقت حیض زور پر ہوتا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مباشرت کرتے۔''(۳)

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے حیض کی حالت میں چادر کے اوپر مباشرت کیا کرتے تھے۔(٤)

تنبیہ: اوپر جو بھی احکام بیان کیے گئے ہیں ان میں حیض اور نفاس والی عورتیں برابر ہیں۔امام ابن قدامہؒ نے بحالتِ حیض بیوی سے مباشرت کرنے کی اقسام بیان کرنے کے بعد کہا ہے' اور نفاس والی عورتیں بھی اس میں حیض والیوں کی طرح ہی ہیں۔(٥)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

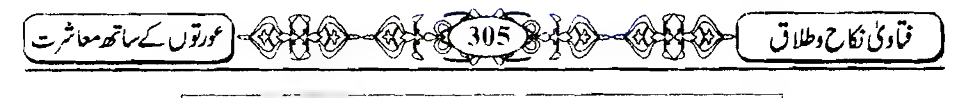
(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲٤۲) کتاب الطهارة : باب فی الرجل یصیب منها ما دون الجماع' ابو داود (۲۷۲)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۵۹۰۵)]

(۳) [بخاری (۳۰۲) کتاب الحیض : باب مباشرة الحائض' أحمد (۱۷۳/٦) دارمی (۲٤۲/۱) مسلم (۲۹۳) أبو داود (۲٦۸) ترمذی (۱۳۲) ابن ماجة (٦۳۵) ابن الجارود (۱۰٦) أبو داود طیالسی (۲۳۷) الإحسان لابن حبان (٤٦۷/۲) بیهقی (۳۱۰/۱) شرح السنة (٤۱۱/۱)]

(٤) [مسلم (۲۹٤) کتاب الحیض : باب مباشرة الحائض فوق الازار]

(٥) [المغنی لابن قدامة (٤۱۹/۱)]



دورانِ حیض ونفاس عورت سے الگ رہنے کی حکمت

سوال: حیض اور نفاس کی حالت میں ہم بستری کی حرمت میں کیا حکمت ہے؟ اور اگر حرمت کا سبب خون ہے کیونکہ وہ پلید اور نجس ہے تو پھر کیا کنڈوم (غبارہ) استعمال کر کے ہم بستری کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مردوں پر بیویوں سے دورانِ حیض ہم بستری حرام کی ہے۔قرآن کریم نے حرمت کی علت بیان کرتے ہوئے اسے گندگی سے تعبیر کیا ہے۔فرمایا:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ﴾

"لوگ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں' تو کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا تم حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔" (۱)

اس کے متعلق علمی ریسرچ بھی ہمارے سامنے گندگی کا ہی انکشاف کرتی ہے لیکن وہ بھی پوری طرح اس گندگی تک نہیں پہنچ سکی جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

ڈاکٹر محی الدین العلمی کا کہنا ہے:

حیض والی عورت سے حالت حیض میں جماع کرنے سے رکنا واجب اور ضروری ہے۔اس لیے کہ اس سے جماع اور ہم بستری کرنے کی بنا پر حیض کے خون میں شدت اور تیزی پیدا ہوتی ہے' کیونکہ رحم کی رگیں دباؤ کا شکار اور رکی ہوتی ہیں' ان کا پھٹنا آسان ہوتا ہے اور یہ جلدی خراب ہو جاتی ہیں۔اسی طرح اندرونی پردے میں خراشوں کا پیدا ہونا بھی آسان ہوتا ہے جس کی بنا پر جلن اور خارش کے پیدا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں جو رحم کے اندر بھی سوجن اور جلن پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔اسی طرح مرد کے عضو تناسل میں بھی جلن اور خارش پیدا ہوتی ہے جس کا سبب عورت سے دورانِ جماع خراش وغیرہ کا پیدا ہونا ہے۔اسی طرح حائضہ عورت سے جماع کرنا خاوند اور بیوی کے مابین نفرت کا باعث بنتا ہے جس کا سبب گندے خون کی موجودگی اور اس کی بدبو ہے' جو ہوسکتا ہے مرد پر اثر انداز ہو اور اسے روک (یعنی جنسی عمل نہ کرنے) کی بیماری لگ جائے۔

ڈاکٹر محمد البار حیض کی گندگی کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رحم کے اندر کا پردہ مکمل طور پر حیض کے دوران الٹ دیا جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پورا رحم خارش زدہ ہو جاتا

(۱) [البقرة:۲۲۲]

ہے جس طرح کہ جلد اتری ہوئی ہو اور اس میں آسانی سے بے حسی پیدا کرنے والے بیکٹیریا کے حملے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔اس صورت میں مرد کے عضو تناسل پر موجود جراثیم آسانی سے رحم میں داخل ہو جاتے ہیں جو کہ رحم کے لیے بہت ہی خطرناک ہیں۔اس لیے حیض کی حالت میں عورت سے ہم بستری کا نتیجہ صرف یہی ہے کہ رحم میں ایسے جراثیم داخل ہو جائیں جن سے دفاع کی اس کے اندرونی نظام میں طاقت نہیں۔

ڈاکٹر بار کا یہ بھی خیال ہے' اس گندگی میں ہم بستری صرف رحم میں لا علاج جراثیم داخل کرنے کا ہی موجب نہیں بنتی بلکہ اس سے اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری بیماریاں لگتی ہیں:

1- جلن اور سوجن رحم کے منہ تک پہنچ کر اسے بند کر دیتی ہے' جو بعض اوقات بانجھ پن تک لے جاتی ہے اور یا پھر رحم کے باہر ہی حمل ہو جاتا ہے' ایسا حمل مطلق طور پر سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

2- پیشاب کی نالی تک جلن اور سوزش جا پہنچتی ہے اور پھر اس سے بھی آگے مثانے اور گردوں تک چلی جاتی ہے اور پیشاب کے نظام میں امراض کا پیدا ہونا بہت ہی خطرناک ہوتا ہے۔

3- حیض کے خون میں جراثیم کی کثرت اور خاص کر سیلان کے مرض کے جراثیم بہت زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

اور پھر عورت بھی دورانِ حیض جسمانی اور نفسیاتی طور پر ایسی حالت میں ہوتی ہے جو ہم بستری کی اجازت نہیں دیتی اور اگر ایسا (جماع) ہو جائے تو یہ اسے بہت ہی زیادہ اذیت دیتا ہے۔لہٰذا اسے دورانِ حیض بہت سے دردوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر بار کا کہنا ہے:

1- حیض کی حالت میں بہت قسم کی دردیں ہوتی ہیں جن کی شدت بھی عورتوں میں مختلف ہوتی ہے اور اکثر عورتیں حالتِ حیض میں کمر اور پیٹ کے نچلے حصہ میں درد محسوس کرتی ہیں اور کچھ عورتوں کو تو اتنی شدت کی درد ہوتی ہے کہ انہیں اس تکلیف سے نجات کے لیے ادویات استعمال کرنا پڑتی ہیں۔

2- اکثر عورتیں حیض کے ابتدائی ایام میں بہت شدید قسم کی تنگی اور تکلیف محسوس کرتی ہیں اور اسی طرح ان کی عقلی اور فکری حالت بھی بہت ہی زیادہ پتلی ہو چکی ہوتی ہے۔

3- بعض عورتوں کو تو آدھے سر کی درد ہوتی ہے اور یہ دردیں تھکا دینے والی ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ پانی کا اخراج اور قے بھی ہوتی ہے۔

4- عورت میں جنسی رغبت کی کمی واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر عورتیں تو دورانِ حیض مکمل طور پر ہم بستری سے بے رغبت ہوتی ہیں اور ان کے سارے تناسلی اعضاء تقریباً بیماری کے مشابہ ہوتے ہیں۔تو ایسے حالات

میں ہم بستری کوئی طبعی چیز نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے بلکہ اس کے برعکس بہت سی بیماریاں لگنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

5- دورانِ حیض عورت کا درجہ حرارت سو فیصد نیچے گر جاتا ہے اور درجہ حرارت گرنے کی وجہ سے نبض بھی آہستہ ہو جاتی ہے اور پھر خون کا دباؤ بھی کم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سستی وکاہلی' سر درد اور چکر سے آنے لگتے ہیں۔

ڈاکٹر بار کا یہ بھی کہنا ہے:

حائضہ عورت سے ہم بستری کرنے کی وجہ سے تکلیف' گندگی اور بیماری صرف اس عورت تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس سے جماع کرنے والے مرد میں بھی منتقل ہو جاتی ہے' جس کی بنا پر تناسلی اجزاء میں سوزش اور جلن وغیرہ پیدا کر کے بعض اوقات بانچھ پن بھی پیدا کر دیتی ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت سے نقصانات ہیں جن کا ابھی تک انکشاف نہیں ہو سکا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف گندگی سے ہی تعبیر کیا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ عورت سے دورانِ حیض ہم بستری کرنا صرف خون کی وجہ سے نہیں بلکہ اور بھی بہت سے اسباب کی بنا پر حرام ہے جن میں سے چند ایک اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔

اسی طرح مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرے کیونکہ وہ خالق ہے اور اسے یہ علم ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کون سی چیز اچھی ہے اور ان کے لیے کیا نقصان دہ ہے اور اسی نے یہ فرمایا ہے:

''حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔''

حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو اس کی حرمت کی کوئی حکمت نہ بھی معلوم ہو پھر بھی اس پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرے' راس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی بیوی سے اس مدت میں ہم بستری ترک کر دے۔البتہ اتنا یاد رہے کہ اس حالت میں مرد کو اتنی اجازت ہے کہ وہ شرمگاہ کے علاوہ عورت کے باقی بدن کے ساتھ کھیل لے اور خوش طبعی کر لے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

حائضہ اور نفاس والی عورت سے ہم بستری کب جائز ہے؟

سوال حیض اور نفاس والی عورت سے ہم بستری کب حلال ہوتی ہے؟

جواب حائضہ اور نفاس والی عورت سے صرف اس وقت ہم بستری جائز ہے جب حیض یا نفاس کا خون ختم ہو

جائے اور پھر وہ غسل کر لے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے.

﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾

''اوران (حیض والی عورتوں) کے قریب مت جاؤ حتی کہ وہ (حیض سے) پاک ہو جائیں اور جب وہ (غسل کر کے) پاک صاف ہو جائیں تو پھر ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے آنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔''(۱)

..... (سعودی فتویٰ کمیٹی) ......

حاملہ بیوی سے ہم بستری

سوال میری بیوی حمل کے آخری مرحلہ میں ہے تو کیا اس حالت میں اس سے ہم بستری کرنا جائز ہے؟ اس وقت وہ حمل کے ساتویں مہینے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب انسان کے لیے دورانِ حمل اپنی بیوی سے جب چاہے ہم بستری کرنا جائز ہے' لیکن اگر ہم بستری سے بیوی کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر ایسا کرنا حرام ہے اور اگر اسے نقصان نہیں پہنچتا لیکن تکلیف اور مشقت ہوتی ہے تو اس صورت میں بھی زیادہ بہتر یہی ہے کہ ہم بستری نہ کی جائے۔ اس لیے کہ بیوی کو تکلیف اور مشقت میں نہ ڈالنا بھی حسن معاشرت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

''اوران عورتوں کے ساتھ احسن انداز میں معاشرت اختیار کرو۔''(۲)

البتہ بیوی سے حالت حیض میں ہم بستری کرنا حرام ہے' اسی طرح پاخانے والی جگہ میں بھی حرام ہے اور حالت نفاس میں بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ مرد کو چاہیے کہ وہ ہم بستری سے اجتناب کرتے ہوئے صرف وہی کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ دورانِ حیض اس کے لیے جائز ہے کہ وہ شرمگاہ اور دبر کے علاوہ باقی جہاں چاہے استمتاع کرے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جماع و ہم بستری کے علاوہ سب کچھ کرو۔''(۳)

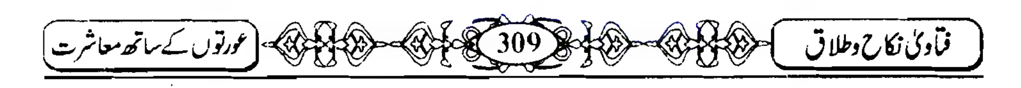
......(شیخ ابن عثیمین)......

---

(۱) [البقرة: ۲۲۲]

(۲) [النساء: ۱۹]

(۳) [مسلم (۳۰۲) كتاب الحيض: باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله' أحمد (۱۳۲/۳) دارمی (۲٤٥/۱) أبو داود (۲٥۸) ترمذی (۲۹۷۷) نسائی (۱۸۷/۱) ابن ماجة (٦٤٤) بیهقی (۳۱۳/۱) ابن حبان (۱۳٥۲) أبو عوانة (۳۱۱/۱)]



حمل ٹھہرانے والی گولیوں کا استعمال

سوال: کیا عورت کے لیے ایسی گولیاں استعمال کرنا جس سے حمل ٹھہرنے کا احتمال زیادہ ہو سکے مکروہ ہے یا حرام؟

جواب: اگر تو یہ گولیاں ایسی چیز سے تیار ہوں جو مباح اور پاکیزہ ہے تو ایسی گولیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اسے اس کے متعلق اپنے خاوند کو بتانا چاہیے۔

......(شیخ عبدالکریم)......

شادی کے بعد ابتدائی دو سالوں میں منع حمل

سوال: کیا شادی کے بعد ابتدائی دو برسوں میں میاں بیوی کی آپس کی رضامندی سے منع حمل جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا حرام تو نہیں، لیکن بہتر اور افضل یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بچے کی پیدائش سے میاں بیوی کے درمیان تعلقات اور زیادہ مضبوط ہو جائیں اور بچہ سارے خاندان والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

ہم بستری کب حرام ہے؟

سوال: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسلامی مہینوں کی کون سی رات کو ہم بستری کرنا جائز نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ مہینے کے شروع میں چاند کی پہلی رات کو (حدیث کے مطابق) ہم بستری کرنا جائز نہیں تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور رات بھی (حکم میں ایسی) ہے؟

جواب: آپ نے یہ جو کچھ سن رکھا ہے، سب غلط اور بے بنیاد ہے، ہمیں اس کے متعلق کسی حدیث کا علم نہیں، بلکہ مرد کے لیے کسی بھی وقت اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا جائز ہے، صرف جب وہ حج یا عمرہ کے احرام میں ہو یا پھر روزہ سے ہو تو اس حالت میں ہم بستری حرام ہے اور روزہ کے دوران بھی صرف دن کو حرام ہے رات کو نہیں یا پھر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو تو بھی ہم بستری کرنا حرام ہے۔ ذیل میں ہم چند ایک دلائل پیش کرتے ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾

''حج کے مہینے مقرر ہیں' اس لیے جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے اور گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچا رہے۔'' (۱)

(2) ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ ' هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾

''روزے کی راتوں کو اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے' وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔'' (۲)

مذکورہ آیت میں ''رفث'' سے مراد بیوی سے ہم بستری اور اس سے متعلقہ کام ہیں۔

(3) ایک اور مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾

''لوگ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں' تو کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا تم حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ۔'' (۳)

......(شیخ محمد المنجد)......

پشت میں ہم بستری حرام ہے

سوال ایک آدمی نے اپنی بیوی کے سامنے اس کی پشت میں ہم بستری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا' تو کیا دینی نقطہ نظر سے یہ صحیح ہے؟

جواب یہ عمل گناہ ہے اور حدیث میں جید سند کے ساتھ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَلْعُوْنٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا ﴾

''وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کے پاس اس کی پشت میں ہم بستری کے لیے آئے۔'' (٤)

......(شیخ ابن باز)......

---

(۱) [البقرة: ۱۹۷]

(۲) [البقرة: ۱۸۷]

(۳) [البقرة: ۲۲۲]

(٤) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۵۸۸۹) ابو داو (۲۱٦۲) کتاب النکاح: باب فی جامع النکاح' صحیح الترغیب (۲٤۳۲) کتاب الحدود وغیرها: باب الترهیب من اللواط واتیان البهیمة والمرأة فی دبرها' آداب الزفاف (ص/ ۳۳)]

○ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے بیوی کی پشت میں جماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

بیوی کی پشت میں جماع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے' البتہ اس کے ذریعے عورت کو طلاق نہیں ہوتی اور جو ایسا کرے گا اس پر واجب ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بیوی سے لطف اندوز ہوتے وقت محبت بھری باتوں میں غلو کرنا

سوال: میں اور میرا خاوند ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں' وہ مجھے عجیب وغریب سی باتیں کہتا ہے مثلاً تیرا لعاب جنت کا پانی ہے وغیرہ۔ مجھے علم ہے کہ وہ مجھے راضی کرنے کے لیے ایسی باتیں کرتا ہے اور اسے حقیقی معنوں میں نہیں لیتا۔ بالآخر وہ ایسی باتیں کرنے سے رک گیا کیونکہ اسے خدشہ ہوا کہ کہیں ایسا کرنا حرام نہ ہو' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے ذرا بتائیں کہ ایسی باتیں کرنا حرام تو نہیں؟

جواب: خاوند پر ضروری ہے کہ وہ ایسی باتوں سے اجتناب کرے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو جنت میں پائی جانے والی اشیاء کے مشابہ ہو یا اس کے قریب بھی ہو۔ پھر آپ کے شوہر نے نہ تو جنت کے پانی کا تجربہ کیا ہے اور نہ ہی اس کا ذائقہ چکھا ہے۔ لہٰذا اور ایسے بہت سے جائز اور اچھے جملے ہیں جو ایسی تمام باتوں سے مستغنی کر دینے والے ہیں' انہیں استعمال کرنا چاہیے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

لوگوں کے سامنے بیوی کا ہاتھ چومنا

سوال: بیوی سے محبت کے اظہار کے لیے راستے میں لوگوں کے سامنے اس کا ہاتھ چومنا کیسا ہے' اگرچہ اس نے نقاب کیا ہو اور دستانے پہنے ہوں؟

جواب: یہ عمل وقار کے خلاف ہے اور لوگوں کے سامنے بے شرمی کا اظہار ہے' اس لیے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بیوی سے مباشرت کی ایک قسم ہے اور اسے آپ سب کے سامنے کر رہے ہیں' آپ اس سے اجتناب کریں۔

اس طریقے کے علاوہ بھی اس سے محبت کا اظہار کیا جا سکتا ہے اور جب آپ دونوں خلوت میں ہوں تو پھر احسن انداز میں جو چاہیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو نیکی اور بھلائی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

ہم بستری سے غسل واجب ہو جاتا ہے

سوال کیا ہم بستری کے بعد زوجین پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ بھی ہوا ہو؟

جواب جی ہاں' ان دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال (یعنی منی کا خروج) نہ بھی ہوا ہو۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ ﴾

''جب کوئی عورت کی چار شاخوں (یعنی دو بازو اور دو ٹانگوں) کے درمیان بیٹھے اور اس کے ساتھ کوشش کرے (یعنی ہم بستری کرے) تو غسل واجب ہو گیا۔''

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ ﴾

''اگرچہ انزال (منی کا اخراج) نہ بھی ہوا ہو۔''(1)

یہ حدیث وجوبِ غسل میں واضح دلیل ہے خواہ انزال نہ بھی ہوا ہو اور یہ بات اکثر لوگوں پر مخفی ہے' لہٰذا اس سے خبردار ہو جانا چاہیے۔

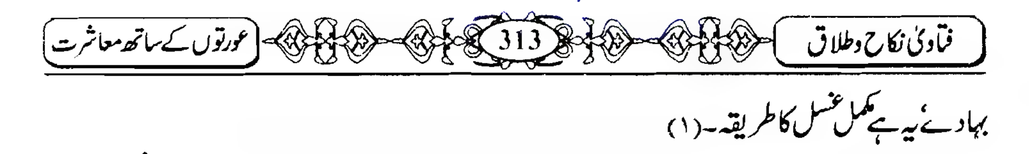
......(شیخ ابن عثیمین)......

غسل جنابت کا طریقہ

سوال غسل جنابت (یعنی وہ غسل جو بیوی سے ہم بستری یا احتلام وغیرہ کی وجہ سے واجب ہوتا ہے) کا کیا طریقہ ہے؟

جواب غسل جنابت کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص جنابت کا غسل کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئے' پھر اپنی شرمگاہ اور جسم کے جس حصے کو منی لگی ہو' کو دھوئے' پھر مکمل وضوء کرے (اگر چاہے تو قدم نہ دھوئے انہیں آخر میں دھولے)' پھر اپنا سر پانی کے ساتھ تین مرتبہ اچھی طرح تر کرے اور پھر اپنے باقی جسم پر پانی

(1) [بخاری (291) كتاب الغسل : باب إذا التقى الختانان ' مسلم (348) كتاب الحيض : باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانين ' أبو داود (216) كتاب الطهارة : باب في الإكسال ' ابن ماجة (608) كتاب الطهارة وسننها : باب ما جاء في وجوب الغسل إذا التقى الختانان ' دارمی (194/1) دار قطنی (113/1) بیهقی (164/1) أحمد (247/2) ابن حبان (1178)]



بہادے' یہ ہے مکمل غسل کا طریقہ۔(۱)

......(شیخ ابن عثیمین)......

بیوی کا بوسہ لینے سے غسل کا حکم

سوال: کیا بیوی سے خوش طبعی کرنے یا اس کا بوسہ لینے سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے؟

جواب: آدمی یا عورت پر محض ایک دوسرے سے خوش طبعی کرنے یا بوسہ لینے سے ہی غسل واجب نہیں ہوتا' ہاں اگر منی خارج ہو جائے تو پھر غسل واجب ہو جاتا ہے' اگر دونوں سے خارج ہوئی ہو تو دونوں پر اور اگر ایک سے خارج ہوئی ہو تو صرف اسی ایک پر۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب صرف ایک دوسرے سے خوش طبعی کی گئی ہو' یا بوس وکنار یا جسم کے ساتھ جسم ہی ملایا گیا ہو۔ اور اگر جماع وہم بستری ہو جائے تو پھر آدمی اور عورت دونوں پر ہر حال میں غسل واجب ہو جائے گا خواہ منی خارج ہوئی ہو یا نہ۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

بیوی کا بے نماز شوہر سے ہم بستری سے انکار

سوال: میرا خاوند کوئی نماز ادا نہیں کرتا اور اسی پر قائم ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ نماز ادا کرے اور میں اسے ترغیب بھی دلاتی رہی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا اور پھر وہ میری کوئی بات بھی تسلیم نہیں کرتا' اس لیے میں ہم بستری سے رک گئی ہوں۔ اب وہ کہتا ہے کہ میرا ایسا کرنا صحیح نہیں' تو کیا اس کی یہ بات درست نہیں؟

جواب: مسلمان بہن کے علم میں ہونا چاہیے کہ جو شخص مکمل نمازوں کی ادائیگی نہیں کرتا اور اسی پر قائم رہتا ہے' ایسا شخص صحابہ کرام اور اکثر اہل علم کے ہاں کافر شمار ہوتا ہے۔ اس سے نکاح کرنا اور اس کا ذبیحہ کھانا بھی جائز نہیں۔ اس طرح جب خاوند مطلقاً بے نماز ہو تو وہ بہت بڑے خطرے میں ہے اور اس کے ساتھ نکاح میں رہنا بھی درست نہیں۔ اسے اس سے ڈرانا ضروری ہے اور درست یہی ہے کہ اس سے ہم بستری بھی نہ کی جائے' حتی کہ وہ نماز کی ادائیگی شروع کر دے' کیونکہ بے نماز کافر شمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے:

(۱) [واضح رہے کہ غسل جنابت کرتے ہوئے عورت پر سر کی مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں بلکہ اسے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے سر پر تین چلو بہادے۔[مسلم (۳۳۰)] البتہ اگر وہ غسل حیض کا ارادہ رکھتی ہو تو پھر اس پر سر کی مینڈھیاں کھولنا واجب ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۱۸۸)] اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''طہارت کی کتاب: غسل جنابت کا بیان'' کا مطالعہ کیجئے۔(مرتب)]

﴿ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ﴾

"کفر وشرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔" (۱)

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ الصَّلَاةُ فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾

"بندے اور کفر وایمان کے درمیان (فرق کرنے والی) نماز ہے پس جب اس نے اسے ترک کر دیا تو اس نے شرک کیا۔" (۲)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی بھی عمل کے ترک کرنے کو کفر شمار نہیں کرتے تھے۔

اس لیے واجب ہے کہ خاوند کو اس کے اس فعل سے ڈرایا جائے۔ اگر وہ پھر بھی اس پر اصرار کرتا ہے تو پھر خاوند کے ساتھ نکاح میں رہنا جائز نہیں اس لیے کہ آپ دین اسلام پر ہیں اور وہ دین اسلام پر نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اپنی اطاعت کی توفیق دے۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے خاوند کو نصیحت کرتی رہیں اور اسے اللہ کا خوف دلائیں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسی میں خیر وبھلائی پیدا کر دے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

میاں بیوی کا ایک دوسرے سے جنسی تعلقات کے متعلق سوچنا

سوال کیا خاوند اور بیوی کا ایک دوسرے سے دور رہتے ہوئے آپس میں جنسی تعلقات کے بارے میں سوچنا جائز ہے؟

جواب جی ہاں' خاوند اور بیوی کا ایک دوسرے کے بارے میں سوچنا جائز ہے' لیکن یہاں اس مسئلے کے متعلق کچھ اُمور کی وضاحت بھی ضروری ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی سے چھ ماہ سے زیادہ غائب (یعنی دور) نہ رہے

---

(۱) [مسلم (۸۲) كتاب الإيمان : باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة ' أحمد (۳۷۰/۳) دارمي (۲۸۰/۱) أبو داود (٤٦٧٨) كتاب الصلاة : باب في رد الارجاء ' ترمذي (۲٦۱۸) ابن ماجة (۱۰۷۸) الحلية لأبي نعيم (۲٥٦/۸) بيهقي (۳٦٦/۳)]

(۲) [صحيح : شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي (۸۲۲/٤)] اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز امام منذریؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[الترغيب والترهيب (۳۷۹/۱)]

جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا تھا۔(۱)

مسلمان جب اپنی بیوی سے زیادہ مدت تک غائب رہے گا تو پھر دونوں کے لیے فتنے میں پڑنے کا گمان ہو سکتا ہے اور شیطانی وسوسے بھی اسے گھیرے رکھیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایسی سوچ اسے بہت سارے ممنوع کاموں تک لے جائے۔ کیونکہ ممکن ہے جب وہ ایسا سوچے تو اس کی شہوت میں انگیخت پیدا ہو اور وہ اسے پورا کرنے کی ضرورت محسوس کرے اور پھر یہی چیز اسے حرام کاری کی طرف لے جائے (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ چیز اسے گندی تصاویر یا دیگر حرام اشیاء کی طرف دیکھنے پر اُبھارے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی شہوت کو کم کرنے کے لیے روزہ رکھے اور اپنی نظریں نیچی رکھے اور فتنہ وفساد والی جگہوں سے بھی اپنے آپ کو بچائے اور اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور ڈر اختیار کرے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

میاں بیوی کی ٹیلی فون پر جنسی گفتگو

سوال کیا خاوند اور بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ ٹیلی فون پر جنسی بات چیت کریں جس سے شہوت میں انگیخت پیدا ہو اور دونوں یا کسی ایک کا (ہاتھ کے استعمال کے بغیر ہی) انزال ہو جائے۔ ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے' اس لیے کہ میرا خاوند ہمیشہ مسافر رہتا ہے اور ہم چار ماہ بعد ہی آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔

جواب اس میں کوئی حرج والی بات نہیں' ایسا کرنا جائز ہے۔ البتہ اس کے لیے ہاتھ کا استعمال جائز نہیں الا کہ زنا کا ڈر ہو۔ ہاں ہاتھ کے استعمال کے بغیر اگر وہ یہ تصور کر لے کہ میری بیوی میرے ساتھ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

دونوں کو اس پر متنبہ رہنا چاہیے کہ ان کی یہ گفتگو کوئی اور نہ سن رہا ہو یا پھر ان کی کوئی جاسوسی نہ کر رہا ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

میاں بیوی کا رات کو ننگا سونا

سوال کیا اسلام میں ننگا سونا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو پھر سوتے میں بیوی سے معانقہ کرنا کیا غسل واجب کر

(۱) [مصنف عبد الرزاق (۱۵۲/۷)]

دے گا یا کہ نماز کے لیے وضوء ہی کافی ہے؟

جواب: سوال کے پہلے حصے کا جواب یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ، اِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴾

''اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں' سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے' یقیناً وہ ملامتیوں میں سے نہیں۔'' (۱)

امام ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیوی اور لونڈی کے علاوہ ہر چیز سے شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے' بیوی اور لونڈی سے حفاظت نہ کرنے میں اس پر کوئی حرج نہیں۔ یہ آیت عموم پر دلالت کرتی ہے جس میں اس (یعنی شرمگاہ) کا دیکھنا' چھونا اور ملانا شامل ہے۔(۲)

سنتِ نبوی میں بھی اس کی دلیل ملتی ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

''میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو ہمارے درمیان ہوتا' وہ مجھ سے جلدی کرتے حتی کہ میں انہیں کہتی کہ میرے لیے بھی چھوڑیں' میرے لیے بھی چھوڑیں۔'' (۳)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ

داؤدیؒ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد اپنی بیوی اور بیوی اپنے مرد کی شرمگاہ دیکھ سکتی ہے' اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

''ابن حبانؒ نے سلیمان بن موسیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کی شرمگاہ دیکھتا ہے' تو انہوں نے کہا کہ میں نے (اس کے متعلق) عطاءؒ سے سوال کیا تو ان کا کہنا تھا' میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تو انہوں نے یہی حدیث (یعنی مذکورہ بالا) ذکر کی تھی۔

حافظ ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ سنتِ نبوی میں ایک اور حدیث بھی ملتی ہے' جس میں مذکور ہے کہ اپنی بیوی اور

(۱) [المومنون : ٥-٦]

(۲) [المحلی لابن حزم (٩/١٦٥)]

(۳) [مسلم (٣٢١) كتاب الحيض : باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة]

لونڈی کے علاوہ اپنے ستر کی ہر ایک سے حفاظت کرو۔(۱)

امام ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ

مرد کے لیے اپنی بیوی (اور لونڈی جس سے ہم بستری مباح ہے) کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے' اسی طرح وہ دونوں بھی مرد کی شرمگاہ دیکھ سکتی ہیں' اصلاً اس میں کوئی کراہت ہی نہیں۔(۲)

شیخ البانیؒ کہتے ہیں' جب اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے بیوی سے ہم بستری جائز قرار دی ہے تو کیا اس کی شرمگاہ کو دیکھنے سے منع کیا ہوگا؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔(۳)

سوال کا دوسرا حصہ یعنی ''اس حالت میں طہارت و پاکیزگی کا کیا حکم ہے'' کا جواب یہ ہے کہ سوتے وقت معانقہ کر کے (یعنی ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ جسم ملا کر) سونا' اگر تو اس سے نہ انزال ہوا ہے اور نہ جماع کیا گیا ہے تو غسل واجب نہیں ہوتا' بلکہ صرف وضوء ہی کر لینا کافی ہے۔ ہاں اگر مذی نکلی ہو تو اپنی شرمگاہ کو دھو کر وضوء کرنا چاہیے اور عورت بھی اپنی شرمگاہ دھو کر وضوء کرے۔ یعنی دونوں استنجاء کر کے وضوء کر لیں انہیں غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر بیوی کے جسم کے کس کس حصے کو دیکھ سکتا ہے؟

سوال کیا شرعی طور پر یہ جائز ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا سارا جسم دیکھے اور شوہر اپنی بیوی کا؟

جواب عورت کے لیے اپنے شوہر کا سارا جسم دیکھنا اور شوہر کے لیے اپنی بیوی کا سارا جسم دیکھنا جائز ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں' سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے' یقیناً وہ ملامتیوں میں سے نہیں۔''(٤)

......(شیخ ابن عثیمین)......

---

(۱) [حسن : ارواء الغليل (۱۸۱۰) صحيح الجامع الصغير (۲۰۳) صحيح ابو داود' ابو داود (٤٠١٧) كتاب الحمام : باب ما جاء في التعرى' ابن ماجه (۱۹۲۰) كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع' ترمذى (۲۷٦۹) كتاب الأدب : باب ما جاء في حفظ العورة' آداب الزفاف (ص / ۳۹) حجاب المرأة المسلمة (ص / ۲۳) غاية المرام (۷۰)]

(۲) [المحلى لابن حزم (۱٦٥/۹)]

(۳) [السلسلة الضعيفة (۳٥۳/۱)]

(٤) [المومنون : ٥-٦]

اگر شادی کے وقت پردۂ بکارت زائل ہو چکا ہو

سوال: میں ایک مسلمان عورت ہوں اور اپنے سارے افعال میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتی ہوں۔ الحمد للہ میں نے ایک مثالی شخص سے شادی کی جو اپنے تمام معاملات میں اپنی مثال آپ ہے' معاملات میں بھی بہت اچھا ہے۔ ہمارے تعلقات بہت ہی اچھے جا رہے تھے' آپس میں محبت' ایک دوسرے کا احترام' ایک دوسرے کی موافقت اور ایک دوسرے کے خاندان سے محبت وغیرہ۔

لیکن ہوائیں بھی ہر وقت کشتیوں کے موافق نہیں چلتیں' ان دنوں ہم پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ شادی کے وقت میں کنواری نہیں تھی اور میرا کنوارہ پن ضائع ہو چکا تھا' لیکن مجھے یقین ہے کہ میں بری ہوں اس لیے کہ خاوند سے قبل کسی نے مجھے چھوا تک نہیں؟

جواب: جب آپ کا خاوند عقل مند' دینی التزام کرنے والا اور آپ پر بھروسہ رکھنے والا ہے تو اس پر ضروری ہے کہ آپ کی یہ بات تسلیم کرے کہ آپ ہر بری چیز سے پاک صاف ہیں اور خاص کر جب بکارت یا کنوارہ پن کئی اور قسم کے اسباب سے بھی ضائع ہو جاتا ہے' یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ زنا جیسے فحش کام سے ہی ضائع ہو۔

یہ بھی ہم اس وقت کہیں گے کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ آپ کا پردہ زائل ہو چکا تھا' کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ دونوں نے ہم بستری کی ہو مگر پردہ بکارت پھٹا ہی نہ ہو جس وجہ سے خون نہ نکلا ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بعض اوقات پردہ بکارت میں لچک ہوتی ہے اور وہ جماع سے پھٹتا نہیں بلکہ اس کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا ہے اور اس کی دخل اندازی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بات میڈیکل میں معروف ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ بکارت تو صرف ایک علامت ہے جس کا مقام یہ نہیں کہ اسے عورت کی پاکدامنی یا بدکرداری کا نشان بنا لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پردے کی عدم موجودگی کو غالب طور پر عورت میں جرح وقدح کا سبب نہیں بنایا جاتا' اس لیے کہ اس کے زائل ہونے کے کئی ایک اسباب ہیں۔ لہٰذا ہم آپ دونوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اس معاملے کی وضاحت کے لیے ڈاکٹر سے رابطہ کریں' اس لیے کہ ایسا معاملہ پیش آ سکتا ہے۔ امید ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے آپ کا خاوند اس سے صرفِ نظر کرے گا اور اسے چاہیے کہ آپ پر حکم لگانے میں جلد بازی سے کام نہ لے اور آپ دونوں کے علم میں ہونا چاہیے کہ شیطان کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ وہ خاوند اور بیوی کے درمیان علیحدگی کرائے کیونکہ اس سے خاندانوں کے لیے بہت زیادہ فساد و بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک اس شیطان کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ پرور ہوتا ہے۔ ایک شیطان ابلیس کے پاس آتا ہے اور اسے اطلاع دیتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس کے بعد ایک اور شیطان آتا ہے' وہ اطلاع دیتا ہے کہ میں نے فلاں انسان اور اس کی بیوی کے درمیان اختلاف ڈال کر ان کے درمیان جدائی کرا دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' شیطان اسے اپنے قریب کرتا ہے اور اسے کہتا ہے تو بہت اچھا ہے۔ اعمشؒ راوی بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' ابلیس اپنے اس شیطان ساتھی کے ساتھ گلے ملتا ہے۔'' (۱)

لہٰذا اس دروازے کو شیطان پر اس طرح بند کرنا چاہیے کہ اس جیسے معاملے کی سوچ سے ہی دور رہا جائے اور پھر جب وہاں پر یہ احتمال بھی ہے کہ یہ کسی بھی سبب سے ہو سکتا ہے اور آپ کو یقین بھی ہے کہ آپ نے برائی کا فعل کبھی نہیں کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے خاوند کی رہنمائی کرے اور آپ دونوں کو خیر و بھلائی پر جمع رکھے۔ (آمین)

......(شیخ ابن جبرین)......

بے نماز شوہر کے ساتھ رہنے کا حکم

سوال میرا خاوند بالکل بے دین ہے' نہ نماز ادا کرتا ہے اور نہ ہی رمضان کے روزے رکھتا ہے' بلکہ مجھے بھی ہر قسم کے خیر کے کام سے منع کرتا ہے اور اسی طرح اب وہ میرے بارے میں شک بھی کرنے لگا ہے' جس بنا پر اس نے کام پر جانا بھی چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ گھر میں رہے اور میرا خیال رکھے' تو ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب اس خاوند کے ساتھ رہنا جائز نہیں' اس لیے کہ نماز ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو چکا ہے اور کافر کے ساتھ مسلمان عورت کا رہنا حلال نہیں۔ آپ اور اس کے درمیان نکاح فسخ ہو چکا ہے' اب آپ کے درمیان کوئی نکاح نہیں' ہاں اگر اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نوازے اور وہ توبہ کر کے اسلام میں واپس آ جائے تو پھر آپ کی زوجیت باقی رہ سکتی ہے اور خاوند کے بارے میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اس کا ایسا کرنا بالکل غلط ہے اور میرے خیال میں اسے وسوسہ و شک کی بیماری ہے' اس مرض کو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع' اس کا ذکر اور اس پر توکل

(۱) [مسلم (۲۸۱۳) کتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس وأن مع كل انسان قرينا' احمد (۱٤۳۸٤)]

ہی ختم کر سکتا ہے۔

آپ کے لیے سب سے اہم یہ ہے کہ آپ اپنے خاوند کو چھوڑ دیں اور اس کے ساتھ نہ رہیں کیونکہ وہ کافر ہے اور آپ مومن' اور ہم خاوند کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی طرف واپس پلٹ آئے اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اذکار و دعائیں بھی بکثرت کرنی چاہئیں جو شیطان کو بھگانے والی اور دل سے وسوسہ دور کرنے والی ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے خاوند کو توفیق سے نوازے۔ (آمین یارب العالمین)

......(شیخ ابن عثیمین)......

نماز میں سست شوہر کو باجماعت نماز کی ادائیگی کی تلقین باعث گناہ تو نہیں

سوال جب عورت اپنے خاوند کو مسجد میں باجماعت نماز کی ادائیگی میں سستی کرنے پر نصیحت کرے یا پھر اسے غصے ہو تو کیا وہ اس بنا پر گناہگار ہوگی' اس لیے کہ خاوند کا حق زیادہ ہے؟

جواب جب خاوند کسی حرام کردہ فعل کا ارتکاب کرے مثلاً باجماعت نماز کی ادائیگی میں سستی' یا نشہ کرنا' یا پھر رات بھر جاگنا تو اس پر عورت اپنے خاوند کو نصیحت کرے گی تو گناہگار نہیں ہوگی بلکہ عنداللہ ماجور ہوگی۔ البتہ اسے چاہیے کہ نصیحت کرتے ہوئے نرم رویہ اپنائے اور اچھا اسلوب اختیار کرے' کیونکہ ایسا کرنے میں اس کی بات زیادہ قبول اور فائدہ مند ہوگی۔ (انشاء اللہ)

......(شیخ ابن باز)......

بے نماز بیوی یا شوہر سے ہم بستر نہ ہونا

سوال کیا خاوند یا بیوی کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نماز سے روک لے یعنی وہ اسے اپنے قریب نہ آنے دے؟ دوسرے لفظوں میں کیا یہ جائز ہے کہ دونوں میں سے جب ایک بے نماز ہو تو دوسرا اسے اپنے سے ہم بستری نہ کرنے دے؟

جواب صرف روکنا ہی ضروری نہیں بلکہ عورت یا دونوں پر واجب ہے کہ ایسے شوہر یا ایسی بیوی سے معاشرت کو ہی روک لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾

''تم کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو۔''(۱)

لہٰذا کسی بھی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کلی طور پر بے نماز خاوند کی عصمت میں رہے یا پھر اس کا خاوند اکثر طور پر نماز پڑھتا ہی نہ ہو' بلکہ ایسی صورت میں اس پر واجب ہے کہ اس سے فوری طور پر علیحدگی اختیار کر لے۔ کیونکہ وہ کافر اور دین سے خارج ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی وعافیت کی دعا کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

(شیخ محمد المنجد)

اگر عورت بے نماز شوہر کو چھوڑ نہ سکتی ہو

سوال میری مشکل یہ ہے کہ میرا خاوند نماز نہیں پڑھتا اور شراب نوشی بھی کرتا ہے اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے علاوہ کسی اور لڑکی سے بھی تعلقات رکھتا ہے۔ بعض اوقات وہ اکیلا سفر کرنا چاہتا ہے یا میں اس کی تصاویر کسی لڑکی کے ساتھ دیکھتی ہوں تو وہ کہتا ہے کہ میں نے دورانِ سفر اس سے شادی کی تھی' مگر اب میں نے اسے طلاق دے دی ہے۔ میرے خیال میں وہ سچا ہے۔ لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے ایک نیگیٹو دیکھا جس سے واضح تھا کہ اس کے ساتھ کسی لڑکی کی تصویر ہے' مگر وہ کہتا ہے کہ وہ اس کی گرل فرینڈ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتی کیونکہ میرے دو بچے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک اسباب ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ آپ مجھے کچھ ایسے افعال بتائیں جن پر چل کر میں اسے صحیح کر سکوں اور اگر وہ اقدام عملی ہوں تو بہت ہی بہتر ہے اس لیے کہ کلام اور گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے اس کا اس کے ساتھ تجربہ بھی کیا ہے کہ اسے کلام کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب جب آپ کا خاوند بے نماز ہے تو پھر آپ کا اس کی عصمت میں باقی رہنا جائز نہیں اور نہ آپ خود کو اس کے سپرد کریں کہ وہ آپ سے ہم بستری کرے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ اس کی ہدایت کے لیے کوشش بھی نہ کریں۔ البتہ آپ پر ضروری ہے کہ اس کے بے نماز ہونے کی وجہ سے اس سے پردہ کریں۔ ہاں جن طریقوں سے آپ اسے ہدایت کی طرف لا سکتی ہیں وہ کئی ایک ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

مثلاً آپ اس کے لیے کچھ کیسٹیں لائیں جن میں اس سے متعلقہ مضامین کے بارے میں گفتگو کی گئی ہو' جن میں سے اہم موضوع یہ ہیں: عمر کے بہت جلد ختم ہو جانے کی یاد دہانی' دنیا فانی ہے' دنیا حقیر سی چیز ہے' دنیا سے زہد اختیار کرنا' خواہشات کی پیروی کے خطرات' خواہشات کے پیچھے چلنے سے بہت برا انجام ہوتا ہے۔ مزید اسے

(۱) [الممتحنۃ (ص / ۱۰)]

موت یاد دلائی جائے' قیامت کا ذکر کیا جائے' جنت اور جہنم کے متعلق بتایا جائے' اطاعت کی برکات' نافرمانی کی نحوست' مطیع وفرمانبردار کے دل کی راحت اور نافرمانوں کی وحشت وغیرہ جیسے موضوعات کی کیسٹیں اسے سنائی جائیں اور اسی طرح اگر ممکن ہو سکے تو کسی دعوت وتبلیغ کرنے والے عالم دین یا پھر امام مسجد کے ذریعے اسے سمجھایا جائے اور کوشش کریں کہ اسے اچھی اور صالح صحبت حاصل ہو جو اسے نیکی اور اصلاح پر ابھارے اور اسے بری صحبت اختیار کرنے کے خطرات سے آگاہ کرے اور اسی طرح دوسرے اسلوب بھی استعمال کریں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ سعد الحمید)......

کیا بیوی کو نماز فجر کے لیے اٹھانا شوہر پر واجب ہے؟

سوال: اگر بیوی نماز فجر کی ادائیگی کے لیے بیدار نہ ہو تو کیا شوہر پر کوئی مسئولیت مرتب ہوتی ہے' یا اس سے شوہر گناہگار تو نہیں ہو گا؟

جواب: اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے جانا جا سکتا ہے:

﴿ الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔'' (۱)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ﴾

''مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔'' (۲)

پس شوہر پر واجب ہے کہ وہ کسی بھی ذریعے سے اپنی بیوی کو نماز کے لیے بیدار کرے الا کہ کوئی حرام ذریعہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذمہ دار ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ ﴾

---

(۱) [النساء: ۳٤]

(۲) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة: باب الجمعة فی القری والمدن' مسلم (۱۸۲۹) کتاب الامارة: باب فضیلة الأمیر العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة' ترمذی (۱۷۰۵) کتاب الجهاد: باب ما جاء فی الامام]

''اے ایمان والو! اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں' اس پر سخت قسم کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔''(۱)

جس طرح اسے گھر میں کوئی خاص کام ہو تو وہ کوشش کرتا ہے اور جاگنے کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرتا ہے' اسی طرح نماز کے لیے بھی بیدار ہو بلکہ نماز کے لیے بیدار ہونا تو زیادہ حق رکھتا ہے کیونکہ اس کی درستگی میں ہی دنیا وآخرت کی سعادت ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

شادی کے کچھ عرصہ بعد خاوند نے کسی اور سے تعلقات قائم کر لیے

سوال: شادی کے دس برس' حلال محبت اور چار بیٹوں کی پیدائش کے بعد میرے خاوند نے انٹرنیٹ کے ذریعے ایک شیطان صفت عورت سے جان پہچان کی جس نے ہمارے گھر کے سکون کو تباہ کر کے رکھ دیا' میرا خاوند اس کا غلام بن کر رہ گیا ہے' وہ اسے جو بھی کہتی ہے وہ اسے ہر حال میں تسلیم کرتا چلا جاتا ہے۔

میری اور بچوں کی زندگی جہنم بن کر رہ گئی ہے' وہ اس سے توبہ بھی نہیں کرتا اور پھر خاص کر اس نے اس عورت سے شادی بھی نہیں کی کیونکہ وہ شادی سے انکار کرتی ہے۔ مجھے دوبار طلاق ہو چکی ہے اور اب صرف ایک طلاق باقی ہے۔ اب میں خاوند کے ساتھ ہی زندگی بسر کر رہی ہوں لیکن جب میں اسے دوسری عورت کے ساتھ گھر میں بھی بلا شرم وحیاء موبائل فون یا انٹرنیٹ پر گفتگو کرتے ہوئے دیکھتی ہوں تو میرے اندر ایک آگ سی بھڑک اٹھتی ہے' اس حالت میں بھی میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے ہوئے اسی سے اپنے غم کی شکایت اور مدد کی درخواست کرتی ہوں۔

میں دو برس سے صبر کے کڑوے گھونٹ پی رہی ہوں' مگر وہ اپنی محبت کے نشہ میں مست ہے' کیا اس کام میں ان دونوں کی کوئی انتہاء بھی ہوگی اور کیا میں اسی قسم کے عذاب سے دوچار رہوں گی؟ استغفر اللہ العظیم' میں اس کے لیے دن رات بددعائیں کرتی ہوں لیکن اس پر کچھ اثر ہی نہیں اور نہ ہی کچھ ہوتا ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ ہو جو گرنے والا ہی نہیں۔ میں ہر لحہ خاوند کے ظلم میں رہتی ہوں' وہ میرے سامنے کسی اور سے محبت کی پینگیں چڑھاتا رہتا ہے' مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں اس انسان کی طرح ہوں جس کا سب کچھ تباہ ہو چکا ہو اور وہ ہر چیز میں اپنا بھروسہ بھی کھو بیٹھنے والی ہو' مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں جس عذاب میں گرفتار ہوں اللہ مجھے

(۱) [التحریم : ٦]

اس سے نجات عطا فرمائے اور میرے ایمان کو ثابت قدم رکھے اور مجھے ان دونوں کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ رکھے۔ (آمین یارب العالمین)

جواب: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی مشکل کو دور کرے اور آپ کے غم کو ختم کرے اور آپ کے ایمان میں ثابت قدمی اور یقین کی زیادتی فرمائے۔ آپ نے اپنے خاوند کے جو حالات ذکر کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت ہی برے عمل میں گرفتار ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور نہ ہی اس کے رسول کو پسند ہے۔ کسی عورت سے عشق ومحبت کے تعلقات قائم کرنا مرد کے لیے حلال نہیں بلکہ واضح طور پر حرام ہیں۔ خواہ وہ انٹرنیٹ کے ذریعے ہوں یا ٹیلی فون کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے۔ اس لیے کہ یہ کام پھر مزید بڑھ کر وعدوں' ملاقاتوں اور زنا وبدکاری تک لے جاتا ہے اور یقیناً یہ تباہی وہلاکت ہے۔

اگر یہ مدہوشی اور مستی جس میں آپ کا خاوند زندگی گزار رہا ہے نہ ہوتی تو اسے وحشت اور المنا کی محسوس ہوتی اور یہ وہ معاملات ہیں جو گناہ سے خالی نہیں ہوتے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بڑی نفع مند زندگی گزار رہا ہے بلکہ وہ تو غفلت اور اللہ سے دوری کی زندگی میں ہے جیسا کہ فحش کام کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾

''تیری عمر کی قسم! وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔'' (۱)

اور سب سے گندا اور قبیح فعل یہ ہے کہ انسان گناہ کے کام کو اعلانیہ طور پر کرے اور پھر اس پر فخر بھی کرے اور اس کے انجام کی کوئی پرواہ نہ کرتا ہو۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے کچھ اس طرح فرمایا ہے۔

﴿ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ : يَا فُلَانُ ! عَمِلْتُ الْبَارِحَة كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ ﴾

''میری ساری امت سے درگزر کر دیا گیا ہے سوائے اعلانیہ برائی کرنے والوں کے' اور اعلانیہ گناہ میں سے یہ بھی ہے کہ انسان رات کے اندھیرے میں کوئی کام کرے اور جب صبح کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی پردہ پوشی فرمائی تھی لیکن وہ یہ کہتا پھرے کہ اے فلاں! میں نے رات ایسا ایسا کیا۔ رات بھر تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی اور صبح کو وہ اللہ تعالیٰ کے پردے کو اُتار پھینکے۔'' (۲)

(۱) [الحجر: ۷۲]

(۲) [بخاری (۶۰۶۹) کتاب الأدب: باب ستر المؤمن علی نفسه]

نیز یہ ضروری ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے عافیت دی اور پاک صاف رکھا اور اس طرح کی بری عورتوں پر آپ کو فضیلت دی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے' جو کوئی بھی کسی مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھے تو اسے یہ دعا کرنی چاہیے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِهِ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ﴾

''اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اس چیز سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کر رکھا ہے اور مجھے اپنی بہت ساری مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔''

تو اسے وہ بیماری نہیں لگے گی۔(۱)

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اور جب وہ اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اس سے بھاگ نہیں سکتا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَیُمْلِیْ لِلظَّالِمِ حَتّٰی اِذَا أَخَذَهُ لَمْ یُفْلِتْهُ ' قَالَ ' ثُمَّ قَرَأَ : " وَکَذٰلِکَ أَخْذُ رَبِّکَ اِذَا أَخَذَا الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ' اِنَّ أَخْذَهُ أَلِیْمٌ شَدِیْدٌ " ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتا۔ پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''اور تیرے رب کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے' بے شک اس کی پکڑ نہایت تکلیف دہ اور سخت ہے۔''(۲)

لہٰذا آپ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ وہ ظالم عورت اگر اب صحیح وسلامت ہے تو اس پر بعد میں بھی کوئی اللہ کی پھٹکار نہیں آئے گی بلکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کی پکار اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

خاوند کی اصلاح کے لیے آپ یہ طریقہ بھی استعمال کر سکتی ہیں کہ کسی مسجد کے خطیب کے ذریعے دورانِ خطبہ یہ بیان کروائیں کہ مرد کے اجنبی عورتوں سے تعلقات حرام ہیں اور یہ دنیا وآخرت میں نہایت قابل مذمت اور قابل سزا فعل ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعائیں کیا کریں اور خاص کر قبولیت کے اوقات میں دعائیں کریں مثلاً رات کے آخری حصے میں' یا اذان اور اقامت کے درمیان' اسی طرح جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اور اس میں بھی

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی ' ترمذی (۳۴۳۲) کتاب الدعوات : باب ما یقول اذا رأی مبتلی ' ابن ماجه (۳۸۹۲) کتاب الدعاء : باب ما یدعو به الرجل اذا نظر الی أهل البلاء]

(۲) [بخاری (٤٦٨٦) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله و کذالك أخذ ربك]

کوئی حرج نہیں کہ آپ اس عورت کے لیے بددعا کریں کیونکہ وہ ظالم ہے اور اس میں بھی سب سے اچھی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کرے اور اسے ہدایت دے۔

اور آپ پر یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اپنے خاوند کے ساتھ نرم برتاؤ سے پیش آئیں اور اس کے لیے خوبصورت بن کر رہا کریں جس کی وجہ سے وہ آپ کی طرف مائل ہو۔ ممکن ہے اس عورت نے آپ کے خاوند کو کسی نرم لہجہ والی بات کے ساتھ ہی اپنا اسیر بنا لیا ہو جو آپ کے خاوند کو آپ سے نہیں مل سکی یا اس نے بناؤ سنگھار کر کے اس کے لیے خوبصورتی کا اظہار کیا ہو۔ اس لیے آپ بھی اسے اس طرح کی اشیاء سے مائل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے دل کو اپنی طرف کھینچیں اور اس کے ساتھ ساتھ صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں' اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے جس کی بنا پر آپ کے گناہ معاف ہوں گے اور آپ کے درجات بلند ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر بیوی دینی لحاظ سے کمزور ہو تو اس کا کیا کیا جائے؟

سوال میں تیس برس کی عمر کا نوجوان ہوں اور شادی سے قبل دین کا التزام نہیں کرتا تھا۔ الحمد للہ اب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ہدایت کا انعام کیا ہے کہ میں دین کا التزام کرنے لگا ہوں۔ میں نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کی جو اسلامی تعلیم حاصل کر چکی تھی۔ میں بہت ہی خوش تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور دینی اُمور میں میری معاون ثابت ہوگی' لیکن اس کے ساتھ رہنے سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو ایک عام سی لڑکی ہے اور اس میں دینی التزام تو نام کا بھی نہیں اور اس میں بہت ساری منفی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں' مثلاً اس میں کسی بھی چھوٹی یا بڑی برائی کو روکنے کی طاقت نہیں بلکہ وہ خود بعض برائیاں کرتی ہے مثلاً ٹیلی ویژن دیکھنا' غیبت اور چغلی کرنا' اسی طرح عبادت میں کمی بھی پائی جاتی ہے۔

اور اس میں بعض مثبت چیزیں بھی ہیں مثلاً وہ بہت اچھی اور صابرہ ہے اور خاوند اور گھر کے سب واجبات کو اچھے طریقے سے نبھاتی ہے' لیکن جو چیز غم میں ڈالتی ہے وہ یہ ہے کہ میں کوئی ایسا ساتھی چاہتا تھا جو دینی التزام کرنے میں میرا تعاون کرے اور یہ کسی دین والی کے ذریعے ہی ممکن تھا لیکن میں نے تو دین والی کو بھی یوں پایا ہے کہ وہ بھی اس کی محتاج ہے۔ میری یہی مشکل ہے' میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس کا کوئی حل بتائیں۔ (شکریہ)

جواب آپ نے جو مشکل بیان کی ہے یہی مشکل بہت سے ایسے نوجوانوں کو درپیش ہے جن کا گمان یہ ہے کہ عورت

کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ علم حاصل کرے‘ دین کی دعوت دے‘ عبادات میں بھی کوشش کرے اور خاوند کا دینی التزام پر تعاون بھی کرے خواہ ان معاملات میں خاوند جتنا بھی کوتاہی کا شکار ہو۔ لیکن فی الواقع ایسا نہیں بلکہ عورت تو جس انداز سے اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے اس طرح کسی اور کی نہیں کرتی اور جب خاوند ہی ان معاملات میں اس کے لیے نمونہ نہیں ہوگا تو پھر عورت بہت جلد پھسل جائے گی اور اس کا دینی التزام بھی کمزور ہو جائے گا۔ اکثر و بیشتر تو یہی ہوتا ہے لیکن کچھ حالات ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو بہت ہی اچھے ہیں‘ جن میں یہ نظر آتا ہے کہ عورت ایک معلّمہ اور اپنے خاوند کا ہاتھ پکڑ کر ہدایت کے راستے پر لے جانے والی ہوتی ہے اور آپ کا اس حقیقت سے واقف ہونا کہ وہ تو ایک عام سی لڑکی ثابت ہوئی ہے‘ اس کا معنی یہ نہیں کہ آپ اپنی کوشش میں ناکام ہوئے ہیں اور نہ ہی اس پر ندامت ہونی چاہیے بلکہ آپ کے لیے تو یہ موقع ہے کہ آپ اس کو دعوت دے کر اس کی ہدایت کا اجر و ثواب حاصل کریں اور آپ نے جو کچھ اس کی اچھی صفات بیان کی ہیں وہ اس مسئلے میں آپ کے لیے معاون ثابت ہوں گی۔ (انشاءاللہ)

لہٰذا آپ اس کے لیے ایک داعی کا کردار ادا کریں‘ اس کے فارغ اوقات کو اچھی کیسٹوں‘ کتابوں اور میگزینوں سے مشغول کریں اور جب وہ ٹیلی ویژن دیکھے یا غیبت اور چغلی کرے تو اسے منع کرنے میں آپ ناامید نہ ہوں‘ لیکن آپ اسے روکنے میں نرمی اور محبت سے کام لیں اور یہ کوشش کریں کہ اسے قرآن کریم حفظ کرنے کے لیے کسی بھی مدرسے میں داخل کروا دیں اور اپنے ساتھ دروس اور تقریروں میں بھی لے جایا کریں‘ اسی طرح آپ کچھ دین والے اور اچھے اخلاق کے مالک گھرانوں کے ساتھ رابطہ کر کے اسے تقویت دلائیں۔ یہ سب چیزیں اور طریقے آپ کی بیوی کے ایمان کی تقویت کا باعث ثابت ہوں گے۔

اور آپ نے جو یہ کہا ہے کہ وہ عبادت بہت کم کرتی ہے‘ یا پھر اس میں سستی کرتی ہے‘ اس کے بارے میں ہم گزارش کریں گے کہ آپ اس مسئلے میں اس کا تعاون کرنے کی کوشش کریں اور اسے نوافل کے فضائل‘ تہجد‘ قیام اللیل اور روزہ رکھنے کا اجر و ثواب بتائیں اور آپ بھی اس کے ساتھ ان عبادات میں حسب استطاعت شریک ہوں اور آپ اپنے خاندان پر ایک ذمہ دار بن کر رہیں‘ اسے حرام اور شک وشبہ والے کام سے روکیں اور آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہا کریں:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾

’’اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔‘‘ (۱)

(۱) [الفرقان : ۷٤]

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے اور سب مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

(شیخ محمد المنجد)

شوہر کو بتائے بغیر اس کی کوئی چیز نکال لینا

سوال: اگر عورت شوہر کی لاعلمی میں اس کے گھر سے کوئی چیز اپنے میکے والوں یا دیگر اقرباء کے لیے نکال لے خواہ وہ چیز چھوٹی ہی کیوں نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر سے کوئی بھی چیز نکالے خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو' ہاں اگر شوہر نے کسی چیز کی اجازت دی ہو تو پھر جائز ہے بصورتِ دیگر نہیں۔ اسی طرح اگر عورت شوہر کے مال سے کچھ صدقہ کرنا چاہے یا کسی کو کچھ ہدیہ دینا چاہے تو اس کی اجازت ضروری ہے' اور اگر اجازت نہ ہو تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے مال سے کچھ نہ لے۔

(شیخ ابن عثیمین)

شوہر بقدرِ کفایت خرچہ نہ دے تو عورت کا بلا اجازت اس کے مال سے کچھ لینا

سوال: اگر شوہر مجھے خرچہ دینے میں کوتاہی سے کام لیتا ہو تو کیا میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال سے اپنا حق لے سکتی ہوں؟

جواب: اگر شوہر بقدرِ کفایت خرچہ نہ دیتا ہو تو پھر عورت شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اتنا مال لے سکتی ہے جو اسے کفایت کر جائے کیونکہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ان کا شوہر انہیں اتنا مال نہیں دیتا جو انہیں اور ان کے بچوں کو کافی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ خُذِى مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

''معروف طریقے سے تم اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہو جائے۔''(۱)

آپ ﷺ نے انہیں شوہر کی اجازت کے بغیر ہی اس کا مال لینے کی اجازت دے دی۔ لیکن یہاں یہ بات

(۱) [بخاری (۲۲۱۱) كتاب البيوع : باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون بينهم' مسلم (۱۷۱٤) كتاب الأقضية : باب قضية هند' ابوداود (۳۵۳۲) نسائی (۸/۲٤٦) ابن ماجة (۲۲۹۳) كتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها' دارمی (۱۵۹/۲)]

یاد رہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر جس پر خرچ کیا جا رہا ہے (یعنی بیوی اور اولاد وغیرہ) وہ معروف سے زیادہ طلب کرتا ہو تو شوہر پر لازم نہیں کہ وہ اسے دے۔ (واللہ اعلم)

.....(شیخ ابن عثیمین).....

کیا بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے؟

سوال میں ملازمت کرتی ہوں جس کی مجھے تنخواہ بھی ملتی ہے' میں اس سے اپنے آپ اور گھر میں خرچ کرتی ہوں اور اپنے میکے والوں کو بھی دیتی اور صدقہ وخیرات بھی کرتی ہوں۔ میرے اور میرے شوہر کے درمیان اپنا مال خرچ کرنے کے بارے میں اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا میرے خاوند کو میری ذاتی رقم خرچ کرنے میں اعتراض کرنے کا کوئی حق ہے اور کیا مجھ پر اپنا ذاتی مال خرچ کرنے کے لیے اس سے اجازت لینی واجب ہے؟

جواب اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عاقل' بالغ اور آزاد شخص اگر تصرفات کر سکتا ہو تو اپنی زندگی میں اپنے ذاتی مال میں تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ خرید وفروخت کرے یا کرایہ وغیرہ پر دے یا پھر ہبہ اور وقف کرے' اسی طرح باقی تصرفات بھی اس کے لیے جائز ہیں اور اہل علم کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں اور اہل علم کا اس مسئلے میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ خاوند کو اپنی بیوی کے ذاتی مال میں کوئی اعتراض کرنے کا حق نہیں جبکہ اس کا تصرف کسی عوض میں ہو یعنی خرید وفروخت اور کرایہ وغیرہ اور جب وہ عورت تصرف کرنے کا سلیقہ بھی جانتی ہو اور عادتاً دھوکے باز بھی نہ ہو تو اس کے لیے تصرف درست ہے۔(۱)

علمائے کرام کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا عورت اپنا سارا مال یا اس میں سے کچھ حصہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر ہبہ کر سکتی ہے؟ ذیل میں ہم مختلف مذاہب بیان کرتے ہیں:

① مالکیہ اور حنابلہ کی ایک روایت ہے کہ ثلث سے زیادہ مال کے ہبہ میں خاوند کو روکنے کا حق ہے' اس سے کم میں خاوند کو روکنے کا حق نہیں۔(۲)

ان کے دلائل یہ ہیں:

(1) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیوی خیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا زیور لے کر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

(۱) [دیکھیں: مراتب الاجماع لابن حزم (۱۲۶) الاجماع فی الفقه الاسلامی (۲/۵٦٦)]
(۲) [شرح الخرشی (۷/۱۰۳) المغنی لابن قدامة (٤/٥١٣) نیل الأوطار (٦/۲۲)]

فرمایا' عورت کو اپنے مال میں سے خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ بھی (تصرف) جائز نہیں' تو کیا تو نے کعب رضی اللہ عنہ سے اجازت لی ہے۔ اس نے کہا' جی ہاں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا تا کہ وہ ان سے پوچھے کہ کیا تو نے خیرہ کو اپنا زیور صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ تو انہوں نے جواب میں کہا' جی ہاں میں نے اجازت دی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کرلیا۔(۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کسی بھی عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں۔(۲)

(3) اور ایک روایت میں ہے کہ

"جب خاوند بیوی کی عصمت کا مالک بن جائے تو اس کے لیے اپنے مال میں کچھ بھی (تصرف) جائز نہیں۔"(۳)

یہ اور اس سے پہلے والی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کر سکے اور اس میں یہ ظاہر ہے کہ عورت کے لیے اپنے مال میں تصرف کے لیے خاوند کی اجازت شرط ہے۔ اس قول کے قائلین نے ثلث سے زیادہ کی شرط دوسرے دلائل کی وجہ سے لگائی ہے' جن میں سے یہ بھی ہے کہ مالک کو صرف ثلث یا اس سے کم میں وصیت کرنے کا حق حاصل ہے' وہ اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا' ہاں اگر ورثاء اجازت دیں تو پھر کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے' میں اس وقت مکہ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ ابن عفراء پر رحم کرے۔ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول!

﴿أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قال: لا' قلتُ: فَالشَّطرُ؟ قال: لا' قلتُ: الثلثُ؟ قال: **فَالثلثُ' والثُّلثُ كَثيرٌ**' إِنكَ أَن تَدَعَ ورثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيرٌ مِّنْ أَنْ تدعَهُم عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيدِيهِم﴾

"میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں۔ میں نے پوچھا' پھر آدھے کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں۔ میں نے پوچھا پھر تہائی مال کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تہائی مال کی کر

---

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ' ابن ماجہ (۲۳۸۹) کتاب الھبات: باب عطیة المرأة بغیر اذن زوجھا]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابو داود' ابو داود (۳۵۴۷) کتاب الاجارة: باب فی عطیة المرأة بغیر اذن زوجھا' صحیح الجامع الصغیر (۷۶۲۶)]

(۳) [مسند احمد (۱۷۹/۲)]

سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ دو تو اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ و کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' (۱)

② خاوند کو مطلق طور پر بیوی کو اس کے مال میں تصرف سے روکنے کا حق حاصل ہے' خواہ وہ کم ہو یا زیادہ' لیکن صرف خراب اور ضائع ہونے والی اشیاء میں یہ حق نہیں۔ یہ قول لیث بن سعدؒ کا ہے۔(۲)

③ عورت کو اپنے مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق نہیں۔ یہ طاؤسؒ کا قول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ طاؤسؒ نے عمرو بن شعیب والی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ

''عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال کا عطیہ دینا جائز نہیں۔'' (۳)

④ عورت کو اپنے مال میں مطلقاً تصرف کا حق حاصل ہے' خواہ وہ عوض کے ساتھ ہو یا بغیر عوض کے اور خواہ وہ سارے مال میں ہو یا کچھ میں۔ یہ قول جمہور علمائے کرام کا ہے' جن میں شافعیہ' احناف' حنابلہ کا ایک مذہب اور امام ابن منذرؒ شامل ہیں۔ (٤)

کتاب وسنت اور غور وفکر کے لحاظ سے سب سے زیادہ عدل والا اور صحیح قول یہی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴾

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھالو۔'' (٥)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاوند کے لیے بیوی کے صرف اسی مال کو مباح قرار دیا ہے جسے دینے پر وہ خود راضی ہو۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

---

(۱) [بخاری (۲۷٤۲) کتاب الوصایا : باب أن یترك ورثته أغنیاء خیر من أن یتکففوا الناس ' مسلم (۱٦۲۸) کتاب الوصیة : باب الوصیة بالثلث ' ابو داود (۲۸٦٤) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی ما لا یجوز للموصی فی ماله ' ترمذی (۲۱۱٦) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی الوصیة بالثلث ' ابن ماجة (۲۷۰۸)]۔

(۲) [نیل الأوطار (۲۲/٦)]

(۳) [فتح الباری (۲۱۸/٥)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٥۱۳/٤) الانصاف (۳٤۲/٥) شرح معانی الآثار (۳٥٤/٤) فتح الباری (۳۱۸/٥) نیل الأوطار (۲۲/٦)]

(٥) [النساء : ٤]

اِلَّا اَنْ یَّعْفُوْنَ ﴾

''اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو' یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں۔'' (۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو خاوند کے طلاق دینے کے بعد اپنا مال معاف کرنے کی اجازت دی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو اپنے مال میں اسی طرح تصرف کی اجازت ہے جیسے مرد کو اپنے مال میں ہے۔(۲)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا ہے:

﴿ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ﴾

''اور یتیموں کو ان کے بالغ ہونے تک سدھارتے اور آزماتے رہو' پھر اگر تم ان میں ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو۔'' (۳)

اس آیت سے یہ بات عیاں ہے کہ اگر یتیم بچی ہوشیار اور بالغ ہو جائے تو اس کے لیے اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے۔ اسی طرح جب نبی کریم ﷺ نے عید کے خطبہ میں وعظ و نصیحت کیا تو عورتوں نے اپنے زیورات صدقہ میں دے دیئے۔ تو یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کا اپنے مال میں تصرف جائز ہے اور اسے اس کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

''نیل الاوطار'' میں ہے کہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے:

جب عورت بے وقوف نہ ہو تو اس کے لیے مطلقاً اپنے مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز ہے اور اگر وہ بے وقوف ہو تو پھر جائز نہیں۔

''فتح الباری'' میں ہے کہ

جمہور علمائے کرام کی اس بات پر کتاب وسنت میں بہت سے دلائل ہیں۔ جمہور نے اس حدیث ''عورت کے لیے اپنے مال میں خاوند کی عصمت میں رہتے ہوئے ہبہ جائز نہیں (اور اس معنی کی دیگر احادیث)'' سے استدلال کرنے والوں کا رد یوں کیا ہے کہ یہ حدیث صرف ادب وحسن معاشرت' خاوند کے بیوی پر حق اور مقام ومرتبہ' اس کی قوتِ رائے اور عقل پر محمول ہے کہ خاوند ان اشیاء میں عورت سے پختہ ہوتا ہے۔ سنن نسائی کی شرح

---

(۱) [البقرة: ۲۳۷]

(۲) [مزید دیکھئے: شرح معاني الآثار (۳۵۲/٤)]

(۳) [النساء: ٦]

میں امام سندھیؒ نے بھی یہی ثابت کیا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ عورت کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے خاوند سے اجازت لے' لیکن اس پر واجب یا شرط نہیں۔لہٰذا اگر عورت اپنے ذاتی مال میں تصرف کرتے وقت بھی اپنے شوہر سے اجازت لے لے یا مشورہ کر لے یا اسے بتا دے تو یہ حسن معاشرت کا ایک حصہ' خاوند کو راضی کرنے کا ایک طریقہ اور مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے مستحب ضرور ہے۔(واللہ اعلم)

.....(شیخ محمد المنجد) ...

اگر گھر میں خرچ عورت کرتی ہو تو بھی وہ گھر کی حکمران نہیں

سوال جب گھر کی آمدنی میں مرد مصدر رئیسی نہ ہو تو کیا وہ خاندان کا سربراہ شمار ہوگا؟

جواب حکمرانی ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مرد کے ساتھ خاص کی ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ مرد عورت کا امین ہے اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کی حالت سدھارتا ہے' اسے اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور اسے برے کام سے روکتا ہے جس طرح کہ ایک حکمران اپنی رعایا کے ساتھ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾

''اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

﴿ الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔''(۱)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مراد یہ ہے کہ مرد عورت پر قیم یعنی سربراہ ہے' وہ اس کا رئیس' بڑا اور اس پر حاکم ہے اور جب وہ ٹیڑھی ہو جائے تو اسے ادب سکھانے والا ہے۔

علامہ شنقیطیؒ کہتے ہیں:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ مرد عورت سے افضل ہے' اس لیے کہ مرد ہونا شرف وکمال ہے اور نسوانیت طبعی اور پیدائشی طور پر ہی نقص ہے اور لگتا ہے کہ مخلوق اس پر متفق ہے۔اس لیے کہ عورت کے لیے زیور اور زینت کی اشیاء

(۱) [النساء: ۳٤]

سب لوگ ہی بناتے ہیں کیونکہ وہ پیدائشی طور پر ہی نقص لانے والی ہے...... البتہ نادر (مردوں سے زیادہ عقل مند) عورتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نادر کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا۔

نیز حکمرانی کے بھی کچھ اسباب ہیں:

1- کمال عقل' کمال تمیز۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: مردوں کو عقل اور تدبیر کی زیادتی میں عورتوں پر فضیلت حاصل ہے اس لیے انہیں عورتوں پر سربراہی کا حق دیا گیا ہے۔

2- کمال دین' اس لیے کہ عورت کو حیض اور نفاس آتا ہے اور پھر وہ نہ تو روزہ رکھتی ہے اور نہ ہی اس مدت میں نماز پڑھتی ہے لیکن مرد ایسا نہیں کرتا۔

3- مال خرچ کرنا' یہ مرد پر واجب ہے عورت پر نہیں کیونکہ مہر وہ دیتا ہے اور عورت کے نان ونفقہ کا بھی ذمہ دار ہے۔ اسی لیے جب خاوند بیوی کو نان ونفقہ نہ دے تو بیوی کو عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سربراہی صرف مرد کو ہی حاصل ہے جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے' خواہ عورت اپنے آپ پر اور اولاد پر خرچ ہی کیوں نہ کرتی رہے بلکہ یہ احسان شمار ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴾

''اگر وہ تمہیں اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ۔'' (۱)

لہٰذا ہر حالت میں سربراہی صرف مرد کو ہی حاصل ہے' یہ نہیں ہو سکتا کہ (سربراہی عورت کو حاصل ہو اور) مرد گھر سے نکلتے وقت عورت سے اجازت طلب کرے۔ (واللہ اعلم) (۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

بیوی کو مارنا پیٹنا

سوال میں صراحتاً کہتا ہوں کہ میں سوالات میں آپ کے جوابات سے بہت حیران ہوا ہوں کہ آپ نے سوالات کے جوابات بہت ہی ذہانت وفطانت سے دیئے ہیں۔ میں حقیقتاً اسلام کے بارے میں مزید معلومات چاہتا ہوں' لیکن میں جہاں ہر بار ایک نئی چیز سیکھتا ہوں وہاں کچھ شبہ میں بھی پڑ جاتا ہوں' اس بار میرا سوال یہ ہے

(۱) [النساء: ٤]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: أحكام القرآن لابن العربی (۵۳۱/۱) أحكام القرآن للجصاص (۱۸۸/۲) تفسیر قرطبی (۱۶۹/۲) تفسیر ابن کثیر (٤۹۱/۱) أضواء البیان للشنقیطی (۱۳٦/۱)]

کہ کیا یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید مرد کے لیے اپنی بیوی کو مارنا پیٹنا یا دانتوں سے کاٹنا جائز قرار دیتا ہے؟ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو میں اس کی تفصیلی وضاحت چاہتا ہوں؟

جواب قرآن مجید میں کہیں بھی ایسی کوئی آیت نہیں جس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہو کہ مرد اپنی بیوی کو دانتوں سے کاٹ سکتا ہے۔

(1) قرآن کریم تو خاوند کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ احسان کرے اور اس سے حسن معاشرت اختیار کرے حتی کہ اگر قلبی محبت ختم بھی ہو جائے تو بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾

''اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھے انداز میں بود و باش اختیار کرو' گو تم انہیں ناپسند ہی کرو لیکن بہت ہی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی پیدا کر دے۔''(۱)

(2) قرآن مجید نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عورت کے اپنے خاوند پر کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح خاوند کے بھی اس کی بیوی پر کچھ حقوق ہیں' ان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید ذکر کرتا ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾

''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ' ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''(۲)

مندرجہ بالا آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرد کو عورت پر کچھ زیادہ حقوق حاصل ہیں جو کہ خرچہ وغیرہ میں اس کی مسئولیت اور ذمہ داری کے بدلے میں ہیں۔

(3) نبی کریم ﷺ نے خاوند کو اپنی بیوی کے بارے میں احسان اور اس کی عزت کرنے کی وصیت فرمائی ہے بلکہ آپ ﷺ نے تو لوگوں میں سب سے بہتر اسی شخص کو قرار دیا ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي ﴾

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے

---

(۱) [النساء : ۱۹]

(۲) [البقرة : ۲۲۸]

لیے تم میں سب سے زیادہ بہتر ہوں۔'' (۱)

(4) نبی کریم ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ

''تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو' بلاشبہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان سے حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے حلال کیا ہے۔ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ جسے تم ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے گھر میں داخل نہ ہو' اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار کی سزا دو جو زخمی نہ کرے اور شدید تکلیف دہ نہ ہو اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھے اور احسن انداز سے نان ونفقہ اور رہائش دو۔'' (۲)

اور حدیث میں نبی ﷺ کے فرمان ''جسے تم ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے گھر میں داخل نہ ہو'' کا معنی یہ ہے کہ وہ انہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم اپنے گھر میں داخل کرنا اور بٹھانا پسند نہیں کرتے خواہ وہ اجنبی مرد ہو یا کوئی عورت یا خاوند کے رشتہ دار' سب اس ممانعت میں شامل ہیں۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بیوی خاوند کی نافرمانی کرتی ہے تو اسے شدید مار نہیں البتہ ہلکا سا مارا جا سکتا ہے۔یہ اجازت بھی اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے کہ

﴿ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴾

''جن عورتوں کی نافرمانی اور بددماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو' بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔'' (۳)

تو جب عورت اپنے خاوند کے خلاف سرکشی کرے' اس کی مخالفت کرے اور اس کی بات تسلیم نہ کرے تو وہ اس کے ساتھ یہ تین طریقے استعمال کرے' سب سے پہلے اسے وعظ ونصیحت کرے' پھر بستر سے علیحدگی اور پھر آخر میں مار' لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ شدید قسم کی مار نہ ہو جس سے اسے زخم ہو یا پھر ہڈی ٹوٹنے کا خدشہ ہو۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی مار ہے جو اپنا اثر نہ چھوڑے۔امام عطاءؒ کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (حدیث میں موجود) غیر شدید مار کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا' مسواک وغیرہ سے مارے۔

---

(۱) [صحيح . صحيح ترمذى ' ترمذى (۳۸۹۵) كتاب المناقب : باب فضل أزواج النبى ﷺ ' ابن ماجه (۱۹۷۷) كتاب النكاح : باب حسن معاشرة النساء]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸) كتاب الحج : باب حجة النبى]

(۳) [النساء : ۳۴]



واضح رہے کہ اس مار سے عورت کو اذیت دینا یا اس کی توہین کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود صرف اسے یہ شعور دلانا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے حق میں غلطی کر رہی ہے اور اس کے خاوند کو اس کی اصلاح کرنے کا حق حاصل ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

خاوند کا بیوی کی توہین وتذلیل کرنا

سوال میں تقریباً پچیس برس سے شادی شدہ ہوں اور میرے کئی بیٹے بیٹیاں بھی ہیں' مجھے اپنے خاوند کی طرف سے کئی ایک مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ وہ میری اولاد' ہر قریب اور دور کے رشتہ دار کے سامنے میری ہمیشہ اور بغیر کسی وجہ کے بہت ہی زیادہ توہین کرتا ہے اور بالکل میری قدر نہیں کرتا۔ مجھے صرف اس وقت سکون ملتا ہے جب وہ گھر سے باہر جاتا ہے۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ میرا خاوند نمازی ہے اور اس کے دل میں خدا کا خوف بھی ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس کی اصلاح کا کوئی اچھا سا طریقہ بتائیں' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب آپ پر ضروری ہے کہ صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے اپنے خاوند کو احسن انداز میں نصیحت کرتی رہیں اور اسے آخرت اور اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتی رہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اسے قبول کر لے اور حق کی راہ اختیار کرتا ہوا برے اخلاق کو ترک کر دے۔ اگر وہ اس کے باوجود بھی اپنے فعل پر قائم رہتا ہے تو پھر اس کا وبال اسی پر ہوگا اور آپ کو اس کی اذیت پر صبر وتحمل کا اجر ملے گا۔ نیز آپ کے لیے یہ بھی مشروع ہے کہ نماز اور دوسرے اوقات میں اس کی ہدایت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے سیدھی راہ پر لے آئے اور اسے اخلاقِ حسنہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

آپ پر یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اپنا محاسبہ کریں اور اپنے دین میں استقامت اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ' خاوند اور جس کے بھی حق میں آپ سے کوتاہیاں اور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ان سے توبہ کریں۔ ممکن ہے آپ پر یہ سب کچھ اس معصیت کی وجہ سے مسلط کر دیا گیا ہو جو آپ سے سرزد ہوئی ہو' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔'' (۱)

اس میں بھی کوئی ممانعت نہیں کہ آپ اپنے سسر اور ساس یا پھر خاوند کے بڑے بھائیوں اور جنہیں وہ قدر کی

---

(۱) [الشوریٰ : ۳۰]



نگاہ سے دیکھتا ہے' سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ آپ کے خاوند کو نصیحت کریں اور اسے سمجھائیں کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ پیش آئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان پر عمل کر سکے۔

''اور ان عورتوں کے ساتھ اچھے انداز میں بود و باش اختیار کرو۔'' (۱)

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

''اور ان عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ' ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔'' (۲)

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے حالات کی اصلاح فرمائے اور آپ کے خاوند کو ہدایت نصیب فرما کر صحیح راستے اور خیر و بھلائی کی طرف لائے۔ اللہ تعالیٰ بڑی سخاوت والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

کیا بیوی پر لعنت کرنے کی وجہ سے وہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہے؟

سوال: جان بوجھ کر شوہر کا بیوی پر لعنت کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟ اور کیا لعنت کی وجہ سے وہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہے یا کیا یہ طلاق کے حکم میں ہے؟ اور اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب: شوہر کا بیوی پر لعنت کرنا ایک برا کام اور ناجائز ہے بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ﴾

''مومن کو لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔'' (۳)

اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ﴾

''مسلمان کو گالی دینا نافرمانی ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔'' (٤)

---

(۱) [النساء : ۱۹]

(۲) [البقرة : ۲۲۸]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۷۱۰) السلسلة الصحيحة (۳۳۸۵) الأدب المفرد (۷٦۳)]

(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۳٥۹٥) السلسلة الصحيحة (۳۹٤۷) صحيح الترغيب (۲۷۷۹) كتاب الأدب وغيره : باب الترهيب من السباب واللعن' ابن ماجه (۳۹۳۹) كتاب الفتن : باب سباب المسلم فسوق وقتاله كفر' نسائی (٤۱۰٥) كتاب تحريم الدم : باب قتال المسلم]

اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''بلاشبہ بہت زیادہ لعنت کرنے والے روزِ قیامت نہ تو گواہ ہوں گے اور نہ سفارشی۔''(۱)

لہٰذا مرد پر واجب ہے کہ وہ لعنت ملامت اور عورت کو گالی گلوچ کرنے سے توبہ کرے اور جو بھی اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور لعنت کی وجہ سے بیوی اس پر حرام نہیں ہو گی بلکہ اس کی عصمت میں ہی رہے گی اور اس پر واجب ہے کہ عورت کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے اور اپنی زبان کو ہر ایسی بات سے محفوظ رکھے جو اللہ کو غصہ دلانے کا سبب ہو اور بیوی پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھی بود و باش اختیار کرے اور اپنی زبان کو ہر ایسی بات سے بچائے رکھے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتی ہو اور جس کی وجہ سے اس کا شوہر اس پر ناراض ہو سکتا ہو الا کہ کہیں حق کہنے کی ضرورت پیش آ جائے تو پھر نہ رُکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

''اور ان (عورتوں) کے ساتھ دستور کے مطابق معاشرت اختیار کرو۔''(۲)

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ

﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾

''اور مردوں کو ان (عورتوں) پر درجہ وفضیلت حاصل ہے۔''(۳)

......(شیخ ابن باز)......

خاوند اور بیوی کا شرعی مسائل میں اختلاف

سوال جب کسی مسئلے میں علمائے کرام کی دو آراء ہوں تو بیوی دینی اُمور میں خاوند سے جھگڑا کرتی ہے' ایسا کرنا خاوند کے لیے بہت تکلیف دہ ہے' ہو سکتا ہے معاملہ طلاق تک جا پہنچے۔ بیوی خاوند سے کہتی ہے کہ میں آپ سے بحث کر سکتی ہوں' اس لیے کہ امہات المومنین بھی نبی کریم ﷺ سے بحث ومباحثہ کیا کرتی تھیں۔ وہ ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ وہ سب سے آگے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ احترام بھی کم کرتی ہے اور بے ادبی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔

(۱) [صحيح: الأدب المفرد (٣١٦) مشكاة المصابيح (٤٨٢٠)]

(۲) [النساء: ١٩]

(۳) [البقرة: ٢٢٨]

دونوں اور خاص کر بیوی کو آپ کیا نصیحت کرتے ہیں؟

جواب: میری ان دونوں میاں بیوی کو نصیحت ہے کہ بلاشبہ وہ دونوں مخلوق ہیں' ان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں کیونکہ دنیا و آخرت کی سعادت اسی میں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

''اور ان عورتوں کے بھی حق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔''

لہٰذا شوہر اور بیوی دونوں پر واجب ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کریں اور پھر شادی تو ایک ایسی چیز ہے جو محبت ومودت اور اُلفت پر قائم ہے نا کہ چیلنج پر کیونکہ چیلنج تو دشمنوں کے درمیان ہوتا ہے اور اگر یہ چیز دوست احباب کے درمیان پیدا ہو جائے تو پھر یہ بھی دشمنی تک پہنچ جاتی ہے جس میں ان دونوں کے لیے کوئی خیر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم میں سے ہی بیویاں پیدا کی ہیں تا کہ تم ان سے سکون وراحت حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت ومودت اور رحمدلی اور رحمت پیدا کر دی جائے۔''

تو اس لیے خاوند کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھے انداز میں بحث ومباحثہ کرے اور اسے مطمئن کرنے کا اچھا طریقہ اپنائے اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھے۔ اسے یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ کسی فقہی رائے کو بیوی کے خاص مسئلے میں اس پر فرض کرنا یا ٹھونسنا صحیح نہیں جس کا خود اس کی ذات سے تعلق نہیں بلکہ اس کی بیوی سے متعلقہ ہے اور وہ کسی اور عالم کی رائے سے متفق ہے تو وہ اگر قرآن وحدیث کے دلائل کے مطابق ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے تسلیم کرے۔

اور بیوی کو بھی یہ علم ہونا چاہیے کہ خاوند کا بہت عظیم حق ہے' اس کی اطاعت واجب ہے اور اچھے طریقے سے اسے راضی رکھنا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ أَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ﴾

''جب عورت پانچوں نمازیں ادا کرے' ماہ رمضان کے روزے رکھے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔'' (۱)

(۱) [حسن: هداية الرواة (۳۱۹۰)' (۳/ ۳۰۰) آداب الزفاف (ص/ ۲۸٦) ابن حبان (٤١٦٣) احمد (۱/ ۱۹۱)]

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جب تک عورت اپنے خاوند کا حق ادا نہیں کرتی وہ اپنے رب کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتی اور اگر خاوند اس سے اس کا نفس (ہم بستری وغیرہ کے لیے) مانگے اور وہ (سفر کے لیے) کجاوے پر بھی بیٹھ چکی ہو تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔'' (۱)

اس حدیث میں بیوی کو شوہر کی اطاعت پر اُبھارا گیا ہے کہ اگر وہ ایسی حالت میں بھی ہو تب بھی اطاعت کرے تو (آپ خود اندازہ لگائیں کہ) عام حالات میں کس طرح کی اطاعت ہونی چاہیے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''انسان کے لیے کسی بھی انسان کو سجدہ کرنا صحیح نہیں اور اگر انسان کے لیے کسی دوسرے انسان کے سامنے سجدہ کرنا صحیح ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرتی' اس لیے کہ اس کا عورت پر بہت عظیم حق ہے اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر اس (شوہر) کے پاؤں سے لے کر سر تک زخم پیپ سے بھرے ہوں اور پیپ رس رہی ہو اور بیوی اس کے پاس آئے اور اسے چاٹ لے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔'' (۲)

بیوی جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے شوہر کی اطاعت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس پر اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح مرد پر بھی واجب ہے کہ وہ بیوی کے معاملے میں صبر وتحمل سے کام لے اور اس سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور اسے شرعی حقوق سکھائے۔

اور آپ کی بیوی کا یہ کہنا کہ نبی کریم کی ازواجِ مطہرات بھی نبی ﷺ سے بہت زیادہ گفتگو کیا کرتی تھیں' بالکل صحیح نہیں۔ وہ تو ایسی باتوں سے یکسر کنارہ کش تھیں۔ ان سے تو اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جاتی اور پھر انہیں اس سے روک دیا جاتا تو وہ پھر زندگی بھر کبھی بھی اس کی طرف دوبارہ نہ پلٹتیں۔ نہ جانے کس طرح یہ بیوی امہات المومنین کی حسنات اور نبی ﷺ سے حسن معاشرت سے غافل رہ گئی ہے۔ یاد رہے کہ اس بیوی نے اس معاملے میں ازواج مطہرات کی اقتداء نہیں کی بلکہ ان کی بعض ان غلطیوں سے دلیل پکڑنے کی کوشش کی ہے جس کی اللہ

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابن ماجه (۱۵۳۳) کتاب النکاح: باب حق الزوج علی المرأة' صحیح الترغیب (۱۹۳۸) ابن ماجه (۱۸۵۳)]

(۲) [صحیح الجامع الصغیر (۷۷۲۵) مسند احمد (۱۲۱۵۳)]

تعالیٰ نے اصلاح بھی کر دی تھی اور پھر بعد میں انہوں نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو اپنے پسندیدہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے مابین اتفاق واتحاد پیدا فرمائے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

میں نیک بیوی کیسے بن سکتی ہوں؟

سوال: میں امریکہ سے تعلق رکھتی ہوں اور نئی نئی مسلمان ہوئی ہوں' میری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی ہے کہ میں مرد کو اپنے اوپر حاکم نہیں بننے دیتی' اب مشکل یہ ہے کہ میرا خاوند امریکی نہیں اور ہم آپس میں بہت ہی زیادہ متصادم رہتے ہیں۔ مجھے اس سے زیادہ روزمرہ کے اُمور اور قوانین کے بارے میں علم ہے اور اس کی انگلش بھی کوئی اچھی نہیں' اس لیے مجھے بعض اوقات اس کے لیے کچھ تشریح بھی کرنا پڑتی ہے۔

عام مقامات پر غالبًا میں ہی بات چیت کرنے کا فرض ادا کرتی ہوں جو کہ اسے غضب ناک کرتا ہے اور اسے اچھا نہیں لگتا' لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ یہ ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس پر چل کر ہم اکثر معاملات کو صحیح طور پر حل کر سکتے ہیں۔ اب ہمارے درمیان بہت زیادہ اختلافات ہونے لگے ہیں' میں یہ نہیں جانتی کہ میں کس طرح ایک اسلام کو مطلوب بیوی بن سکتی ہوں' کیونکہ میں ابھی علومِ اسلامیہ کی تعلیم کے مرحلے میں ہوں اور میری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ میں اسے تبدیل کس طرح کروں؟ اور مشکلات کو کس طرح کم کر سکتی ہوں؟

جواب: ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کو قبولِ اسلام کی توفیق دی اور اس کی ہدایت نصیب فرمائی اور بندے پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے یہی نعمت سب سے بڑی ہے۔ ہم آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاوند پر آپ کے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں اور آپ پر بھی آپ کے خاوند کے کچھ حقوق واجب کیے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ خاوند کے حقوق واجب کیے ہیں اسے ادا کرتی رہیں اور شریعتِ اسلامیہ نے خاوند کے حقوق کو بہت ہی عظیم بنایا ہے اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاندان کی دیکھ بھال بھی واجب کی ہے۔

ایک مسلمان عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ معاملات کرنے میں عقل مندی اور حکمت سے کام لے۔ بلاشبہ انسان کو نرم اور اچھی بات اپنا اسیر بنا لیتی ہے اور اچھے معاملات بھی اسے اپنا مقید کر لیتے ہیں اور اگر یہی چیز اس کی شریکِ حیات اور دکھ درد کی ساتھی سے صادر ہو تو اس کا اثر تو بہت ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اور پھر ایک عقل مند عورت اپنے معاملات اور تصرفات میں ہر اس چیز سے دور رہتی ہے جو اس کے خاوند کو بری لگتی

ہو اور ہر اس فعل سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے جو اس کے خاوند کو پریشان کرتا ہو۔ وہ یہ کوشش نہیں کرتی کہ اپنی شخصیت کو خاوند پر ٹھونسے کیونکہ مرد کے پاس تو سلطہ ہے اور بعض مختلف موقعوں پر اسے نقص اور کمی کا احساس دلانا اسے غصہ دلاتا ہے۔ مثالی بیوی وہ ہے جسے ازدواجی موافقت کا فن آتا ہو اور خاوند کی اطاعت' اس کے احترام اور اپنی شخصیت میں توازن قائم رکھ سکتی ہو۔

آپ کا اس کی طرف سے لوگوں سے بات چیت کرنا شرعاً جائز ہے اس لیے کہ وہ آپ کی قومی زبان نہیں جانتا' لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اس طرح کے کام میں آپ نہایت حکمت سے کام لیں' آپ ایسا کام کرتے وقت اسے یہ احساس نہ ہونے دیں کہ اس میں نقص یا کمی ہے اور اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ بلکہ لوگوں سے بات چیت کرتے ہوئے آپ بار بار اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس سے مشورہ طلب کریں اور اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہ کریں۔ اور جس سے آپ بات کر رہی ہوں وہ آپ کے خاوند کی قدر و قیمت محسوس کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اسے یہ احساس دلائیں کہ وہ اپنی زبان میں آپ سے بھی زیادہ ماہر ہے اور آپ دونوں ایک دوسرے کو مل کر مکمل کرتے ہیں۔ آپ اسے انگلش سکھانے میں اس کا تعاون کریں اور وہ آپ کو اپنی زبان سکھانے میں آپ کا تعاون کرے۔ ہم آپ کو یہی نصیحت کریں گے اور یہی ایک چیز ہے جو اس کے غصے کو روک سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو ایک صالحہ اور نیک بیوی بننے کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ پر واجب کیا ہے اس کی معرفت رکھیں اور اس پر عمل کریں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ آپ فاضلہ قسم کی عورتوں اور صحابیات کے اخلاق و معاملات کو نبھانے میں اچھے اور احسن انداز کو بھی جانیں۔ یہ چیز آپ سے کوشش کی محتاج ہے حتیٰ کہ آپ اس کی عادی ہو جائیں لیکن یہ چیز کوئی ناممکن نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تو اس طرح فرمایا ہے:

''علم تو سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے' حلم و بردباری اسے اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے اور جو کوئی بھی خیر تلاش کرتا ہے' اسے خیر عطا کی جاتی ہے اور جو کوئی بھی شر اور برائی سے بچتا ہے اسے اس سے بچا لیا جاتا ہے۔'' (۱)

اسی طرح کی کچھ صفات کے بارے میں ایک عقل مند ماں نے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت وصیت کی تھی اور کہا تھا کہ

میری پیاری بیٹی تو اس گھر کو چھوڑ رہی ہے جہاں تو پیدا ہوئی' اور تیرا وہ گھر جہاں تو ایک ایسے شخص کے پاس جا رہی ہے جسے تو جانتی بھی نہیں اور ایسے ساتھی کے پاس جا رہی ہے جس سے تو مانوس نہ تھی' تو اس کے لیے لونڈی بن

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۲۳۲۸)]

کر رہے گی تو وہ تیرا غلام بن جائے گا اور اس کے لیے دس خصلتوں کی حفاظت کرنا' یہ تیرے لیے ذخیرہ بنے گا:

پہلی اور دوسری خصلت یہ ہے کہ خاوند کے لیے قناعت کے ساتھ عاجزی کرنا اور اس کی اچھی طرح اطاعت وفرمانبرداری کرنا۔ تیسری اور چوتھی یہ ہے کہ اس کی آنکھ اور ناک کے بارے میں خیال رکھنا' یعنی اس کی آنکھ تیرے کسی قبیح کام پر نہ پڑے اور اس کی ناک ہمیشہ تجھ سے خوشبو ہی سونگھے۔ پانچویں اور چھٹی خصلت یہ ہے کہ اس کی نیند اور کھانے کے اوقات کا خیال رکھنا' اس لیے کہ بھوک کی حرارت جلن پیدا کرتی ہے اور نیند کی کمی غضب ناک کر دیتی ہے۔ ساتویں اور آٹھویں یہ ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرنا اور اس کے بچوں اور عزت کا خیال رکھنا۔ نویں اور دسویں یہ ہے کہ مال میں اچھے انداز سے تصرف کرنا اس کی بقاء اور سہارا ہے اور عیال میں اس کا سہارا احسن تدبیر ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ خاوند پر بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنی بیوی کے حقوق میں کمی نہ کرے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پر بیوی کے حقوق واجب کیے ہیں انہیں ادا کرے اور آپ اپنے خاوند کو نصیحت کریں کہ غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھا کرے اور غصہ بھی اس وقت ہوا کرے جب اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا گیا ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا خاوند بیوی کو اپنی جائیداد سے بے خبر رکھ سکتا ہے؟

سوال کیا خاوند کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی جائیداد اور بینک بیلنس کے متعلق اپنی بیوی کو بے خبر رکھے؟

جواب آدمی کے لیے یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اپنی خاص جائیداد اور بینک میں موجود رقم کے بارے میں بتائے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے مابین جو محبت ومودت اور صلہ وتعلق ہوتا ہے وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اس معاملہ میں تساہل سے کام نہ لیا جائے اور ہر ایک کو دوسرے کی جائیداد کا علم ہونا چاہیے اور انہیں مال کی تدبیر کرنے اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کے لیے خرچ کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر بیوی پر شک ہو تو اس کے ٹیلی فون ٹیپ کرنا

سوال جب گھر سے باہر لوگوں سے یہ سنا جائے کہ اس کی بیوی ٹیلی فون پر لوگوں سے حرام کلام کرتی ہے اور

خاوند کے پاس اس کی کوئی دلیل بھی نہیں تو کیا اس تہمت کی تحقیق کے لیے بیوی کے علم کے بغیر گھر کے ٹیلی فون ٹیپ کرنا جائز ہے؟

جواب: جب قرائن وآثار مضبوط ہوں اور بیوی کی دینی کمی اور خفت کا علم ہو جائے تو اس حالت میں ایسا کام جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......

شوہر کا بیمار بیوی کو ملازمت پر جانے کے لیے مجبور کرنا

سوال: مجھے ایک مشکل درپیش ہے اور میں جاننا چاہتی ہوں کہ میں اس میں خاوند کی اطاعت کروں یا نہ کروں؟ میں ایک مسلمان عورت ہوں اور ملازمت کرتی ہوں اور تقریباً دو ہفتوں سے بیمار ہوں۔ علاج کے لیے میں ڈاکٹر کے پاس گئی تو اس نے دوائی اور کام سے چھٹی کے لیے مجھے ایک لیٹر لکھ دیا تاکہ میں آرام کر سکوں۔ خاوند مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میں ڈیوٹی پر جاؤں حالانکہ میں ابھی تک بیمار ہوں۔ وہ میرے لیے مشکل پیدا کرتا ہے اور جب بھی میں بیمار ہو جاؤں مجھے اسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میرا خاوند کہتا ہے کہ میں بیماری کا بہانہ کر کے ڈرامہ کرتی ہوں اور اس کا خیال ہے کہ میں ملازمت نہیں کرنا چاہتی' حالانکہ میں اپنی ملازمت سے محبت کرتی ہوں اور ڈرامہ وغیرہ نہیں کرتی۔ تو میں اپنے خاوند کو کس طرح اطمینان دلا سکتی ہوں کہ میں بیمار ہوں اور ڈرامہ نہیں کر رہی کیونکہ وہ میری بات تسلیم نہیں کرتا؟

جواب: سب سے پہلے تو ہم اس بات سے خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ بعض اوقات عورت کی ملازمت حرام بھی ہوتی ہے مثلاً جب اس کی ملازمت میں غیر مردوں سے اختلاط اور میل جول وغیرہ ہو' یا ایسی چیز فروخت کی جائے جو حرام ہو' یا پھر بینکاری وغیرہ کے نظام میں' تو ایسی ملازمت حرام ہے۔ لہٰذا اگر مذکورہ عورت کی ملازمت اسی طرح کی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو عورت کو چاہیے کہ وہ اس جیسے کام سے رک جائے اور اس کے علاوہ کوئی اور جائز ملازمت تلاش کرے اور خاوند پر بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی پر احسن انداز میں حسب استطاعت خرچ کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر عورت کی ملازمت کسی جائز کام میں ہے اور وہ بیماری میں مبتلا ہو جائے جس بنا پر اس کا ڈیوٹی پر جانا مشکل ہو یا پھر اس کی بیماری لمبی ہو جائے اور جلد شفایابی نہ ہو یا پھر مرض شدت اختیار کر جائے تو خاوند کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اور اسے تنگ نہیں کرنا چاہیے اور خاوند کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے ایسا مطالبہ کرے جس میں بیوی کو کسی قسم کا نقصان ہو۔ اور خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حسن معاشرت کرتے

ہوئے اچھے طریقے سے زندگی بسر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور ان عورتوں کے ساتھ احسن انداز میں معاشرت اختیار کرو۔'' (۱)

اور یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں کہ بیوی سے اس کی بیماری کے دوران ڈیوٹی پر جانے کا مطالبہ کیا جائے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے تو اپنی امت کی عورتوں کے بارے میں مردوں کو یہ وصیت فرماتے ہوئے کہا ہے کہ

''عورتوں سے اچھائی اور بھلائی کرو اور میری نصیحت ان کے بارے میں قبول کرو۔'' (۲)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان عورتوں کے متعلق میری وصیت قبول کرو اور ان کے ساتھ نرمی' اچھا برتاؤ اور حسن معاشرت اختیار کرو۔ اور خاوند کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بیوی کی سچائی میں شک نہ کرتا رہے بلکہ اس کی اپنی بیوی کے ساتھ تو زندگی سچائی پر ہی قائم ہونی چاہیے نہ کہ شک وشبہ کی بنیاد پر۔ اور جب خاوند کو میڈیکل رپورٹ اور بیماری کے آثار بھی یہ یقین نہ دلا سکیں کہ اس کی بیوی بیمار ہے تو پھر ایسی کون سی چیز ہے جو اسے بیماری کا یقین دلائے گی؟ لہٰذا بیوی کو چاہیے کہ وہ اس سے اپنے رویے کو نرم رکھے اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے معاملات کرے' ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے خاوند کو وہ راہ دکھا دے جس میں اس کے خاندان اور اہل وعیال کی بھلائی ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

مرد کو مطلع کرنا کہ اس کی بیوی زنا میں مبتلا ہے

سوال کسی کی بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا تو کیا اس کے خاوند کو بتانا واجب ہے؟

جواب جب بیوی زنا پر مصر رہے اور اسے نصیحت بھی کی جائے لیکن وہ اس سے توبہ نہ کرے تو اس حالت میں ہمارے خیال میں اس کے خاوند کو بتانا واجب ہے تاکہ وہ اس کی عصمت اور بستر کو فساد میں مبتلا نہ کر دے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......

(۱) [النساء: ۱۹]

(۲) [بخاری (۵۱۸۵) کتاب النکاح: باب الوصاة بالنساء' مسلم (۱٤٦٨) کتاب الرضاع: باب الوصية بالنساء' ترمذی (۱۱۸۸) کتاب الطلاق واللعان: باب ما جاء فی مداراة النساء' أحمد (٤٤٩/۲) ابن حبان (٤۱۷۹) شرح السنة للبغوی (۲۳۳۲) دارمی (۲۲۲۲)]

گھر کو بھول کر شوہر کی دیور کے کاموں میں بکثرت مشغولیت

سوال میرے خاوند کا بھائی ہر وقت ہمارے گھر میں ہی رہتا ہے یا پھر خاوند سے ٹیلی فون پر بات چیت کرتا رہتا ہے' یا اسے اپنے ساتھ گھر سے باہر لے جاتا ہے۔ میرے خاوند کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا اور یہ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ میں اب اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے خاوند کو میری اور اولاد کی ذمہ داری سے دور ہٹا رہا ہے۔ ہم اپنی اولاد کے ساتھ اچھی بھلی زندگی بسر کر رہے ہیں اور میں یہ چاہتی ہوں کہ اپنی اولاد کے لیے جو چاہوں کروں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ میرا خاوند میرے ساتھ ہو' لیکن اس کا بھائی اسے ہمارے لیے فرصت ہی نہیں دیتا اور جب ہم کہیں جائیں تو وہ ٹیلی فون پر اسے تلاش کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے میرے اور خاوند کے درمیان جھگڑا بھی ہو چکا ہے۔ اس کے خیال میں میرے لیے کسی بھی کام میں نہ کرنا آسان ہے کیونکہ میں اسے معاف کر دیتی ہوں اور کچھ نہیں کہتی لیکن وہ اپنے بھائی کے سامنے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی بنا پر وہ اس سے ایک طویل عرصہ تک ناراض ہو جائے گا۔

خاوند کے لیے واجب تو یہ ہے کہ اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی اچھی رہے تو وہ ہمارے ساتھ زیادہ تعلقات رکھے نہ کہ اپنے بھائی کے ساتھ۔ ایک مسلمان عورت ہونے کے ناطے کیا میں اس سے اپنے حقوق سے بھی زیادہ کا مطالبہ کر رہی ہوں؟ یا کہ اسے اپنے بھائی کی سوچ ہم سے بھی پہلے آنی چاہیے؟

جواب پہلی بات تو یہ ہے کہ شوہر کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کی اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا واجب کیا ہے اور اس پر یہ بھی واجب کیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرتا ہوا اس کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھے' ان سب مسائل میں کسی بھی قسم کی کمی وکوتاہی پر اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس سے باز پرس کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا قُوٓا أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ ' عَلَيۡهَا مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ ﴾

''اے ایمان والو! اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں' اس پر سخت قسم کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اوران عورتوں کے ساتھ اچھے انداز میں بودوباش اختیار کرو۔"(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ خاوند پر ضروری ہے کہ وہ ایسی کسی بھی چیز کو اپنی زندگی میں داخل نہ ہونے دے جو اس کے اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات میں دخل انداز ثابت ہو مثلاً کوئی ایسا مسلسل عمل یا کوئی ایسی دوستی جو اس کا وقت ضائع کرے یا پھر کوئی قریبی رشتہ دار جو اس کا وقت لے اور اس کے گھریلو معاملات میں بھی دخل اندازی کرے۔ مسلمان اس دور میں تو اتنا وقت بھی نہیں نکال سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ اعمال کو ہی بجالائے تو پھر اس پر یہ کس طرح آسان ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس وقت کو کسی دوسرے کے ساتھ بلاحساب ہی ضائع کرتا پھرے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند اور اس کے گھر والوں میں تفریق نہ ڈالے اور یہ بھی اس کے لائق نہیں کہ وہ ان کے بار بار آنے یا پھر خاوند سے ملنے کے لیے آنے پر جھگڑا کھڑا کردے' لیکن اگر یہ عمل خاوند کے واجبات پر اثر انداز ہو تو پھر ایسا ہوسکتا ہے اور والد کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی اولاد پر کسی کو بھی ترجیح نہ دے' نہ تو اپنے بھائی کو اور نہ ہی کسی اور قریبی کو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ہم اپنی بہن کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ نرم رویہ رکھے اور بھائی کے ساتھ تعلقات کے معاملے میں اس کے سامنے جھگڑا نہ کرے اور اپنی اولاد کے ذہنوں میں بھی اس کے بارے میں بغض اور ناپسندیدگی پیدا نہ کرے اور جب خاوند میں کوئی نقص دیکھے کہ وہ شرعی واجبات میں کوتاہی سے کام لے رہا ہے تو اسے احسن انداز میں سمجھائے اور اس میں کسی بھی قسم کی شدت نہیں ہونی چاہیے اور اگر ضرورت پیش آئے تو اس میں بھی اشاروں کنایوں کے ساتھ ہی بات کرے نا کہ صراحت کے ساتھ۔ ہمارے خیال میں ایسے حالات میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے دیگر گھر والوں کے ساتھ اچھے تعلقات میں دیکھتا ہے تو اپنی بیوی سے بھی احسن انداز میں پیش آتا ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر کے رشتہ داروں کی بیوی کی زندگی میں مداخلت کی حد

سوال اسلام میں خاوند کے بہن بھائیوں کے کیا حقوق ہیں؟ کیا ساس اور سسر کی طرح خاوند کے بھائیوں کا بھی اطاعت کا حق ہے؟ کیا انہیں میرے کمرے میں یہ حق حاصل ہے کہ وہ بغیر اجازت داخل ہوں؟ میں کس حد تک

(۱) [النساء: ۱۹]

ان کی اطاعت کروں' کپڑے دھونے' کھانا وغیرہ تیار کرنے' اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور گھر سے نکلنے میں بھی ان کی اطاعت ہے' اور کیا انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہماری ازدواجی زندگی میں دخل اندازی کریں؟ کیا ہمارے کام' رہن سہن اور تعلیم وتربیت میں بھی ان کا حق ہے' اور کیا مجھے اپنے میکے جانے کے لیے ان کی اجازت درکار ہوگی؟ اور کیا انہیں ہماری زندگی کی تفصیل کی معرفت کا بھی حق ہے اور کیا میں اپنے خاوند کے رشتہ داروں سے مصافحہ کرنے میں ان کی اطاعت کروں؟ اور کیا میرے اور خاوند کے لیے ایسی شادیوں میں جانا جائز ہے جہاں برائی ہو؟

جواب بیوی پر خاوند کے رشتہ داروں کی اطاعت کرنا واجب نہیں خواہ وہ ساس ہو یا سسر' یا نند ہو یا دیور' ان کی کسی بھی چیز میں اطاعت واجب نہیں۔ لیکن اگر وہ کسی واجب اور شرعی چیز کا حکم دیں یا کسی غیر شرعی اور حرام چیز سے روکیں تو پھر اس میں اطاعت واجب ہے خواہ حکم دینے والا یا روکنے والا قریبی رشتہ دار ہو یا کوئی اور۔ تاہم خاوند کی اطاعت بیوی پر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''مرد عورتوں پر حکمران ہیں۔'' (۱)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ خاوند پر بیوی کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بیوی پر خاوند کا حق اور اس کی اطاعت واجب کی ہے اور بیوی پر خاوند کی نافرمانی حرام کی ہے' اس لیے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بیوی پر فضیلت دی ہے۔ (۲)

آپ کے دیوروں میں سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے کمرے یا پھر گھر میں داخل ہو' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يـٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ' ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ کسی اور کے گھر میں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک تم اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو' یہی تمہارے لیے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' (۳)

اور اگر ان میں سے کوئی آپ کی اجازت سے گھر میں داخل ہو اور وہ آپ کا محرم بھی نہیں مثلاً دیور ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ گھر میں آپ کا محرم موجود ہو تا کہ غیر محرم کے ساتھ خلوت نہ ہو سکے جو کہ حرام ہے اور پھر آپ بھی

---

(۱) [النساء: ۳٤]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱/۴۹۳)]

(۳) [النور: ۲۷]

پردے میں ہوں اور کسی فتنے کا ڈر بھی نہ ہو۔ان شروط کے باوجود افضل و بہتر' دل کو صاف رکھنے اور شک وشبہ سے بچنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ آپ کے کمرے میں داخل نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو' تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔''(۱)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''تم عورتوں کے پاس جانے سے بچو' ایک انصاری آدمی کہنے لگا' اے اللہ کے رسول! آپ دیور کے بارے میں تو بتائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دیور تو موت ہے۔''(۲)

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''دیور تو موت ہے'' کا معنی ہے' دوسروں سے زیادہ اس سے خدشہ اور فتنے میں مبتلا ہونے کی توقع ہے' اس لیے کہ عورت کے پاس جانا اور اس سے خلوت کرنا اس کے لیے بآسانی ممکن ہے اور اس کے گھر میں ہونے کی وجہ سے اس پر کوئی انکار بھی نہیں کرتا' لیکن اگر کوئی اجنبی ہو تو اس کے لیے یہ ممکن نہیں۔اور ''حمو'' سے مراد خاوند کے آباؤ اجداد اور اولاد کے علاوہ دوسرے رشتہ دار ہیں مثلاً بھائی' بھتیجے' چچا اور چچا کے بیٹے وغیرہ۔ان سب کے لیے یہ جائز نہیں کہ آپ کو ان کاموں پر (جو آپ نے ذکر کیے ہیں) مجبور کریں۔اور ان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ آپ اور آپ کے خاوند کے خصوصی معاملات میں دخل اندازی کریں' لیکن اگر انہوں نے آپ کے خاوند کو اس پر راضی کر لیا کہ آپ جائز قسم کی راحت کے لیے بھی گھر سے نہ نکلیں اور خاوند آپ کو گھر میں ہی رہنے کا کہے تو پھر آپ اپنے خاوند کی اطاعت کریں اور صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت رکھیں۔اپنے میکے جانے کے لیے بھی آپ پر لازم نہیں کہ آپ ان میں سے کسی سے اجازت طلب کریں اور نہ ہی ان کا یہ حق ہے' بلکہ آپ پر واجب یہ ہے کہ اپنے خاوند سے اجازت لیں' اگر وہ اجازت دے دیتا ہے تو پھر اس کے علاوہ کسی سے بھی اجازت لینی واجب نہیں۔اسی طرح وہ آپ دونوں کی ازدواجی زندگی کی تفصیلات کی معرفت کا بھی کوئی حق نہیں رکھتے۔

ساس اور سسر کی خدمت کرنا آپ پر واجب تو نہیں لیکن اگر آپ ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کے

---

(۱) [الأحزاب : ۵۳]

(۲) [بخاری (۵۲۳۲) کتاب النکاح : باب لایخلون رجل بامرأة الا ذو محرم' مسلم (۲۱۷۲) کتاب السلام : باب تحریم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها]

ساتھ پیش آئیں تو یہ آپ کے لیے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ آپ کو اس کے بدلے میں عظیم اجر عطا فرمائے گا اور پھر اس وجہ سے آپ اپنے خاوند اور اس کے گھر والوں کے سامنے دنیا میں بھی ایک مقام حاصل کر لیں گی اور انشاء اللہ آخرت میں بھی آپ کے درجات بلند ہوں گے۔ اور مستقل رہائش کے بارے میں گزارش ہے کہ آپ کے خاوند پر واجب ہے کہ وہ آپ کے لیے ایسی رہائش کا انتظام کرے جس میں آپ مستقل طور پر رہ سکیں' لیکن اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اگر گھر بہت بڑا اور کھلا ہو اور اس میں آپ سب رہ سکتے ہوں تو والدین اور آپ اکٹھے رہیں' اس میں آپ پر کوئی ضرر نہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ کا اپنے محرم مردوں کے علاوہ دوسروں سے مصافحہ کرنا حرام ہے' اس میں آپ کسی کی بھی بات نہ مانیں' اس لیے کہ خالق کی معصیت میں کسی کی بھی اطاعت نہیں۔ اسی طرح آپ اور آپ کے خاندان کے لیے ایسی شادی کی تقریبات میں شرکت جائز نہیں جہاں پر معاصی اور گناہ کے کام ہوں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ سب کے حالات کی اصلاح فرمائے اور ہمارے نبی محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شادی کے بعد بیوی پر خاوند کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟

سوال جب لوگ شادی کرتے ہیں تو شادی کے بعد عورت پر خاوند کی بات تسلیم کرنا اور اسے نافذ کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب مسلمان کے سامنے جب بھی کوئی شرعی حکم آ جائے تو اس پر واجب ہے کہ اسے تسلیم کرے اور اس پر ایمان لائے خواہ اس کی حکمت اس کے علم میں ہو یا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ﴾

''اور کسی بھی مومن مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا (یاد رکھو!) جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''(۱)

اور جب مرد و عورت ازدواجی زندگی کے قالب میں جمع ہوتے ہیں اور اکٹھے زندگی گزارتے ہیں تو ان کی

---

(۱) [الأحزاب : ۳٦]

رائے میں اختلاف پایا جانا کوئی دور کی بات نہیں' لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی ایسا فریق ہو جو اس نزاع کا فیصلہ کرے اور اختلاف کا خاتمہ کرے اور اس کی بات قابل تسلیم ہو۔اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے گھر میں بیوی پر خاوند کو حاکم بنایا ہے کیونکہ وہ غالباً عقل میں کامل ہوتا ہے' تو اس کا معنی یہ ہوا کہ عورت پر خاوند کی اطاعت کرنی واجب ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔''(۱)

اس اطاعت کے لزوم کے کئی ایک اسباب ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

① مردوں میں اس مسئولیت کو نبھانے کی زیادہ قدرت وقوت پائی جاتی ہے۔

② دین اسلام میں مرد عورت کے تمام اخراجات کا مکلف ہے۔

اس معاملہ میں چند ایک اشیاء کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے مثلاً:

① عورت کو خاوند کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل ہوگا۔

② خاوند کی اطاعت کسی نافرمانی کے کام میں نہیں ہوگی۔

③ جس طرح خاوند کا بیوی پر حق ہے اسی طرح خاوند کو بھی بیوی کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم ہے۔

لہٰذا خاوند اپنی بیوی سے خدمت لینے میں اس پر ظلم وزیادتی نہیں کرے گا اور نہ ہی اس پر سخت اور بداخلاقی کے احکام چلائے گا' بلکہ وہ اس کے معاملات میں حکمت ودانشمندی سے کام لے' اور اسے ایسا کام کرنے کا کہے جس میں اس کی اور اہل وعیال کی بھلائی ہو۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اطاعت صرف معروف میں ہے

سوال: اگر خاوند نے بیوی کو حرام کام میں اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے طلاق دینے کی دھمکی دے دی تو بیوی کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ہمیں یہ علم ہونا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کے کام میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

(۱) [النساء : ۳٤]

﴿ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ﴾

''خالق کی نافرمانی (والے کام) میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔'' (۱)

اس لیے اگر خاوند بیوی کو کوئی حرام کام کرنے کا کہے اور نہ کرنے پر طلاق کی دھمکی دے تو بیوی اپنے خاوند کو اچھے انداز سے سمجھائے اور اسے اس حرام کام سے خوف دلائے اور دلائل کے ساتھ بیان کرے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ سائلہ بہن نے سوال میں یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ حرام کام کیا ہے اور اس کی حرمت کا درجہ کیا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی وضاحت کی جاتی تا کہ جواب بھی واضح ہوتا' لیکن اصل یہی ہے کہ حرام کام میں اطاعت نہیں۔ لہٰذا اس عورت کو چاہیے کہ وہ حرام کام سے رک جائے اور اس میں خاوند کی اطاعت نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت خاوند کی اطاعت پر مقدم ہے۔ اس بنا پر ہم کہیں گے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے اور اپنے خاوند کو سمجھانے کی کوشش کرے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا والتجاء کرے کہ وہ اس کے خاوند کو ہدایت سے نوازے اور اس طرح کے برے کاموں سے اس کا دل پھیر دے۔ یہ بھی بہتر ہے کہ بیوی اپنے خاوند کے لیے کوئی اچھی سی کتاب یا پھر سننے کے لیے کیسٹ وغیرہ خریدے تا کہ وہ اس سے مستفید ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کے بعد وہ اپنے کسی عزیز رشتہ دار یا امام مسجد وغیرہ سے بھی مدد طلب کر سکتی ہے کہ وہ اس کے خاوند کو سمجھائے اور اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے شوہر کو ہدایت سے نوازے۔

......(شیخ دکتور خالد)......

اگر خاوند ساتھ بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھنے کا مطالبہ کرے؟

سوال میرا خاوند میری کثرتِ تلاوت سے پریشان ہوتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں اسے اکیلا چھوڑ دیتی ہوں' تو اگر میں خاوند کی وجہ سے تلاوتِ قرآن چھوڑ دوں تو کیا میں گناہگار ہوں گی' اس لیے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھوں' اور کیا جب میں تلاوت چھوڑ کر رمضان کے دن میں یا رات میں اس کے ساتھ بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھوں گی تو گناہگار ہوں گی؟

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ میں تلاوت اس وقت کرتی ہوں جب وہ سو رہا ہو یا پھر کسی کام میں مشغول ہو' میں بہت زیادہ تو نہیں پڑھتی لیکن آہستہ پڑھتی ہوں کیونکہ میں تجوید سیکھ رہی ہوں۔

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۷۵۲۰) المشكاة (۳۶۹۶)]

جواب جب آپ خاوند کے حقوق صحیح طور پر ادا کریں اور پھر آپ کا تلاوتِ قرآن میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح دوسرے نیکی کے کام کثرت سے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں' لیکن خاوند کے حقوق میں کمی نہ ہو اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے۔''(۱)

یہ اس لیے کہ خاوند کا حق استمتاع فرض ہے جسے کسی بھی نفلی کام سے ختم کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا ایک نیک بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ خاوند کی بات تسلیم کرے اور اس کے پاس بیٹھنے کی رغبت پوری کرے لیکن ٹیلی ویژن دیکھنے میں نہیں' کیونکہ ٹیلی ویژن دیکھنا بہت ہی برا کام ہے' اس سے بچنا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہت سے فتنے اور شہوات وشبہات پائے جاتے ہیں اور پھر اس میں بہت سی برائیوں کو ترویج بھی ملتی ہے مثلاً مرد وعورت کا اختلاط' بے پردگی' موسیقی کا استعمال اور اسی طرح گانے بجانے کے آلات وغیرہ۔ اور ٹیلی ویژن میں جو بہت تھوڑی خیر ہے اور اس بڑے شر میں ڈوبی ہوئی ہے جس کا پتہ بھی نہیں چلتا اور بہت سے لوگ جنہوں نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے' انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس کی برائیوں سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔

آپ کے خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنے اہل وعیال اور بچوں کو ان برائیوں کے دیکھنے سے روکے کیونکہ وہ گھر میں حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اے ایمان والو! اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں' اس پر سخت قسم کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''(۲)

اور نبی کریم ﷺ نے بھی کچھ اسی طرح فرمایا ہے:

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں

(۱) [بخاری (۵۱۹۵) کتاب النکاح : باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها لأحد الا باذنه ' مسلم (۱۰۲۶) کتاب الزکاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه ' ترمذی (۷۸۲) کتاب الصوم : باب ما جاء فی کراهیة صوم المرأة الا باذن زوجها ' ابن ماجه (۱۷۶۱) کتاب الصیام : باب فی المرأة تصوم بغیر اذن زوجها ' احمد (۳۱۶/۲) ابن حبان (۳۵۷۳) مستدرك حاکم (۱۷۳/٤) دارمی (۱۲/۲)]

(۲) [التحریم : ٦]

سوال ہوگا۔عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''(۱)

اگر آپ کا خاوند آپ کو ان حرام اشیاء' جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے' کو سننے یا دیکھنے کی دعوت دے تو آپ پر اس میں اس کی اطاعت واجب نہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے''خالق کی نافرمانی (والے کام) میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''(۲)

آپ اسے نصیحت کرنے میں نرمی سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کی اصلاح کرے اور اسے رشد و ہدایت کی طرف پلٹے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف

سوال کیا خاوند بیوی کو اعتکاف سے روکنے کا حق رکھتا ہے؟

جواب بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے۔امام ابن قدامہؒ کا کہنا ہے کہ

بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں کر سکتی ......لہٰذا اگر خاوند نے اسے (پہلے) اجازت دے دی اور پھر دورانِ اعتکاف وہ بیوی کو اعتکاف سے نکالنا چاہے تو اسے یہ حق حاصل ہے' امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔لیکن اگر اس نے کسی نذر والی چیز میں اجازت دی (جو اس پر نذر کی وجہ سے فرض تھی) تو پھر اسے دورانِ عمل ختم کرانے کا حق حاصل نہیں کیونکہ اس عمل کی ابتدا کرنے سے ہی تعیین ہو جاتی ہے' جس کا مکمل کرنا واجب ہے' تو یہ حج کی طرح ہی ہو جائے گا کہ جب عورت نے حج کا احرام باندھ لیا تو پھر اسے وہ مکمل کرنا ہی ہوگا۔(۳)

---

(۱) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة : باب الجمعة فی القری والمدن ' مسلم (۱۸۲۹) کتاب الامارة : باب فضیلة الأمیر العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة ' ترمذی (۱۷۰۵) کتاب الجهاد : باب ما جاء فی الامام ' نسائی فی السنن الکبری (۹۱۷۳/۵) عبد الرزاق (۲۰۶۴۹) الأدب المفرد للبخاری (۲۱۴) بیهقی (۲۸۷/۶)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۵۲۰) المشکاة (۳۶۹۶)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۸۵/۴)]

حدیثِ نبوی بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو نماز فجر ادا کرنے کے بعد معتکف میں داخل ہو جاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرے کا اعتکاف کرنا چاہا تو خیمہ لگانے کا حکم دیا تو خیمہ لگا دیا گیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی لگا دیا گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں نے بھی اپنے خیمے لگانے کا حکم دیا تو ان کے خیمے بھی لگا دیئے گئے' پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر ادا کر لی تو بہت سے خیمے دیکھے اور فرمایا' کیا یہ نیکی چاہتی ہیں؟ پھر ان کے خیمے اکھاڑنے کا حکم دیا اور اعتکاف چھوڑ دیا اور پھر شوال کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا۔(۱)

قاضی عیاضؒ کا کہنا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے اس فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کا سبب یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے اعتکاف میں مخلص نہ ہوں' بلکہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنا چاہتی ہوں' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھاتے ہوئے یا جنہیں اجازت ملی تھی ان پر غیرت کھاتے ہوئے اعتکاف بیٹھ رہی ہوں۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی اعتکاف نہیں کر سکتی' سب علمائے کرام کی بھی یہی رائے ہے اور اگر خاوند بیوی کو اعتکاف کی اجازت دے دے تو کیا بعد میں (دورانِ اعتکاف) بیوی کو اعتکاف سے روک سکتا ہے؟ اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور داودؒ کا کہنا ہے کہ اسے بیوی کو نفلی اعتکاف سے نکالنے کا حق حاصل ہے اور امام ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی اعتکاف نہیں کر سکتی اور اگر اجازت کے بغیر اعتکاف کرے تو خاوند کو اسے اعتکاف سے نکالنے کا حق حاصل ہے اور اگر اجازت سے اعتکاف کرے تو پھر بھی خاوند کو یہ حق ہے کہ وہ اجازت واپس لیتے ہوئے اسے اعتکاف سے روک دے۔ اور اہل الرائے کہتے ہیں کہ اگر خاوند نے اجازت دے دی اور پھر اس سے منع کر دیا تو اس سے وہ گناہگار ہو گا لیکن عورت اعتکاف سے رک جائے گی۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا بیوی پر شوہر کا کھانا پکانا ضروری ہے؟

سوال کیا بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاوند کا کھانا پکائے؟ اور اگر وہ یہ کام نہیں کرتی تو کیا وہ اس کی وجہ سے گناہگار ہو گی؟

(۱) [بخاری (۲۰۳۳) کتاب الاعتکاف: باب اعتکاف النساء' مسلم (۱۱۷۳) کتاب الاعتکاف: باب متی یدخل من أراد الاعتکاف فی معتکفه]

جواب: مسلمانوں میں آج تک یہ معروف چلا آ رہا ہے کہ بیوی خاوند کی خدمت کرتی ہے اور وہ خدمت عادتاً معلوم ہے یعنی کھانا پکانا' کپڑے وغیرہ دھونا' برتن صاف کرنا' گھر کی صفائی کرنا اور اس طرح کے جو بھی مناسب کام ہیں وہ کرنا اور یہ کام نبی کریم ﷺ کے دور سے آج تک معروف ہے اور ہوتا چلا آ رہا ہے جس کا کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔

لیکن بیوی کو مشقت یا تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہیے بلکہ یہ سب کچھ وہ حسبِ استطاعت عادت کے مطابق کرے گی' اس سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ ابن جبرین)......

بیوی کی اچھی تربیت کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے

سوال: جب کوئی مسلمان شخص کسی مسلمان عورت سے شادی کرے اور بیوی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ احکام پورے نہ کرے' جس کے نتیجے میں وہ عورت اپنے دین کو ترک کر دے' پھر صرف پردہ ہی نہیں بلکہ مکمل طور پر اسلامی شعائر پر عمل ہی نہ کرے' تو اس کے ان اعمال کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''(۱)

اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد گھر والوں کا حاکم ہے اسے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔(۲)

ان دونوں دلیلوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے کہ آیا اس نے ان کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کی یا نہیں۔ جو بھی اپنے گھر والوں اور اولاد کی تربیت میں کمی و کوتاہی سے کام لے گا بلا شبہ وہ بہت ہی بڑے خطرے کا سامنا کرنے والا ہے' بلکہ اس کے بارے میں تو بہت ہی سخت قسم کی وعید ہے جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) [التحریم : ٦]

(۲) [بخاری (٨٩٣) کتاب الجمعة : باب الجمعة فی القری والمدن' مسلم (١٨٢٩) کتاب الامارة : باب فضیلة الأمیر العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة]

﴿ مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے جسے بھی مسلمانوں کی کسی رعایا پر حاکم بنایا' پھر وہ اس حال میں مرا کہ وہ ان کو دھوکہ دینے والا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے۔'' (۱)

لہٰذا آدمی کی اپنی بیوی کے بارے میں عظیم مسئولیت وذمہ داری ہے جس کے متعلق اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اس سے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ وہ اس کے گھر والوں کو ہدایت کی توفیق دے اور بیوی کے متعلق گزارش ہے کہ وہ بھی اسی طرح اپنے اعمال کی ذمہ دار ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

''عورتیں مردوں کی طرح ہی ہیں۔'' (۲)

قرآن میں ایک مقام پر ہے کہ

''اور وہ سب کے سب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس اکیلے حاضر ہونے والے ہیں۔'' (۳)

معلوم ہوا کہ مسئولیت انفرادی ہے اور ہر شخص سے اس کے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور وہ نوجوان جو بالغ ہو چکا ہے اگر وہ اپنے والد کی غلط تربیت کی بنا پر گمراہ ہو چکا تھا' لیکن پھر بعد میں اس تک اسلام پہنچ گیا تو اس کے پاس اب کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل عطا فرمائی ہے اور اسے اس عقل کی بنا پر مکلف بنایا ہے' اگرچہ اس کے والد کا بھی تربیت میں کمی کی وجہ سے محاسبہ ہوگا۔ اسی طرح بیوی کا بھی محاسبہ ہوگا' لہٰذا بیوی پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے' اس کی نعمت کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اسلام کی نعمت سے شرفیاب فرمایا ہے۔

اور ہمارے بھائی آپ پر واجب ہے کہ آپ سچی توبہ کریں کیونکہ گناہ جتنا بھی بڑا ہو جب اس سے تمام شرائط کے ساتھ توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ وہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ پھر آپ اپنی بیوی کی تربیت کی طرف پلٹیں اور اس میں آسان اسلوب اختیار کرتے ہوئے نرمی وحکمت سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ومدد طلب کریں کہ وہ آپ کی بیوی کی تربیت میں آپ کی مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [بخاری (۷۱۵۱) كتاب الأحكام : باب من استرعى رعية فلم ينصح ' مسلم (۱۴۲) كتاب الايمان : باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار]

(۲) [صحيح ترمذی (۱/۳۵)]

(۳) [مريم : ۹۵]

نافرمان بیوی کی اصلاح کا شرعی طور پر کیا طریقہ ہے؟

سوال بیوی کی نافرمانی اور سرکشی کی حالت میں خاوند کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب اگر مرد اپنی بیوی کی نافرمانی کا خدشہ محسوس کرے یعنی اس میں نافرمانی کی علامات ظاہر ہوں مثلاً وہ اپنے آپ کو خاوند کے سپرد نہ کرے اور اسے استمتاع نہ کرنے دے' یا اس کی بات تسلیم نہ کرے مگر صرف بہت کوشش اور مجبور کرنے کے بعد' تو اس حالت میں خاوند اسے وعظ ونصیحت کرے۔ وہ اس طرح کہ اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرائے اور اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ احکام یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر خاوند کی اطاعت واجب کی ہے' اگر وہ نافرمانی کرے گی تو گناہگار ہوگی اور اس کا حق نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ اور پھر خاوند کے لیے اسے بستر سے الگ کرنا اور ہلکی مار مارنا بھی مباح ہوگا' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ وَاضْرِبُوْهُنَّ ﴾

''جن عورتوں کی نافرمانی اور بددماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو۔'' (۱)

وعظ ونصیحت کے باوجود وہ نافرمانی اور سرکشی پر اصرار کرے اور خاوند کے ساتھ معاشرت کے لیے راضی نہ ہو تو خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے اپنے بستر سے علیحدہ کر دے۔ اور اگر وہ اس علیحدگی کے بعد بھی نافرمانی پر ہی اصرار کرے تو پھر شوہر بیوی کو ایسی ہلکی مار مار سکتا ہے جو زخمی نہ کرے اور جس سے ہڈی نہ ٹوٹے۔

اور اگر دونوں میں علیحدگی کا خدشہ پیدا ہو جائے تو پھر دونوں کے خاندان والوں میں سے کچھ اچھے دیانتدار لوگوں کو حاکم بنایا جائے جو مناسب سمجھیں تو ان کی آپس میں صلح کرا دیں اور اگر وہ دیکھیں کہ ان کی علیحدگی ہی بہتر ہے تو پھر ان کے درمیان طلاق یا خلع کے ذریعے علیحدگی کرا دیں' جو بھی یہ فیصلہ کریں گے وہ خاوند اور بیوی کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ﴾

''اگر تمہیں خاوند اور بیوی کی آپس میں اَن بن کا خدشہ ہو تو ایک منصف مرد والوں اور ایک عورت والوں کی

(۱) [النساء: ۳٤]

طرف سے مقرر کرلو' اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں ملاپ کرا دے گا۔"(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

بیوی کا شوہر کے حکم سے اس کے بستر سے الگ رہنا

سوال بہت زیادہ ہم سنتے ہیں کہ اگر عورت شوہر کے بستر سے الگ رہے تو ساری رات فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں لیکن جب شوہر خود عورت کو اپنے کمرے سے نکال دے اور وہ اپنے بچوں کے ساتھ سونے لگ جائے تو کیا وہ گناہگار ہوگی؟

جواب اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زوجین میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

"اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرو۔"(۲)

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ

"اور ان عورتوں کے لیے بھی (مردوں پر) ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان عورتوں پر (مردوں کے ہیں) اچھے طریقے سے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔"(۳)

لہٰذا زوجین میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ دوسرے کے ساتھ ایسی بودوباش اختیار کرے جس سے دونوں کے درمیان محبت ومودت بڑھے کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ﴾

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔"(٤)

اسی پاکیزہ وقابل تعریف زندگی کے ذریعے ہی دونوں میاں بیوی اضطراب وپریشانی سے دور ہو کر سعادت کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور دونوں کو ایک دوسرے کی ناگوار باتوں پر صبر کرنا چاہیے اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ دونوں اپنے اپنے واجبات ادا کریں اور اپنے ساتھی پر زیادتی سے گریز کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

(۱) [النساء : ۳۵]

(۲) [النساء : ۱۹]

(۳) [البقرة : ۲۲۸)]

(٤) [الروم : ۲۱]

﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

''بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بلاحساب پورا پورا دیا جاتا ہے۔''(۱)

اور سوال کا جواب یہ ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر سے خود ہی الگ کر دے تو پھر عورت پر کوئی گناہ نہیں لیکن اگر عورت کو بستر سے دور کرنے کا سبب اس کی اپنی ہی کوئی زیادتی ہو تو اس صورت میں اس پر واجب ہے کہ وہ اس سے معافی مانگے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا بہو پر سسر کی خدمت واجب ہے؟

سوال میرے سسر ہمارے پاس رہنے کے لیے آئے ہیں اور وہ مریض ہیں' اس سے بہت سی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں' سسر کے بارے میں میرے کیا واجبات ہیں؟

جواب عورت پر اپنے سسر یا ساس یا پھر خاوند کے کسی اور رشتہ دار کی خدمت کرنا واجب نہیں' بلکہ اگر گھر میں ساس اور سسر ہوں تو ان کی خدمت کرنا اچھی عادت ہے اور خدمت نہ کرنا خلافِ مروئت شمار ہوگا' لیکن بہو پر اسے لازم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ بیوی پر ان کی خدمت کرنا لازم قرار دے۔

میں کہتا ہوں کہ عورت کو صابرہ ہونا چاہیے اور اسے ساس اور سسر کی خدمت کرنی چاہیے اور اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ ان کی خدمت میں اس کا کوئی نقصان نہیں بلکہ اس سے اس کی عزت اور شرف میں ہی اضافہ ہوگا اور اس سے خاوند کے دل میں بھی اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا بہو پر ساس کی اطاعت واجب ہے؟

سوال میری ساس اور سسر ہماری خاص زندگی میں دخل اندازی کرتے رہتے ہیں اور خاص کر ساس اور نندیں (یعنی خاوند کی بہنیں) تو بہت زیادہ دخل اندازی کرتی ہیں' میرا خاوند بہت ہی اچھا ہے لیکن اس کی شخصیت میں مطلقاً استقلال نہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ساس اور نندوں کے حقوق کے بارے میں بتائیں کہ مجھ پر ان کے کیا حقوق ہیں؟

(۱) [الزمر: ۱۰]

میری ساس کا کہنا ہے کہ اب اس کے اور بھی زیادہ حقوق ہیں اور میرے میکے والوں کے مجھ پر کوئی حقوق نہیں رہے اور مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں نے جہاں بھی جانا ہو یا پھر جو بھی کام کرنا ہو اس کے لیے ساس کی اجازت ضروری ہے۔ مجھے یہ تو علم ہے کہ میں اپنے خاوند سے ہر کام کی اجازت لوں اور میں یہ کرتی بھی ہوں۔ لیکن میرے خیال میں میری ساس کا صرف اتنا حق ہے کہ میں اسے ضرور بتاؤں کہ اپنے گھر کے معاملات کو کس طرح چلا رہی ہوں' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: آپ کی ساس اور نندوں کا آپ پر یہ حق ہے کہ آپ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں' ان سے صلہ رحمی اور ان کے ساتھ احسان ونیکی کی حتی الوسع کوشش کریں۔ مگر آپ کی ساس کا جو یہ ذہن ہے کہ آپ ہر معاملے میں اس کی اجازت لیں تو یہ صحیح نہیں اور نہ ہی علمائے کرام نے اسے بیوی کے ذمہ خاوند کے حقوق میں ذکر کیا ہے' بلکہ آپ پر واجب یہ ہے کہ آپ اپنے خاوند کی اطاعت کریں اور اس سے اجازت طلب کریں اور اس کی بھی اطاعت اس وقت تک ہے جب تک وہ برائی کا حکم نہ دے' اگر وہ برائی کا حکم دے تو اس میں اس کی اطاعت نہیں ہوگی۔

لیکن یہاں یہ بات نہ بھولیں کہ آپ کو اپنی ساس کے تجربات اور اس کی پند ونصائح سے فائدہ اٹھانے میں کوئی ممانعت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی حرج ہے۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ آپ اپنی ساس کی تھوڑی بہت تنگی کو برداشت کریں تاکہ اس سے آپ کے خاوند کی عزت ہو سکے اور ایسا کرنا آپ کے لیے باعث اجر وثواب بنے۔

اور آپ کی ساس کا یہ کہنا کہ اب آپ کے میکے والوں کا آپ پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں رہا' صحیح نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی' احسان اور نیکی کرنے کا حق ابھی بھی باقی ہے' اسی طرح وقتاً فوقتاً نہیں ملنے جانا بھی ان کا حق ہے اور خاص کر والدین کے ساتھ ملاقات اور احسان تو ضروری ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے دلوں میں اُلفت پیدا فرمائے اور آپ کو ہدایت سے نوازے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر عورت سسرال والوں کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو؟

سوال: میں سات برس سے خاوند کے گھر والوں کے ساتھ رہ رہی ہوں مگر اپنے سسر کے ساتھ موافقت نہیں کر سکی' جس بنا پر میں نے خاوند سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم اس فلیٹ سے کہیں اور منتقل ہو جائیں' اسے یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے والدین کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن حالت یہ ہے کہ میں بھی

ساس' سسر اور دیور کے ساتھ نہیں رہ سکتی' تو کیا میرا یہ مطالبہ گناہ ہے؟ اور اسلام اس معاملے میں کیا کہتا ہے' مجھے جتنی جلدی ہو سکے جواب ارسال کریں' میں برداشت نہیں کر سکتی اور یہ چاہتی ہوں کہ خاوند میرے ساتھ ایک سعادت کی زندگی گزارے۔

جواب پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خاوند کے غیر محرم رشتہ داروں کو بیوی کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

''عورتوں کے پاس جانے سے بچو' ایک انصاری شخص کہنے لگا' اے اللہ کے رسول! آپ ذرا خاوند کے عزیز واقارب کے بارے میں تو بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' خاوند کے عزیز واقارب تو موت ہیں۔'' (۱)

لہٰذا کسی بھی دیور کے ساتھ خلوت جائز نہیں' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اتنے چھوٹے ہوں جن سے کوئی خطرہ نہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ خاوند پر واجب ہے کہ وہ بیوی کے لیے ایسی رہائش مہیا کرے جو اسے لوگوں کی آنکھوں' بارش اور گرمی وسردی وغیرہ سے بچائے اور وہ اس میں مستقل طریقے سے رہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر عقدِ نکاح کے وقت بیوی نے اس سے بڑی رہائش کی شرط رکھی تو اسے پورا کرنا ضروری ہوگا اور خاوند کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنی بیوی پر اپنے کسی دیور کے ساتھ مل کر کھانا لازم کرے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے حسب استطاعت رہائش تیار کرے جو عرف ومعاشرے کی عادات اور معیار کے مطابق ہو۔

حافظ ابن حزمؒ کا کہنا ہے کہ

خاوند پر ضروری ہے کہ استطاعت کے مطابق اپنی بیوی کو رہائش دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' تم انہیں اپنی طاقت کے مطابق وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہتے ہو۔'' (۲)

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ

خاوند پر بیوی کے لیے رہائش کا انتظام کرنا واجب ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے'' تم انہیں اپنی طاقت کے مطابق وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہتے ہو۔'' (۳)

---

(۱) [مسلم (۲۱۷۲) کتاب السلام : باب تحریم الخلوة بالأجنبية والدخول علیها' بخاری (۵۲۳۲) کتاب النکاح : باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم' ترمذی (۱۱۷۱) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی کراهية الدخول علی المغيبات' احمد (۱۷۳۵۲) ابن حبان (۵۵۸۸) طبرانی کبیر (۷۶۲/۱۷) شرح السنة للبغوی (۲۲۵۲) بیهقی (۹۰/۷)]

(۲) [الطلاق : ٦]

(۳) [الطلاق : ٦]

جب مطلقہ (رجعیہ) کے لیے رہائش ثابت ہے تو جو نکاح میں ہے اس کے لیے تو بالا ولیٰ واجب ہوگی۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''اوران کے ساتھ اچھے طریقے کے ساتھ بودوباش اختیار کرو۔''

اور یہ بات معروف ہے کہ اسے رہائش میں ہی رکھا جائے گا اور لوگوں کی نظروں سے اسے چھپانے کے لیے بھی رہائش ہی ضروری ہے' پھر مال ومتاع کی حفاظت اور عورت کے ساتھ تعلقات کے لیے بھی رہائش کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔(۱)

کاسانیؒ کہتے ہیں:

اوراگر خاوند اپنی بیوی کو اس کی سوکن کے ساتھ رکھنا چاہے یا پھر اپنے کسی رشتہ دار مثلاً والدہ' بہن یا دوسری بیوی کی بیٹی یا کسی اور رشتہ دار کے ساتھ' مگر بیوی ان کے ساتھ رہنے سے انکار کردے تو خاوند پر ضروری ہے کہ اسے علیحدہ گھر میں رکھے۔اور اگر وہ کسی بڑے سے گھر میں اسے ان کے ساتھ رکھے کہ جس میں ہر چیز کا بالکل علیحدہ انتظام ہو تو پھر وہ علیحدہ مکان کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔(۲)

اس بنا پر خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ آپ کو گھر کے کسی ایسے الگ کمرے میں رہائش دے جہاں پر نہ تو کسی فتنے کا ڈر ہو اور نہ ہی بالغ مردوں کے ساتھ خلوت کا خدشہ ہو۔البتہ خاوند کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آپ کو گھر کے باقی افراد کے کام کرنے پر بھی مجبور کرے یا اس پر مجبور کرے کہ آپ ان کے ساتھ کھائیں یا پئیں۔

اور اگر وہ استطاعت رکھتا ہو تو آپ کے لیے علیحدہ گھر کا بندوبست کرے' اسی میں خیر ہے۔لیکن آپ کی ساس اور سسر بوڑھے ہیں اور اپنے بیٹے کے محتاج ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا اس کے علاوہ اور کوئی نہیں اور ان کی خدمت وہیں رہ کر کی جاسکتی ہے تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ وہیں رہے۔آخر میں ہم اپنی مسلمان بہن سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ صبر کریں اور اپنے خاوند کو راضی کرنے والے اعمال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اس کے والدین کی خدمت میں حتی الوسع تعاون کریں حتی کہ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمادے۔اللہ تعالیٰ ہمارے نبی پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [مزید دیکھئے: المغنی لابن قدامة (۹/۲۳۷)]

(۲) [دیکھئے: بدائع الصنائع (۴/۲۳)]

بیوی کا شوہر کے گھر سے بلا اجازت چلے جانا اور پھر واپسی سے انکار

سوال: میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کیا کرنا واجب ہے؟ میں نوجوان ہوں اور ڈاکٹری کرتا ہوں۔ تقریباً تین برس قبل میں نے شادی کی ہے۔ میری منگیتر بہت ہی ممتاز شخصیت کی مالکہ تھی اور اچھی بھلی سمجھ بوجھ رکھتی تھی' لیکن شادی کے بعد حالات بدل گئے' میں کچھ مقروض تھا اور اسے بھی ہر چیز کا علم تھا اور وہ میری ماہانہ آمدنی کا بھی علم رکھتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے مجھ سے اپنے خاص خرچے کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ جب میں نے اسے سمجھانے اور اسی پر صبر کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ مجھے پہلے اپنا قرض ادا کر لینے دو' مہربانی کر کے میرا تعاون کرو تو اس نے میرے خلاف دنیا کھڑی کر دی اور میرے سسرالیوں کو بتا دیا۔

پھر اس نے ملازمت کا مطالبہ کر دیا حالانکہ ہمارا اس پر اتفاق ہوا تھا کہ وہ ملازمت نہیں کرے گی الا کہ جب میں کمانے کی طاقت نہ رکھوں تو پھر وہ ملازمت کر سکتی ہے' وہ اس کا بھی اصرار کرنے لگی حتی کہ میں اس پر مان گیا' لیکن اس کے بعد بھی کئی ایک مشکلات پیدا ہو گئیں۔ وہ شروع سے اب تک میرے والدین سے بدکلامی اور بدتمیزی کرتی رہی ہے اور معاملہ ان کی توہین تک جا پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شادی کے بعد ایسی بچی دی ہے جس پر لوگ بھی حسد کرنے لگے ہیں' قصہ مختصر کہ وہ کئی ایک بار میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی ہے' اسے نہ بات چیت' نہ بستر سے الگ کرنا اور نہ ہی مارنے فائدہ دیا ہے۔

اس نے مجھے عمارت کے سب رہائشیوں میں بھی ذلیل کر کے رکھ دیا ہے' اس لیے کہ وہ پڑوسیوں' اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو ہمارے درمیان پیدا شدہ مشکلات بتاتی ہے۔ میری سب کوششیں ناکام ہو چکی ہیں حتی کہ مسجد کے امام صاحب نے بھی اس سے بات کی ہے لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ نتیجۃً اس کے لیے میرا دل بالکل سخت ہو چکا ہے اور اختلافات بہت زیادہ ہو چکے ہیں حتی کہ دوبار طلاق بھی ہو چکی ہے' لیکن ہم نے اپنی چھوٹی سی بچی کی وجہ سے رجوع کر لیا جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ہبہ ہوئی ہے۔ بالآخر میرے سسرالی رشتہ دار سفر سے واپس آئے تو وہ یہ کہہ کر ان کے پاس گئی کہ کچھ دن ان کے پاس رہے گی' اسی طرح معاملہ تیس دن تک چلتا رہا اور بہانہ یہ بنایا کہ اس کا والد بیمار ہے اور والدہ بوڑھی ہے' جب میں نے اسے یہ کہا کہ میرے بیٹی کو لے کر میرے گھر واپس آؤ تو اس نے آنے سے انکار کر دیا' میں نے اپنے سسر سے بھی بات کی تو اس نے بھی اسے بھیجنے سے انکار کر دیا۔

میں نے انہیں عدالت میں جانے کی دھمکی بھی دی لیکن وہ پھر بھی نہ مانے' بعد میں یہ بھی انکشاف ہوا کہ میری بیوی اور بیٹی کے سارے کاغذات' پاسپورٹ اور سونا بھی غائب ہے (یعنی اس نے جانے سے پہلے ہی یہ ساری چیزیں لے لی تھیں)۔ اس بارے میں مجھے کچھ بتائیں کہ اب میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید علم سے نوازے۔

جواب اگر تو معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے تو آپ کی بیوی نے کئی ایک غلطیاں کی ہیں' جن میں اس کا بغیر اجازت گھر سے باہر نکلنا' اپنے میکے میں ہی رہنا' بغیر کسی ظاہری سبب کے آپ کے پاس واپس نہ آنا اور اس سے بھی قبل ملازمت پر اصرار کرنا جو کہ آپ کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی ہے' آپ کے والدین کے ساتھ ناشائستہ سلوک اور گھر کے رازوں کو افشاں کرنا۔ ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ وہ طریقہ اختیار کریں جس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں فرمائی ہے:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴾

''اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی اَن بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں مقرر کرو' اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کا ملاپ کرا دے گا' یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا' پوری خبر والا ہے۔'' (۱)

تو آپ اپنی بیوی کے خاندان میں سے کسی صالح شخص کو اختیار کریں اور پھر وہ دونوں جو بھی فیصلہ کریں آپ اسے تسلیم کر لیں اس لیے کہ اسی میں خیر و بھلائی اور کامیابی ہے اور اگر وہ دونوں طلاق کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ پھر بھی غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴾

''اور وہ دونوں (خاوند اور بیوی) علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا' اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور حکمت والا ہے۔'' (۲)

اور اگر ان دونوں منصفوں والا معاملہ بھی اس کے ساتھ فائدہ مند نہیں ہوتا تو پھر آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ عدالت کی طرف رجوع کریں تا کہ وہ یا تو اسے اپنے گھر واپس آنا لازم کریں اور یا پھر قاضی چاہے تو آپ

---

(۱) [النساء : ۳۵]

(۲) [النساء : ۱۳۵]

کے درمیان علیحدگی کروادے۔آپ اس مدت کے دوران صبر وتحمل سے کام لیں' اس لیے کہ شیطان تو خاوند اور بیوی کے درمیان علیحدگی کرانے پر حریص ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ وہ آپ کی رہنمائی فرمائے اور جس میں آپ اور آپ کی بیٹی کے لیے خیر ہے آپ کو اس کی توفیق سے نوازے اور آپ کوئی بھی کام استخارہ کرنے کے بغیر نہ کریں اور جلد بازی۔سے اجتناب کریں اس لیے کہ جلد بازی کبھی بھی خیر نہیں لاتی۔

آپ پر ضروری ہے کہ آپ حلم وبردباری اور نرمی سے کام لیں' کتنے ہی خاندان تباہی کے دہانے پر پہنچنے کے بعد پھر خوشی وسرور کی طرف لوٹ آتے ہیں۔آپ اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی غلطیوں کو بھی تلاش کریں' اپنے رب کے ساتھ معاملات کی اصلاح کریں۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ دونوں کے حالات کی اصلاح فرمائے اور آپ کو اپنی اطاعت ورضامندی کے کام کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

○ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے گھر سے نکلنے کے متعلق سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے دریافت کیا گیا کہ کیا عورت کا اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نکلنا' شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والد کے گھر میں رہنا اور والد کی اطاعت کو شوہر کی اطاعت پر ترجیح دینا جائز ہے؟ یہ جانتے ہوئے کہ اس کا شوہر مسلمان ہے؟

تو کمیٹی نے جواب دیا:

عورت کے لیے اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز نہیں' نہ تو والدین کے لیے اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کے لیے کیونکہ یہ اس پر شوہر کا حق ہے' ہاں اگر وہاں کوئی شرعی مجبوری ہو جو اسے نکلنے کا جواز فراہم کرتی ہو (مثلاً شوہر گناہ کا حکم دیتا ہو' مارتا پیٹتا ہو یا خرچہ نہ دیتا ہو وغیرہ وغیرہ تو نکل سکتی ہے)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا پڑوسیوں کے گھر میں جانا

سوال شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا اپنے پڑوسیوں کے گھر میں جانے کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کے لیے یہ جائز نہیں الا کہ شوہر نے اس کی واضح طور پر یا عرفی اجازت دی ہو۔عرفی اجازت کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو یہ معلوم ہو کہ اگر وہ کسی پڑوسی کے گھر میں جائے گی تو شوہر اسے نہیں روکے گا۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر شوہر اپنے سسرال والوں کا احترام نہ کرے

سوال: مجھے خاوند سے طلاق ہو چکی ہے جس کے کئی ایک اسباب ہیں' جن میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ خاوند میرے والدین کا احترام نہیں کرتا تھا' وہ ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا تھا اور یہ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار ہو چکا ہے۔ میں نے سوچا جو میرے والدین کا احترام نہیں کرتا وہ میرا احترام کیسے کرے گا؟

میں اپنے والدین سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں اور انہیں تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتی' میرا سوال یہ ہے کہ خاوند کے ذمہ بیوی کے والدین کے بارے میں کیا واجب ہے' کیا اس پر بھی یہ واجب نہیں کہ وہ بیوی کے والدین کا عزت واحترام کرے؟ کیا جب عورت شادی کر لیتی ہے تو اس کا یہ معنی ہے کہ اب اولیت خاوند کو حاصل ہے اور اس کے والدین کو ثانوی حیثیت؟

جواب: والدین کا اولاد پر عظیم حق ہے اور بیوی کے ذمہ خاوند کا بھی بہت حق ہے بلکہ سب سے بڑے حقوق میں شمار ہوتا ہے' لہٰذا ان دونوں کے حقوق میں سے کسی ایک کے حق میں بھی کمی نہیں کرنی چاہیے۔ جب بیوی یہ دیکھے کہ خاوند نے اس کے والدین کے حق میں کچھ کوتاہی سے کام لیا ہے تو اسے اپنے خاوند کو اچھے انداز سے سمجھانا چاہیے اور بتانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور ان (اپنی بیویوں) سے اچھے طریقے سے بودوباش اختیار کرو۔''

اس آیت میں بیوی کے والدین کے ساتھ بھی احسان شامل ہے اس لیے کہ اس سے بیوی کو خوشی ہو گی اور سسرال والوں کو تکلیف نہیں دینی چاہیے کیونکہ انہیں تکلیف دینے سے بیوی کو بھی تکلیف ہو گی۔ اسی طرح اگر عورت کے والدین میں سے کوئی ایک یا پھر دونوں خاوند کے حق کے بارے میں کوئی غلطی کرتے ہیں تو عورت کو چاہیے کہ اپنے والدین کو اچھے انداز میں وعظ ونصیحت کرے۔

اور اگر والدین بیٹی کو کوئی حکم دیں اور خاوند نے کسی ایسی چیز کا حکم دیا جو والدین کے حکم کے مخالف ہو تو خاوند کے حکم کو مقدم کیا جائے گا' اس لیے کہ شریعت اسلامیہ میں خاوند کا حق زیادہ بڑا ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ والدین کی نافرمانی کی جائے اور ان کے حقوق ادا نہ کیے جائیں' لیکن ایسا کام صرف تعارض کی صورت میں کیا جائے گا۔

(شیخ عبدالکریم)

اگر شوہر نشہ کا عادی ہو اور توبہ کرنا چاہے تو بیوی کیا کرے؟

سوال: میرے بہنوئی کو نشہ کرنے کی عادت ہے' وہ اسے ترک کرنا چاہتا ہے لیکن عادی ہونے کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا' البتہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی رکھتا ہے۔ میری بہن یہ جاننا چاہتی ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے تین بیٹے بھی ہیں اور اسے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر اس نے خاوند کو چھوڑ دیا تو ممکن ہے اس کا حال اس سے بھی برا ہو جائے اور وہ اور زیادہ نشہ کرنے لگے یا پھر وہ خودکشی ہی کر لے؟

جواب: ہم آپ کی بہن کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ ہی رہے اور اسے توبہ کرنے کی ترغیب دلائے اور یہ کوشش کرے کہ وہ نشہ کرنے سے چھٹکارا حاصل کر لے اور اپنے خاوند کو ان انسان نما بھیڑیوں کے لیے نہ چھوڑ دے جو اس کی زندگی تباہ کر کے رکھ دیں' اسے اپنی بیوی کی اس حالت میں زیادہ ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ آپ ان طبی مراکز سے رابطہ کریں جو نشہ کی عادت کے علاج کے لیے مخصوص ہیں اور آپ کی بہن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس معاملہ میں تردد کا شکار نہ ہو بلکہ اسے ان حالات میں فوراً علاج معالجہ کرنے والے مختص لوگوں سے رابطہ کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اپنے خاوند کو اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتی رہے' اسے موت اور پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی بھی یاددہانی کرائے۔ اور جس چیز پر اس وقت آپ کا بہنوئی ہے اسے چھوڑنے کی بھی ترغیب دی جائے اور اسے اس بیماری سے شفایابی کی امید اور اس کے رب سے توبہ کی قبولیت کی بھی امید دلائی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر کوئی منگیتر کو بھولنے کے لیے شادی کرے مگر نہ بھول سکے

سوال: میرے خاوند نے مجھے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کا بندھن توڑ کر علیحدگی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے' پھر اس کے کچھ دن بعد اس نے کہا کہ اس کی پہلی منگیتر نے اسے ای میل کے ذریعے خط لکھا ہے اور مجھے اپنی سابقہ منگیتر کی ای میل پڑھنے کی اجازت بھی دے دی۔ جب میں نے ای میل دیکھی تو مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہاں تو کئی ای میل خط ہیں جو وہ آپس میں ایک دوسرے کو ارسال کرتے رہے ہیں اور مجھے اس کے متعلق بتایا بھی نہیں۔ میں نے ان خطوط کو پڑھا' انہوں نے ان میں کچھ فحش گوئی سے بھی کام لیا تھا اور وہ اپنی ملازمت والی جگہ سے اس سے روزانہ رابطہ کرتا رہا اور اسے یہ کہتا رہا کہ وہ اب دوبارہ اس سے رابطہ منقطع نہیں کرنا چاہتا۔

اس کا کہنا ہے کہ اس نے مجھ سے دو وجوہات کی بنا پر شادی کی تھی:

(1) وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور میرے ساتھ شادی نہ کرے۔

(2) اس نے مجھ سے اس لیے شادی رچائی تا کہ اپنی سابقہ منگیتر کو بھول جائے لیکن وہ اسے نہیں بھول سکا' بلکہ اس کی تلاش میں رہا اور بالآخر اسے تلاش کر ہی لیا۔

اور مزید یہ بات بھی آپ کے علم میں رہے کہ اس کے ساتھ پڑھنے والی سہیلیوں نے بھی اس کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی ہے۔ مجھے یہ علم ہے کہ اسے ایک ہی وقت میں چار عورتوں سے شادی کرنے کا حق حاصل ہے' لیکن کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نوجوان لڑکیوں کو اپنی سہیلیاں بنائے اور پھر خاص کر جب وہ سب کی سب غیر مسلم ہوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شادی کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے اور اسے میاں بیوی کے درمیان محبت ومودت کا ذریعہ اور میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے اور شادی میں اصل تو یہی ہے کہ اس میں استمرار ہو۔ آپ کے خاوند پر واجب تھا کہ شادی سے پہلے ہی اپنی نیت ٹھیک رکھتا اور پھر جب اس نے مکمل شرائط کے ساتھ آپ سے شادی کی ہے تو پھر اسے چاہیے کہ وہ اسے نبھائے۔ اسی طرح آپ کے خاوند پر یہ حرام ہے کہ وہ اجنبی لڑکیوں کے ساتھ تعلقات استوار کرتا پھرے اور ان سے خط و کتابت کرے اور خاص کر جب وہ اس خط و کتابت میں فحش گوئی سے بھی کام لے۔

ہم آپ کے بارے میں یہ کہیں گے کہ آپ اپنے خاوند کے سامنے صراحت کیوں نہیں کرتیں اور اسے وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتیں' ممکن ہے وہ اس سے اپنے برے طریقے کو چھوڑ کر راہِ راست پر آ جائے' یا پھر آپ ایسے لوگوں کی معاونت حاصل کریں جو اہل علم اور عقل و دانش کے مالک ہیں اور وہ آپ کے خاوند کو اس ضمن میں سمجھائیں۔ اسی طرح اگر وہ اپنی سابقہ منگیتر کو بھول نہیں سکتا تو اگر وہ اہل کتاب میں سے ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے شادی کر لے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ پہلے اپنے سابقہ حرام تعلقات سے توبہ کرے اور پاکدامنی کی طرف پلٹ آئے۔

مزید آپ صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑیں اور علیحدگی اختیار کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں' ممکن ہے آپ کا صبر دیکھ کر بالآخر وہ راہِ راست پر آ جائے' لیکن اگر وہ انکار ہی کرتا ہے اور اپنے حرام تعلقات کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتا تو ایسے شخص سے علیحدگی میں بھی کوئی افسوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے خیر و بھلائی کی توفیق کے طلب گار ہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر کا بیوی سے چار ماہ سے زیادہ مدت تک غائب رہنا

سوال: میں اپنے ملک میں کسی لڑکی سے شادی کی تیاری کر رہا ہوں' لیکن میں طالب علم ہونے کی وجہ سے اسے اس ملک (جہاں میں زیر تعلیم ہوں) ساتھ نہیں لاسکتا اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا' خاوند اپنی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ غائب نہ رہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں پھر کم از کم ایک سال سے پہلے اپنے ملک واپس نہیں جاسکتا' تو کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں شادی کرلوں اور اسلام کے اس قاعدہ ''ضروریات ممنوعہ کاموں کو جائز بنادیتی ہیں'' پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیوی سے سال تک دور رہوں؟

جواب: جب بیوی اس پر راضی ہو جائے کہ آپ اس سے اتنی مدت دور رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہر قسم کی بھلائی اور خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر کا زیادہ دیر ڈیوٹی پر رہنا اور بیوی کو اکیلا چھوڑنا

سوال: کیا گھر میں بیوی کو چھوڑنا اور اسے یہ کہنا کہ میرے بغیر تو گھر سے نہیں نکل سکتی' غلط ہے؟ میں دن میں پندرہ گھنٹے اور ہفتہ کے ساتوں دن کام کرتا ہوں اور وہ گھر میں اکیلی بور ہوتی رہتی ہے' تین ہفتوں کے بعد مجھے ایک دن کی چھٹی ملتی ہے' وہ بھی جب میرا نصیب ہو۔

جواب: ① بلاشبہ دنیاوی زندگی میں خواہشات بہت ہی زیادہ ہیں اور انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان مختلف انواع واقسام کے طریقے استعمال کرتا ہے' اس لیے خاوند پر واجب ہے کہ وہ اس میں احتیاط سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیوی اور اولاد کے بارے میں اس پر بہت ہی اہم ذمہ داری ڈالی ہے اور ان کی حفاظت وتربیت کا معاملہ بھی اسی کے سپرد کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق یوں فرمایا ہے:

﴿ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا ' وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' قَالَ : وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ : وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ﴾

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس

سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔'' (۱)

② یہ بھی یاد رہے کہ عورت بھی ایک گوشت اور خون سے پیدا شدہ انسان ہے' پرفتن قسم کے لوگوں کو دیکھ کر یا ان کی باتیں سن کر وہ بھی متاثر ہو سکتی ہے' اس لیے ضروری ہے کہ خاوند اسے بھی اپنے ذہن میں رکھے اور غلط قسم کی اثر انداز ہونے والی اشیاء سے بچائے' اسی طرح اسے شر و برائی والی جگہوں پر لے جانے سے بھی بچائے۔

③ مسلمان خاوند پر ضروری ہے کہ وہ صرف دنیا کے لیے ہی زندگی بسر نہ کرے اور ایک گونگی و بے حس مشین کی طرح صرف کام میں ہی نہ جتا رہے' اگرچہ مال کی خواہش بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا اسے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ کم وقت والا کام کرے خواہ اسے اس میں اجرت کم ہی حاصل ہو جبکہ وہ کم اجرت اسے کافی ہو اور اس کی ضروریاتِ زندگی پوری کرتی ہو تاکہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کے لیے بھی وقت نکال سکے اور ان کا خیال اور تربیت کر سکے۔

④ اتنی دیر تک عورت کو گھر میں اکیلا رکھنا مناسب نہیں الا کہ عورت کے پاس خاوند کی عدم موجودگی میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کا بدلہ بن سکے مثلاً اسلامی تعلیمات کا حصول' یا ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جو خیر و بھلائی کے کاموں کی ترغیب دلاتے ہوں۔ لیکن اس کے برعکس عورت کو گھر میں گیم وغیرہ کے لیے' یا ٹیلی ویژن دیکھنے کے لیے' یا غلط قسم کے پڑوسیوں سے میل ملاقات کے لیے یا پھر کسی اور بری صحبت میں چھوڑ دینا بہت ہی بری بات اور ناجائز عمل ہے۔ اس طرح کے کام کرنے والے لوگ اپنے رب سے ملاقات سے پہلے ہی اس کا انجام دیکھ لیتے ہیں۔

⑤ عورت کا گھر سے خاوند یا کسی محرم کے بغیر نکلنے کے متعلق گزارش ہے کہ اگر راستہ پرامن ہو اور جہاں وہ جا رہی ہے وہاں کسی قسم کا خطرہ نہ ہو اور عورت بھی قابل اعتماد ہو کہ وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گی تو پھر اس کے خاوند یا

---

(۱) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة : باب الجمعة فی القری والمدن' مسلم (۱۸۲۹) کتاب الامارة : باب فضیلة الأمیر العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة' ترمذی (۱۷۰۵) کتاب الجهاد : باب ما جاء فی الامام' نسائی فی السنن الکبری (۹۱۷۳/۵) عبد الرزاق (۲۰٦٤۹) الأدب المفرد للبخاری (۲۱٤) بیهقی (۲۸۷/٦)]

کسی محرم کے ساتھ جانے کی شرط نہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ سفر کے لیے محرم کی شرط بہر حال ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ شہر میں جہاں بھی عورت جائے مرد بھی ساتھ ہی جائے البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر تھوڑی مسافت میں بھی فتنہ کا ڈر ہو تو پھر وہ اکیلی نہ جائے بلکہ یا خاوند کو ساتھ لے کر جائے یا کسی محرم کو' جو اسے فتنہ وفساد سے بچا سکے۔

⑥ کفار کے ممالک میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کی بھرپور کوشش کریں مثلاً کچھ مسلمان مل کر ایک بلڈنگ کرایہ پر حاصل کرلیں یا پھر ان کے گھر ایک دوسرے کے قریب ہوں تاکہ اہل وعیال کے لیے ایک اسلامی فضا اور ماحول تیار ہو سکے اور ان کی حفاظت بھی ہو۔ پھر اس طرح کرنے سے ایک مسلمان عورت کو اچھی اور نیک عورتوں کی صحبت بھی حاصل ہو گی جس سے وہ اپنے خاوند کی غیر موجودگی میں بھی اپنے آپ کو محفوظ پائے گی اور مستفید ہو سکے گی۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں متقی لوگوں کا امام بنا اور ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ (آمین یارب العالمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

گھر کی خاص باتیں لوگوں کو بتانا

سوال بعض عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر اور ازدواجی زندگی سے متعلقہ خاص باتیں بھی اپنے رشتہ داروں اور سہیلیوں کو بتاتی ہیں' حالانکہ ان میں کتنی ہی ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ جنہیں ظاہر کرنا شوہر کو ناپسند ہوتا ہے' تو ایسی عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب بلاشبہ کچھ عورتوں کی یہ عادت کہ اپنے گھر اور ازدوجی زندگی کی باتیں اپنے اقارب اور سہیلیوں کو بتانا ایک حرام کام ہے اور کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے گھر کا راز یا شوہر کے ساتھ اپنے معاملات میں سے کچھ بھی کسی انسان کے سامنے ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ﴾

"فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔" (۱)

اور نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ

(۱) [النساء: ۳٤]

﴿ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُفْضِي إِلَى الْمَرْأَةِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا ﴾

''بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام ومرتبے کے لحاظ سے سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو بیوی سے جماع کرتا ہے اور وہ اس سے ہم بستری کرتی ہے پھر وہ شخص اس عورت (یعنی اپنی بیوی) کا راز (لوگوں میں ازراہِ تفنن یا عمداً) پھیلاتا ہے۔'' (۱)

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا بیوی خاوند کو اکیلے غیر مسلم ملک میں پڑھائی کے لیے جانے دے؟

سوال خاوند تعلیم کے لیے کفار کے ملک میں جانا چاہتا ہے اور بیوی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ جائے یا مسلم ملک میں ہی رہے' وہ وہاں صرف دنیاوی نفع کی خاطر ہی جانا چاہتا ہے تا کہ اس کا مقام زیادہ ہو اور زیادہ تنخواہ حاصل کر سکے تو کیا وہ اس کے ساتھ جائے یا نہ جائے؟

جواب میرے خیال میں بیوی بھی اس کے ساتھ ہی جائے' اس لیے کہ ایسا کرنا اس کے لیے فتنہ وفساد سے بچنے کا ذریعہ ہوگا اور عورت پر بھی کوئی ضرر نہیں جبکہ وہ مکمل پردہ اور اپنی حشمت کو برقرار رکھے اور جو کچھ اس پر واجب ہے اس کی ادائیگی کرتی رہے۔ لیکن خاوند کے اکیلے جانے میں خدشہ ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائے اور اسی طرح بیوی بھی خاوند کے بغیر رہے گی تو تنگی محسوس کرے گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو غیر مسلم بیوی کے ساتھ معاشرت

سوال جب شادی شدہ شخص اسلام قبول کر لے لیکن بیوی اسلام قبول نہ کرے اور وہ یہودی اور عیسائی بھی نہیں اور دونوں کے جنسی تعلقات بھی قائم ہیں تو کیا وہ اس وجہ سے کبیرہ گناہ کے مرتکب تو نہیں ہوئے؟ اور اگر بیوی اسلام قبول کر لے اور خاوند نہ کرے اور وہ آپس میں جنسی تعلقات قائم رکھیں تو کیا یہی حکم ان پر بھی لاگو ہوگا؟

جواب مسلمان شخص کے لیے غیر مسلمہ بیوی سے تعلق قائم رکھنا جائز نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ اسلام قبول نہیں کر لیتیں۔'' (۲)

---

(۱) [مسلم (۱٤۳۷) كتاب النكاح : باب تحريم إفشاء سر المرأة ' ابو داود (٤٨٧٠) كتاب الأدب : باب في نقل الحديث ' أحمد (٦٩/٣)]

(۲) [البقرة : ۲۲۱]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو۔'' (۱)

اور ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''نہ تو یہ (مسلمان) عورتیں ان (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ ہی وہ (کافر) ان (مسلمان) عورتوں کے لیے حلال ہیں۔'' (۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی تھی۔ نیز امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر اجماع نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اہل علم کے درمیان کافر عورتوں کی تحریم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔'' (۳)

اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں میں سے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں بھی حلال ہیں۔'' (٤)

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''محصنات'' کا مطلب ہے عفت وعصمت والی عورتیں جو زنا کاری کرنے والی نہ ہوں۔

سوال میں مذکورہ بیوی کے اہل کتاب میں نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان خاوند کے لیے اس کے ساتھ معاشرت جائز نہیں' اسے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے' اس لیے کہ اس کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا شرعی طور پر درست نہیں اور تعلقات قائم رکھنا زنا شمار ہوگا جو کہ حرام ہے۔

اور اگر بیوی اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند کافر ہی رہے خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا کسی اور مذہب کا تو ان دونوں کا نکاح بیوی کے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی فسخ ہو جائے گا اور وہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کافر خاوند پر حرام ہو جائے گی اور اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک خاوند بھی اسلام قبول نہ کر لے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر بیوی اسلام قبول کر کے ازدواجی کشیدگی میں مبتلا ہو جائے


سوال میں ایک یورپین عورت ہوں' اللہ تعالیٰ نے مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائی اور میں نے الحمدللہ

(۱) [الممتحنة : ۱۰]

(۲) [الممتحنة : ۱۰]

(۳) [المغني لابن قدامة (۵۰۳/۷)]

(٤) [المائدة : ٥]

اسلام قبول کرلیا۔ میں پوری کوشش کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اتباع کروں' لیکن میں آپ سے بعض ازدواجی مشکلات کے بارے میں نصیحت کی طلبگار ہوں جو کہ میرے اور خاوند کے درمیان پیدا ہوچکی ہیں۔ میرے خیال میں آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی کشیدگی کی علامت بن چکی ہے حتی کہ معاملہ اس حد تک جا پہنچا ہے کہ میں نے اپنے خاوند سے چند ماہ قبل پہلی مرتبہ طلاق کا مطالبہ بھی کردیا ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جانتے ہوئے بھی کہ نماز فرض ہے نماز ادا نہیں کرتا' اس میں بہت زیادہ سستی کرتا ہے۔

اس نے ایک اور عادت بھی بنالی ہے کہ وہ جب بھی غصہ میں ہوتا ہے مجھے طلاق کی دھمکیاں دیتا ہے اور اسی حالت میں اس نے مجھے گھر سے بھی نکال دیا تھا اور جب اسے یہ پتہ چلا کہ میں بھی اسے چھوڑ دوں گی تو اس نے توبہ کی اور اپنے معاملات میں تبدیلی پیدا کرلی' جس کی وجہ سے میں نے اپنا مطالبہ ختم کردیا اور اس کے پاس واپس آ گئی۔ اس کے باوجود کشیدگی ابھی تک پائی جاتی ہے اور ہمارے تعلقات کو خراب کررہی ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ موجودہ دور میں وہ مجھ سے ایمان میں کمزور ہے اور میں بھی اپنے آپ کو کامل مومنہ نہیں سمجھتی اور مجھے بھی علم ہے کہ میں بھی گناہ میں پڑجاتی ہوں' لیکن میں اسے ہر وقت دیکھتی ہوں کہ وہ اچھے کام نہیں کرتا۔

میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کرسکتی اور اسے ایسے کاموں سے باز کرنے سے نہیں رک سکتی' وہ بیٹی کے سامنے میرا ایسی جگہ کا بوسہ لیتا ہے کہ جہاں بوسہ لینا کسی کے بھی سامنے شرم کی بات ہے اور بیٹی کی ہی موجودگی میں فحش کلمات کی ادائیگی بھی اس کا معمول ہے۔ اور جب میں اسے یہ کہتی ہوں کہ ایسا کہنا صحیح نہیں' تو بعض اوقات تو وہ مجھے قرآن وحدیث سے ہی اس کے جواز کی دلیل دیتا ہے اور بعض اوقات غصے میں آ جاتا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ میرے معاملات میں دخل نہ دو۔ اب ہم دونوں میں سے ہر ایک کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ

ان حالات میں ڈال کر اللہ تعالیٰ مجھے کس چیز میں آزمانا چاہتا ہے؟ اگر مجھے علم ہو تو کیا مجھ پر ضروری نہیں کہ میں اسے نصیحت کروں اور اسے صحیح چیز کے متعلق بتاؤں یا میں صبر ہی کرتی رہوں اور انتظار کروں کہ اسے خود ہی غلط کام کا علم ہو جائے گا کیونکہ اب وہ اسلامی کتب پڑھنے لگا ہے؟ اس موضوع کے بارے میں آپ سے نصیحت چاہتی ہوں' کیونکہ اب وہ اس طرح کی تنبیہات سے تنگی محسوس کرنے لگا ہے اور میں صبر نہیں کرسکتی بلکہ اگر وہ میری بات نہ سنے تو میں غصے میں آجاتی ہوں' میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں اور اس میں کتاب وسنت کے دلائل بھی دیں۔

جواب ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے آپ کو ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق دی اور آپ کو اپنی رضامندی کے کام کرنے کی حرص بھی عطا کی اور آپ کے خاوند کو بھی آپ کے ساتھ معاملات میں تبدیلی لانے کی

توفیق بخشی۔ہم امید کرتے ہیں کہ اس سے آپ کے اندر یہ امید پیدا ہوگی کہ آپ کے خاوند کا معاملہ پہلے سے بہتر ہو رہا ہے اور انشاء اللہ وہ اپنے معاملات کو اور بہتر بنائے گا۔

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ ایک صالح اور نیک عورت اپنے خاوند کی عادات کو بدلنے کی استطاعت رکھتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر وہ حکمت ونرمی سے کام لے اور اس میں جلد بازی سے گریز کرے (انشاء اللہ)۔بعض اوقات کچھ خاوند ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی بیویوں کی جانب سے بار بار کی نصیحت پر ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں' خاص کر جب یہ نصیحت ان کی اولاد کی موجودگی میں کی جائے' یا ممکن ہے کہ وہ اس میں اپنی توہین محسوس کرنے لگیں یا پھر اپنی شخصیت کی کمزوری دیکھیں۔اس لیے آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس کا خیال رکھیں اور اسے نصیحت کرنے کے لیے کوئی مناسب سا وقت اختیار کریں اور اس میں تبدیلی لانے کی کوشش کرتی رہیں اور نصیحت کرتے وقت بھی آپ محبت اور نرمی کا انداز اختیار کریں تا کہ وہ اسے قبول کرے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾

''اپنے رب کے راستے کی طرف (لوگوں کو) حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے۔''

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَهُ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَهُ ﴾

''جس چیز میں بھی نرمی پائی جائے وہ اسے مزین اور خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نرمی ختم ہو جائے وہ اسے بدصورت بنا دیتی ہے۔''(۱)

اور پھر خاوند تو اس نرمی کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ اس کا کچھ مقام ومرتبہ بھی ہے۔ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اپنی کوشش کو کامیاب کرنے کے لیے اس کے ساتھ کئی ایک اسلوب اختیار کریں مثلاً اسے پڑھنے کے لیے کچھ کتابیں اور سننے کے لیے کچھ اسلامی کیسٹیں بطورِ ہدیہ پیش کریں' یا پھر یہ چیزیں لا کر اس کے قریب ایسی جگہ پر رکھیں جہاں سے وہ بآسانی حاصل کر سکے اور اسے پڑھنے اور سننے کا شوق پیدا ہو۔اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا والتجاء کرتی رہیں کہ وہ آپ کے حالات کی اصلاح فرمائے اور معرفتِ حق کے لیے آپ کے خاوند کا سینہ کھول دے اور اسے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

(۱) [مسلم (۲۵۹٤) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الرفق]

میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں مگر صرف اللہ کے لیے' نکاح کے لیے نہیں

سوال: میں ایک عیسائی عورت ہوں اور ایک مسلمان شخص سے محبت کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں' اس نے میری اسلام کی طرف رہنمائی کی' حتی کہ میں نے اسلام کے صحیح دین ہونے کے علمی دلائل بھی دیکھے' اب میں نہ تو مسلمان ہوں اور نہ عیسائی بلکہ ایک درمیانے مؤقف کی مالک ہوں۔ میں حقیقتاً اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں اور اس کی سچی کوشش بھی کر رہی ہوں۔ پہلے میں بہت زیادہ عیسائیت پر قائم تھی لیکن اب مجھے اس کا شعور بھی نہیں رہا اور میرا خاندان بھی میرے اسلام قبول کرنے پر راضی ہے۔

اگرچہ مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے اور عنقریب میں اسلام بھی قبول کر لوں گی' لیکن مجھے ایک پریشانی ہے جو میری رغبت پوری کرنے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور اگر مجھے اسلام قبول کرتے وقت اطمینان محسوس نہ ہوا تو میں یہ سوچوں گی کہ میں نے صرف اسلام اس لیے قبول کیا ہے تاکہ اس مسلمان شخص سے شادی کر سکوں' لیکن میں یہ نہیں چاہتی بلکہ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اسلام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قبول کروں اور اب میں اپنے اس معاملے میں متردد ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا میں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے غیر مسلم خاندان سے مل سکتی ہوں؟ میں نے ایک اسلامی ویب سائٹ پر پڑھا ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنی ناپسندیدہ جگہ پر جانے سے منع کر دے یا پھر جن اشیاء کو وہ نہیں چاہتا ان سے اپنی بیوی کو منع کر دے تو بیوی کو اس کی اطاعت کرنا پڑتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے خاندان سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں اور وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں' اسی لیے انہوں نے میرے قبولِ اسلام میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی اور میں بھی یہ نہیں چاہتی کہ انہیں چھوڑوں اور وہ بھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتے۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے وضاحت سے یہ بتائیں کہ کیا میرے لیے ممکن ہے کہ میں ان سے مل سکوں اور ان کے تہواروں میں ان کے ساتھ شرکت کر سکوں؟ اور کیا میں ان کے تہواروں پر ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ کر سکتی ہوں مثلاً کرسمس وغیرہ کے تہواروں پر؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ جیسی عورت کو اسلام قبول کرنے میں کسی بھی قسم کا تردد زیب نہیں دیتا اور نہ ہی آپ کے لائق ہے کہ آپ قبولِ اسلام میں تردد کریں۔ بلکہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اس قدر علم وحکمت کی مالک بنایا ہے' آپ کو تو چاہیے کہ آپ اپنے علاوہ ایسے لوگوں کی بھی اسلام کی طرف رہنمائی کریں جو اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔ آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ آپ کے قبولِ اسلام کے پختہ ارادے اور آپ کے درمیان صرف شیطان حائل ہے

اور وہی آپ کو اس قسم کے وسوسوں سے دوچار کر رہا ہے' جن کی وجہ سے آپ دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کا فیصلہ کرنے میں تردد کا شکار ہیں۔

آپ کا قبولِ اسلام صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے اور وہ مسلمان تو صرف اس میں ایک سبب کی حیثیت رکھتا ہے۔اور اس وجہ سے آپ پر قطعاً کوئی عیب نہیں کہ فلاں شخص آپ کے قبولِ اسلام کا سبب بن رہا ہے۔ہم آپ کے سامنے ایک ایسی عورت کا قصہ رکھتے ہیں جس کی دین اسلام میں کوئی نظیر نہیں ملتی' یہ قصہ اس امت کے نوادرات میں شامل ہوتا ہے۔اس واقعہ میں آپ مکمل طور پر غور وفکر کریں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے جواب میں کہا' اے ابوطلحہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! تیرے جیسے مرد کو رد نہیں کیا جا سکتا' لیکن تو ایک کافر شخص ہے اور میں مسلمان عورت ہوں' میرے لیے یہ حلال نہیں کہ میں تیرے ساتھ شادی کر سکوں۔لیکن اگر تو مسلمان ہو جائے تو میری شادی کا یہی مہر ہوگا' اس کے علاوہ میں کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کرتی۔اس پر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور ان کی شادی کا مہر بھی اسلام ہی تھا۔

ثابتؒ جو کہ انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں' کہتے ہیں کہ میں نے کسی بھی عورت کے بارے میں نہیں سنا کہ اس کا مہر اُم سلیم کے مہر سے اچھا اور قیمتی ہو۔اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی شادی ہوگئی اور ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی۔(۱)

آپ یہ جان لیں کہ آپ کے دل کی تہوں تک ایمان بہت ہی جلد داخل ہو جائے گا اور یہ ساری کی ساری دنیا اس عظیم نعمت میں گزری ہوئی ایک گھڑی کے برابر بھی نہیں ہو سکتی' اسلام میں تو کچھ لوگ صرف مال حاصل کرنے کے لیے داخل ہوتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں بھی اسلام کی محبت بہت ہی جلد داخل ہو جاتی ہے اور وہ اسلام سے محبت کرنے لگتے ہیں' اور پھر وہ اسی اسلام کی وجہ سے لڑائیاں لڑتے ہیں اور اس کے لیے اپنی سب سے قیمتی اشیاء حتی کہ اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔لہٰذا آپ پر بھی یہ ضروری ہے کہ فوری طور پر بلا تاخیر اسلام قبول کر لیں اور یہ علم میں رکھیں کہ شیطان چاہتا ہے کہ وہ آپ کو اس سعادت اور دین فطرت سے دور رکھے۔آپ دین اسلام میں داخل ہو کر وہ دین اختیار کریں گی جو کہ آدم' ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کا دین تھا' یہ وہی دین ہے جو دین فطرت کہلاتا ہے اور اسی پر سب لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام آپ کو اپنے خاندان سے ملاقات کرنے سے نہیں روکتا بلکہ اسلام تو آپ کو اس کی وصیت کرے گا تاکہ آپ ان کے قبولِ اسلام میں معاون ومددگار ثابت ہو سکیں اور پھر لوگوں میں سے سب سے

(۱) [صحیح : صحیح نسائی' نسائی (۳۳۴۱) کتاب النکاح : باب التزویج علی الاسلام]

زیادہ اس لائق تو آپ کے خاندان والے ہی ہیں کہ وہ بھی اس عظیم نعمت میں آپ کے ساتھ شامل ہوں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

''میرے پاس قریش کے معاہدہ کی مدت کے دوران (یعنی صلح حدیبیہ کی مدت جس میں نبی کریم ﷺ نے قریش کے ساتھ لڑائی نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا) میری والدہ آئیں جو کہ ابھی مشرکہ تھیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے کہا' اے اللہ کے رسول! میرے پاس میری والدہ آئی ہیں اور وہ رغبت بھی رکھتی ہیں تو کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں اپنی والدہ سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو۔'' (۱)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ اپنے خاندان کے ان لوگوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی اجازت دے رہے ہیں جو دین اسلام پر نہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ان کے کہنے پر دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جانا اور اسلام چھوڑ دینا قطعاً مباح نہیں بلکہ صرف دنیاوی اُمور میں ہی ان کے ساتھ بھلے برتاؤ کی اجازت ہے' دین کے معاملے میں ان کی ماننے کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے اسے دُکھ پر دُکھ اٹھا کر حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے' کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کر' (تم سب کو) میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تم پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کر جس کا تجھے علم بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا' ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرنا اور اس کی راہ پر چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو' پھر تم سب کا لوٹنا میری طرف ہی ہے اور جو کچھ بھی تم کر رہے ہو پھر میں تمہیں اس سے خبردار کروں گا۔'' (۲)

نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے خاندان والوں کو دعوت دینے کا اہتمام کیا تھا' آپ ان کے پاس جاتے تھے اور انہیں دعوت دیتے تھے حتی کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو بھی دعوت دی تھی جبکہ وہ موت کے آخری سانس لے رہا تھا۔ اس لیے آپ کے لیے اپنے خاندان والوں کو ملنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ سب کچھ آپ اپنے خاوند کے ساتھ مل کر کریں۔ انہیں تحفے وغیرہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ چیز ان کے لیے تالیف قلب کا باعث بنے اور اس بنا پر وہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں' لیکن یہ یاد رہے کہ یہ تحفے ان کے تہواروں پر انہیں دینا اور اسی طرح ان موقعوں پر ان سے تحفے لینا جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنے میں باطل کام پر ان کی اعانت اور ان کے

---

(۱) [بخاری (۲۶۲۰) کتاب الهبة : باب الهدية للمشركين' مسلم (۱۰۰۳) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين' ابو داود (۱۶۶۸) كتاب الزكاة : باب الصدقة على أهل الذمة' ابن حبان (۴۵۲) طيالسی (۱۶۴۳) احمد (۲۶۹۸۱)]

(۲) [لقمان : ۱۴-۱۵]

اس فعل پر رضامندی کا اظہار ہے۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

عیسائی بیوی سے اولاد پیدا نہ کرنا

سوال میں نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے اور ایک عیسائی عورت سے شادی شدہ ہوں' میرا سوال یہ ہے کہ کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اس عیسائی عورت سے بچے پیدا نہ ہونے دوں اور خاص کر جب ہمارے درمیان یہ معاہدہ بھی طے نہیں پایا کہ ہم اولاد کی تربیت اسلامی طریقوں کے مطابق کریں گے؟

جواب سب سے پہلے تو ہم سائل کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر مبارکباد دیتے ہیں کہ اس نے آپ کو دین اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی' اللہ تعالیٰ آپ کو دین اسلام پر ثابت قدم رکھے اور آپ کو موت بھی دین اسلام پر ہی آئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم سائل کو یہ نصیحت نہیں کرتے کہ وہ اپنی عیسائی بیوی سے بچے پیدا نہ ہونے دے' اس کے دو سبب ہیں:

① شرعی طور پر کثرتِ نسل مطلوب ہے' جس کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان یوں ہے:

''شادی ایسی عورت سے کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو' اس لیے کہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں کے سامنے فخر کروں گا۔''(۱)

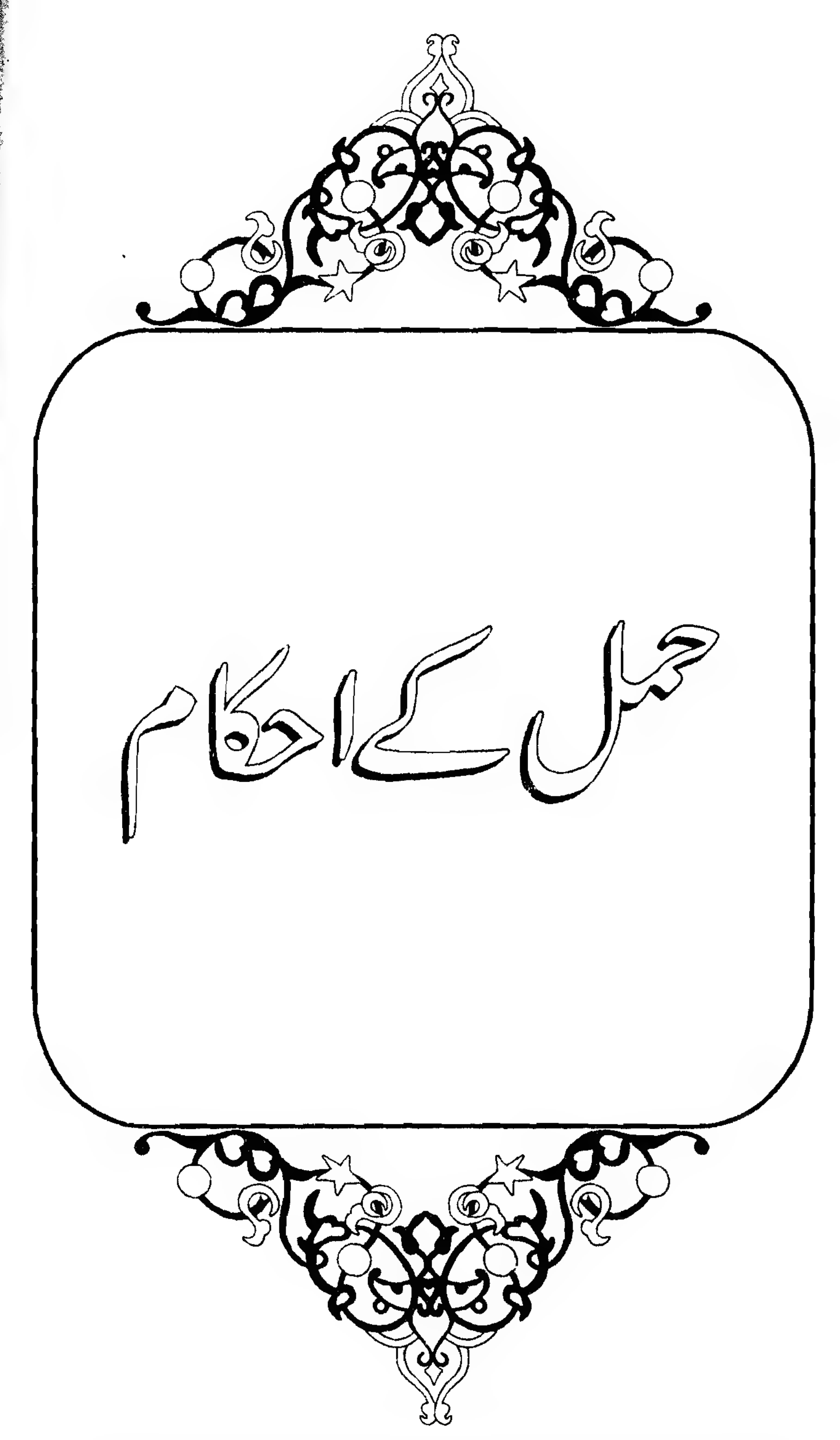
② بیوی کا کفر پر ہی باقی رہنا ایک ظنی معاملہ ہے قطعی نہیں' ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بھی انعام کرتا ہوا اسے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما دے جس طرح کہ اس کے خاوند پر انعام کیا ہے اور پھر بیوی کے مسلمان ہونے کے بعد انہیں ندامت کا سامنا کرنا پڑے کہ ہم نے اولاد کے بغیر ہی زندگی بسر کر دی۔

اس بنا پر ہم سائل کو یہی نصیحت کریں گے کہ وہ بچے پیدا کرنے سے نہ رکے' بلکہ وہ اپنی بیوی کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرے' ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی دین اسلام میں داخل فرما دے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ آپ پر اولاد کا انعام کرے تو آپ پر ضروری ہے کہ اس کی تربیت دین اسلام پر کریں اور شروع سے ہی انہیں اسلامی اخلاقیات کی تربیت دیں' اس معاملے میں آپ کی کافرہ بیوی کا کوئی دخل نہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [صحیح : آداب الزفاف (ص / ۱۳۲) نسائی (۳۱۷۵)]



حمل کے احکام



نسل کی تحدید و تنظیم کا حکم

سوال: جن ممالک میں افراد کی کثرت ہے وہاں تحدید نسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذیل میں ہم نسل کو منظم کرنے کے مسئلہ میں فقہ اکیڈمی کی قرارداد اور فیصلہ کو نقل کرتے ہیں۔

مجلس فقہ اکیڈمی کی پانچویں کانفرنس کویت میں یکم جمادی الآخر سے چھ جمادی الآخر ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۰ سے ۱۵ دسمبر ۱۹۸۸ء تک جاری رہی۔

مجلس کے اعضاء وخبراء کی جانب سے تنظیم نسل کے بارے میں پیش کیے گئے مقالہ جات کو دیکھنے اور اس موضوع کے بارے میں بحث ومناقشہ اور دلائل سنے گئے۔

اور اس بنا پر کہ شریعت اسلامیہ میں شادی کے مقاصد میں بچے پیدا کرنے اور نوع انسانی کی نسل کی حفاظت شامل ہے اور اس مقصد کو ختم کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا نصوصِ شرعیہ اور کثرتِ نسل کی طرف لانے والی توجیہات اور اس کی حفاظت وعنایت کے منافی ہے اور پانچ کلیوں قاعدوں میں حفظ نسل بھی ایک کلیہ ہے شرائع نے جس کا خیال رکھنے کا کہا ہے۔

مندرجہ ذیل فیصلہ کیا گیا:

1. کوئی بھی ایسا عام قانون لاگو کرنا جس سے خاوند اور بیوی کو بچے پیدا کرنے کی آزادی کو محدود کیا گیا ہو' جائز نہیں۔
2. مرد اور عورت کی بچے پیدا کرنے کی قدرت کو ختم کرنا حرام ہے جسے بانجھ پن یا نامردی کہا جاتا ہے' جب تک کہ شرعی معیار کے مطابق کوئی ضرورت پیش نہ آئے۔
3. وقتی طور پر حمل کی مدت میں اضافہ کرنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے' یا جب شرعی طور پر کوئی معتبر ضرورت اور حاجت پیش آئے تو پھر بھی وقتی طور پر حمل روکنا جائز ہے' لیکن اس میں بھی خاوند اور بیوی دونوں کا اندازہ اور مشورہ اور رضامندی ضروری ہے بشرطیکہ اس میں کوئی نقصان وضرر نہ ہو اور پھر حمل روکنے کا وسیلہ بھی شرعی ہو اور ٹھہرے ہوئے حمل پر کوئی زیادتی نہ کی جائے (یعنی اسے ضائع نہ کیا جائے)۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [دیکھیں: مجلة المجمع' عدد نمبر (٤) جلد نمبر (۱) صفحه نمبر (۷۳)]

بلا وجہ منصوبہ بندی کا حکم

سوال: میں ایک چھتیس برس کی عورت ہوں اور میرے چھ بچے بھی ہیں اور ساتویں کا حمل ہے' میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا میرے لیے منصوبہ بندی کرانا جائز ہے تاکہ کچھ مدت تک حمل نہ ہو سکے؟ مجھے یہ علم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کو روک نہیں سکتی لیکن میں صرف اپنا وزن کم کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت میرا وزن 250 پاؤنڈ ہے (تقریباً 115 کلوگرام)۔ میں جب بھی وزن کم کرنے کے لیے بچاؤ کرتی ہوں مجھے حمل ہو جاتا ہے۔

جواب: حمل روکنا جائز نہیں لیکن اگر اس کی ضرورت ہو اور ماہر قسم کے ڈاکٹر یہ فیصلہ کر دیں کہ ولادت کی وجہ سے کمزوری بہت زیادہ ہو جائے گی یا پھر مرض کے زیادہ ہونے کا خدشہ ہو' یا پھر حمل یا ولادت کی وجہ سے ہلاکت کا خدشہ غالب ہو تو پھر جائز ہے لیکن اس منع حمل میں بھی خاوند کی رضامندی کا شامل ہونا ضروری ہے اور جب یہ عذر ختم ہو جائے تو پھر عورت کو اپنی اصلی حالت پر لایا جائے۔(۱)

آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ وزن کم کرنا چاہتی ہیں تو آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ کوئی ایسا عذر نہیں جس کی وجہ سے منصوبہ بندی کو مباح قرار دیا جائے لہٰذا آپ کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ ہاں وزن کم کرنے کے لیے ہم آپ سے کہیں گے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں' آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

''آدمی کا سب سے برا بھرا ہوا برتن پیٹ ہے' اسے اتنا کھانا ہی کافی ہے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھے' اگر وہ ضرور ہی کھانا چاہتا ہے تو پھر پیٹ کے تین حصے کرے' ایک کھانے کے لیے' ایک پینے کے لیے اور ایک سانس کے لیے۔''(۲)

اسی طرح آپ اس (حمل سے بچاؤ) کے لیے بعض مباح وسائل کو بھی بروئے کار لا سکتی ہیں مثلاً دورانِ جماع عزل کرنا (یعنی انزال باہر کر دینا)۔ اہل علم کے ہاں صحیح قول یہی ہے کہ سبب کے بغیر بھی انزال کرنے میں کوئی حرج نہیں' اس لیے کہ حدیث میں وارد ہے:

﴿كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ﴾

''ہم نبی کریم ﷺ کے دور میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن بھی نازل ہو رہا تھا۔''(۳)

(۱) [دیکھئے: فتاوى المرأة المسلمة (۹۷۷/۲)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۵۶۷۴)]

(۳) [بخاری (۵۲۰۹) كتاب النكاح : باب العزل' مسلم (۱۴۴۰) كتاب النكاح : باب حكم العزل' أبو يعلى (۲۱۹۳) ترمذی (۱۱۳۷) كتاب النكاح : باب ما جاء في العزل' أحمد (۳۷۷/۳) بيهقى (۲۲۸/۷)]



اور ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو اولاد آپ کے مقدر میں لکھ رکھی ہے وہ آپ کے گمان سے بھی بہتر ہو اور ایک اچھا ذخیرہ بن سکے اور خاص کر آپ کے بڑھاپے میں اور بھی بہتر ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

حمل روکنے کے لیے ٹیوب کے استعمال کا حکم

سوال: کیا منع حمل کے لیے ٹیوب استعمال کی جا سکتی ہے؟

جواب: ٹیوب کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

1- اس سے عورت کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہو۔

2- خاوند اس کے استعمال کی اجازت دے۔

ہم چاہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ بتاتے چلیں کہ عورت کے لائق نہیں کہ وہ منع حمل کے لیے کوئی بھی چیز استعمال کرے' کیونکہ یہ شرعی مقصد کے خلاف ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ وہ اسی طرح باقی رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے کثرتِ نسل پر پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ کثرتِ نسل میں بہت ہی عظیم مصلحتیں ہیں اور یہ انسان کو نہ رزق میں' نہ تربیت میں اور نہ ہی صحت میں کوئی نقصان دیتی ہے۔ لیکن اگر عورت جسمانی طور پر کمزور ہو یا اسے زیادہ بیماریاں لاحق ہوں اور ہر سال حمل اس کے لیے نقصان دہ ہو تو وہ معذور ہے' ایسی حالت میں وہ خاوند کی اجازت کے بغیر وہ منع حمل کے لیے کچھ استعمال کر سکتی ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

نس بندی کے ذریعے منع حمل کا حکم

سوال: میں عنقریب چوتھے بچے کی ماں بننے والی ہوں اور یہ ولادت میری صحت کی خرابی کی وجہ سے آپریشن سے ہوگی' اس سے قبل بھی میرے تینوں بچے بڑے آپریشن سے ہوئے ہیں' اب میری صحت کو خطرہ ہے اور ڈاکٹروں نے بھی یہی مشورہ دیا ہے کہ اب آپ نس بندی کا آپریشن کروالیں اور آئندہ بچے پیدا نہ کریں' اگر شرعی طور پر ایسا کرنا جائز ہو تو نہ میرے خاوند کو اس پر کوئی اعتراض ہے اور نہ ہی مجھے' تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ مجھے آپ کی نصیحت درکار ہے۔

جواب: اس (نس بندی کے) آپریشن میں کوئی حرج نہیں' جب ڈاکٹر یہ فیصلہ کر دیں کہ اس کا مزید اولاد پیدا کرنا

صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور خاوند اس کی اجازت دے دے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن باز)......

کیا ایڈز کی شکار عورت حمل ساقط کرا سکتی ہے؟

سوال کیا ایڈز کی شکار ماں کے لیے حمل ساقط کرانا جائز ہے؟

جواب ایڈز کی شکار حاملہ ماں کی بیماری بچے کو غالباً اس وقت منتقل ہوتی ہے جب وہ چار ماہ کا ہو جائے اور اس میں روح پھونک دی جائے یا پھر دورانِ ولادت یہ بیماری بچے میں منتقل ہوتی ہے تو اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے (کہ بیماری بچے میں روح پھونکے جانے کے بعد منتقل ہوتی ہے) اسقاطِ حمل جائز نہیں (کیونکہ اس صورت میں یہ ایک جان کا ناحق قتل شمار ہوگا)۔

......(شیخ محمد المنجد)......

حمل کی اقل مدت

سوال میں ایک سال تک اپنی بیوی سے دور رہا' پھر جب میں واپس لوٹا اور اس کے پاس آٹھ ماہ اور پچیس دن رہا تو اس نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اب مجھے ان پانچ دنوں کے متعلق شکایت ہے جو 9ویں مہینے سے کم ہیں۔ برائے مہربانی میری اس مسئلے میں رہنمائی کیجیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب نو ماہ سے قبل عورت کے بچہ جننے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو (اس پر کسی قسم کے) شک وشبہ کو واجب کرتی ہو اور (یاد رکھو کہ) حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾

''اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔''(۱)

اور (دودھ چھڑانے کی مدت کے متعلق) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ﴾

''اور اس کی دودھ چھڑائی دو سال میں ہے۔''(۲)

(۱) [الأحقاف : ۱۵]

(۲) [لقمان : ۱٤]

پس (تیس ماہ سے) دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ نکال دیئے جائیں تو باقی چھ ماہ رہ جاتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حمل کی مدت قرار دیا ہے تو) اس سے ثابت ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔لہٰذا اگر عورت ساتویں ماہ یا اس کے بعد والے مہینوں میں بچے کو جنم دے دے تو اس میں (اس پر) کوئی شک والی بات نہیں۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

○ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے بھی اسی طرح کا فتویٰ دیا ہے۔

دورانِ حمل نکاح کا حکم

سوال: حاملہ عورت سے عقدِ نکاح کا کیا حکم ہے' کیا یہ جائز ہے یا باطل؟

جواب: حاملہ عورت کو طلاق ہوئی ہو یا اس کا شوہر فوت ہوا ہو اس کی عدت وضع حمل ہے' کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

''اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''(١)

اور ایسی عورت کے ساتھ عقدِ نکاح باطل ہے اور نکاح کی تکمیل ممکن نہیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

دورانِ حمل ہم بستری کا حکم

سوال: کیا حاملہ عورت کے ساتھ ہم بستری جائز ہے؟

جواب: حاملہ عورت کے ساتھ ہم بستری جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف دورانِ حیض ونفاس اور بحالتِ احرام ہی ہم بستری سے منع کیا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بچے کی ولادت کے دوران کیا شوہر بیوی کو دیکھ سکتا ہے؟

سوال: کیا خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ بیوی کی زچگی کے وقت اس کے پاس رہے اور اس کا مشاہدہ کرے؟

(١) [الطلاق : ٤]

جواب: جی ہاں' زچگی کے وقت خاوند اپنی بیوی کے پاس رہ سکتا ہے' اس لیے کہ بیوی کا جسم دیکھنا خاوند کے لیے جائز ہے جس میں کسی قسم کا کوئی استثناء نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ ' مِنَ الْجَنَابَةِ ﴾

''نبی کریم ﷺ اور آپ کی بیویوں میں سے کوئی ایک عورت دونوں ایک ہی برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔''(۱)

اس بنا پر خاوند بیوی کی حالت زچگی میں اس کے پاس رہ سکتا ہے جبکہ وہاں کوئی اور اجنبی عورت نہ ہو جس کا پردہ کرنا اس مرد سے ضروری ہو۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......



(۱) [بخاری (۲٦٤) کتاب الغسل : باب ھل یدخل الجنب یدہ فی الاناء]



متعدد شادیوں کے احکام



ایک سے زیادہ شادیوں کا حکم اور حکمت

سوال حقیقی طور پر میں اسلام کی رغبت رکھتی تھی' اس لیے میں نے اسلامی لٹریچر پڑھنا شروع کیا' لیکن اس کی بعض چیزیں پڑھ کر میں بہت زیادہ پریشانی کا شکار ہوگئی ہوں اور وہ مجھے اسلام سے بھی دور لے گئی ہیں جن میں سے ایک ہے ''ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا''۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے بتائیں قرآن مجید میں اس کا بیان کس جگہ کیا گیا ہے؟ میری یہ بھی گزارش ہے کہ آپ میرے لیے چند ایک ہدایات بھی ارسال کریں جو میری صحیح زندگی گزارنے میں معاون بن سکیں تاکہ میں صحیح راستے سے بھٹک نہ جاؤں۔

جواب اللہ تعالیٰ نے رسالت کو دین اسلام کے ساتھ ختم کیا ہے اور یہ وہی دین اسلام ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور دین قابل قبول نہیں۔ لہٰذا آپ کا دین اسلام کو قبول نہ کرنا اور اس سے دور ہو جانا آپ کے لیے بہت ہی بڑا خسارہ شمار ہوگا اور پھر سعادت مندی کی زندگی بھی آپ سے چھن جائے گی۔ اس لیے ہم یہی کہیں گے کہ جتنی جلدی ہو سکے آپ اسلام قبول کرلیں اور اس میں کسی بھی قسم کی تاخیر نہ کریں کیونکہ اسلام قبول کرنے میں تاخیر کا انجام اچھا نہیں۔ اور آپ نے جو یہ کہا ہے کہ آپ کا اسلام سے دور ہٹنے کا سبب ''تعدد زوجات'' ہے۔ تو اس کے بارے میں سب سے پہلے تو ہم حکم بیان کریں گے' پھر اس کی حکمت اور غرض وغایت۔

❶ تعددِ زوجات کا حکم:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَ ثُلَاثَ وَ رُبَاعَ ' فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ' ذَالِكَ أَدْنَى أَنْ لَا تَعُولُوا ﴾

''اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے انصاف نہیں کر سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو' دو دو' تین تین' چار چار سے' لیکن اگر تمہیں برابری اور عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی' یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔''(۱)

زیادہ شادیوں کے جواز میں یہ آیت نص ہے' لہٰذا شریعتِ اسلامیہ میں یہ جائز ہے کہ انسان ایک عورت یا دو یا

(۱) [النساء : ۳]

تین یا چار عورتوں سے بیک وقت شادی کر لے یعنی ایک ہی وقت میں اس کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں رہ سکتی ہیں۔لیکن وہ ایک وقت میں چار سے زیادہ نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔مفسرین‘ فقہائے عظام اور سب مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے‘ کسی نے بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کیا۔

❷ تعددِ زوجات کی اباحت میں حکمت:

(1) زیادہ شادیوں کو اس لیے جائز کیا گیا ہے کہ امت مسلمہ کی کثرت ہو اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ کثرت شادی کے بغیر نہیں ہوسکتی اور ایک بیوی کی بہ نسبت اگر زیادہ بیویاں ہوں تو پھر کثرتِ نسل میں بھی زیادتی ہوگی۔اور اہل عقل ودانش کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ افراد کی کثرت امت کے لیے تقویت کا باعث ہوتی ہے اور پھر افرادی قوت کی زیادتی سے کام کرنے کی رفتار بھی بڑھے گی جس وجہ سے معیشت بھی مضبوط ہوگی‘ لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ ملک میں حکمران تدبیری اُمور صحیح طور پر جاری کریں۔

آپ ان لوگوں کی باتوں میں نہ آئیں‘ جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ افراد کی کثرت نقصان دہ ہے اور خوشحالی کے لیے مضر ہے‘ یہ بات غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حکیم وعلیم ہے جس نے ایک سے زیادہ شادیوں کو جائز قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کے رزق کی ذمہ داری بھی خود ہی اُٹھائی ہے اور زمین میں وہ سب کچھ پیدا فرمایا ہے جو ان سب کے لیے کافی ہے بلکہ کفایت سے بھی زیادہ ہے اور اگر کچھ کمی ہوتی ہے تو وہ حکومتوں اور اداروں کے ظلم وزیادتی اور غلط قسم کی پلاننگ کی وجہ سے ہے۔مثال کے طور پر آپ افرادی قوت کے اعتبار سے سب سے بڑے ملک چین کو ہی دیکھیں جو کہ اس وقت ساری دنیا میں سب سے قوی ملک شمار کیا جاتا ہے‘ بلکہ کئی ہزار گنا شمار ہوتا ہے اور اسی طرح دنیا کا سب سے بڑا صنعتی ملک بھی چین ہی شمار ہوتا ہے اور کون ہے جو چین پر چڑھائی کرنے کا سوچے اور اس کی جرأت کرے؟ کاش لوگ تعدد کے فوائد جان جائیں۔

(2) سروے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے تو اس طرح اگر ہر مرد صرف ایک عورت سے ہی شادی کرے گا تو کتنی ہی عورتیں کنواری ہی رہ جائیں گی جو کہ معاشرے اور بذاتِ خود عورت کے بھی نقصان دہ ہے۔عورت ذات کو جو نقصان پہنچے گا وہ یہ کہ اس کے پاس ایسا خاوند نہیں ہوگا جو اس کی ضروریات پوری کرے اور اس کی معاش اور رہائش کا بندوبست کرے اور حرام قسم کی شہوات سے اسے روک کر رکھے‘ اور اس سے ایسی اولاد پیدا کرے جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو نتیجۃً وہ غلط راہ پر چل نکلے گی اور ضائع ہو جائے گی سوائے اس کے جس پر پروردگار کی خاص رحمت ہو۔

اور جو معاشرے کو نقصان ہوگا وہ یہ ہے کہ سب کو علم ہے کہ خاوند کے بغیر بیٹھ رہنے والی عورت سیدھے راستے سے منحرف ہو جائے گی اور گندے راستے پر چل نکلے گی جس سے وہ زنا و بدکاری میں مبتلا ہو جائے گی اور معاشرے میں فحاشی اور ایڈز جیسی گندی' مہلک اور لاعلاج بیماریاں جنم لیں گی اور پھر خاندان تباہ ہوں گے اور حرام کی اولاد بہت زیادہ پیدا ہونے لگے گی جسے یہ علم ہی نہیں ہوگا کہ ان کا باپ کون ہے؟ اس طرح انہیں نہ تو کوئی مہربانی اور نرمی کرنے والا ہاتھ ہی نصیب ہوگا اور نہ ہی ایسی عقل وفہم ملے گی جو ان کی اچھی تربیت کر سکے اور جب وہ اپنی زندگی کا آغاز کریں گے اور انہیں اپنی حقیقت کا علم ہوگا کہ وہ زنا کی اولاد ہیں تو دلبر داشتہ ہو کر یا تو خودکشی کی طرف دوڑیں گے یا پھر وہ معاشرے پر وبال بن جائیں گے اور اسے اپنے اوپر ہوئے ظلم کی سزا دیں گے جس سے فسادات کی کثرت ہو جائے گی اور معاشرے تباہی کے کنارے پر پہنچ جائیں گے۔

(3) مرد حضرات ہر وقت خطرات سے کھیلتے رہتے ہیں جو کہ ہو سکتا ہے ان کی زندگی ہی ختم کر دیں' اس لیے کہ وہ بہت زیادہ محنت ومشقت کے کام کرتے ہیں' کہیں وہ جنگوں میں شریک ہوتے ہیں' کہیں ان کی شہادت کی خبریں موصول ہوتی ہیں' تو مردوں کی صفوں میں وفات کا احتمال عورتوں کی صفوں سے زیادہ ہے جو کہ عورتوں میں بلا خاوند رہنے کی شرح زیادہ کرنے کا سبب ہے اور اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کو رواج دیا جائے۔

(4) مردوں میں کچھ ایسے مرد بھی پائے جاتے ہیں جن کی شہوت قوی ہوتی ہے اور انہیں ایک عورت کافی نہیں رہتی' تو اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا دروازہ بند کر دیا جائے اور اس شخص سے یہ کہا جائے کہ آپ کو صرف ایک بیوی کی ہی اجازت ہے تو وہ بہت ہی زیادہ مشقت میں پڑ جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی شہوت کسی حرام طریقے سے پوری کرنے لگے۔ آپ اس میں یہ بھی اضافہ کرتے چلیں کہ عورت کو ہر ماہ حیض بھی آتا ہے اور جب ولادت ہوتی ہے تو پھر وہ چالیس روز تک نفاس کی حالت میں رہتی ہے جس بنا پر مرد اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کر سکتا' کیونکہ شریعتِ اسلامیہ میں حیض اور نفاس کی حالت میں ہم بستری کرنا حرام ہے اور پھر اس کا طبی طور پر بھی نقصان ثابت ہو چکا ہے' اس لیے جب عدل کرنے کی قدرت ہو تو ایک سے زیادہ شادیوں کو جائز کیا گیا ہے۔

(6) یہ تعدد صرف دین اسلام میں ہی جائز نہیں کیا گیا بلکہ پہلی امتوں میں بھی یہ معروف تھا اور بعض انبیاء علیہم السلام کئی عورتوں سے شادی شدہ تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوے (90) بیویاں تھیں' اسی طرح عہدِ رسالت میں کئی ایک مردوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے پاس آٹھ بیویاں تھیں اور بعض کے پاس پانچ تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دے دیا کہ وہ ان میں سے چار کو رکھیں اور باقی کو طلاق دے دیں۔

(6) ہوسکتا ہے کہ ایک بیوی بانجھ ہو یا خاوند کی ضرورت پوری نہ کر سکے' یا کسی بیماری کی وجہ سے خاوند اس سے مباشرت نہ کر سکے اور خاوند اپنی شہوت پوری کرنے کا کوئی اور جائز ذریعہ تلاش کرتا رہے تو اس کے پاس دوسری شادی کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں۔

(7) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی عورت آدمی کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہو جس کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو اور وہ شادی شدہ بھی نہیں یا پھر بیوہ ہے اور یہ شخص خیال کرتا ہو کہ اس کے ساتھ سب سے بڑا احسان یہی ہے کہ وہ اسے اپنی بیوی بنا کر اپنے ساتھ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ گھر میں رکھے تاکہ اس کے لیے عفت وعصمت اور خرچہ دونوں جمع کر دے جو اسے اکیلا چھوڑنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

❁ اعتراض:

ہوسکتا ہے کہ کوئی اعتراض کرتا ہوا یہ کہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے میں ایک گھر میں کئی ایک سوکنوں کا وجود پیدا ہوگا اور اس بنا پر سوکنوں میں دشمنی اور فخر ومقابلہ پیدا ہو جائے گا جس کا اثر گھر میں موجود افراد یعنی اولاد اور خاوند پر بھی پڑے گا' جو کہ ایک نقصان دہ چیز ہے اور یہ نقصان ختم کرنے کے لیے تعددِ زوجات کی ممانعت ضروری ہے۔

❁ اعتراض کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ خاندان میں ایک بیوی کی موجودگی میں بھی جھگڑا پیدا ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں جھگڑا پیدا نہ ہو' جیسا کہ اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ ایک بیوی کی بہ نسبت زیادہ بیویوں کی صورت میں نزاع زیادہ پیدا ہوتا ہے اور اس جھگڑے کو ہم نقصان شمار کریں تو یہ سب کچھ بہت سے خیر کے پہلوؤں میں ڈوبا ہوا ہے اور پھر زندگی میں نہ تو صرف خیر ہی خیر ہے اور نہ صرف شر ہی شر۔ مطلب یہ ہے کہ مقصود وہ چیز ہے جو غالب ہو تو جس کے شر پر خیر غالب ہوگی اسے راجح قرار دیا جائے گا اور تعدد میں بھی اسی قانون کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور پھر ہر بیوی کا علیحدہ رہنے کا مستقل شرعی حق ہے اور خاوند کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیویوں کو ایک ہی مشترکہ گھر میں رہنے پر مجبور کرے۔

❁ ایک اور اعتراض:

جب تم مرد کے لیے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا جائز کرتے ہو تو پھر عورت کے لیے یہ کیوں جائز نہیں یعنی عورت کو یہ حق کیوں نہیں کہ ایک سے زیادہ آدمیوں سے شادی کر سکے؟



❁ اعتراض کا جواب:

عورت کو اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے تو اس کی عزت میں کمی واقع ہوگی اور اس کی اولاد کا نسب بھی ضائع ہو گا۔ اس لیے کہ عورت نسل بننے کا مقام ہے اور نسل کا ایک سے زیادہ مردوں سے بننا جائز نہیں۔ اسی طرح اولاد کی تربیت کی ذمہ داری بھی ضائع ہوگی اور خاندان بکھر جائے گا۔ اولاد کے لیے باپ کے روابط ختم ہو جائیں گے جو اسلام میں جائز نہیں' اسی طرح یہ چیز عورت کی مصلحت میں بھی شامل نہیں اور نہ ہی بچے اور معاشرے کی مصلحت میں ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

ایک سے زیادہ شادیوں سے کراہت کرنے والے کا حکم

سوال اس شخص کا کیا حکم ہے جو ایک سے زیادہ شادیوں سے کراہت کرے اور دوسروں کو بھی اس سے متنفر کرے؟

جواب کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ کسی بھی کام کو ناپسند کرے اور اس سے لوگوں کو متنفر کرے اور یہ تو دین اسلام سے مرتد ہونا شمار کیا جاتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ ذَالِکَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴾

''یہ (یعنی کفار کے اعمال کی بربادی وہلاکت) اس لیے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے' پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیے۔'' (۱)

......(شیخ صالح فوزان)......

ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی شرائط

سوال وہ کون سی شرائط ہیں جن کی موجودگی میں مرد کے لیے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا جائز ہے؟

جواب بنیادی طور پر وہ شرائط دو ہیں:

① عدل وانصاف:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم ان کے درمیان عدل نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی کافی ہے۔'' (۲)

---

(۱) [محمد : ۹]

(۲) [النساء : ۳]

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تعددِ زوجات کے لیے عدل شرط ہے اور اگر آدمی کو پہلے ہی یہ خدشہ ہو کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں عدل وانصاف نہیں کر سکے گا تو پھر اس کے لیے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا منع ہے۔ اور تعدد کے جواز کے لیے جو عدل مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے درمیان نفقہ' لباس اور رات بسر کرنے وغیرہ اور مادی اُمور جن پر اس کی قدرت ہے' میں عدل سے کام لے۔

تاہم محبت میں عدل کے بارے میں وہ مکلف نہیں اور نہ ہی اس سے اس چیز کا مطالبہ ہے اور نہ ہی وہ اس کی طاقت رکھتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا ہے:

﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾

''اور تم ہرگز عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے اگرچہ تم اس کی کوشش بھی کرو۔'' (۱)

② خرچ کی طاقت:

اس شرط کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾

''اور ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔'' (۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ جو بھی نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اسے کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا ہو تو وہ پاکبازی اختیار کرے۔ نکاح میں رکاوٹ بننے والی اشیاء میں یہ چیزیں شامل ہیں: جس کے پاس نکاح کرنے کے لیے مہر کی رقم نہ ہو اور نہ ہی اس کے پاس اتنی قدرت ہو کہ وہ شادی کے بعد اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کر سکے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

چار عورتوں سے زیادہ کو نکاح میں رکھنا

سوال کیا مرد چار عورتوں سے زیادہ کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے یا نہیں اور اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب مرد کے لیے چار عورتوں سے زیادہ کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل ایک تو یہ

(۱) [النساء: ۱۲۹]

(۲) [النور: ۳۳]

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں تعددِ زوجات کا ذکر فرمایا ہے وہاں صرف چار تک ہی شادیوں کا ذکر کیا ہے[1] اور حدیث میں ہے کہ قیس بن حارث رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ان میں سے چار کو اختیار کر لو اور باقی کو چھوڑ دو۔(۲)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

عورت ایک سے زیادہ شادیاں کیوں نہیں کر سکتی؟

سوال عورت کے لیے تین یا چار خاوندوں سے شادی کرنا کیوں جائز نہیں' حالانکہ مرد کے لیے تین یا چار عورتوں سے بیک وقت شادی کرنی جائز ہے؟

جواب سب سے پہلی بات تو یہ ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ہے اور پھر سب ادیان بھی اس پر متفق ہیں کہ بیوی کے ساتھ خاوند کے علاوہ کوئی اور ہم بستری نہیں کر سکتا اور ان ادیان میں بلا تردد سب آسمانی ادیان شامل ہیں۔ جن میں اسلام اور اصل یہودیت و نصرانیت بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے شرعی احکام کو تسلیم کیا جائے چاہے ہمیں اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسانی مصلحت کی ہر چیز کو جانتے ہیں اور نہایت حکمت والے ہیں۔

مرد کے لیے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے اور عورت کے حق میں ایک سے زیادہ خاوند کی ممانعت کے بارے میں گزارش ہے کہ اس ضمن میں کچھ اُمور ایسے ہیں جو کسی بھی ذی شعور اور صاحب عقل ودانش پر مخفی نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو ایک برتن کی مانند بنایا ہے جبکہ مرد کی حیثیت برتن جیسی نہیں' اس لیے اگر وہ عورت جس سے ایک سے زیادہ مردوں نے ہم بستری کی ہو حاملہ ہو جائے تو اس کے پیدا ہونے والے بچے کا علم ہی نہیں ہو سکے گا کہ بچے کا باپ کسے قرار دیا جائے۔

اس طرح لوگوں کے نسب اور نسلوں میں اختلاط پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے گھروں کے گھر تباہ ہو جائیں گے اور بچے دھتکار دیئے جائیں گے اور عورت پر وہ بچے بوجھ بن جائیں گے۔ نہ تو وہ ان کی کما حقہ تربیت کر سکے گی

---

(۱) [النساء : ۳]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۵۸۸) إرواء الغلیل (۱۸۸۵) صحیح ابو داود (۱۹۳۹) کتاب الطلاق ' ابن ماجة (۱۹۵۲) کتاب النکاح : باب الرجل یسلم وعنده أکثر من أربع نسوة ' ابو داود (۲۲٤۱) کتاب الطلاق : باب فی من أسلم وعنده نساء أکثر من أربع أو أختان]

اور نہ ہی ان کے کھانے پینے کا بوجھ برداشت کر سکے گی کیونکہ والد کا علم نہیں کہ کون ہے۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ عورت اپنے آپ کو بانجھ کرنے پر مجبور ہو جائے' جو کہ نسل انسانی کی تباہی کا باعث بنے گا۔ پھر اب تو میڈیکلی طور پر بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک عورت کو ایک سے زیادہ مرد کے استعمال کرنے کی بنا پر ایڈز جیسے مہلک مرض پیدا ہو چکے ہیں۔

اس طرح عورت کے رحم میں ایک سے زیادہ مردوں کے نطفے کے اختلاط سے اس قسم کے خطرناک مرض پیدا ہوتے ہیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مطلقہ یا جس کا خاوند فوت ہو جائے کے لیے عدت مشروع کی ہے کہ اس مدت میں اس کا رحم وغیرہ سابقہ شوہر کے مادہ اور اس گندگی سے پاک صاف ہو جائے جو اس میں نقصان کا باعث بنتا ہے۔

امید ہے کہ اتنا بیان ہی کافی ہے ہم زیادہ طوالت میں نہیں جاتے اور اگر سوال کرنے والے کا مقصد کوئی علمی ریسرچ یا گریجویشن کا کوئی مقالہ وغیرہ ہے تو ہم سائل سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ تعدد زوجات اور اس کی حکمت کے موضوع پر تالیف شدہ کتب کا مطالعہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ سعد الحمید)......

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت

سوال: میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مندرجہ ذیل موضوع کے متعلق کسی حدیث یا شریعتِ اسلامیہ کی رائے کی معرفت میں میرا تعاون کریں:

جب کوئی عورت کسی شخص سے شادی شدہ ہو اور شوہر نے اس بیوی کی اجازت کے بغیر کوئی اور شادی بھی کر رکھی ہو تو عورت کو علم ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب: ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کے لیے پہلی بیوی کی رضامندی شرط نہیں اور نہ ہی خاوند پر فرض ہے کہ وہ جب دوسری شادی کرنا چاہے تو پہلی بیوی کو راضی کرے' لیکن یہ اچھے اخلاق' اخلاقی فریضہ اور حسن معاشرت کا حصہ ضرور ہے کہ اس کا بھی خیال رکھا جائے اور اس کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کی جائے اور اسے کسی بھی جائز طریقے سے راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)

خاوند کی دوسری شادی پر صبر سے کیا عورت کو کوئی خاص اجر ملتا ہے؟

سوال اگر پہلی بیوی خاوند کی دوسری شادی پر صبر کرے تو کیا اسے اجر وثواب حاصل ہوگا' کیا ایسی حالت میں کوئی خاص اجر وثواب ہے یا وہی جو ایک بیوی کو اپنے خاوند کی اطاعت اور اس کے حقوق ادا کرنے پر حاصل ہوتا ہے؟ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ اس کا کوئی خاص اجر وثواب ہے تو مجھے اس حالت کو قبول کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔

مجھے یہ کہا گیا ہے کہ جو بیوی اپنے خاوند کی دوسری شادی پر صبر کرتی ہے اسے مؤمن کے جہاد پر جانے کا اجر وثواب حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ عورت کا جہاد تو حج ہے اور خاوند کی دوسری شادی کو قبول کرنا جہاد سے بھی بڑھ کر ہے' تو کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ اور کیا آپ کے علم میں ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی اجر وثواب ہے؟

جواب ہمیں تو کسی ایسی دلیل کا علم نہیں جس میں آپ کا ذکر کردہ اجر وثواب ملتا ہو' لیکن طبرانی میں ایک روایت ملتی ہے جو کہ ضعیف ہے' اسے ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر غیرت اور مردوں پر جہاد فرض کیا ہے' تو ان میں سے جو عورت بھی اجر وثواب کی نیت کرتے ہوئے صبر کرے گی اسے شہید کا اجر حاصل ہوگا۔(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند کی اطاعت پر صبر کرنا اس کے جنت میں داخل ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے' جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں بھی اس کا بیان ملتا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ أَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ﴾

''جب عورت پانچوں نمازیں ادا کرے' ماہ رمضان کے روزے رکھے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔''(۲)

بیوی کا اپنے خاوند کی دوسری شادی پر صبر کرنے کا اجر اس سے بھی زیادہ ہے جو ہم کئی ایک نقاط میں بیان کریں گے:

---

(۱) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغیر (۱٦۲٦)]

(۲) [حسن : هداية الرواة (۳۱۹۰)' (۳/۳۰۰) آداب الزفاف (ص / ۲۸٦) ابن حبان (٤١٦۳) احمد (۱۹۱/۱)]

① خاوند کی دوسری شادی اس کے لیے امتحان اور آزمائش ہوگی' تو اگر وہ صبر کرے گی تو اسے آزمائش پر صبر کرنے کا ثواب ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

''بلاشبہ صبر کرنے والوں کو بے حساب پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔''(۱)

اور حدیث میں ہے کہ

﴿ مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ ﴾

''مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ' بیماری' غم وفکر اور پریشانی لاحق ہوتی ہے اور جو بھی اسے تکلیف پہنچتی ہے حتی کہ جو کانٹا اسے لگتا ہے' اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی غلطیاں معاف کر دیتا ہے۔''(۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ

﴿ مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيئَةٍ ﴾

''جو مومن مرد اور عورت اپنے آپ اور اپنے مال واولاد کی آزمائش میں رہیں حتی کہ (اسی حال میں) اللہ تعالیٰ سے جا ملیں تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی گناہ ہی نہیں۔''(۳)

② اگر عورت اس پریشانی کو اپنے خاوند اور دوسری بیوی کے لیے احسان سمجھتے ہوئے قبول کرے تو اسے محسنین یعنی احسان کرنے والوں کا اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾

''احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔''(٤)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾

---

(۱) [الزمر: ۱۰]

(۲) [بخاری (۵٦٤۲) كتاب المرضى: باب ما جاء في كفارة المرض' مسلم (۲۵۷۳) كتاب البر والصلة والآداب: باب ثواب المومن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذالك]

(۳) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۵۸۱۵) ترمذی (۲۳۹۹) كتاب الزهد: باب ما جاء في الصبر على البلاء]

(٤) [الرحمن: ٦۰]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (۱)

③ اگر عورت کو اس دوسری شادی کی وجہ سے غصہ آ جائے اور وہ اپنا غصہ پی لے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو اسے اس غصہ پی جانے کی وجہ سے اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾

''اور (جنتی لوگ) غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں' اور اللہ تعالیٰ (ان) احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔''

اس طرح عام حالت میں اپنے شوہر کی اطاعت کرنے والی بیوی کے اجر وثواب سے زیادہ اسے یہ اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اور ایک عقل مند عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی تقسیم پر راضی ہو جائے اور اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ خاوند کے لیے دوسری شادی اللہ تعالیٰ نے جائز کی ہے' اس وجہ سے اسے اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی دوسری شادی میں اس کے لیے مزید پاکدامنی ہو جو اسے حرام کام میں پڑنے سے روکے۔ اور یہ بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو اپنے خاوند کے حرام کام کرنے پر تو بہت کم اعتراض کرتی ہیں لیکن اگر وہ حلال کام کرتے ہوئے دوسری شادی کرے تو اس پر ان کا اعتراض بہت زیادہ ہوتا ہے اور یہی ان کی عقل و دین کی کمی کی نشانی ہے۔

مسلمان عورت کے لیے ضروری ہے کہ اپنے لیے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی بیویوں کو اسوہ بنائے اور یاد رکھے کہ ان میں سے بہت ساری عورتوں نے غیرت کے باوجود صبر کیا اور اجر وثواب کی نیت کی۔ تو اگر آپ کا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو آپ اس پر صبر کریں اور رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اس پر احسان کریں تاکہ آپ کو احسان اور صبر کرنے والوں کا اجر حاصل ہو اور آپ کے علم میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ زندگی امتحان اور آزمائش کا ہی نام ہے اور یہ بہت جلد ختم ہونے والی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرتے ہوئے اس جنت کی فکر کرنی چاہیے جس کی صبر کرنے والوں کو خوش خبری دی گئی ہے۔

.....(شیخ محمد المنجد).....

مزید اولاد کی خاطر دوسری شادی

سوال گزشتہ دو برس سے میری بیوی نے آپریشن کروادیا ہے تاکہ بچے پیدا نہ ہوسکیں' اس نے یہ سب کچھ ڈاکٹر

(۱) [العنکبوت . ٦٩]

سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی مسئولیت پر ہی کیا ہے' اس لیے کہ اسے کچھ بیماریاں لگنے کا خدشہ تھا جس کے نتائج اچھے نہیں نکل سکتے تھے۔ لیکن میں اس سے ابھی مزید بچے پیدا کرنے کا خواہش مند ہوں۔ اب ہم مسلمان ہیں اور میں اپنی اولاد کی اسلامی تعلیمات کے مطابق پرورش کرنا چاہتا ہوں۔ جب میری بیوی نے یہ آپریشن کروایا تو مجھے بہت دکھ ہوا لیکن میں نے اپنی بیوی کو نہیں بتایا تاکہ وہ مزید پریشان نہ ہو جائے۔ آپریشن کے بعد مجھے حیرت ہوئی کہ میری بیوی میں بہت تبدیلی ہو چکی ہے اور اسے میری رغبت بھی ختم ہو چکی ہے' مگر میں ابھی تک اور اولاد کی خواہش رکھتا ہوں بالخصوص اس لیے کہ میری عمر بھی کوئی زیادہ نہیں۔

ہمارے پاس دو بچے ہیں ایک تو ہمارا بچہ ہے جس کی عمر گیارہ سال ہے اور دوسرا میری بیوی کا بچہ ہے جو پندرہ سال کا ہے۔ چھوٹے بچے نے تو اسلامی تعلیمات حاصل کی ہیں اور اسلام قبول کر لیا ہے' لیکن بڑے بچے نے ابھی تک مکمل طور پر اسلام قبول نہیں کیا۔ میں دونوں سے ہی محبت کرتا ہوں' لیکن جو کچھ میری بیوی کے ساتھ ہوا ہے اس نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔ میں ایک نئی زندگی شروع کرنا چاہتا ہوں لیکن موجودہ خاندان کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا۔ میری بیوی یہ نہیں مانتی کہ میں دوسری شادی کر لوں' لیکن اس نے عقدِ نکاح میں یہ شرط نہیں رکھی تھی۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ اگر میں نے دوسری شادی کر لی تو وہ مجھے چھوڑ دے گی۔

میں اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں لیکن مجھے اولاد کی بھی خواہش ہے اور بہت شدید قسم کی رغبت رکھتا ہوں کہ میں ایک بار پھر باپ بنوں اور دین اسلام کے تحت اپنی اولاد کی تربیت کروں۔ لیکن میری بیوی دوسری شادی کے خلاف ہے اگرچہ اسلام میں یہ حلال ہے۔ میں اپنی تنگی سے نکلنے کی کوئی راہ تلاش کر رہا ہوں' کیا آپ کے خیال میں میرے لیے نئی خاندانی زندگی کی رغبت حلال ہے اور اس معاملہ میں دین اسلام کی کیا رائے ہے؟ شکریہ

جواب آپ کی دوسری شادی کی رغبت حلال ہے اور آپ کا مزید اولاد حاصل کرنے کا مقصد بھی مکمل طور پر شرعی ہے' جس میں آپ کی بیوی کا آپ پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں' اگر آپ دوسری شادی کرتے ہیں اور اس وجہ سے آپ کی پہلی بیوی آپ کو چھوڑتی ہے تو وہ گناہگار ہوگی۔ آپ اسے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنے کی تلقین کریں اور اسے یہ بتائیں کہ جب میں دوسری شادی کروں گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دونوں میں عدل کروں گا۔ آپ خود سے خوف کو ختم کریں اور کسی محبت کرنے والی' زیادہ بچے جننے والی اور دین والی لڑکی کو تلاش کریں اور پھر جب آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ عزم کر لیں تو استخارہ کرنا نہ بھولیں۔

اس لیے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور آپ یہ ذہن میں رکھیں



کہ اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کی مشکلات دور کردے گا اور آپ کا غم ختم کر کے مشکل کے بعد آسانی پیدا فرما دے گا اور دوسرے بچے کو بھی اسلام کی دعوت دیتے رہیں' ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی سینہ کھول دے اور آپ کے ہاتھ پر اسے ہدایت نصیب ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

دوسری شادی کی وجہ سے دوسری بیوی کو کوئی گناہ تو نہیں ہوتا؟

سوال میری اور میرے چچازاد کی آپس میں محبت پیدا ہوگئی اور اس نے میرے ساتھ شادی کا پیغام بھیجا لیکن میری والدہ نے انکار کر دیا' اس کے بعد اس نے کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لی اور اس میں سے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ اب شادی کے تین برس بعد وہ دوبارہ میرے ساتھ شرعی تعلقات بنانا چاہتا ہے اور اپنی بیوی کو کچھ مشکلات کی بنا پر طلاق دینا چاہتا ہے۔ ان مشکلات میں میرا کوئی ہاتھ نہیں' میں اسے محبت کرتی ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس کی بیوی پر ظلم نہ کر بیٹھوں اور اس وجہ سے گناہگار نہ بن جاؤں یا پھر مجھے اس کے ساتھ تعلقات کی بنا پر کوئی گناہ ہو؟

جواب اس سے آپ کی شادی میں کوئی ممانعت نہیں خواہ وہ اسے طلاق دے یا نہ دے اور آپ کا اس سے شادی کرنا پہلی بیوی پر ظلم شمار نہیں ہوگا' اس لیے کہ جو شخص بھی عدل وانصاف کی طاقت رکھتا ہے اس کے لیے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا شرعی طور پر بڑی اچھی چیز ہے۔ اس کے اور اس کی پہلی بیوی کے درمیان جو مشکلات ہیں آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی آپ اس پر گناہگار ہوں گی لیکن یہ سب کچھ ایک شرط پر ہوگا:

وہ یہ کہ آپ اس سے یہ مطالبہ نہیں کرسکتیں کہ پہلی بیوی کو طلاق دے یا پھر آپ کسی بھی طریقے سے اسے پہلی بیوی کو طلاق دینے پر ابھاریں اور تیار کریں' یہ آپ کے لیے جائز نہیں۔ اور جب وہ اسے طلاق نہیں دیتا اور آپ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس پر آپ دونوں کے درمیان عدل کرنا واجب ہوگا اور اگر اسے یہ خدشہ ہو کہ وہ عدل وانصاف نہیں کرسکتا تو پھر اس کے لیے دوسری شادی کرنا جائز نہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

بیوی کا شوہر کی دوسری شادی کو ناپسند کرنے کا حکم

سوال عورت کا ایک سے زیادہ شادیوں سے کراہت کرنے کا کیا حکم ہے حالانکہ وہ یہ کراہت غیرت کی بنا پر کر

رہی ہے اور عورت میں غیرت تو ایک طبعی چیز ہے۔ ہم یہ پڑھتے رہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ تو ہمارے ساتھ ایسا کیوں نہ ہو؟ اور میں نے کچھ کتابوں میں تو یہاں تک پڑھا ہے کہ احکامِ شریعت میں سے کسی بھی حکم سے کراہت کرنا کفر شمار کیا جاتا ہے؟

جواب عورت کا اپنے خاوند پر غیرت کھانا ایک طبعی اور فطری امر ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ عورت سے کہا جائے کہ تم اپنے خاوند پر غیرت نہ کھاؤ اور انسان کا کسی چیز سے کراہت کرنا اسے اس وقت تک کوئی نقصان نہیں دیتا جب تک اس کی مشروعیت سے کراہت نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ عَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ﴾

"تم پر لڑائی (اور جہاد) فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو۔" (۱)

اور وہ عورت جس میں غیرت ہے' اس سے کراہت نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کے لیے ایک سے زیادہ شادیاں مباح کر دی ہیں بلکہ وہ تو اس سے کراہت کرتی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی اس کے خاوند کی بیوی ہو اور ان دونوں معاملوں میں واضح فرق ہے۔ اس لیے ایسی عورت گناہگار نہیں ہو گی۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

دوسری شادی کی وجہ سے شوہر سے طلاق کا مطالبہ

سوال میں نے اپنی بیوی سے دوسری شادی کی رغبت ظاہر کی تو ہماری آپس میں اَن بن ہو گئی اور بیوی نے مجھ سے مطالبہ کر دیا کہ اگر تم دوسری شادی کرنا چاہتے ہو تو مجھے طلاق دے دو۔ الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور ہماری شادی اسلامی تعلیمات کے مطابق انجام پائی ہے' عقدِ نکاح میں میری بیوی نے ایسی کوئی شرط نہیں رکھی تھی کہ میں دوسری شادی نہیں کر سکتا' تو کیا میری بیوی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ میری بات تسلیم نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کام کو حرام بنا لے؟ میری بیوی الحمد للہ اسلامی تعلیمات کی پابند ہے اور وہ چاہتی ہے کہ جواب میں قرآن وسنت کے دلائل سے وضاحت کی جائے۔

جواب جب کوئی شخص مالی اور بدنی طور پر دوسری شادی اور عدل وانصاف کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اسے

---

(۱) [البقرۃ: ۲۱۶]

شادی کی رغبت بھی ہو تو اس کے لیے دوسری شادی کرنا جائز ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو' دو دو' تین تین اور چار چار سے' لیکن اگر تمہیں عدل نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔''(۱)

اور سنت میں اس کی دلیل نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا فعل ہے' لیکن نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے چار بیویوں سے زیادہ رکھنا جائز نہیں۔ اور یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عورت کی طبیعت بہت ہی غیرت والی ہے' وہ یہ نہیں چاہتی کہ اس کے علاوہ کوئی بھی اور عورت اس کے خاوند میں اس کے ساتھ شریک ہو اور خاوند کی محبت تقسیم ہو کر رہ جائے اور عورت کے اندر اس غیرت کا پایا جانا کوئی ملامت والی بات نہیں' کیونکہ یہ غیرت تو سب سے بہتر اور اچھی عورتوں (یعنی امہات المومنین اور صحابیات) کے اندر بھی پائی جاتی تھی۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ غیرت اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ چیز پر بھی اعتراض کرنے لگ جائے' بلکہ عورت کو تو چاہیے کہ وہ اس سے اپنے شوہر کو مت روکے کیونکہ یہ تو اس کا نیکی اور بھلائی کے کام میں تعاون ہوگا' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾

''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''(۲)

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

خاوند اگر دوسری شادی کرنا چاہے تو اس پر کوئی ضروری نہیں کہ وہ پہلی بیوی کو راضی کرے' لیکن اخلاقی طور پر اسے ایسا کرنا چاہیے اور یہ حسن معاشرت بھی ہے کہ پہلی بیوی کا خیال رکھے' جس سے اس کی تکلیف کم ہو کیونکہ یہ عورتوں کی طبیعت میں شامل ہے کہ اس طرح کے معاملات میں بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہیں۔ اور جب خاوند دوسری شادی کرنا چاہے اور پہلی بیوی طلاق کا مطالبہ کرے تو یہ غلط ہے۔ اسے چاہیے کہ حالات کو دیکھے اور اگر وہ دوسری بیوی کے ہوتے ہوئے وہ زندگی نہیں گزار سکتی تو وہ خلع حاصل کرلے اور اگر وہ خاوند کے ساتھ رہ سکتی ہے لیکن وہ کچھ تکلیف اور تنگی محسوس کرتی ہے تو اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس پر صبر کرے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو کوئی عورت بغیر کسی ضرورت کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام

(۱) [النساء : ۳]

(۲) [المائدة : ۲]

ہے (یعنی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی)۔''(۱)

اور اگر وہ صبر کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد فرمائے گا اور اسے اس کا اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور خاوند پر بھی ضروری ہے کہ وہ اس کے معاملات بھی اچھے طریقے سے نبھائے اور اس کے ساتھ صبر میں شریک ہو اور اگر اس سے کچھ کمی وکوتاہی سرزد ہو جائے تو اس پر صبر کرتا ہوا اسے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

شوہر سے سوکن کی طلاق کا مطالبہ

سوال میں نے اسلامی تعلیمات سیکھنے کے لیے اپنا ملک چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہت ہی اچھے گھرانے تک پہنچنے کا موقع فراہم کیا' جو میرا خیال رکھنے والا بنا۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کے افراد کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس گھرانے کے سرپرست نے میرے ولی بننے کی ذمہ داری سنبھالی (کیونکہ میری ساری فیملی غیر مسلم تھی) اور وہ میرے لیے ایک مناسب شخص تلاش کرنے لگا تاکہ میری شادی کی جا سکے۔ دریں اثناء کہ ہم شادی کے سلسلے میں بات چیت کر رہے تھے مذکورہ شخص نے یہ دیکھا کہ میں جن صفات کے حامل شخص کو شادی کے لیے تلاش کر رہی ہوں وہ سب صفات خود اس میں موجود ہیں۔ پہلے تو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ اس موضوع پر بات چیت کی اور پھر کچھ ماہ بعد میرے سامنے بھی یہ معاملہ رکھ دیا۔

لیکن اس کی پہلی بیوی نے واضح طور پر مجھے کہا کہ وہ اس شادی کے خلاف ہے۔ مگر میں نے استخارہ کر کے اس سے شادی کر لی' تو میرا سوال دو شقوں پر مشتمل ہے:

پہلی بیوی کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نے اس سے مشورہ کیے بغیر شادی کا مطالبہ قبول کر کے اس پر ظلم کیا ہے اس لیے اسے کوئی سعادت حاصل نہیں ہو گی' تو کیا میں نے واقعی اس پر ظلم کیا ہے اور کیا میرا اس عورت کے ساتھ تعلقات رکھنا اس کے خاوند سے شادی کرنے سے روکتا ہے؟

وہ ہماری شادی کے وقت سے اب تک اس بات پر مصر ہے کہ اگر اس کا خاوند میرے ساتھ رہتا ہے تو اسے طلاق دے دے' اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ اس کی پہلی بیوی سے سات بچے ہیں اور میرا ابھی تک کوئی بچہ نہیں' میری

(۱) [صحیح: ارواء الغلیل (۲۰۳۵) صحیح الجامع الصغیر (۲۷۰۶) ابو داود (۲۲۲۶) کتاب الطلاق: باب فی الخلع' ترمذی (۱۱۸۷) کتاب الطلاق واللعان: باب ما جاء فی المختلعات' ابن ماجه (۲۰۵۵) کتاب الطلاق: باب کراهية الخلع للمرأة' احمد (۲۷۷/۵) دارمی (۱۶۲/۲) ابن الجارود (۷٤۸) ابن حبان (٤۱۸٤) بیهقی (۳۱٦/۷)]

طلاق کی بہ نسبت اس کی طلاق میں زیادہ نقصان ہے' اس لیے میں نے اپنے خاوند کو مجبور کیا ہے کہ وہ مجھے طلاق دے دے حالانکہ میں نے اپنے وقت میں سے بہت سے حقوق بھی چھوڑ دیئے ہیں اور اس کی یہ شرط بھی تسلیم کر لی ہے کہ اس موضوع کے بارے میں اس کی اولاد کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ تو اس سب کے باوجود پہلی بیوی خاوند کو مجبور کر سکتی ہے کہ وہ دوسری بیوی کو طلاق دے؟

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند سے اس کی دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں کہ اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تا کہ اس کے برتن کو فارغ کر کے خود نکاح کر لے' بلکہ اس کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اسے ملے گا۔''(۱)

حافظ ابن قیمؒ کا کہنا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ (عورت کے لیے سوکن کی طلاق کا مطالبہ) حلال نہیں' اس شرط کے حرام ہونے کی دلیل ہے...... حلال کی نفی کرنے سے تحریم کی صراحت ہو رہی ہے' لیکن اس سے فسخ نکاح لازم نہیں ہوتا بلکہ یہ تو عورت پر سختی کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی دوسری بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہے۔(۲)

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اجنبی عورت کو منع کیا گیا ہے کہ وہ شادی کرنے کے لیے دوسری بیوی کے خاوند سے اس کی طلاق کا مطالبہ کرے اور مطلقہ کی جگہ خود شادی کر کے اس کا خرچہ وغیرہ حاصل کرے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجازی طور پر برتن خالی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔(۳)

اس بنا پر پہلی بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند سے آپ کی طلاق کا مطالبہ کرے اور جو کچھ وہ کہتی ہے آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں' آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ اس غیرت کی وجہ سے ہے جو عورت میں عمومی طور پر پائی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس نے جو کچھ آپ پر احسانات کیے ہیں اس پر تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ماجور ہے' لیکن

(۱) [بخاری (۵۱۵۲) کتاب النکاح : باب الشروط التی لا تحل فی النکاح' مسلم (۱۴۰۸) کتاب النکاح : باب تحریم الجمع بین المراۃ وعمتها أو خالتها فی النکاح' موطا (۱۱۲۹) کتاب النکاح : باب ما لا یجمع بینه من النساء' احمد (۹۹۵۹) نسائی فی السنن الکبری (۵۴۱۹)]

(۲) [کما فی فتح الباری (۲۷/۹)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۱۹۳/۹)]

اس کی وجہ سے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند سے آپ کی طلاق کا مطالبہ کرتی پھرے۔ آپ صبر وتحمل سے کام لیں اور اس سے منہ پھیرے رکھیں اور اپنی استطاعت کے مطابق اس سے اچھا برتاؤ کریں اور پہلی بیوی کو بھی یہ علم ہونا چاہیے کہ اس کے لیے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ اسے مل کر رہے گا۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان کو اس قول پر ختم کیا ہے کہ ''اسے تو جو اس کے مقدر میں ہے ملے گا۔'' آپ ﷺ کا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے اس کا مطالبہ کیا اور اس پر اصرار کیا اور یہ شرط رکھی تو وہ واقع نہیں ہوگی' لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

سوکن کو لعنت ملامت اور اس سے بدکلامی

سوال: جب کوئی عورت کسی شخص کی دوسری بیوی ہو اور پہلی بیوی اسے دھمکیاں دے' اسے لعنت ملامت کرے اور اسے سلام تک نہ کرے' لیکن جب لوگوں کے سامنے ہو تو منہ رکھنے کے لیے سلام یا کچھ کلام کر لے تو اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ میں ایک شخص کی نو برس سے دوسری بیوی ہوں اور پہلی بیوی کا شادی کا عرصہ مجھ سے بھی زیادہ ہے۔

جواب: اس عورت کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور برائی کا جواب برائی سے نہ دے' بلکہ اس کے ساتھ نرم رویہ رکھتے ہوئے اس کے جذبات کو ٹھنڈا کرے۔ اور اگر ممکن ہو سکے تو آپ اسے ایک مؤثر قسم کا خط لکھیں جس میں پیار ومحبت کا اظہار ہو' یہ بہت ہی بہتر ہے۔ اگر وہ پھر بھی ویسا ہی رویہ رکھے تو اس کا وبال آپ پر نہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتی رہیں:

''برائی کو اچھائی سے روکو نتیجۃً وہی جو آپ کا دشمن ہے آپ کا دلی دوست بن جائے گا۔''(۲)

اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

......(شیخ عبدالکریم)......

دو بیویوں کے اخراجات کی طاقت نہ ہونے کے باوجود دوسری شادی کرنا

سوال: میرے لیے ایک مسلمان شخص کا رشتہ آیا ہے جس کی عمر مجھ سے بیس برس زیادہ ہے' اس کی پہلے بھی

(۱) [فتح الباری (۲۷۵/۹)]

(۲) [فصلت : ۳٤]

ایک بیوی ہے جو ابھی تک اس کے پاس ہے‘ اس شخص نے میری زندگی میں بہت زیادہ تعاون کیا اور اسلامی راستے کی رہنمائی کی ہے۔ میرے والدین بھی مسلمان ہیں لیکن انہوں نے مجھے نہ نماز‘ نہ روزہ اور نہ ہی زکوٰۃ کے بارے میں کچھ بتایا اور نہ ہی تعلیم دی۔

یہ شخص مجھ سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں دو بیویوں کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہیں‘ میں نے اس مشکل کے بارے میں کچھ لوگوں سے دریافت کیا تو کچھ نے شادی کر لینے کی رائے دی اور کچھ نے نہ کرنے کی‘ میں اس شخص کا بہت زیادہ احترام کرتی ہوں لیکن مجھے یہ یقین نہیں کہ میں اس کے ساتھ زندگی گزار سکوں گی کہ نہیں۔ اس کے بارے میں آپ ہی کچھ نصیحت کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے مرد پر دوسری شادی کرنے سے قبل جو اشیاء لازم کی ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نان ونفقہ‘ رہائش اور بیویوں کے پاس رات بسر کرنے میں عدل وانصاف سے کام لے سکتا ہو۔ اگر اسے علم میں ہو کہ وہ بیویوں کے درمیان ان اشیاء میں عدل وانصاف نہیں کر سکتا یا اس کا ظن غالب بھی یہی ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے دوسری شادی کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

”اور اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے ان میں عدل وانصاف نہیں کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو‘ دو دو‘ تین تین‘ چار چار سے‘ لیکن اگر تمہیں عدل وانصاف اور برابری نہ کر سکنے کا خدشہ ہو تو ایک ہی کافی ہے یا پھر تمہاری ملکیت کی لونڈی‘ یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک جانے سے بچ جاؤ۔“ (۱)

امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ

”تم جان بوجھ کر برا سلوک کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ تقسیم اور نان ونفقہ میں برابری اور انصاف کا التزام کرو کیونکہ اس چیز میں انسان استطاعت رکھتا ہے۔“ (۲)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ

”نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے بیویوں کے درمیان نان ونفقہ اور لباس میں برابری اور عدل سے کام لینا مسنون ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی اپنی بیویوں کے درمیان نان ونفقہ اور تقسیم میں عدل وانصاف کیا کرتے تھے۔“ (۳)

---

(۱) [النساء : ۳]

(۲) [دیکھئے: تفسیر قرطبی (۴۰۷/۵)]

(۳) [مجموع الفتاوی (۲۶۹/۳۲)]

حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ

''نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے درمیان رات بسر کرنے' نان ونفقہ اور رہائش وغیرہ میں عدل وانصاف اور برابری کیا کرتے تھے اور اس (یعنی محبت اور جماع) میں برابری واجب نہیں کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا انسان مالک نہیں۔'' (۱)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ

''جب خاوند اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کو نان ونفقہ' لباس اور رہائش مہیا کر دے تو اس کے بعد میلانِ قلب اور محبت یا پھر کسی کو تحفہ وغیرہ دینے میں اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔'' (۲)

جو شخص دوسری شادی کرنا چاہے اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ کچھ واجب کیا ہے' اگر وہ شخص اس پر قادر ہے تو پھر اس سے دوسری شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں' لیکن اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو ہماری یہ نصیحت ہے کہ آپ اس سے شادی نہ کریں' بلکہ اصل میں اس کے لیے دوسری شادی کرنی ہی جائز نہیں۔

آپ نے جو یہ کہا ہے کہ ''وہ دونوں بیویوں کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتا'' تو اگر وہ شخص صاحب دین اور اچھے اخلاق کا مالک ہے اور آپ تنگی اور فقر پر صبر وتحمل کر سکتی ہیں تو اس سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ شادی کرنے والے فقیر شخص سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے فضل سے اسے غنی کر دے گا۔ جیسا کہ فرمایا:

''اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔'' (۳)

حتیٰ کہ کچھ سلف حضرات تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے صرف روزی کے حصول کے لیے شادی کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر آپ دیکھیں کہ فقر اور تنگ دستی پر آپ صبر نہیں کر سکتیں تو اس سے شادی کرنے سے انکار میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جب فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے شادی کا پیغام دیا تو نبی کریم ﷺ نے یہ کہتے ہوئے انہیں شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ تو تنگ دست ہے اور اس کے پاس مال ہی نہیں۔ (٤)

...... (شیخ محمد المنجد) ......

---

(۱) [زاد المعاد (۱/۱۵۱)]

(۲) [فتح الباری (۹/۳۹۱)]

(۳) [النور : ۳۲]

(٤) [مسلم (۱٤۸۰) کتاب الطلاق : باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها]

بیوی سے قرض لے کر دوسری شادی کرنا

سوال جب میں نے گیارہ سال قبل اپنے خاوند سے شادی کی تو اس نے مجھ سے چالیس ہزار ریال قرض حاصل کیا اور قرض حاصل کرنے کے اسٹام پر بھی دستخط کیے' اب وہ یہ کہتا ہے کہ عنقریب وہ دوسری شادی کرے گا' جس کا معنی یہ ہوا کہ اس کے پاس بہت سا مال ہے' تو کیا میں اس سے اپنے مال کا مطالبہ کر سکتی ہوں یا نہیں؟

جواب بیوی پر کوئی حرج نہیں کہ وہ خاوند سے اپنے مال کا مطالبہ کرے کیونکہ یہ اس کا خصوصی حق ہے' لیکن یہاں ہم کچھ اُمور پر چند ایک تنبیہات کرنا چاہتے ہیں:

① بیوی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے خاوند پر صرف اس لیے تنگی کرے کہ وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ لوگوں میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاون ہونا چاہیے اور پھر خاوند اور بیوی کے درمیان تو یہ تعاون اور زیادہ ہونا چاہیے۔

② قرض دینے والے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تنگ دست مقروض سے اپنے مال کا مطالبہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾

"اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور یہ کہ تم صدقہ کر دو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔"(۱)

③ مقروض کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے رقم ہو اور وہ اپنے قرض کی ادائیگی میں سستی کرتا رہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"مالدار شخص کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔"(۲)

④ ہم اسے بھی جائز نہیں سمجھتے کہ خاوند اپنی بیوی کے مال سے شادی کرتا پھرے' کیونکہ یہ تو اس کے لیے بہت ہی زیادہ تکلیف دہ ہوگا' اس لیے خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی سے لیا ہوا قرض واپس کرے اور قرض کی ادائیگی کے بعد اگر اس کے پاس اتنا مال بچتا ہے جس سے وہ شادی کر سکے تو کر لے وگرنہ شادی نہ کرے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

(۱) [البقرۃ : ۲۸۰]

(۲) [مسلم (۱۵٦٤) کتاب المساقاۃ : باب تحریم مطل الغنی وصحۃ الحوالۃ]

دوسری شادی کے وقت پہلی بیوی کو بھی مال دینا

سوال ہمارے علاقے میں جب کوئی شخص دوسری شادی کرے تو اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ پہلی بیوی کو بھی کوئی مال (مثلاً پیسے' زیور یا کوئی چیز) دے' تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال جب آدمی ایک بیوی کے بعد کسی دوسری عورت سے شادی کرے تو اس پر واجب نہیں کہ وہ پہلی بیوی کو بھی کوئی مال دے اور نہ ہی اس کو اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے' البتہ یہ پہلی بیوی کو دلی طور پر خوش کرنے یا حسن معاشرت کا لحاظ رکھتے ہوئے بہتر ضرور ہے (کہ اسے کچھ دیا جائے)۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

دوسری شادی کے بعد دونوں میں عدل کی ابتدا کیسے کرے؟

سوال آدمی جب دوسری شادی کرے تو اسے اپنی دونوں بیویوں کے درمیان عدل کی ابتدا کیسے کرنی چاہیے؟

جواب امام ابن قدامہ کہتے ہیں کہ

جب کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور اس کے بعد باری مقرر کرے اور جب کسی شادی شدہ عورت سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن رہے۔ اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

''مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب مرد شوہر دیدہ پر کنواری بیاہ کر لائے تو اس نئی دلہن کے پاس پہلے سات روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے اور جب شوہر دیدہ کو بیاہ کر لائے تو اس کے پاس تین روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے۔''(۱)

اور جب شادی شدہ عورت بھی یہ چاہے کہ اس کے پاس سات دن گزارے جائیں تو اسے ایسا کرنا چاہیے' پھر باقی سب بیویوں کے پاس بھی سات دن گزارے گا۔ اس لیے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تین دن تک رہے اور پھر فرمانے لگے:

''تیری وجہ سے تیرے گھر والے پر کوئی مشکل نہیں' اگر تو چاہے تو میں تیرے پاس سات دن گزارتا ہوں اور

(۱) [بخاری (۵۲۱٤) کتاب النکاح : باب إذا تزوج الثیب علی البکر' مسلم (۱٤٦۱) کتاب الرضاع : باب قدر ما تستحقه البکر والثیب من اقامة الزوج عندها' ابو داود (۲۱۲٤) کتاب النکاح : باب فی المقام عند البکر' ترمذی (۱۱۳۹) کتاب النکاح : باب ما جاء فی القسمة للبکر والثیب' عبد الرزاق (۱۰٦٤۳) شرح السنة للبغوی (۲۳۲٦) بیهقی (۳۰۱/۷)]

اگر میں یہاں سات دن رہا تو اپنی باقی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن رہوں گا۔'' (۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

دونوں بیویوں کے اخراجات میں فرق ہو تو ان میں کیسے عدل کیا جائے؟

سوال میری دو بیویاں ہیں اور دونوں ہی علیحدہ علیحدہ مستقل گھروں میں رہائش پذیر ہیں' میں پوری کوشش کرتا ہوں کہ ان کے مابین مالی اُمور میں عدل وانصاف کروں' ان میں سے ایک کے پہلے بھی دو بچے ہیں تو کیا ان کا خرچہ بھی مجھ پر واجب ہے؟ اور یہ بھی ہے کہ مالی ضروریات (مثلاً غذا' بجلی' گیس اور نقل وحمل وغیرہ) بھی دونوں گھروں کی مختلف ہیں تو میں ان میں کیسے عدل وانصاف کروں؟

جواب بیویوں کے نان ونفقہ اور رات بسر کرنے میں عدل کرنا واجب ہے' لیکن جب ان میں سے کوئی ایک اپنے حق سے دستبردار ہوتے ہوئے اسے ختم کر دے تو پھر اور بات ہے' اسی طرح دونوں کی اولاد میں بھی عدل وانصاف سے کام لینا ہوگا۔

آپ کی بیوی کے پہلے بچوں کا خرچہ آپ پر واجب نہیں' لیکن اگر ان پر خرچ کرنے والا اور کوئی نہیں تو ان کا خرچہ عام مسلمان برداشت کریں گے اور آپ بھی ان عمومی مسلمانوں میں شامل ہوتے ہیں۔

اگر ایک گھر کا خرچہ افراد زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسرے گھر سے مختلف ہو تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں' لیکن خرچہ میں افراد کے ہی حساب سے زیادتی ہونی چاہیے ویسے نہیں۔

......(شیخ عبدالکریم)......

ایک بیوی کے باری والے دن میں دوسری کے بچوں کو پڑھانا

سوال پہلی بیوی کی باری میں دن کے وقت دوسری بیوی کے بچوں کو پڑھانے کے لیے دوسری بیوی کے پاس جانے کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ بچوں کو اس بیوی کے پاس لایا جائے جس کی باری ہے (البتہ اگر بیوی خود دوسری

---

(۱) [مسلم (۱٤٦٠) کتاب الرضاع : باب قدر ما تستحقه البكر و الثيب' موطا (۵۲۹/۲) أحمد (۲۹۲/٦) دارمی (۱٤٤/۲) ابو داود (۲۱۲۲) كتاب النكاح : باب في المقام عند البكر' ابن ماجة (۱۹۱۷) كتاب النكاح : باب الاقامة عند البكر' شرح معانی الآثار (۲۸/۳) ابو یعلی (۱۲/۲۹٤) دارقطنی (۲۸٤/۳) الحلية لأبی نعيم (۹۵/۷) بیهقی (۳۰۰/۷)]

کے گھر جانے کی اجازت دے دے تو کوئی حرج نہیں)۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا عید کے دن باری ختم کر کے دونوں بیویوں کے پاس وقت گزارا جا سکتا ہے؟

سوال کیا خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ عید والے دن باری ختم کر کے عید دونوں بیویوں کے پاس گزارے؟

جواب جب دونوں بیویاں اس پر راضی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر باری والی بیوی نے اپنی باری کو برقرار رکھنا چاہا تو وہ دن اسی کا رہے گا' لیکن میں عورتوں کو مشورہ دوں گا کہ وہ اس معاملے میں نرمی اور تساہل سے کام لیں۔ اس لیے کہ جو بھی نرمی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر نرمی کرتا ہے اور عید والا دن ضروری ہے کہ سب کے لیے اجتماع اور اکٹھے ہونے کا دن ہوتا کہ سب لوگ خوشی اور فرحت حاصل کر سکیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

شوہر جس بیوی کے پاس نہ ہو اس کا نفلی روزے کے لیے اجازت لینا

سوال جب خاوند ایک بیوی کی باری میں اس کے پاس ہو تو کیا دوسری بیوی کو روزہ رکھنے کے لیے خاوند سے اجازت حاصل کرنا واجب ہے؟

جواب جب شوہر اس بیوی کے پاس موجود ہو تو پھر وہ اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے' ہو سکتا ہے اسے اس کی ضرورت ہو اور اگر وہ دوسری بیوی کی باری کی وجہ سے اس کے پاس ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اسے روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ اس سے اجازت لے یا نہ لے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

بچے کی پیدائش پر ایک بیوی کو تحفہ دینا

سوال ایک شخص کے پاس دو بیویاں ہیں' ہمارے ہاں یہ عادت ہے کہ جب بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو نفاس کے بعد خاوند اسے بطورِ تحفہ کچھ دیتا ہے' تو کیا جب ان میں سے کسی ایک کے ہاں بچہ پیدا ہو تو دونوں کو تحفہ دینا لازم ہے یا کہ صرف بچہ جننے والی کو ہی دیا جائے؟

جواب اصل تو یہی ہے کہ جب ایک بچہ جنے تو دوسری کو تحفہ دینا لازم نہیں کیونکہ جب اس کے ہاں بھی بچہ پیدا

ہو گا تو اسے بھی تحفہ دیا جائے گا اور اس وقت دوسری کو نہیں ملے گا' لیکن اتنا ضرور ہے کہ تحفہ دینے میں برابری کرنا لازم ہے۔ وہ اس طرح کہ جس نے بچہ جنا ہے اگر اسے ایک سو ریال دیئے ہیں تو دوسری کو بھی ولادت کے وقت ایک سو ریال ہی دیئے جائیں۔ لیکن جب مشکلات کا خدشہ ہو اور مرد دیکھے کہ دونوں کو تحفہ دینے سے ہی ان مشکلات سے نجات حاصل ہو سکتی ہے تو پھر وہ دونوں کو ہی تحفہ دے دے' یہ یقیناً بہتر بھی ہو گا اور اس میں تالیفِ قلب بھی ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

اگر شوہر باری تقسیم کرنے میں دونوں بیویوں کے درمیان عدل نہ کرے

سوال: کیا دو بیویوں سے شادی شدہ شخص پر واجب ہے کہ ہر ایک بیوی کے لیے ایام مخصوص کرے؟ میرے خاوند نے ابھی تک ہمارے ایام متعین نہیں کیے' وہ میرے پاس صرف اس وقت آتا ہے جب دوسری بیوی کے گھر سے فارغ ہوتا ہے اور پھر میرے گھر صرف ہم بستری کے لیے آتا ہے۔ مجھے یہ ترتیب قبول نہیں اور پھر ہم طلاق تک بھی جا پہنچے ہیں۔

جواب: خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اپنی ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کرے' جن اُمور میں اس پر واجب ہے کہ وہ برابری اور انصاف سے کام لے ان میں ایام کی تقسیم اور باری بھی شامل ہے۔ اس لیے اسے چاہیے کہ وہ ہر ایک بیوی کے لیے ایک دن اور رات مقرر کرے اور اس پر اس دن اور رات میں اس کے پاس رہنا واجب ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

سنت رسول سے یہ ثابت ہے اور مسلمان علماء بھی اسی پر ہیں کہ آدمی کو اپنی بیویوں کے درمیان دن اور رات کی تعداد کو تقسیم کر کے باری مقرر کرنی چاہیے اور اس میں اسے ان سب کے درمیان عدل سے کام لینا چاہیے۔(۱)

ایک دوسری جگہ پر کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان باری تقسیم کرنے میں عدل کرے' مجھے اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(۲)

---

(۱) [الأم للشافعی (۱۵۸/۱)]

(۲) [الأم للشافعی (۲۸۰/۵)]

امام بغویؒ فرماتے ہیں:

اگر مرد کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ آزاد ہوں تو ان کے درمیان تقسیم میں برابری کرنا واجب ہے' خواہ وہ بیویاں مسلمان ہوں یا کتابی اور اگر وہ تقسیم میں برابری نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان شمار ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ ﴾

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل (یعنی زیادہ وقت دے یا زیادہ خرچ کرنے والا) ہو تو وہ روز قیامت ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔'' (۱)

اس میلان سے مراد عملی طور پر ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل ہونا ہے' کیونکہ اگر کوئی شخص تقسیم وغیرہ میں عدل کرتا ہے تو میلانِ قلب کا اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾

''اور تم ہرگز عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے اگرچہ تم اس کی کوشش بھی کرو اس لیے بالکل ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو معلق کر کے چھوڑ دو۔'' (۲)

اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ دلوں میں ہے اس کے بارے میں تو تم ہرگز انصاف نہیں کر سکتے' لہٰذا تم بالکل ایک طرف ہی مائل نہ ہو جانا۔ (۳)

حافظ ابن حزمؒ کا کہنا ہے کہ

بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے اور یہ عدل راتوں کی تقسیم میں سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔ (٤)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل کرے...... اگر ایک

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸٦۷) کتاب النکاح : باب القسم بین النساء' ابو داود (۲۱۳۳) ترمذی (۱۱٤۱) ابن ماجة (۱۹٦۹) نسائی (٦۳/۷) أحمد (٤۷۱/۲) دارمی (۱٤۳/۲) حاکم (۱۸٦/۲) ابن حبان (٤۲۰۷) بیهقی (۲۹۷/۷)]

(۲) [النساء : ۱۲۹]

(۳) [شرح السنة للبغوی (۱۵۰/۹)]

(٤) [المحلی لابن حزم (۱۷۵/۹)]

کے پاس ایک رات یا دو یا تین راتیں بسر کرتا ہے تو دوسری کے پاس بھی اتنی ہی راتیں بسر کرے اور کسی ایک کو بھی تقسیم میں دوسری پر فضیلت نہ دے۔(۱)

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ

بیویوں کے درمیان تقسیم میں برابری کرنے کے بارے میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے کہ ''ان عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش اختیار کرو۔''(۲)

اس بنا پر آپ کے شوہر کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا تقسیم میں برابری کرے اور بیوی کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اس فعل کے بارے میں شرعی حکم بتائے اور اس کے اس فعل پر جو وعید بیان ہوئی ہے اچھے انداز میں اور حکمت کے ساتھ اس کے سامنے رکھے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے متعلق کچھ سوچے اور اپنے اس فعل سے باز آ جائے اور تقسیم میں عدل کرنے لگے۔ یہ سب کچھ انشاء اللہ علیحدگی سے بہتر ثابت ہوگا۔

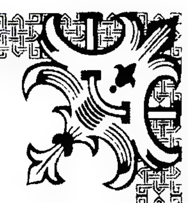
......(شیخ محمد المنجد)......



(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲۶۹/۳۲)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۱۳۸/۸)]



- طلاق کے احکام
- رجوع کے احکام
- خلع کے احکام
- عدت کے احکام
- ظہار کے احکام
- خرچہ کے احکام
- رضاعت کے احکام
- بچوں کی پرورش کے احکام





طلاق کے احکام

طلاق کی مشروعیت

سوال طلاق کی مشروعیت اور اس کا حکم کیا ہے؟ اور یہ مشہور حدیث ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے'' کیا صحیح ہے؟

جواب طلاق جائز اُمور میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾

''اے نبی! (اپنی امت سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں طلاق دو۔''(۱)

اور فرمایا:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ﴾

''یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں' پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''

ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ﴾

''اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔''(۲)

اس کے جواز میں اور بھی بہت سے دلائل ہیں' لیکن یہ جائز نہیں کہ مرد اپنی بیوی کو بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق دے دے' کیونکہ یہ جواز صرف یا تو بری معاشرت کی وجہ سے یا بیوی کے دینی نقص کی وجہ سے یا اس طرح کے دیگر اسباب کی وجہ سے ہی ہے۔

اور اہل علم نے طلاق کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

1- حرام 2- واجب 3- مکروہ 4- سنت 5- مباح

طلاق جائز اس وقت ہوتی ہے جب اس کی ضرورت پیش آ جائے۔ مکروہ وہ ہے جو بغیر ضرورت کے دی جائے۔ مستحب وہ ہے جو بیوی کے طلب کرنے پر دی جائے۔ واجب اس وقت ہوتی ہے جب طلاق نہ دینے میں بیوی کا نقصان ہو مثلاً شوہر بیوی سے ایلاء کر لے اور چار ماہ کے بعد تک رجوع نہ کرے تو پھر یا تو اسے حسن

(۱) [الطلاق : ۱]

(۲) [البقرة : ۲۳۶]

معاشرت کی طرف لوٹنا ہوگا یا پھر طلاق دینی ہوگی۔ اور حرام طلاق وہ ہے جو ایسے طہر میں دی جائے جس میں شوہر نے بیوی سے ہم بستری کی ہو یا ایامِ ماہواری کے دوران دی جائے' اس لیے کہ مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس سے ہم بستری کی ہو یا وہ عورت حالتِ حیض میں ہو' بلکہ وہ صرف اسے ایسے طہر میں طلاق دے سکتا ہے جس میں وہ اس سے ہم بستر نہ ہوا ہو یا وہ عورت حاملہ ہو۔

اور جو حدیث سائل نے ذکر کی ہے کہ

﴿ أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال اشیاء میں سب سے زیادہ قابل نفرت چیز طلاق ہے۔''(۱)

یہ ضعیف ہے اس لیے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

[شیخ ابن عثیمین]

سخت حاجت کے سوا طلاق مکروہ ہے

سوال: میں نوجوان شادی شدہ مسلمان ہوں اور میرے دو بچے ہیں۔ میں نے 1981ء میں شادی کی اور میں اپنی بیوی سے محبت اور اس کا احترام کرتا ہوں لیکن وہ مجھے ناپسند کرنے لگی ہے اور میرے والد اور والدہ کو گالیاں دیتی ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ مجھے جاہل اور غیر مہذب کہتی ہے حتی کہ اس نے نماز تک سے انکار کر دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو طلاق دے دوں اور میں چاہتا ہوں کہ میں صحیح راستہ پا لوں بالخصوص اس کے حقوق اور بچوں کے حقوق کے بارے میں۔ اس لیے میں آپ سے افادے کی امید رکھتا ہوں۔ اللہ آپ کو فائدہ دے۔

جواب: طلاق مکروہ ہے الا کہ اس کی ضرورت پیش آ جائے (تو پھر مباح ہے)۔ پس جب معاملہ اس حد تک پہنچ جائے جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے بالخصوص اس کا نماز سے بھی انکار کر دینا' تو آپ کے لیے اس عورت کو رکھنا جائز نہیں۔ آپ اسے سنت طریقے کے مطابق طلاق دے دیجیے' وہ اس طرح کہ آپ اسے ایک طلاق ایسے طہر میں دیجیے جس میں آپ نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو اور اسے اس کے گھر (یعنی شوہر کے گھر میں کہ جہاں وہ اس وقت رہ رہی ہے) میں ہی رہنے دیجیے حتی کہ وہ عدت گزار لے اور اسے کچھ سامان مثلاً کپڑے یا خرچہ وغیرہ دے دیجیے اور بچوں کو بھی اس کے ساتھ ہی چھوڑ دیجیے حتی کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ (کیونکہ جب وہ نئی شادی کر لے گی) تو پھر آپ کو بچے لینے کا حق حاصل ہو جائے گا اور آپ پر لازم ہے کہ ان دونوں پر آسانی اور تنگی ہر حال

---

(۱) [ضعیف : العلل المتناهية لابن الجوزي (۱۰۵۶/۲) الذخيرة (۲۳/۱)]



میں حسب توفیق اس وقت تک خرچ کرتے رہیں جب تک وہ اس کے پاس ہیں۔

......(شیخ ابن جبرین)......

طلاق کا سنت اور بدعت طریقہ

سوال طلاق کا سنت اور بدعت طریقہ کیا ہے؟

جواب طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اسے (یعنی اپنی بیوی کو) ایک طلاق دے اور وہ حمل کی حالت میں ہو یا وہ اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو۔

طلاق دینے کا بدعت طریقہ یہ ہے کہ وہ بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی لفظ یا زیادہ لفظوں میں دے یا اسے ایک یا زیادہ طلاقیں اس حال میں دے کہ وہ حیض یا نفاس کے ایام میں ہو یا ایسے طہر میں اسے طلاق دے جس میں اس نے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہو۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

حاملہ عورت کو طلاق دینا

سوال کیا حاملہ بیوی کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حاملہ بیوی کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

﴿ رَاجِعْهَا ثُمَّ أَمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ طَلِّقْهَا اِنْ شِئْتَ طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ تَمَسَّهَا أَوْ حَامِلًا ﴾

"اس سے رجوع کرے پھر اسے اپنے پاس رکھوحتی کہ وہ (ایام ماہواری سے) پاک ہو جائے پھر حائضہ ہو، پھر پاک ہو، پھر اگر تم چاہو تو اسے چھونے (یعنی ہم بستری کرنے) سے پہلے یا حالت حمل میں طلاق دے دو۔" (۱)

......(شیخ ابن باز)......

(۱) [بخاری (۴۹۰۸) کتاب تفسیر القرآن : باب وقال مجاهد ان ارتبتم ' مسلم (۱٤۷۱) کتاب الطلاق : باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها ' ابو داود (۲۱۸۰) کتاب الطلاق : باب فی طلاق السنة ' نسائی (۲۱۳/٦) ابن ماجة (۲۰۱۹) کتاب الطلاق : باب طلاق السنة ' أحمد (٦٤/۲) دارمی (۱٦۰/۲) کتاب الطلاق : باب السنة فی الطلاق ' ابن الجارود (۷۳٦) أبو يعلى (٥٤٤۰) دارقطنی (٤/٦-۷) کتاب الطلاق والخلع والايلاء ' بيهقی (۳۲٤/۷) کتاب الطلاق : باب ما جاء فی طلاق السنة وطلاق البدعة]

طلاق کی نیت کی لیکن طلاق کے الفاظ ادا نہیں کیے

سوال جب کوئی شخص یہ اعلان کرے کہ وہ کسی دوسرے شخص کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ اس نے طلاق کے الفاظ نہیں بولے لیکن یہ کہا ہے کہ وہ عنقریب طلاق دے دے گا' اس نے نیت تو کی ہے لیکن کہا نہیں' تو کیا ان کا آپس میں شادی کا بندھن موجود ہے؟

جواب یہ طلاق نہیں ہوگی' کیونکہ جب خاوند نے طلاق کے الفاظ ہی ادا نہیں کیے تو صرف نیت سے ہی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جمہور علمائے کرام کا یہی قول ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ اور امام ابن قدامہؒ نے نقل فرمایا ہے۔ (۱)

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ أُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والی اشیاء کو معاف کر دیا ہے جب تک وہ اس پر عمل نہ کریں یا پھر زبان پر نہ لائیں۔'' (۲)

اس حدیث کے ایک راوی قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ

''جب وہ اپنے دل میں ہی طلاق دے تو یہ کچھ بھی نہیں (یعنی اس سے طلاق نہیں ہوتی)۔''

شیخ ابن بازؒ کہتے ہیں:

صرف نیت سے طلاق نہیں ہوتی بلکہ الفاظ کے ساتھ یا لکھ کر واقع ہوتی ہے۔ (۳)

طلاق کے اسباب

سوال آپ کی نظر میں طلاق کے کیا اسباب ہیں؟

جواب طلاق کے اسباب بہت ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) [فتح الباری (۳۹٤/۹) المغنی (۱۲۱/۷)]

(۲) [بخاری (۲۰۲۸) کتاب العتق : باب الخطأ والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه' مسلم (۱۲۷) کتاب الایمان : باب تجاوز الله عن حدیث النفس والخواطر بالقلب' ابو داود (۲۲۰۹) کتاب الطلاق : باب فی الوسوسة بالطلاق' ترمذی (۱۱۸۳) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فیمن یحدث نفسه بالطلاق امرأته' ابن ماجه (۲۰٤٤) کتاب الطلاق : باب طلاق المکره والناسی' نسائی (۳٤۳٤) کتاب الطلاق : باب من طلق فی نفسه' ابن حبان (٤۳۳٤) بیهقی (۲۹۸/۷)]

(۳) [فتاوی اسلامیة (۲۷۹/۳)]

- خاوند اور بیوی کے درمیان عدمِ موافقت' وہ اس طرح کہ کسی ایک کی طرف سے دوسرے کے لیے محبت نہ ہو' یا پھر دونوں ہی ایک دوسرے سے محبت نہ کریں۔
- عورت کا بد اخلاق ہونا' یا نیکی اور خیر کے کاموں میں شوہر کی اطاعت نہ کرنا۔
- خاوند کا بد اخلاق ہونا' عورت پر ظلم وزیادتی کرنا' اس کے ساتھ ناانصافی کرنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرسکنا۔
- بیوی اپنے خاوند کے حقوق ادا نہ کرسکتی ہو۔
- دونوں میں سے کسی ایک کا گناہ میں مبتلا ہونا یا دونوں کا ہی گناہ میں ملوث ہونا' جس کی وجہ سے ان کے حالات بگڑ جائیں اور پھر طلاق ہو جائے۔ مثلاً خاوند نشے کا عادی ہو یا سگریٹ نوش ہو' یا بیوی نشہ کرتی ہو یا سگریٹ نوش ہو وغیرہ۔
- بیوی کے ساس یا سسر کے ساتھ معاملات خراب ہوں اور وہ ان کے ساتھ حکمت سے پیش نہ آ سکے۔
- بیوی کا خاوند کے لیے پاک صاف اور بن سنور کر نہ رہنا اور عمدہ لباس وخوشبو استعمال نہ کرنا' اسی طرح اچھی اور محبت بھری گفتگو نہ کرنا اور ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ نہ ملنا وغیرہ۔

......(شیخ ابن باز)......

طلاق دینے کا حق صرف مرد کو ہے

سوال: اگر شوہر کی موجودگی یا غیر موجودگی میں اس کے علاوہ کوئی اور اس کی بیوی کو طلاق دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی طرف سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ شریعت میں طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو ہی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ ﴾

''طلاق صرف اس کا حق ہے جس نے پنڈلی کو تھام رکھا ہے (مراد ہے شوہر)۔''(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

(۱) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۳۹۵۸) ارواء الغليل (۲۰٤۱) ابن ماجه (۲۰۸۱) كتاب الطلاق: باب طلاق العبد' دارقطني (۳۷/٤) بيهقي (۳٦۰/۷) طبراني كبير (۱۷۹/۱۷)]

صرف مرد کو حق طلاق دینے کی حکمت

سوال: اسلام نے طلاق کو صرف مرد کے ہاتھ میں کیوں دیا ہے' اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عظیم حکمتوں کی بنا پر حق طلاق صرف شوہر کے ہاتھ میں رکھا ہے' ان حکمتوں میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

- مرد قوتِ عقل وارادہ' وسعتِ ادراک اور اُمور کے نتائج وعواقب تک رسائی حاصل کرنے میں عورت پر حاوی ہے' عورت اس طرح نہیں ہے۔
- مرد خرچ کا ذمہ دار ہے' اپنے گھر میں داروغہ ونگہبان ہے' امر ونہی کرنے والا ہے' گھر کا ستون اور اپنے خاندان کی کفالت کرنے والا ہے۔
- مہر شوہر کے ذمہ واجب ہے لہٰذا حق طلاق اسی کے ہاتھ میں دیا گیا ہے تاکہ عورت طمع ولالچ میں نہ پڑ جائے۔ (اگر حق طلاق عورت کے ہاتھ میں ہوتا تو) وہ شادی کرتی' مہر وصول کرتی اور دوسرا مہر حاصل کرنے کے لیے اس شوہر کو طلاق دے دیتی (تاکہ کسی اور سے نکاح کر کے اس سے مہر حاصل کرے) اور یہ چیز شوہر کے لیے نقصان کا باعث تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اسی جانب متنبہ فرمایا ہے:

﴿ الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَّ بِمَا اَنْفَقُوْا اَمْوَالَهُمْ ﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال خرچ کیے ہیں۔''(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے دے

سوال: اگر بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے دے تو اس پر کوئی کفارہ ہے؟

جواب: اگر عورت اپنے شوہر کو طلاق دے دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ ہی اس پر کوئی کفارہ ہے۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔ کیونکہ اس کی طرف سے اپنے شوہر پر طلاق کا وقوع شرعی دلائل کے مخالف ہے۔ بلاشبہ شرعی دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ طلاق صرف شوہر کے ہاتھ میں ہو یا اس شخص کے ہاتھ میں

(۱) [النساء : ۳٤]



جو شرعاً شوہر کا قائم مقام ہو۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا عورت خود اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے؟

سوال کتاب و سنت میں اس کی کیا دلیل ہے کہ بیوی بھی طلاق دے سکتی ہے؟

جواب طلاق میں اصل تو یہی ہے کہ وہ شوہر کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾

''اے نبی! (اپنی امت سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت (کے دنوں کے کے آغاز) میں طلاق دو۔''(۱)

لیکن اگر شوہر طلاق کو اس طرح اپنی بیوی کے سپرد کر دے کہ وہ خود اپنے آپ کو طلاق دے دے' پھر وہ اپنے آپ کو طلاق دے دے تو یوں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

طلاق کے لیے بیوی کی موجودگی یا اسے علم ہونا شرط نہیں

سوال میری طلاق کو تین برس ہو چکے ہیں اور سب معاملات وکیل کے ذریعے مکمل ہوئے تھے' میرے سابقہ خاوند نے بات چیت سے انکار کر دیا تھا۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اس نے اب تک مجھے طلاق کا ایک کلمہ تک نہیں کہا' اب کچھ لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ میرے سامنے طلاق کا لفظ بولے۔ میری گزارش ہے کہ آپ اس کی وضاحت کریں کیونکہ مجھے اس سے بہت پریشانی ہے؟

جواب طلاق کے لیے یہ کوئی شرط نہیں کہ خاوند اپنی بیوی کے سامنے طلاق کے الفاظ کہے اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ بیوی کو اس کا علم ہو۔ جب بھی آدمی نے طلاق کے الفاظ بولے یا طلاق لکھ دی تو طلاق صحیح ہوگی' اگرچہ اس کا بیوی کو علم نہ بھی ہو۔ اگر آپ کے خاوند نے طلاق کے سارے معاملات وکیل کے پاس مکمل کیے ہیں تو یہ طلاق صحیح ہے اور واقع ہو چکی ہے۔

شیخ ابن عثیمینؒ سے پوچھا گیا کہ

---

(۱) [الطلاق : ۱]

ایک آدمی اپنی بیوی سے لمبے عرصے تک غائب رہا اور اسے طلاق دے دی جس کا علم صرف اسے ہی ہے اور اگر وہ اپنی بیوی کو نہ بھی بتائے تو کیا یہ طلاق واقع ہو جائے گی؟ شیخؒ کا جواب تھا:

طلاق واقع ہو جائے گی' اگر چہ وہ اپنی بیوی کو اس کا نہ بھی بتائے۔ اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی خواہ بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس بنا پر فرض کریں کہ اگر عورت کو طلاق کا علم تین حیض گزر جانے کے بعد ہو تو اس کی عدت پوری ہو چکی ہو گی حالانکہ اسے اس کا علم ہی نہیں تھا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کی بیوی کو خاوند کی وفات کا علم عدت گزرنے کے بعد ہو تو اس پر کوئی عدت نہیں' اس لیے کہ عدت کی مدت تو پہلے ہی گزر چکی ہے۔ (۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

خواب میں طلاق کا حکم

سوال: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہوں اور اسے تین طلاقیں دینے کے بعد بھی اس کے ساتھ (خواب میں) غیر مناسب باتیں کر رہا ہوں' اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: آپ کا خواب میں اپنی بیوی کو طلاق دینا اور اس کے ساتھ غیر مناسب کلام کرنا قابل مؤاخذہ نہیں اور نہ ہی اس سے اسے طلاق واقع ہو گی' کیونکہ سونے والے کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور آپ کے لیے بہتر یہ ہے کہ جب آپ اپنے خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو اپنے بائیں جانب تھوکیں اور شیطان اور جو بری چیز آپ نے دیکھی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں' یہ عمل تین مرتبہ کریں' پھر اپنا پہلو بدل کر سو جائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ایسی صورت میں یہی ثابت ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

پاگل کی طلاق کا حکم

سوال: اگر پاگل اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا یہ طلاق صحیح ہو گی؟

جواب: پاگل کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں اور اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ

(۱) [دیکھئے: فتاوی ابن عثیمین (۸۰۴/۲)]



﴿ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ : عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ ﴾

''تین آدمی مرفوع القلم ہیں (یعنی ان کا گناہ نہیں لکھا جاتا): ایک سونے والا حتی کہ وہ بیدار ہو جائے' دوسرا بچہ حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور تیسرا پاگل حتی کہ وہ عقل مند ہو جائے۔'' (۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

مجبور کی طلاق کا حکم

سوال کیا زبردستی دلوائی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب جبری طلاق واقع نہیں ہوتی' حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِيَ الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا اور بھول کو معاف کر دیا ہے' نیز وہ گناہ بھی معاف کر دیئے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔'' (۲)

شرح کبیر میں ہے کہ

امام احمدؒ سے اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے یہی روایت کیا گیا ہے اور عبداللہ بن عبید بن عمیر، عکرمہ، حسن، جابر بن زید، شریح، عطاء، طاؤس، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، امام اسحق، امام ابو ثور اور امام ابو عبید رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود' ابو داود (۴۴۰۳) کتاب الحدود : باب فی المجنون یسرق أو یصیب حدا' ابن ماجه (۲۰۴۱) کتاب الطلاق : باب طلاق المعتوه والصغیر والنائم' نسائی (۳۴۳۲) کتاب الطلاق : باب من لا یقع طلاقه من الأزواج' ارواء الغلیل (۲۹۷) صحیح الجامع الصغیر (۳۵۱۲) المشکاة (۳۲۸۷)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجه' ابن ماجه (۲۰۴۵) کتاب الطلاق : باب طلاق المکره والناسی' دارقطنی (۱۷۰/۴-۱۷۱) ابن حبان (۷۲۱۹) طبرانی کبیر (۱۰۹/۱۱) مستدرك حاکم (۱۹۸/۲) طحاوی فی شرح معانی الآثار (۹۵/۳) بیهقی (۳۵۶/۷)]

شدید غصے میں طلاق کا حکم

سوال: میرا اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور اختلاف اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ڈرانے کے لیے یہ کہہ دیا کہ اگر تو خاموش نہ ہوئی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔ لیکن یہ کہنے کے باوجود بھی وہ خاموش نہ ہوئی تو شدید غصے کی حالت میں مجھے اپنے آپ پر قابو نہ رہا' میں ہوش کھو بیٹھا اور نا چاہتے ہوئے بھی میں نے اسے طلاق دے دی اور پھر اس کے بعد مجھے ندامت ہوئی' میں یہ وضاحت چاہتا ہوں کہ آیا میری بیوی کو طلاق ہو گئی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب: اولاً میں اپنے اس سائل اور دیگر مسلمان بھائیوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ غصہ نہ کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہی وصیت فرمائی ہے۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَغْضَبْ ﴾ ''غصہ نہ کر۔''

اس نے کئی بار اپنی بات دہرائی مگر آپ ﷺ نے جواب میں صرف یہی فرمایا کہ غصہ نہ کر۔(۱)

اور غصہ ایسا انگارہ ہے کہ جسے شیطان آدم کے بیٹے کے دل میں ڈال دیتا ہے حتی کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں' رگیں پھول جاتی ہیں اور اس سے ایسے اقوال وافعال صادر ہونے لگتے ہیں جن کا وہ ارادہ نہیں رکھتا۔ لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ اطمینان وسکون لازم پکڑے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہے کہ جس وقت آپ نے طلاق دی تھی تو آپ کو (شدید غصے کی وجہ سے) علم ہی نہیں تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تو یقیناً پھر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ لَا طَلَاقَ فِیْ إِغْلَاقٍ ﴾

''اغلاق (یعنی عقل پر پردہ ڈال دینے والے شدید غصے) میں طلاق نہیں ہوتی۔''(۲)

......(شیخ ابن عثیمین)......

---

(۱) [بخاری (٦١١٦) کتاب الأدب : باب الحذر من الغضب]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (١٩١٩) کتاب الطلاق : باب فی الطلاق علی غلط' إرواء الغلیل (٢٠٤٧) ابو داود (٢١٩٣) احمد (٢٧٦/٦) بخاری فی التاریخ الکبیر (١٧١/١) ابن ماجه (٢٠٤٦) کتاب الطلاق : باب طلاق المکره والناسی' مستدرك حاکم (١٩٨/٢) کتاب الطلاق : باب لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق' بیهقی (٣٥٧/٧) کتاب الطلاق : باب ما جاء فی طلاق المکره' ابن أبی شیبة (٤٩/٥) دارقطنی (٣٦/٤) أبو یعلی (٤٢١/٧)' (٤٤٤٤) امام حاکمؒ نے اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

○ شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ سے غصے کی حالت میں طلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

غصے کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ طلاق (محبت میں نہیں بلکہ) غصے کی حالت میں ہی ہوتی ہے' البتہ اگر (غصہ اتنا شدید ہو کہ) وہ غصے کی وجہ سے تمیز و عقل کھو بیٹھے تو وہ مجنون (یعنی پاگل) کے حکم میں ہوگا اور صحیح قول کے مطابق اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

○ شیخ صالح فوزان ﷾ نے اس طرح کے سوال کے متعلق فرمایا ہے:

جب انسان کی غصے کی حالت اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کا شعور ختم ہو جائے اور وہ یادداشت کھو بیٹھے' اس طرح کہ نہ وہ کچھ جان سکتا ہو اور نہ ہی کچھ تصور کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کے اقوال کا کوئی اعتبار ہے اور نہ ہی طلاق وغیرہ کا۔

......(شیخ صالح فوزان)......

صرف ڈرانے کی نیت سے طلاق کا حکم

سوال مجھے معلوم ہوا کہ میری بیوی آج اکیلی بازار گئی تھی۔ میں نے اپنی بیوی کو بازار وغیرہ جانے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر تو اگلی بار گھر سے نکل کر بازار گئی تو تجھے طلاق۔ میری اس سے نیت محض اسے ڈرانا اور گھر سے نکلنے سے روکنا تھا تو کیا اسے دوبارہ بازار جانے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

جواب جب آپ کی نیت محض عورت کو ڈانٹنا یا ڈرانا ہو تو طلاق نہیں ہوتی۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اگر عورت اپنے آپ کو شوہر پر حرام کر لے

سوال میری ایک بیوی ہے اور میرے اس سے پانچ بچے ہیں۔ ایک رات ہمارا جھگڑا ہو گیا تو میری بیوی نے غصے میں آ کر مجھے اپنے آپ پر تین مرتبہ حرام کر لیا اور کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے' آج کے بعد تو میرے لیے حلال نہیں۔ تو اس کی اس بات کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کی طرف سے طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ وہ طلاق کے لفظ کے ساتھ طلاق دے یا تحریم کا لفظ استعمال کرے' بلکہ طلاق صرف شوہر کی طرف سے ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے جو کچھ بھی آپ کی بیوی سے صادر

ہوا ہے اس کی وجہ سے اسے کوئی طلاق نہیں ہوگی بلکہ وہ آپ کے نکاح میں باقی رہے گی۔ البتہ اس کے ذمہ قسم کا کفارہ لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ

دس مساکین کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا یا غلام آزاد کرنا اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ تین روزے رکھے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا ایک بیوی کو طلاق دینے سے باقی بیویوں کو بھی طلاق ہو جائے گی؟

سوال اگر آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے اور اس کی اور بھی بیویاں ہوں تو ہم نے اس کے متعلق سنا ہے کہ اگر وہ خود اسے طلاق دے گا تو اس کی باقی بیویوں کو بھی طلاق ہو جائے گی لیکن اگر وہ اسے طلاق دینے کے لیے کسی کو وکیل بنائے گا تو پھر دوسری بیویوں کو طلاق نہیں ہوگی' تو آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب اے میری سائلہ بہن! یہ بات جو آپ نے سنی ہے کہ اگر آدمی اپنی کسی ایک بیوی کو طلاق دے تو باقی بیویوں کو بھی طلاق ہو جائے گی' صحیح نہیں بلکہ یہ عوام میں ہی مشہور بات ہے اور انسان کو ایسی باتوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے پاس اہل علم موجود ہیں اور وہ ان سے رابطہ کر کے ان سے دریافت کر سکتا ہے۔

اور آدمی کی جب زیادہ بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے خواہ وہ بذاتِ خود اسے طلاق دے تو باقی بیویوں کو طلاق نہیں ہوگی بلکہ وہ اس کے نکاح میں باقی رہیں گی۔ بالفرض کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دے تو باقی تین کو طلاق نہیں ہوگی اور اگر وہ دو کو طلاق دے دے تو باقی دو کو طلاق نہیں ہوگی اور اگر وہ تین کو طلاق دے دے تو باقی ایک کو طلاق نہیں ہوگی۔

عوام الناس کو بھی ایسے فتووں کو نہیں پھیلانا چاہیے کہ جو اہل علم سے نہ سنے گئے ہوں کیونکہ ایسی باتیں جو عوام میں مشہور ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے تک ان باتوں کو منتقل کرتے چلے جاتے ہیں عموماً جھوٹ ہی ہوتی ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہوتی' لہٰذا ایسی باتوں سے بچنا اور اہل علم سے سوال کرنا واجب ہے(۱) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(۱) [عوام میں مشہور ضعیف اور من گھڑت روایات کی پہچان کے لیے راقم الحروف کی کتاب "100 مشہور ضعیف احادیث" کا مطالعہ مفید ہے۔(مرتب)]

''اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔''(۱)

......(شیخ ابن عثیمین)......

عورت طلاق چاہتی ہے مگر شوہر نہیں دیتا

سوال میری ایک بہن شادی شدہ ہے لیکن ابھی تک اس کے خاوند نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا۔ حالات درست تھے لیکن اچانک میری بہن نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی' اس لیے کہ اب وہ اس سے محبت نہیں کرتی ۔ وہ دونوں ابھی تک اکٹھے ایک گھر میں میاں بیوی کی طرح نہیں رہے۔ جب اس کے خاوند نے یہ بات سنی کہ (اس کی بیوی اس سے طلاق چاہتی ہے) تو وہ انتقاماً اسے طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے۔ میری بہن مصر ہے کہ وہ اس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی اور خاوند مصر ہے کہ وہ طلاق نہیں دے گا۔

ہم نے بہن کو کہا ہے کہ تم اس سے کسی شرعی عذر کے بغیر طلاق نہیں لے سکتی' لیکن اس کا کہنا ہے کہ اس کا خاوند بہت جلد غصہ میں آنے والا اور راز افشاں کرنے والا ہے۔ آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ ابھی تک وہ ایک گھر میں اکٹھے نہیں رہے اور اس کا خاوند بھی یہ اعتراف کرتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے گا' تو اب آپ بتائیں کہ اس مشکل کا شرعی حل کیا ہے؟

جواب اگر خاوند بیوی کے شرعی حقوق کی ادائیگی کرتا ہے تو بیوی کا خاوند سے طلاق کا مطالبہ حرام ہے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جو کوئی عورت بغیر کسی سبب کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے (یعنی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی)۔''(۲)

نبی کریم ﷺ کے فرمان ''بغیر کسی سبب کے'' کا معنی یہ ہے کہ کسی ایسی سختی اور تکلیف کے بغیر جو طلاق تک لے جائے ۔ مگر جب بیوی مجبور ہو جائے اور خاوند اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے یا اس کا اخلاق صحیح نہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہو تو بیوی طلاق طلب کر سکتی ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ قاضی کے پاس

(۱) [النحل : ۴۳]

(۲) [صحیح : ارواء الغلیل (۲۰۳۵) صحیح الجامع الصغیر (۲۷۰۶) ابو داود (۲۲۲۶) کتاب الطلاق : باب فی الخلع' ترمذی (۱۱۸۷) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فی المختلعات' ابن ماجه (۲۰۵۵) کتاب الطلاق : باب کراهیة الخلع للمرأة' احمد (۲۷۷/۵) دارمی (۱۶۲/۲) ابن الجارود (۷۴۸) ابن حبان (۴۱۸۴) بیهقی (۳۱۶/۷)]

لے جائے اور اس کے سامنے ساری وضاحت کرے اور قاضی یا تو خاوند سے حقوق کی ادائیگی کروائے یا پھر اسے طلاق دینے کا کہے۔ اور اگر خاوند میں اخلاقِ قبیحہ کا انکشاف ہو تو فوری طور پر طلاق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ بیوی کو چاہیے کہ اسے محبت بھرے انداز میں نصیحت کرے اور اس کے برے اخلاق کو اخلاق حسنہ کے ساتھ بدلنے میں اس کا تعاون کرے۔

پھر یہاں تو خاوند خود اعتراف کر رہا ہے کہ وہ غلط ہے اور وہ اپنی اصلاح کا وعدہ بھی کر رہا ہے جو خاوند کی جانب سے ایجابی قدم ہے۔ لہٰذا عورت کو اس سلسلے میں اپنے خاوند کا خیر پر معاون ہونا چاہیے۔ اور اگر ہر عورت اپنے خاوند کے جلد غصہ میں آنے یا پھر آپس کی باتوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے یا اس طرح کی کسی اور غلطی کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ شروع کر دے تو پھر کوئی بھی گھر علیحدگی سے نہ بچ سکے اور ان کی اولاد بھی ٹھوکریں کھاتی پھرے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

طلاق دینے کے لیے کسی کو وکیل بنانا

سوال شریعت اسلامیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طلاق مرد کے حقوق میں سے ایک حق ہے لیکن علماء کی اکثریت نے خاوند کے اپنے اس حق کو اپنی بیوی کو دے دینے میں یعنی اپنے آپ کو طلاق دینے میں اور وکیل بنانے کے مسئلہ میں کئی راہیں اختیار کی ہیں۔ جیسا کہ خاوند کسی شخص کو یہ حق دے دے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے سکے۔ میرا سوال یہ ہے کہ آیا ایسا حکم نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے؟

جواب طلاق کے لیے عورت کو یا کسی دوسرے کو وکیل بنانے کے سلسلے میں میں نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث نہیں جانتا۔ لیکن علماء نے یہ مسئلہ کتاب وسنت کے ان دلائل سے اخذ کیا ہے جو مالی حقوق اور ان سے ملتے جلتے حقوق کے لیے کسی نیک چلن آدمی کو وکیل بنانے کے سلسلہ میں ملتے ہیں اور طلاق مرد کے حقوق میں سے ایک حق ہے تو اگر وہ اپنی بیوی کو خود طلاق دینے کے معاملہ میں وکیل بنائے یا کسی دوسرے شخص کو بیوی کی طلاق میں وکیل بنائے جس میں وکیل بنانے کی اسناد درست ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس بارے میں شرعی قاعدہ کے مطابق عمل کیا جائے لیکن خاوند کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو تین طلاق واقع کرنے کے لیے وکیل بنائے کیونکہ یہ بات خود خاوند کے لیے بھی جائز نہیں۔ لہٰذا وکیل بنانے کے لیے یہ بات بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوئی۔

......(شیخ ابن باز)......

رخصتی سے پہلے طلاق

سوال: مجھے طلاق ہو چکی ہے لیکن ہمارا ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا اور رخصتی آئندہ ماہ متوقع تھی لیکن اس کے باوجود میں اپنا کنوارہ پن (شوہر سے جماع کی وجہ سے) گنوا بیٹھی ہوں' اب مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں میرا سابقہ شوہر عدالت میں اس راز کو فاش نہ کر دے جس سے مجھے اپنے خاندان میں اور خاص کر اپنے والدین کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے' کیا رخصتی سے قبل میرا کنوارہ پن ختم ہونا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے؟

جواب: عقدِ شرعی اور نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے آدمی کا بیوی سے ہم بستر ہونا حرام نہیں' عقدِ نکاح کے بعد جو کچھ بھی ہوا ہے وہ حلال ہے' اس بنا پر آپ جس شرمندگی سے ڈرتی ہیں وہ کوئی بے عزتی والی بات نہیں۔ اور جب خاوند اپنی بیوی کو ہم بستری کے بعد طلاق دے دے تو بیوی کو مکمل مہر لینے کا حق حاصل ہوتا ہے اور خاوند پر یہ ادا کرنا لازم ہے۔ اور اگر یہ ممکن ہو سکے کہ کچھ لوگ آپ کے درمیان واسطہ بن کر آپ کی صلح کروا دیں اور آپ شریعتِ اسلامیہ پر عمل کرتے ہوئے اکٹھے ہو جائیں اور اسلامی آداب کا خیال رکھیں تو یہ آپ سب کے لیے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

نکاح سے پہلے طلاق

سوال: میں نے اپنے چچا کی بیٹی سے منگنی کی ہے اور ابھی ہمارا نکاح نہیں ہوا۔ میں نے جہالت کی وجہ سے اسے کئی بار طلاق طلاق کہہ دیا ہے' حالانکہ میں اس سے شادی کا خواہش مند ہوں تو شریعت کی نظر میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: عقدِ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی' کیونکہ طلاق صرف شوہر کی طرف سے ہی واقع ہوتی ہے اور منگیتر' جس کے ساتھ ابھی عقدِ نکاح نہیں ہوا' شوہر نہیں۔ اس لیے اس کی دی ہوئی طلاق بھی درست نہیں اور واقع نہیں ہوتی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''صرف طلاق دینے کا حق اسی کو ہے جس نے پنڈلی کو تھام رکھا ہے (یعنی شوہر کو)۔''(۱)

اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۳۹۵۸)]

﴿ لَا طَلَاقَ إِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ ﴾
"طلاق صرف نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے۔"(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

بات بات پر طلاق اور طلاق کی قسم کھانا

سوال: میرے خاوند نے طلاق کی قسم اٹھالی کہ میں میکے نہ جاؤں اور اب وہ اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو کیا اس پر قسم کا کفارہ ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ

مسلمان کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے گھریلو جھگڑوں میں طلاق کا لفظ استعمال نہ کرے' اس لیے کہ طلاق کا انجام صحیح نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ طلاق کے معاملے میں سستی کرتے ہیں' جب بھی ان کا کوئی گھریلو جھگڑا ہوتا ہے فوراً طلاق کی قسم اٹھا لیتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک قسم کا کھیل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تو اکٹھی تین طلاقیں دینے والے کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے والا قرار دیا ہے تو ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا جو طلاق کو اپنی عادت ہی بنا لے؟

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

﴿ أُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ' ثُمَّ قَالَ : أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَلَا أَقْتُلُهُ ﴾

"نبی کریم ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ آپ ﷺ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا' کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔ حتی کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے قتل نہ کر ڈالوں۔"(۲)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٦٦۷) كتاب الطلاق : باب لا طلاق قبل النكاح ' ابن ماجة (۲۰٤۸) صحيح الجامع الصغير (۷۵۲۳) ارواء الغليل (۲۰۷۰) طحاوى فى مشكل الآثار (۱۳۱/۲) طبرانى صغير (۹٦/۱) بيهقى (۳۲۰/۷) بغوى فى شرح السنة (۱۹۸/۹)]

(۲) [صحيح : غاية المرام (۲٦۱) التعليق على الروضة الندية للألبانى (٤۷/۲) نسائى (۳٤۳۰) كتاب الطلاق : باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ]

یہ بے وقوف لوگ جو اپنی زبانوں پر ہر چھوٹے اور بڑے معاملے میں طلاق طلاق کرتے پھرتے ہیں' یہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے سراسر خلاف ہے' آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ ﴾

''جو شخص بھی قسم اٹھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے وگرنہ خاموش ہی رہے۔'' (۱)

لہٰذا ہر مومن کو چاہیے کہ وہ جب بھی قسم اٹھائے صرف اللہ تعالیٰ کی ہی قسم اٹھائے اور اس کے یہ بھی لائق نہیں کہ وہ بکثرت قسمیں ہی اٹھاتا چلا جائے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ﴾

''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' (۲)

اس آیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ بالجملہ یہی ہے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی قسم نہ اٹھایا کرو۔

رہا مسئلہ یہ کہ طلاق کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے یا نہیں مثلاً یوں کہا جائے کہ اگر تم یہ کرو تو طلاق' اگر یہ نہ کرو تو طلاق' یا پھر یہ کہے کہ اگر میں ایسا کروں تو میری بیوی کو طلاق' اگر ایسا نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق اور اس طرح کے دوسرے کلمات وغیرہ۔ تو یہ سب بھی نبی کریم ﷺ کی ہدایت ورہنمائی کے خلاف ہے۔ (۳)

دوسری بات یہ ہے کہ

اس سے طلاق واقع ہوتی ہے کہ نہیں تو اس میں خاوند کی نیت کا دخل ہے۔ اگر اس نے طلاق کی نیت کی اور بیوی کو قسم دی کہ وہ ایسا کام نہ کرے' تو بیوی کے وہ کام کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق کی نیت نہیں کرتا بلکہ اس سے صرف اسے روکنے کی نیت تھی تو اس کا حکم صرف قسم کا ہوگا۔

شیخ ابن عثیمین ؒ کا کہنا ہے کہ

راجح بات یہ ہے کہ جب طلاق کو قسم کی جگہ پر استعمال کیا جائے یعنی اس کا مقصد یہ ہو کہ کسی کام کے کرنے پر ابھارنا' یا کسی کام سے منع کرنا' یا کسی کام کی تصدیق یا تکذیب کرنا' یا کسی بات کی تاکید کرنا وغیرہ تو اس کا حکم بھی قسم جیسا ہی ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰـأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ، وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ، قَدْ

(۱) [بخاری (۲٦۷۹) كتاب الشهادات : باب كيف يستحلف]

(۲) [المائدة : ۸۹]

(۳) [مزید دیکھیے: فتاوی المرأة المسلمة (۷۵۳/۲)]

فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ﴾

''اے نبی! تم اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کیوں کرتے ہو تم اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔'' (۱)

یہاں اللہ تعالیٰ نے تحریم کو قسم قرار دیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ﴾

''عملوں کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے۔'' (۲)

اور یہ قسم اٹھانے والا طلاق کی نیت تو نہیں کر رہا بلکہ اس نے قسم کی نیت کی ہے یا پھر قسم کا معنی مراد لیا ہے تو اگر وہ قسم توڑتا ہے تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے۔ اس مسئلے میں راجح قول یہی ہے۔ (۳)

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے سوال کیا گیا کہ جو شخص اپنی بیوی کو یہ کہے کہ میرے ساتھ اٹھو وگرنہ طلاق' تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ تو کمیٹی نے جواب دیا:

اگر آپ کی اس سے طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ صرف اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ابھارنا مقصود تھا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ علماء کے صحیح قول کے مطابق اس پر آپ کو (قسم کا) کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر آپ نے اس سے طلاق مراد لی ہے تو اس پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ (٤)

......(شیخ محمد المنجد)......

والدہ کے حکم پر طلاق

سوال سائل نے ایک عورت سے شادی کی اور پھر اس سے اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ اب اس کی والدہ اس سے بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرتی ہے حالانکہ اس میں نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ ہی وہ نافرمان ہے بلکہ والدہ محض کسی ذاتی رنجش کی بنا پر ہی اسے طلاق دلوانا چاہتی ہے۔ سائل کی بہن اور دیگر احباب نے والدہ کو سمجھانے کی بہت کوشش کی ہے مگر وہ صرف طلاق کا ہی مطالبہ کرتی ہے اور اب بیٹے کو چھوڑ کر اپنی بیٹی کے پاس رہنے کے لیے چلی گئی ہے' تو گزارش ہے کہ اس صورتحال میں کیا کیا جائے؟

---

(۱) [التحريم: ۱-۲]

(۲) [بخاری (۱) كتاب بدء الوحی]

(۳) [مزید دیکھیے: فتاوی المرأة المسلمة (۲/٤/۷۵)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۰/۸٦)]

جواب: اگر آپ کی بیوی کے احوال درست ہیں' آپ اس سے محبت کرتے ہیں' وہ آپ کی والدہ کی نافرمانی بھی نہیں کرتی' آپ کی والدہ محض ذاتی ناپسندیدگی کی بنا پر آپ کو اسے طلاق دینے پر مجبور کرتی ہے تو آپ پر اس معاملے میں اپنی والدہ کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ ''اطاعت صرف معروف میں ہے۔'' آپ پر لازم ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں' اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور حسبِ استطاعت اسے راضی کرنے کی کوشش کریں مگر اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اپنے ساتھ فحش فلمیں نہ دیکھنے کی صورت میں بیوی کو طلاق کی دھمکی

سوال: ایک عورت کا خاوند اسے بلو پرنٹ فحش فلمیں دیکھنے پر مجبور کرتا ہے لیکن بیوی اس کا انکار کرتی ہے اور اس کی کوشش ہے کہ وہ بھی نہ دیکھا کرے اور اس نے اسے یہ اختیار دیا ہے یا تو فلمیں چھوڑ کر اسے رکھے یا پھر اسے چھوڑ دے' اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ خاوند اسے یہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر وہ فلمیں نہیں دیکھے گی تو طلاق دے دے گا' آپ اسے کیا نصیحت کرتے اور مشورہ دیتے ہیں؟ کیا وہ فلمیں دیکھ لے یا پھر طلاق حاصل کر لے اور خاص کر جب اس کے تین بچے بھی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچائے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں' جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔(۱)

اور اللہ تعالیٰ نے بیوی اور اولاد کو خاوند کی رعایا بنایا ہے اور روزِ قیامت اسے اپنی رعایا کے بارے میں جواب دینا ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

﴿ كُلُّكُم رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا ' وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' قَالَ : وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ : وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ أَبِيهِ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ' وَكُلُّكُم رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ﴾

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگران ہے اور اس

(۱) [التحریم : ٦]

سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''(۱)

اللہ عزوجل نے اس شخص کو بہت سخت وعید سنائی ہے جو اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اور انہیں شرعی نصیحت نہیں کرتا' اس پر جنت حرام کر دی ہے۔حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ عَبدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے جسے بھی کسی رعایا کا ذمہ دار اور حکمران بنایا اور وہ انہیں نصیحت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں کر سکتا۔''(۲)

خاوند گندی اور فحش فلمیں دیکھ کر جو کچھ کر رہا ہے وہ ایک برائی اور بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ایسا کرنا اس کے لیے حلال نہیں چہ جائیکہ اپنے علاوہ وہ کسی اور کو بھی ایسا کرنے پر مجبور کرے۔اگر خاوند اپنی بیوی کو ایسی فلموں کا مشاہدہ کرنے کا کہتا ہے تو اس میں اس کی اطاعت کرنی جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿ لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ ' اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ ﴾

''اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی بھی اطاعت نہیں' بلکہ اطاعت تو صرف نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہے۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة : باب الجمعة في القرى والمدن ' مسلم (۱۸۲۹) کتاب الامارة : باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية ' ترمذی (۱۷۰۵) کتاب الجهاد : باب ما جاء في الامام ' نسائی في السنن الكبرى (۹۱۷۳/۵) عبد الرزاق (۲۰٦٤۹) الأدب المفرد للبخاری (۲۱٤) بیهقی (۲۸۷/٦)]

(۲) [بخاری (۷۱۵۰) کتاب الأحكام : باب من استرعى رعية فلم ينصح ' مسلم (۱٤۲) کتاب الايمان : باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار]

(۳) [بخاری (۷۲۵۷) کتاب أخبار الآحاد : باب ما جاء في اجازة خبر الواحد ' مسلم (۱۸٤۰) کتاب الامارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية]

اور خاوند کا طلاق کی دھمکی دینا بیوی کے لیے کوئی شرعی عذر شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ ایسا کرنے میں مجبور شمار ہوگی' بلکہ بیوی پر واجب ہے کہ وہ خاوند کو اچھے انداز میں وعظ ونصیحت کرے' اگر تو وہ برائی کو ترک کر دیتا ہے تو بہتر اور بیوی کو اس کا اجر وثواب حاصل ہوگا اور اگر خاوند اللہ تعالیٰ کے حکم (آنکھوں کو حرام کاموں سے نیچی رکھنا) سے انکار کر دے اور تسلیم نہ کرے تو بیوی کے لیے برائی کے ارتکاب پر خاوند کی اطاعت حلال نہیں اور نہ ہی اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے خدشے سے اسی کے ساتھ چمٹی رہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں نعم البدل عطا فرمائے گا' انشاء اللہ۔ اور اگر خاوند بے نماز ہو تو بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ میں تردد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ کافر ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

سگریٹ نوش شوہر سے طلاق کا مطالبہ

سوال میرا خاوند سگریٹ نوشی کا عادی ہے اور وہ سانس ودمہ کی تکلیف سے دوچار ہے' ہمارے درمیان سگریٹ نوشی کی وجہ سے کئی ایک مشکلات پیدا ہو چکی ہیں۔ پانچ ماہ قبل میرے خاوند نے اللہ تعالیٰ کے لیے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ حلف اٹھایا کہ وہ اب کبھی بھی سگریٹ نوشی نہیں کرے گا' لیکن حلف کے ایک ہفتہ بعد ہی وہ سگریٹ نوشی کرنے لگا اور مشکلات نے ہمیں پھر سے گھیر لیا تو میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ لیکن اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی سگریٹ نوشی نہیں کرے گا' مگر مجھے اس پر مکمل بھروسہ نہیں' اس میں آپ کی صحیح رائے کیا ہے اور اس کی قسم کا کفارہ کیا ہے اور آپ مجھے کیا نصیحت کرتے ہیں؟

جواب سگریٹ نوشی خبیث اور حرام ہے' اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ' قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ﴾

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے' آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے اچھی اور پاکیزہ اشیاء حلال کی گئی ہیں۔''(۱)

اور سورۂ اعراف میں نبی کریم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾

(۱) [المائدۃ: ٤]

''اور وہ ان کے لیے اچھی اور پاکیزہ اشیاء حلال کرتا ہے اور ان پر خبیث اشیاء حرام کرتا ہے۔''(۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمباکو سگریٹ خبیث اشیاء میں سے ہے' اس لیے آپ کے خاوند پر واجب ہے کہ اسے ترک کر دے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہوا اس سے اجتناب کرے۔ اس کی قسم کے بارے میں اس پر یہ واجب ہے کہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دوبارہ سگریٹ نوشی کرنے سے توبہ کرے۔ قسم کا کفارہ یہ ہے: دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا' یا ایک مومن غلام آزاد کرنا اور جس کے پاس اس کی طاقت نہ ہو وہ تین روزے رکھ لے۔

اور ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اگر آپ کا شوہر نمازی ہے اور اچھی سیرت کا مالک ہے اور سگریٹ نوشی بھی ترک کر دیتا ہے تو آپ اس سے طلاق کا مطالبہ نہ کریں' لیکن اگر وہ معصیت اور گناہ پر مصر رہے تو پھر طلاق کے مطالبہ میں کوئی مانع نہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن باز)......

ہم بستری کا حق ادا نہ کرنے والے شوہر سے طلاق کا مطالبہ

سوال میرا سوال تو بہت تنگ کرنے والا ہے لیکن میں کسی اور سے پوچھ نہیں سکتی۔ میرا خاوند بہت اچھا اور نیک ہے۔ میں اس پر کسی بھی قسم کی کوئی تہمت نہیں لگاتی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہم بستری میں میرا حق ادا نہیں کرتا' تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اس سے طلاق کا مطالبہ کروں' یا میں اس وجہ سے جنت کی خوشبو بھی نہ پانے والوں میں سے تو نہیں ہو جاؤں گا؟

جواب جب خاوند اپنی بیوی کے شرعی واجبات اور حقوق کی ادائیگی کر رہا ہو تو پھر بیوی کے لیے طلاق کا مطالبہ جائز نہیں۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جو کوئی عورت بغیر کسی ضرورت کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے (یعنی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی)۔''(۲)

---

(۱) [الاعراف: ۱۵۷]

(۲) [صحیح: ارواء الغلیل (۲۰۳۵) صحیح الجامع الصغیر (۲۷۰۶) ابو داود (۲۲۲۶) کتاب الطلاق: باب فی الخلع' ترمذی (۱۱۸۷) کتاب الطلاق واللعان: باب ما جاء فی المختلعات' ابن ماجه (۲۰۵۵) کتاب الطلاق: باب کراهية الخلع للمرأة' احمد (۲۷۷/۵) دارمی (۱۶۲/۲) ابن الجارود (۷۴۸) ابن حبان (۴۱۸۴) بیهقی (۳۱۶/۷)]

ہم بستری کے بارے میں گزارش ہے کہ اگر بیوی عادت سے زیادہ ہم بستری کا مطالبہ کرے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں (اور عادت معاشرے میں عرفِ عام کے مطابق ہو گی مثلاً ہفتہ میں ایک بار یا پھر دس دن میں ایک بار وغیرہ' اور یہ معاملہ قدرت اور طاقت کے مطابق مختلف ہوتا ہے)۔ اور اگر خاوند میں کوئی عیب ہو جس کی وجہ سے وہ ہم بستری نہ کر سکے یا پھر اسے کوئی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ اس قابل نہ رہے تو بیوی اس سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر بیوی اسلام قبول نہ کرے تو کیا اسے طلاق دینا ضروری ہے؟

سوال اگر بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے تو کیا اسے طلاق دینی واجب ہے؟

جواب اگر تو آپ کی بیوی اہل کتاب (یعنی یہودی یا عیسائی) ہے تو آپ پر اسے طلاق دینا واجب نہیں' بلکہ آپ اسے بدستور اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتے ہیں' ایسا کرنا مباح و جائز ہے۔

لیکن اگر وہ کسی اور دین پر ہو یا پھر بے دین ہو تو صرف آپ کے قبولِ اسلام سے ہی آپ دونوں کے مابین علیحدگی ہو جائے گی کیونکہ مسلمان شخص کے لیے مشرکہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں' اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ نکاح نہیں بلکہ زنا شمار ہو گا۔

......(شیخ سعد الحمید)......

کیا ایسی عورت کو طلاق دے دی جائے جو اسلام قبول نہ کرے مگر اولاد چاہتی ہو؟

سوال میں پیدائشی طور پر ہی مسلمان ہوں' لیکن تین برس سے پہلے تک روزے کے علاوہ اور کوئی عبادت نہیں کی' میں نے پانچ برس قبل ایک امریکی لڑکی سے شادی کی جو غیر مسلم ہے اور اپنے دین پر عمل پیرا ہے۔ میں اسے شادی سے بھی پانچ برس پہلے کا جانتا ہوں اور میری تمنا تھی کہ یہ لڑکی ہدایت یافتہ ہو کر اسلام قبول کر لے لیکن ایسا نہیں ہو سکا' ہم نے اس سلسلہ میں بات چیت کی لیکن اس نے کہا کہ اس کا اسلام قبول کرنا ناممکن ہے۔

وہ بہت اچھی عورت ہے اور اس کے خاندان والے بھی بہت اچھے ہیں۔ میں جب امریکہ میں رہنے کے لیے گیا تو ان لوگوں نے میری بہت مدد کی۔ وہ چاہتی ہے کہ اولاد جلدی ہو اور میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن جب میں یہ سوچتا ہوں کہ میرے بچے اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر بود و باش اختیار کریں گے تو مجھے یہ عذاب محسوس

ہوتا ہے' حالانکہ وہ اس کے موافق ہے کہ بچے مسلمان ہوں اور اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائے گی۔

وہ دین اسلام کے متعلق کچھ زیادہ تو نہیں جانتی لیکن یہ کہتی ہے کہ جب اسے حمل ہوگا وہ دین اسلام کا مطالعہ کرے گی' میں اس معاملہ میں بہت زیادہ خوفزدہ ہوں اور تین بار اس شادی کو ختم کرنے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن ہر بار وہ رونا شروع کر دیتی ہے اور میرا دل اس کے متعلق نرم ہو جاتا ہے اور میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ اسے ایک اور موقع دوں۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے' میرے خیال کے مطابق میں اس سے اولاد پیدا نہیں کر سکتا اور اگر میں اس سے اولاد پیدا نہیں کرتا تو وہ بہت زیادہ ناراض ہوگی اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے یا تو اس وقت یا پھر مستقبل میں۔ میری گزارش ہے کہ مجھے کوئی مشورہ دیں میں کیا کروں اور اگر میں اسے طلاق دیتا ہوں تو اس کے مجھ پر کیا حقوق ہیں؟

جواب اولاً ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ دین اسلام پر پختگی سے قائم رہیں اور دینی شعائر نماز' زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ کی حفاظت کریں اور ان کی ادائیگی کرتے رہیں۔ بیوی کے لیے آپ کو ایک نمونہ اور آئیڈیل بن کر رہنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھوں ہدایت نصیب کر دے اور اس کی بنا پر آپ بہت بڑی خیر حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرلیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس عورت سے اولاد پیدا ہونے کی صورت میں ان کے کسی اور دین پر پرورش پانے سے آپ کا خوف یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ آپ انہیں دینی تعلیم وتربیت دینے پر حریص ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ معاملہ بہت اچھا ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اس اطمینان کو پورا کرنے کے لیے آپ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ دعا کیا کریں کہ وہ آپ اور آپ کے دین کی حفاظت فرمائے۔ اسی طرح آپ کو استخارہ بھی کرنا چاہیے کہ آیا آپ کا اس عورت کے ساتھ رہنا اور اس سے اولاد پیدا کرنا بہتر ہے یا اسے چھوڑ کر کسی اور مومنہ عورت سے شادی کرنا۔

آپ یہ بات یقین کے ساتھ جان لیں کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں اس سے اچھی اور بہتر چیز عطا فرما دیتے ہیں جیسا کہ یہ بات نبی کریم ﷺ کے فرمان سے بھی ثابت ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے اس شدید تعلق (کہ وہ آپ کو بہت چاہتی ہے) سے فائدہ حاصل کریں اور اس کے سامنے یہ بات واضح کر دیں کہ آپ کو اپنے دین کی خاطر اسے چھوڑنا بھی پڑا تو آپ اسے چھوڑ دیں گے۔ ہو



سکتا ہے یہ بات اس کے دین میں داخل ہونے کا ذریعہ بن جائے۔

آپ کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ آپ کے لیے اسے اس کی رضا مندی اور دلی اطمینان کے بغیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کا زبردستی اسلام میں داخل ہونا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا ہے۔(۱)

تیسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس اتنے وسائل ہوں کہ آپ اپنی اولاد کو ان کی ماں اور اس کے خاندان کے اثر انداز ہونے سے بچا سکیں اور ان کی صحیح اسلامی تربیت کر سکیں تو پھر اس سے اولاد پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ اپنے دین پر ہی قائم رہے اور ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنا اس کے لیے دین اسلام سیکھنے میں مددگار ثابت ہو جیسا کہ اس نے اس کا وعدہ بھی کیا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ پر ضروری ہے کہ آپ کسی اسلامی ملک کی طرف ہجرت کریں' جہاں آپ اپنی اولاد کی صحیح اسلامی تربیت کر سکیں خواہ آپ اس بیوی کے ساتھ رہیں یا کسی اور سے شادی کر لیں۔ اس لیے کہ کفار کے ملک میں بلاضرورت اور بلا مصلحت رہائش اختیار کرنا جائز نہیں' الا کہ دعوت و تبلیغ یا کسی ایسے علم کا حصول مقصد ہو جس کی مسلمانوں کو ضرورت بھی ہو اور ان کے اپنے ملک میں یہ علم موجود نہ ہو۔ لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اپنے دین کو واضح طور پر بیان کر سکتا ہو تو پھر رہ سکتا ہے بصورتِ دیگر نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ أَنَا بَرِیْءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ ﴾

''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان میں رہتا ہے۔''(۲)

پانچویں بات یہ ہے کہ طلاق ہو جانے کی صورت میں آپ کی بیوی مہر کی حق دار ہے اگر مہر ابھی تک ادا نہ کیا گیا ہو' لیکن دورانِ عدت رہائش اور نان ونفقہ طلاق کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ لہٰذا جس شخص نے اپنی بیوی کو ایک رجعی طلاق دی تو بیوی کو دورانِ عدت رہائش اور نان ونفقہ بھی حاصل ہوگا' اسی طرح وہ زوجیت باقی رہنے کی وجہ سے اس مدت میں خاوند کی وارث اور خاوند اس کا وارث ہوگا۔ طلاقِ رجعی والی عورت کو رہائش حاصل ہونے کی دلیل مندرجہ ذیل فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''اے نبی! (اپنی امت سے کہہ دو) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو' اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو' نہ تم انہیں ان کے

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱/۳۱۱)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود' ابو داود (۲٦٤٥) کتاب الجهاد : باب النهی عن قتل من اعتصم بالسجود]

گھروں سے نکالو (یعنی رجعی طلاق کے فوراً بعد انہیں اپنے گھروں سے مت نکالو بلکہ عدت تک گھر میں ہی رہنے دو) اور نہ وہ خود نکلیں (یعنی عورتیں عدت کے دوران خود بھی گھروں سے مت نکل جائیں) ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے۔'' (۱)

اگر خاوند عدت ختم ہونے تک بیوی سے رجوع نہیں کرتا تو پھر وہ نئے نکاح کے بغیر اس کے پاس نہیں آ سکتی۔ اور جس نے اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دی تو بیوی کو نہ تو دورانِ عدت رہائش ملے گی اور نہ ہی نان ونفقہ، ہاں اگر حاملہ ہو تو پھر ملے گا۔ طلاقِ بائن والی عورت کو رہائش اور نان ونفقہ نہ ملنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

''ابوعمرو بن حفص نے ان کو طلاقِ بتہ (یعنی تیسری بائنہ طلاق) دی جبکہ وہ یمن میں تھے تو ابوعمرو کے وکیل (یعنی نمائندے) نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی جانب ''جو'' بھیجے (اس نے انہیں معمولی سمجھا) اور اس پر ناراض ہو گئی۔ اس نے کہا، اللہ کی قسم! تیرا ہم پر کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرا خرچ (اس کے ذمہ) نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ اُم شریک کے گھر میں عدت پوری کرے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ وہ ایسی خاتون ہے جس کے پاس میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنا جانا ہے۔ تجھے ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے پاس عدت گزارنی چاہیے۔ وہ نابینا انسان ہے تو وہاں کپڑے بھی اتار سکتی ہے۔'' (۲)

سنن ابی داود کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا نَفَقَةَ لَكِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنِىْ حَامِلًا ﴾

''تیرے لیے نان ونفقہ نہیں الا کہ تو حاملہ ہوتی تو پھر (ہوتا)۔'' (۳)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [الطلاق : ۱]

(۲) [مسلم (۱٤۸۰) کتاب الطلاق : باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها' ابو داود (۲۲۸٤) کتاب الطلاق : باب فی نفقة المبتوتة]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود' ابوداود (۲۲۹۰) کتاب الطلاق : باب فی نفقة المبتوتة' ارواء الغلیل (۲۱٦۰) صحیح الجامع الصغیر (۷۵۰۰) مشکاة المصابیح (۳۳۲٤)]



اگر بیوی برے اخلاق کی ہو تو اسے طلاق دینا

سوال: میرے سالے کی بیوی اپنی ساس کے ساتھ برے اخلاق اور بے ادبی سے پیش آتی ہے اور اس کی ہمیشہ بے عزتی کرتی ہے۔ ساس میری بیوی کو ٹیلی فون کر کے بہو سے تنگ آ کر روتی ہے۔ میری ساس کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ کئی بار شکوی شکایت کے بعد انہوں نے بہو کے گھر والوں سے بات چیت کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور نہ ہی معاملہ سدھرتا نظر آتا ہے' اس لیے انہوں نے طلاق کا سوچا ہے۔ تو اگر اس کا شوہر اسے طلاق دے دے تو درست ہے؟

جواب: اصل میں طلاق مکروہ ہے' لیکن بعض اوقات حالات کچھ ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ طلاق کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات تو معاملہ طلاق کے وجوب تک جا پہنچتا ہے' تو جو حالات سائل نے ذکر کیے ہیں اس میں ممکن ہے کہ مناسب حل طلاق ہی ہو۔ اس لیے کہ خاوند کے بیوی پر جو حقوق ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اس کے والدین کی عزت وتوقیر کرے اور پھر خاص کر ساس جو خاوند کی والدہ بھی ہے کیونکہ آدمی پر والدہ کا حق بیوی کے حق سے مقدم ہے۔ اس لیے بیوی کو خاوند کی والدہ کا احترام وعزت کر کے اس کا مددگار ثابت ہونا چاہیے۔

اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ضرورت کے وقت طلاق جائز ومباح ہے (یعنی جب اس کی ضرورت پیش آ جائے مثلاً بیوی بد اخلاق ہو' اس کا رہن سہن برا ہو' بلا وجہ تکلیف پہنچاتی ہو وغیرہ وغیرہ تو طلاق دی جا سکتی ہے)۔ (۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

یہ شرط کہ اگر شوہر دوسری شادی کرے تو دوسری بیوی کو طلاق

سوال: ایک شخص نے شادی کی تو اس کے سسرال والوں نے یہ شرط رکھی کہ جس عورت سے بھی وہ شادی کرے گا اسے طلاق ہو گی' پھر خاوند نے دوسری شادی کر لی' اب مذاہب اربعہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے جب یہ سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شرط لازم نہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے اسے لازم قرار دیا ہے کہ جب بھی خاوند (دوسری) شادی کرے گا طلاق ہو جائے گی اور جب بھی وہ کوئی لونڈی حاصل کرے گا وہ بھی آزاد ہو جائے گی۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۱) [مزید دیکھیے: المغنی لابن قدامۃ (۳۲۴/۱۰)]

تاہم امام احمدؒ کے مسلک میں یہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ ہی لونڈی آزاد ہوگی' لیکن جب وہ شادی کر لے یا پھر لونڈی رکھے تو پہلی بیوی کو اختیار ہے چاہے وہ اس کے ساتھ رہے یا اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''وہ شرطیں سب سے زیادہ پورا کرنے کی حق دار ہیں جن کے ذریعے تم شرمگاہ حلال کرتے ہو۔'' (۱)

اسی طرح ایک مرد نے ایک عورت سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرے گا' پھر یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک لے جایا گیا تو انہوں نے فرمایا' شروط سے حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔

یوں اس مسئلے میں تین اقوال ہوئے:

❶ اس سے طلاق ہو جائے گی۔

❷ اس سے نہ تو طلاق ہوگی اور نہ ہی بیوی کو علیحدگی کا حق حاصل ہوگا۔

❸ اس سے نہ تو طلاق ہوگی اور نہ ہی لونڈی آزاد ہوگی۔ لیکن بیوی نے جو شرط رکھی تھی اس کی وجہ سے اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو خاوند کے ساتھ رہ سکتی ہے اور چاہے تو علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔ یہی قول سب سے بہتر اور عمدہ ہے۔ (۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا شوہر کا بیوی کو چھوڑ کر گھر سے چلے جانا طلاق شمار ہوگا؟

سوال: مرد نے تین مرتبہ اپنی بیوی کو چھوڑا اور ہر بار گھر سے نکل جاتا ہے لیکن منہ سے کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی طلاق کا اشارہ کرتا ہے۔ دوسری بار گھر سے باہر جانے کے بعد بیوی کو خط موصول ہوا جس میں خاوند کے گھر واپس آنے کی شروط تھیں' اس میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر اس نے ان شرائط پر عمل نہ کیا تو وہ اسے طلاق دے دے گا۔

تو کیا پہلی دو بار بیوی کو چھوڑنا طلاق شمار ہوگا؟

(۱) [بخاری (۲۷۲۱) كتاب الشروط : باب الشروط فى المهر عند عقدة النكاح ' مسلم (۱٤۱۸) كتاب النكاح : باب الوفاء بالشروط فى النكاح ' أحمد (٤/١٤٤) ابو داود (۲۱۳۹) كتاب النكاح : باب فى الرجل يشترط لها دارها ' نسائى (٦/٩٢) ترمذی (۱۱۲۷) كتاب النكاح : باب ما جاء فى الشرط عند عقدة النكاح ' ابن ماجة (۱۹۰٤) كتاب النكاح : باب الشرط فى النكاح ' عبدالرزاق (۱۰٦۱۳) دارمى (۲/۱٤۳) أبو يعلى (۱۷۰٤) بيهقى (۷/۲٤۸)]

(۲) [مزید دیکھئے : الفتاوى الكبرى (۳/۱۲٥)]



اور کیا یہ دونوں علیحدہ علیحدہ طلاقیں شمار ہوں گی؟

یہ علم میں ہونا چاہیے کہ بیوی کو اس کا کچھ علم نہیں کہ یہ طلاق شمار ہوگی اور تیسری مرتبہ تو طلاق واضح تھی۔اس وقت خاوند دل کا مریض ہے اور علاج کروا رہا ہے۔ بیوی یہ محسوس کرتی ہے کہ یہ سب کچھ اس کی سوچ اور غم کی بنا پر ہے۔ وہ اب بھی اس کی بیوی بن کر رہنا چاہتی ہے اور اس کا اہتمام بھی کرتی ہے۔لیکن امام صاحب کے قول کے مطابق تین طلاقیں مکمل ہو چکی ہیں' تو کیا واقعی تین طلاقیں پوری ہو چکی ہیں؟

جواب صرف نیت سے ہی طلاق نہیں ہوتی ' بلکہ طلاق دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ ہوتی ہے' یا تو زبان سے کلام کرنے سے یا پھر لکھنے سے۔(۱)

اس بنا پر پہلی اور دوسری مرتبہ طلاق کا وقوع نہیں ہوا' اس لیے کہ خاوند نے نہ تو طلاق کی بات کی اور نہ ہی اس کے متعلق لکھا' اور تیسری مرتبہ کے متعلق گزارش ہے کہ آپ نے جو ذکر کیا ہے کہ اس نے لکھا تھا ''اگر شروط پوری نہ کی گئیں تو وہ طلاق دے دے گا'' یہ بھی طلاق شمار نہیں ہوگی' بلکہ یہ تو طلاق کا ڈراوا ہے۔اس لیے اگر ان شرائط کو پورا کر دیا گیا ہو یا پورا نہ کیا گیا ہو' دونوں صورتوں میں طلاق نہیں ہوئی' اس لیے کہ صرف ڈراوے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔(۲)

......(شیخ ابن باز)......

بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھانا

سوال کیا انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم اٹھا لے؟

جواب مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم اٹھائے اور اگر وہ ایسا کرے تو اس قسم کے لیے چار ماہ کی مدت مقرر کرے۔ پھر (اس مدت کے بعد) اگر وہ اپنے ایلاء (بیوی سے دور رہنے کی قسم) سے رجوع کر لے اور اس سے ہم بستری کر لے تو ٹھیک ورنہ شرعی حاکم ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾

(۱) [دیکھیں: فتاوی الطلاق لابن باز (ص ۵۳-۵۴)]

(۲) [فتاوی الطلاق لابن باز (ص ۵۶)]

''جولوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرلیں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے پھر اگر وہ لوٹ آئیں (یعنی اگر وقت کا تعین نہیں کیا تھا تو قسم کا کفارہ ادا کر کے دوبارہ تعلقات قائم کرلیں) تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

اشارے کنائے سے طلاق

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی سے اس کے برے اخلاق کی وجہ سے جھگڑتے ہوئے کہہ دے کہ اگر تم اسی طرح کرتی رہی تو پھر ہمارا گزارا مشکل ہے' تو یہ جملہ کیا طلاق شمار ہوگا؟ ہم نے اس شخص سے بعد میں دریافت کیا کہ جب اس نے یہ جملہ کہا تھا اس وقت اس کی نیت کیا تھی؟ تو اس نے کہا کہ اسے یاد نہیں۔

جواب: علمائے کرام ان الفاظ کو کنایہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے طلاق واقع نہیں ہوتی' لیکن اگر ان الفاظ کو بولتے وقت طلاق کی نیت ہو تو پھر طلاق ہو جاتی ہے اور اگر اس نے طلاق کی نیت نہیں کی یا ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت اسے نیت کا علم ہی نہیں تھا تو طلاق شمار نہیں ہوگی۔

شیخ ابن بازؒ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنی بیوی کو یہ کہتا ہے ''میں تجھے نہیں چاہتا'' اور یہ الفاظ کئی بار دہرائے' تو شیخ کا جواب تھا:

اگر یہ الفاظ نیت کے بغیر ادا کیے گئے ہوں تو طلاق شمار نہیں ہوں گے' یہ کنایہ (یعنی اشارہ) ہے طلاق نہیں۔ اس کی بیوی اس کی عصمت میں باقی رہے گی اور اس پر کچھ نہیں ہے۔(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

چوتھی بیوی کو طلاق دینے کے بعد عدت میں نیا نکاح

سوال: جب مرد اپنی چوتھی بیوی کو طلاق دے کر کسی اور سے شادی کرنا چاہے تو کیا اس پر مطلقہ بیوی کی عدت ختم ہونے تک انتظار کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: چوتھی بیوی کو طلاق دینے کے بعد کسی اور عورت سے شادی کرنا چاہے تو مطلقہ کی عدت گزرنے سے پہلے اس کا شادی کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

(۱) [البقرة: ۲۲۶]

(۲) [دیکھیں: فتاوی الطلاق للشیخ ابن باز (ص / ۶۸)]

شوہر کا اپنی مطلقہ بیوی سے کیا تعلق ہے؟

سوال کیا میں اپنی اولاد کو لے کر سابقہ خاوند کے ساتھ گھومنے نکل سکتی ہوں' تا کہ بچے اپنے والدین کے ساتھ اکٹھے ہوسکیں۔ میرا سابقہ خاوند بے نماز بھی ہے' تو کیا اس کا اپنی اولاد پر خرچ کرنا حرام ہے؟

جواب جب خاوند اپنی کسی بیوی کو تین یا دو یا ایک ہی طلاق دے دے اور عورت کی عدت ختم ہو جائے تو وہ اپنے خاوند کے لیے اجنبی ہو جائے گی' جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ خلوت نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اسے دیکھ اور چھو سکے گا۔ مطلقہ عورت کا اپنے سابقہ خاوند سے اتنا ہی تعلق ہوگا جتنا کہ ایک اجنبی شخص سے ہوتا ہے۔ اولاد کی وجہ سے ان کا ایک دوسرے کو دیکھنا' یا خلوت کرنا یا اکٹھے سفر کرنا جائز نہیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ اولاد کا والد اپنی سابقہ بیوی کے بغیر صرف بچوں کو گھمانے کے لیے لے جائے' یا پھر یہ ہوسکتا ہے کہ عورت اپنے کسی محرم کے ساتھ وہاں جائے' لیکن وہ کسی شرعی ممانعت کے کام میں نہ پڑے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ

تین طلاق والی عورت اپنے سابقہ خاوند کے لیے باقی اجنبی عورتوں کی طرح ہی ہے' اس لیے مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے ساتھ خلوت کرے کیونکہ وہ کسی بھی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہیں کر سکتا' اسی طرح اس کے لیے اسے دیکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ بھی اس کے لیے ایک اجنبی کی حیثیت رکھتی ہے اور اسے اس عورت پر بالکل ہی کوئی اختیار حاصل نہیں۔(۱)

اولاد کا خرچہ قبول کرنے کے بارے میں گزارش ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو اس کی جانب سے اپنی اولاد پر خرچہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ بے نماز ہی کیوں نہ ہو' لیکن ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو یہ کہتی رہے کہ وہ اپنے والد کو نماز پڑھنے کی نصیحت کریں' ہوسکتا ہے اس نصیحت کی وجہ سے وہ نماز کی پابندی کرنے لگے۔ اور اگر والدہ کو اپنی اولاد کے متعلق ان کے کافر باپ کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو کہ وہ اولاد کے اخلاق پر اثر انداز ہوگا یا پھر انہیں حرام کام کی ترغیب دے گا تو ایسی حالت میں اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو اس کے ساتھ جانے کی اجازت دے' کیونکہ اولاد کا کافر والد کے ساتھ جانا ان کے لیے نقصان دہ ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [دیکھیں: الفتاوی الکبری (۳۴۹/۳)]

سابقہ مطلقہ بیوی سے خط و کتابت اور اس کی تصاویر اپنے پاس رکھنا

سوال: کیا مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسری شادی کرنے کے بعد اپنی سابقہ بیوی کو محبت نامے لکھے یا محبت کے انداز میں مخاطب کرے؟ اور کیا اس کے لائق ہے کہ وہ اپنی دوسری بیوی کے ساتھ جس کمرے میں رہائش پذیر ہو اس میں سابقہ بیوی کے کارڈ اور تصویریں رکھے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ خاوند سے طلاق حاصل کرنے کے بعد عورت اجنبی ہو جاتی ہے' اس لیے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس سے خط و کتابت کرے یا پھر اس سے مخاطب ہو' یا اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرے یا پھر اس کے ساتھ مصافحہ کرے وغیرہ۔ عورت یا مرد کی جانب سے یہ فعل فحاشی کی جانب لے جانے والا ہے اور پھر اصلاً یہ فعل تو ان پر حرام بھی ہے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

کسی بھی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اجنبی عورت سے خط و کتابت کرے' اس لیے کہ اس میں فتنہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ خط و کتابت کرنے والا یہ سوچے کہ اس میں کوئی فتنہ نہیں' لیکن شیطان اس سے ہر وقت چمٹا رہے گا اور دونوں کو ایک دوسرے کی رغبت دلائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ جو بھی دجال کے متعلق سنے وہ اس سے دور رہے اور آپ ﷺ نے بتایا ہے کہ ایک شخص اس کے پاس ایمان کی حالت میں آئے گا' لیکن دجال اس کے پاس رہے گا حتی کہ اسے فتنے میں ڈال دے گا۔ لہٰذا نوجوانوں کو جوان لڑکیوں سے خط و کتابت کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے' اس سے دور رہنا واجب ہے۔(۱)

شیخ عبداللہ بن جبرین سے اجنبی عورت سے خط و کتابت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

ایسا کرنا جائز نہیں' کیونکہ یہ دونوں کے درمیان شہوت پیدا کرتا ہے اور ملاقات وغیرہ کی خواہش پیدا کرتا ہے' ان محبت ناموں اور خطوط سے بہت فتنہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں زنا کی محبت پیدا ہوتی ہے' جس سے فحاشی کا وقوع ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ہر اس شخص کو نصیحت کرتے ہیں جو اپنے نفس کی مصلحت چاہتا ہے کہ وہ ایسی خط و کتابت سے رک جائے تاکہ اس کا دین اور عزت دونوں محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ نہ تو خاوند اور نہ ہی بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ طلاق کی عدت گزرنے کے بعد ایک

---

(۱) [فتاوی المرأة المسلمة (۵۷۸/۲)]

(۲) [فتاوی المرأة المسلمة (۵۷۸/۲)]

دوسرے کی تصاویر سنبھال کر رکھیں' کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے اجنبی کو دیکھنا حرام کیا ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

''مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے باخبر ہے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔''(۱)

اور پھر دوسری بیوی کے بیڈروم میں مطلقہ بیوی کی تصاویر رکھنا حسن معاشرت کے بھی خلاف ہے اور پہلی بیوی کے خلاف حسد' کینہ' بغض اور غیرت پیدا کرنے والی چیز ہے۔اس لیے مطلقہ بیوی کے ساتھ نہ تو خط و کتابت ہی جائز ہے اور نہ ہی اس کی تصاویر رکھنا۔اور اگر یہ تیسری طلاق نہیں کہ جس کے بعد شوہر عورت سے رجوع نہیں کر سکتا اور شوہر یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ دوبارہ حسن معاشرت اختیار کر سکتا ہے تو اس حالت میں وہ نئے نکاح کے ساتھ اپنی سابقہ بیوی سے رجوع کر سکتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اس کی بیوی بن جائے اور خاص کر جب ان کی اولاد بھی ہو اور والدین کی علیحدگی کی وجہ سے ان کے مستقبل کی تباہی کا خدشہ ہو تو وہ شادی کر سکتا ہے۔اور دوسری شادی اس کے لیے اپنی سابقہ مطلقہ بیوی سے دوبارہ شادی کرنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی جب وہ ان دونوں کو رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور ان کی کفالت کر سکتا ہو۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......



(۱) [النور: ۳۱]


رجوع کے احکام

رجوع کا طریقہ

سوال: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' اس نے میرے گھر کو نہیں چھوڑا' پھر ہم کسی عالم دین کے پاس گئے بغیر اکٹھے رہ رہے ہیں تو اس طرح رجوع ہو جاتا ہے جبکہ ہم نے گواہ بھی مقرر نہیں کیے؟

جواب: جی ہاں' جب آدمی اپنی بیوی سے ہم بستری یا بات (یعنی کہے کہ میں نے تم سے رجوع کر لیا یا میں نے تمہیں تھام لیا) کے ذریعے رجوع کرے تو رجوع درست ہے۔ اگر رجوع کی نیت سے ہم بستری کرلے یا بیوی کو کہہ دے کہ میں نے تم سے رجوع کر لیا تو اسی سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے (اور رجوع ہو جاتا ہے)' بشرطیکہ (عورت کی) پہلی یا دوسری طلاق ہو' کیونکہ اگر آخری تیسری طلاق ہو تو عورت اس شوہر پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔

......(شیخ ابن باز)......

بغیر گواہوں کے رجوع کا حکم

سوال: آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور کچھ مدت بعد اسے طلاق دے دی اور اس کے بعد بغیر گواہوں کے ہی اس سے رجوع کر لیا۔ اب بیوی نے شوہر کو اس ڈر سے قریب آنے سے روک دیا ہے کہ کہیں وہ (بغیر گواہوں کے رجوع کرنے کی وجہ سے) حرام میں نہ مبتلا ہو جائیں' لیکن شوہر نے اسے بتایا ہے کہ اس نے اللہ کو گواہ بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ کافی ہے' تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور پھر اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا ہے تو رجوع صحیح ہوتا ہے اور بیوی اس کی عصمت میں لوٹ آتی ہے۔ البتہ رجوع پر گواہوں کی تقرری کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے' بعض کا کہنا ہے کہ یہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے اور جو چیز ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ یہ سنت ہے' اس لیے جب شوہر رجوع کر لے خواہ اس نے گواہ مقرر کیے ہوئے یا نہ بیوی اس کی عصمت میں لوٹ آتی ہے' لیکن مکمل رجوع کی سنت میں گواہوں کی تقرری بھی شامل ہے' اور عورت کا شوہر کو حرام میں مبتلا ہونے سے ڈرانا' اس کے متعلق میں اسے اطمینان دلاتا ہوں کہ یہ حرام نہیں ہے' انشاء اللہ۔ اور آدمی کی یہ بات کہ اس نے اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا ہے' اس کے متعلق گزارش ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر گواہ ہے لیکن جس کام پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' ہمیں چاہیے کہ اس پر گواہ بنائیں۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

بحالتِ غصہ طلاق دینے کے دو سال بعد رجوع کا ارادہ

سوال: میرے والد نے اپنی بیوی کو آپس کے کسی اختلاف کی وجہ سے غصے میں ایک طلاق دے دی‘ طلاق پر دو سال گزر گئے‘ تو اگر اب وہ اس سے رجوع کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تو یہ پہلی طلاق تھی اور اس نے اس سے پہلے اسے کوئی طلاق نہیں دی تھی تو نئے نکاح کے ساتھ وہ عورت اس کی طرف لوٹ آئے گی۔ اسے چاہیے کہ وہ اسے پیغامِ نکاح بھیجے‘ اس سے نیا نکاح کرے اور جس پر دونوں راضی ہوں اتنا اسے مہر ادا کرے۔ اسے ایک طلاق ہو چکی ہے اور دو باقی ہیں۔

......(شیخ ابن جبرین)......

تیسری طلاق کے بعد رجوع کا طریقہ

سوال: آدمی نے اپنی بیوی کو آخری (یعنی تیسری) طلاق دے دی اور اس کے بعد چار سال گزر گئے‘ پھر وہ اس سے نئے مہر‘ نئے نکاح اور بغیر حلالے کے رجوع کرنا چاہتا ہے‘ تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہے؟

جواب: جب آدمی اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دیتا ہے تو وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس وقت تک اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے‘ قطع نظر اس سے کہ اس طلاق کو ہوئے تھوڑی مدت گزری ہو یا زیادہ۔ وہ دونوں خواہ طلاق کے ایک گھنٹے بعد رجوع پر راضی ہو جائیں یا کئی سالوں بعد‘ وہ اس پر حرام ہی ہے کیونکہ وہ جتنی طلاقوں کا مالک تھا وہ اسے دے چکا ہے۔ اب ضروری ہے کہ وہ کسی اور مرد سے بسنے کی نیت سے نکاح کرے حلالے کی نیت سے نہیں‘ پھر جب وہ دوسرا مرد اسے اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو پھر ان دونوں پر دوبارہ نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ اکٹھے ہو جانے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر طلاق رجعی ہو مثلاً پہلی یا دوسری طلاق تو جب تک عورت عدت میں ہے بغیر نئے نکاح کے ہی مرد کے لیے حلال ہے‘ لیکن عدت کے بعد اگر دونوں اکٹھے رہنے پر راضی ہو جائیں تو نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ ایسا ہو سکے گا۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......




خلع کے احکام

خلع کی تعریف اور طریقہ

سوال: خلع کیا ہے اور اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ جب خاوند اپنی بیوی کو طلاق نہ دینا چاہے تو کیا طلاق کا وقوع ممکن ہے؟ اور امریکی معاشرے کے بارے میں کیا خیال ہے جہاں عورت اگر اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو (خواہ اس کے دین پر عمل کی وجہ سے ہی) تو اسے طلاق کی آزادی حاصل ہے؟

جواب: بیوی معاوضہ دے کر علیحدہ ہو جائے تو اسے خلع کہا جاتا ہے۔ اس طرح خاوند بیوی سے معاوضہ لے کر اسے چھوڑ دیتا ہے خواہ وہ معاوضہ شوہر کا دیا ہوا مہر ہو یا کچھ اور۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾

''اور تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر یہ کہ وہ دونوں اس سے خوف زدہ ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے' تو پھر ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس کا فدیہ دیں۔'' (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ ' فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ ' قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً ﴾

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں (کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکتی) اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا' کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے بطورِ مہر دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے (ثابت رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور انہیں طلاق دے دو۔'' (۲)

علمائے کرام نے اس قصے سے یہ استنباط کیا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کی طاقت نہ رکھے

(۱) [البقرة: ۲۲۹]

(۲) [بخاری (۵۲۷۳) کتاب الطلاق : باب الخلع و کیف الطلاق فیه ' نسائی (۱۶۹/۶) ابن ماجة (۲۰۵۶) کتاب الطلاق : باب المختلعة تأخذ ما أعطاها ' دارقطنی (۴۶/۴) بیهقی (۳۱۳/۷)]



تو حکمران اس سے خلع طلب کرلے بلکہ اسے خلع کا حکم دے۔

خلع کی صورت یہ ہے کہ خاوند بیوی کو چھوڑنے کے عوض کچھ لے یا پھر وہ کسی عوض پر متفق ہو جائیں اور پھر خاوند اپنی بیوی کو کہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا خلع کر لیا اور اس طرح کے دوسرے الفاظ کہے۔

اور طلاق خاوند کا حق ہے' یہ اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتی جب تک وہ طلاق نہ دے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ ﴾

''طلاق صرف اس کا حق ہے جس نے پنڈلی کو تھام رکھا ہے (یعنی خاوند کا)۔'' (۱)

اسی لیے علمائے کرام نے یہ کہا ہے کہ جسے اپنی بیوی کو طلاق دینے پر ظلماً مجبور کیا جائے اور وہ طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۲)

اور آپ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ بیوی حکومتی قوانین کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دے دے تو اس کے بارے میں ہم کہیں گے کہ اگر تو یہ کسی ایسے سبب کی بنا پر ہے جس کی وجہ سے طلاق مباح ہو جاتی ہے مثلاً اگر وہ خاوند کو ناپسند کرنے لگے اور اس کے ساتھ زندگی نہ گزار سکے' یا خاوند کے فسق و فجور اور حرام کام کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اسے ناپسند کرنے لگے' تو اسے طلاق کا مطالبہ کرنے میں کوئی حرج نہیں' لیکن ایسی حالت میں وہ خاوند سے خلع کر لے اور اس کا دیا ہوا مہر واپس کر دے۔ اور اگر وہ طلاق کا مطالبہ کسی سبب کے بغیر کرے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز نہیں اور اس حالت میں عدالت کا طلاق کے متعلق فیصلہ شرعی نہیں ہوگا بلکہ بدستور عورت اس آدمی کی بیوی ہی رہے گی۔ تو یہاں ایک مشکل پیش آتی ہے کہ قانونی طور پر تو یہ عورت مطلقہ شمار ہوگی اور عدت گزرنے کے بعد کہیں اور شادی کرلے گی لیکن حقیقت میں بیوی کو طلاق ہوئی ہی نہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس جیسے مسئلے کے متعلق کچھ اس طرح کہا ہے:

ہمارے سامنے یہ مشکل ہے کہ عورت کا کسی آدمی کی زوجیت میں رہتے ہوئے کہیں اور شادی کر لینا جو کہ حرام ہے۔ ظاہری طور پر عدالت کے حکم کے مطابق اسے طلاق تو ہو چکی ہے اور جب عدت ختم ہو جائے تو وہ کہیں اور شادی کر سکتی ہے (لیکن فی الحقیقت لاعلمی میں وہ حرام کام میں مبتلا ہو رہی ہے)۔

---

(۱) [حسن: صحيح الجامع الصغير (٣٩٥٨) ارواء الغليل (٢٠٤١) ابن ماجه (٢٠٨١) كتاب الطلاق: باب طلاق العبد]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٣٥٢/١٠)]



لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ اس مشکل سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ اہل خیر اور اصلاح کرانے والے لوگ ضرور اس مسئلے میں دخل دیں تا کہ خاوند اور بیوی کے درمیان صلح ہو سکے' اور اگر یہ ممکن نہیں تو وہ اپنے خاوند کو عوض ادا کر کے شرعی طور پر خلع لے لے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

بیوی کو جو دیا ہے اس سے زیادہ پر خلع

سوال: کیا اس سے زیادہ مال پر عورت کا خلع جائز ہے جو مرد نے عورت کو دے رکھا ہے؟

جواب: فقہاء نے صراحت کی ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کہ مرد عورت سے (خلع کے وقت) اس مال سے زیادہ وصول کرے جو اس نے اسے دیا ہے اور اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ مکروہ ہے' البتہ خلع ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں اس پر راضی ہیں اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔ حضرت عثمان، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، عکرمہؒ، مجاہدؒ، قبیصہؒ، امام نخعیؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور اصحاب الرائے سے یہی مذہب روایت کیا گیا ہے......اور یہی وہ درست مذہب ہے جس پر عمل ہے۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

عوض کے بغیر خلع

سوال: اگر خلع میں عوض نہ ہو تو کیا وہ واقع ہو جائے گا؟

جواب: خلع کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوض کے ساتھ ہو کیونکہ یہ اس کا رکن ہے جس پر اس کی بنیاد ہے اور جب وہ اس (عوض) سے خالی ہو گا تو خلع نہیں ہو گا بلکہ رجعی طلاق ہو گی اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو گی۔

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

خلع والی عورت کی عدت اور کیا دونوں دوبارہ شادی کر سکتے ہیں؟

سوال: جب بیوی خاوند سے خلع کا مطالبہ کرے اور خاوند موافقت کر لے تو خلع کے بعد عورت کتنی مدت تک شادی کے لیے انتظار کرے؟ اور کیا دونوں کے لیے دوبارہ شادی کرنا ممکن ہے؟

جواب: اگر خلع حاصل کرنے والی عورت حاملہ ہو تو علماء کے اجماع کے ساتھ اس کی عدت وضع حمل ہے۔(۱)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۲۲۷/۱۱)]

لیکن اگر وہ حاملہ نہیں تو اس کی عدت میں اہل علم کا اختلاف ہے' اکثر اہل علم کا تو یہ کہنا ہے کہ وہ تین حیض عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا عموم اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ ﴾

''اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک عدت گزاریں۔'' (۱)

مگر صحیح قول یہ ہے کہ خلع حاصل کرنے والی عورت ایک حیض عدت گزارے گی' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بھی خلع حاصل کرنے کے بعد ایک حیض عدت گزارنے کا حکم فرمایا تھا۔ (۲)

اور یہ حدیث مذکورہ بالا آیت کی تخصیص کر دیتی ہے' اس لیے اسی پر عمل کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نئے نکاح کے ساتھ دوبارہ شادی کر کے اکٹھے ہو جائیں۔

...... (شیخ عبدالکریم) ......

○ خلع کے بعد میاں بیوی کے دوبارہ اکٹھے ہونے کے بارے میں سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے دریافت کیا گیا تو اس کا جواب تھا:

ان دونوں کے لیے نئے مہر' نئے نکاح' عورت کی رضامندی اور دیگر مکمل شرائطِ نکاح وارکانِ نکاح کے ساتھ اکٹھے ہونا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ خلع کو بینونہ صغریٰ (چھوٹی جدائی) شمار کیا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے شوہر ہمیشہ کے لیے عورت سے جدا نہیں ہوتا' بلکہ ہمیشہ کے لیے جدائی تیسری طلاق کے بعد ہوتی ہے۔

...... (سعودی فتویٰ کمیٹی) ......

خلع اور طلاق میں فرق اور اگر شوہر سے خلع لینے میں والد ناراض ہو......؟

سوال میں نے چار سال سے شادی کی ہوئی ہے لیکن اپنے خاوند کے ساتھ تعلقات درست نہیں کر سکی' میں نے اپنے خاوند اور والد دونوں کو بتایا ہے کہ میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ دراصل میری شادی پاکستان میں ان حالات میں ہوئی تھی جو مجھ پر بہت برے گزر رہے تھے۔ میری والدہ پر زنا کا الزام لگا جس وجہ سے انہیں سسر کے گھر میں ہی محبوس کر دیا گیا۔ میں اور میری والدہ اس وقت پاکستان میں تھی اور مجھے والدہ سے ملنے اور بات کرنے کی بھی اجازت نہ تھی' اس وقت میرے والد کہنے لگے شادی کر لو۔

(۱) [البقرة : ۲۲۸]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (۹۴٦) ابو داود (۲۲۲۹) کتاب الطلاق : باب فی الخلع' ترمذی (۱۱۸٦) کتاب الطلاق اللعان : باب ما جاء فی الخلع]

میں نے شادی کے شروع میں بہت کوشش کی کہ خاوند کے ساتھ ہر حال میں گزر بسر کروں لیکن ایسا نہ ہو سکا' میں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اس لیے کہ مجھے اس سے محبت نہیں یا پھر یہ سمجھئے کہ میں اسے وہ عزت نہیں دے سکتی جو ایک خاوند کو دینی چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے والد کے شعور واحساسات کو بھی مجروح نہیں کرنا چاہتی' تو کیا آپ کے خیال میں مجھے طلاق لینی چاہیے یا میں اس کے ساتھ بے فائدہ رہنے کی کوشش کروں؟

جواب ہم سوال کرنے والی بہن کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ خاوند کے حقوق ادا کرنے' اس کی اطاعت کرنے اور اپنے والد کے احساسات کو مجروح نہ کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن اگر اس کے لیے یہ ممکن نہیں تو وہ اپنے خاوند سے خلع لے لے۔

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ خلع اور طلاق میں بہت بڑا فرق ہے' طلاق خاوند کی جانب سے ہوتی ہے جس کے کئی ایک اسباب ہیں مثلاً بیوی کو ناپسند کرنا وغیرہ اور مطلقہ عورت پر اس کے حسبِ حال عدت بھی ہے' مثلاً اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور اگر بچی یا حیض سے ناامید ہے (یعنی اسے حیض نہیں آتا) تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر اسے حیض آتا ہے تو پھر اس کی عدت تین حیض ہے اور خاوند اس کا مکمل مہر اور اس کے تمام حقوق ادا کرے گا۔

لیکن خلع بیوی کی جانب سے ہوتا ہے جس میں وہ خاوند کو مال ادا کرتی ہے تاکہ وہ اسے چھوڑ دے' افضل یہ ہے کہ خاوند مہر سے زیادہ مال کا مطالبہ نہ کرے' خلع والی عورت کی عدت صرف ایک حیض ہوگی تاکہ حمل سے برائت ہو سکے۔

سوال کرنے والی بہن کے مسئلے کے قریب قریب بعض صحابیات کے ساتھ بھی پیش آ چکا ہے جسے ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں (کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکتی) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے بطورِ مہر دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ثابت رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور انہیں طلاق دے دو۔'' (۱)

(۱) [بخاری (۵۲۷۳) کتاب الطلاق : باب الخلع و کیف الطلاق فیه' نسائی (۱۶۹/۶) ابن ماجة (۲۰۵۶) کتاب الطلاق : باب المختلعة تأخذ ما أعطاها' دارقطنی (۴۶/۴) بیهقی (۳۱۳/۷)]



اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ

مراد یہ ہے کہ میں یہ ناپسند کرتی ہوں کہ ایسے اعمال کروں جو اسلامی احکام کے خلاف ہوں یعنی خاوند سے بغض' اس کی نافرمانی اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا وغیرہ۔(۱)

خلاصہ کلام یہ ہے:

آپ خاوند کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے ساتھ موافقت کی کوشش کریں' اگر یہ نہ ہو سکے تو آپ خلع حاصل کر لیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے والد کو راضی کر لیں اور اسے بتائیں کہ خاوند کے ساتھ رہنا اس کے دین اور دنیا دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر والد اس پر راضی ہو جائے تو ٹھیک وگرنہ یہ ضروری نہیں کہ آپ خاوند کو ناپسند کرتے ہوئے بھی اس کے ساتھ رہیں اور اس کے حقوق بھی ادا نہ کریں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے سب غم اور پریشانیوں کو دور فرمائے اور آپ کو ایک اچھی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے معاملات میں آپ کا تعاون فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر شوہر بیوی کو مارے پیٹے تو کیا اس کے لیے طلاق کا مطالبہ درست ہے؟

سوال میں نے اپنے خیال میں ایک مسلمان اور صالح شخص سے شادی کی جو اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کا کام کرتا تھا۔ چار سال قبل جب ہماری منگنی کے دن تھے تو میں نے اس سے اپنے تعلقات قائم کرنا چاہے' اس لیے کہ وہ میرے بارے میں غلط قسم کے کلمات استعمال کرتا تھا جس سے مجھے تکلیف ہوتی اور میرے خیالات کو بھی ٹھیس پہنچتی۔ لیکن اس نے وعدہ کیا کہ شادی کے بعد وہ بہت ہی زیادہ نرم دل ہو جائے گا اور اس وقت اس کی سختی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ کام نہیں کرتا' میں نے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے شادی کر لی۔

مگر جب ہم نے شادی کر لی تو معاملہ اور بگڑ گیا اور وہ مجھے جسمانی طور پر تکلیف دینا شروع ہو گیا' حتی کہ وہ مجھے گھونسے' مکے مارنے لگا اور میری گردن بھی دبانے لگا' بالآخر آٹھ ماہ قبل میرے والدین کو بھی اس معاملے کا علم ہو گیا۔ اب میں کچھ ہفتوں کے لیے اسے چھوڑ کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی ہوں' میرے والدین کہتے ہیں کہ تم اپنے خاوند کو ایک اور موقع دو اس لیے کہ ممکن ہے تم دوسرے شخص سے شادی کرو تو وہ اگر اس سے زیادہ برا نہ ہو تو اسی جیسا ہو۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جتنی بھی مطلقہ عورتیں ہیں ان کا چکر یہی ہے کہ ان کے دوسرے خاوند پہلے سے بھی

(۱) [فتح الباری (۴۰۰/۹)]

بدتر ہوتے ہیں۔ میرا خاوند ہمارے ہاں آیا اور معذرت کر کے قطعی پختہ عہد کیا کہ وہ اپنے اسلوب میں تبدیلی لائے گا اور ہر معاملے میں باریک بینی سے کام لے گا اور تکلیف دینے سے باز رہے گا۔

ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ میں اس کے پاس جاؤں گی تاکہ یہ دیکھ سکوں کہ وہ حقیقتاً بدلا ہے یا نہیں۔ اس کے پاس آنے کے بعد کچھ ہی عرصہ اس کی حالت بدلی' وہ میرے ساتھ غلط قسم کی کلام کرتا' میرے احساسات کو مجروح کرتا اور تھوڑی بہت جسمانی اذیت بھی دیتا۔ تو کیا اب میرے لیے اس سے طلاق کا مطالبہ جائز ہے؟

جواب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ان مصائب میں آپ کا تعاون فرمائے اور آپ کے لیے صبر کرنے والوں جیسا عظیم اجر لکھے' بلاشبہ وہ بہت ہی جود وسخا اور کرم کا مالک ہے۔ خاوند کے لیے ضروری ہے کہ اسے علم ہو کہ وہ مسئول ہے اور اسے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا فرض کیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ ﴾

''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو۔''(۱)

سوال کرنے والی بہن آپ کے متعلق گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک برے اخلاق کے مالک آدمی کے ساتھ آزمائش میں ڈالا ہے' جو کچھ سوال میں ذکر کیا گیا ہے اس کی بنا پر آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ طلاق کا مطالبہ کریں (جسے خلع کا نام دیا جاتا ہے)۔ اس لیے کہ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ زندگی نہیں گزاری جا سکتی' ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے بدلے میں کوئی بہتر اور اچھا شوہر عطا فرما دے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور شخص نہ مل سکے اور آپ فتنہ میں پڑنے کا خدشہ محسوس نہ کریں یا حرام کام میں نہ پڑیں تو آپ کا شادی کے بغیر ہی اپنے گھر میں باعزت رہنا اس آدمی کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے۔ لیکن اگر آپ کو یہ خطرہ ہو کہ آپ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گی یا حرام کام میں پڑ جائیں گی تو پھر اس شخص کے ساتھ ہی رہتے ہوئے دنیا کی اذیتوں پر صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بہتر ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......



(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٣٣١٤)]



عدت کے احکام



کیا خلوت کے ساتھ عدت واجب ہو جاتی ہے؟

سوال کیا خلوت کے ساتھ ہی عدت واجب ہو جائے گی جبکہ ان دونوں یا ان میں سے ایک میں حسی یا شرعی مانع (رکاوٹ) موجود ہو؟

جواب اگر ہم بستری ہو جائے تو پھر عدت واجب ہو جائے گی خواہ مذکورہ مانع ہی کیوں نہ موجود ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا عموم یہی ہے:

﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ ﴾

''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔'' (۱)

تاہم اگر ہم بستری نہ ہوئی ہو تو پھر (محض خلوت کے ساتھ ہی) عدت واجب نہیں ہوگی جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں چھونے (یعنی مباشرت) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔'' (۲)

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

عدت کے دوران شوہر کا بیوی سے ہم بستری کرنا

سوال کیا دورانِ عدت مرد اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے؟

جواب جب مرد بیوی کو پہلی یا دوسری طلاق دے اور وہ عدت میں داخل ہو جائے تو وہ یہ عدت شوہر کے پاس ہی گزارے گی' اس لیے کہ ابھی تک وہ اس کی بیوی ہے اور اس کی عصمت میں داخل ہے اور جب وہ اس کے ساتھ ہم بستری کرنا چاہے تو بعض علماء کا کہنا ہے کہ ہم بستری کرتے ہی اس کا رجوع ہو جائے گا اور اس کی عدت ختم ہو جائے گی اور بعض علماء کہتے ہیں ایسی صورت میں اس سے رجوع کرنا واجب ہے اور اسے رجوع کے الفاظ ادا کرتے ہوئے یہ کہنا ہوگا کہ میں نے آپ کے ساتھ رجوع کر لیا یا پھر یہ کہے کہ میں نے فلاں عورت سے رجوع کر

---

(۱) [البقرۃ: ۲۲۸]

(۲) [الأحزاب: ۴۹]

لیا اور اس پر دو گواہ بھی بنائے تو اس طرح اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

لیکن تیسری طلاق کے بعد عورت اپنی عدت میں خاوند کے پاس نہیں ہو گی بلکہ وہ اس کے گھر سے نکل جائے گی اور وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ کسی اور مرد سے شادی نہ کر لے اور اگر وہ دوسرا شخص بھی اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے تو اس کے لیے پہلے خاوند سے نکاح کرنا جائز ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مطلقہ حاملہ کی عدت

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور وہ حاملہ ہو پھر وہ حمل وضع کر دے تو کیا وہ عدت گزارے گی؟

جواب: اگر اسے شوہر کی طرف سے طلاق وضع حمل سے پہلے ہوئی ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ بہت کم مدت ہی ہو اور اگر اسے طلاق وضع حمل کے بعد ہوئی ہے تو پھر اس کی عدت تین حیض ہے۔

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

مطلقہ حائضہ کی عدت

سوال: ایسی مطلقہ کی عدت کیا ہے جسے حیض آتا ہے؟

جواب: جسے حیض آتا ہو اس کی عدت تین حیض ہے' قطع نظر اس سے کہ یہ عدت تین ماہ سے زیادہ ہو یا کم کیونکہ مہینوں کا کوئی اعتبار نہیں' ہاں مہینوں کی عدت صرف اس عورت کے حق میں ہے جسے بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔

......(شیخ عبدالرحمٰن سعدی)......

عدت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح

سوال: اگر خاوند اور بیوی کے درمیان طلاق کی وجہ سے ایک لمبا عرصہ جدائی رہے تو کیا وہ دوبارہ آپس میں شادی کر سکتے ہیں؟

جواب: جب خاوند اپنی بیوی کو پہلی یا دوسری طلاق دے اور اس کی عدت ختم ہو جائے تو بیوی اس سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ بائن ہونے کی وجہ سے اجنبی بن جائے گی' ہاں اگر وہ دونوں دوبارہ اکٹھے ہونا چاہیں تو انہیں دوبارہ نکاح کرنا ہو گا اور اس دوسرے نکاح میں بھی پہلے نکاح کی طرح تمام شروط کا ہونا ضروری ہے۔



لیکن اگر خاوند اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے چکا ہو تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے' ہاں وہ کسی اور شخص سے شرعی نکاح کرے (یعنی حلالہ نہ کرے) اور وہ اپنی مرضی سے اسے کبھی طلاق دے دے تو پھر اگر وہ چاہے تو اپنے پہلے خاوند سے شادی کر سکتی ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ' فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ' وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ' فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ' تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ' وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾

''طلاق دو مرتبہ ہے' پھر یا تو اچھائی کے ساتھ روکنا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم نے جو کچھ انہیں دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو' ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ تعالیٰ کی حدود قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو' اس لیے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت (رہائی پانے کے لیے) کچھ دے ڈالے' اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں' خبردار! ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں۔ پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ عورت اس کے سوا کسی اور سے نکاح نہ کرے۔'' (۱)

سب اہل علم کے ہاں اس آیت میں آخری طلاق سے مراد تیسری طلاق ہے۔ اور سنت نبوی میں بھی اس کے دلائل ملتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

''حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی۔ پھر مجھے انہوں نے طلاق دے دی اور قطعی طلاق (یعنی طلاقِ بائن) دے دی۔ پھر میں نے عبد الرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ لیکن ان کے پاس تو (شرمگاہ) اس کپڑے کی گانٹھ کی طرح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے۔ لیکن تو اب اس وقت تک ان سے شادی نہیں کر سکتی جب تک تو عبد الرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ کا مزانہ چکھ لے اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لے (یعنی تم ہم بستر نہ ہو جاؤ)۔'' (۲)

---

(۱) [البقرة: ۲۲۹۔۲۳۰]

(۲) [بخاری (۲۶۳۹) کتاب الشهادات: باب شهادة المختبئ' مسلم (۱۴۳۳) کتاب النکاح: باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیره' ابو داود (۲۳۰۹) کتاب الطلاق: باب المبتوتة لا يرجع اليها زوجها حتی تنکح زوجا' ترمذی (۱۱۱۸) کتاب النکاح: باب ما جاء فيمن يطلق امرأته ثلاثا فيتزوجها آخر' ابن ماجة (۱۹۳۲) کتاب النکاح: باب الرجل يطلق امرأته ثلاثا]

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہوں وہ اپنے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کر لے اور پھر وہ شخص اس سے ہم بستری کرے اور طلاق دے اور یہ عورت اس دوسرے شوہر کی عدت سے فارغ ہو جائے (تو پھر وہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے)۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

اس غیر مسلم عورت کی عدت جس نے اسلام قبول کر کے نصرانی شوہر کو چھوڑ دیا

سوال: ایسی عورت کی عدت کیا ہے جس نے حالتِ کفر میں نصرانی مرد سے شادی کی' پھر اسلام قبول کر کے اسے چھوڑ دیا' اب وہ کتنی مدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: راجح قول کے مطابق اس کی عدت ایک حیض ہوگی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ تین حیض عدت گزارے' لیکن راجح یہی ہے کہ وہ ایک حیض ہی عدت گزارے' اس لیے کہ اس کا نصرانی سے شادی کرنا صحیح تھا کیونکہ وہ خود بھی مسلمان نہیں تھی۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

خلع یافتہ عورت کی عدت

سوال: اگر عورت خود خلع طلب کرے تو کیا اس پر بھی عدت ہوگی؟

جواب: خلع اصل میں بیوی کے مطالبے پر ہی ہوتا ہے اور بیوی کے مطالبے کے بعد خاوند کے علیحدگی پر راضی ہونے کو ہی خلع کہتے ہیں۔ خاوند سے علیحدگی اختیار کرنے والی ہر عورت پر عدت واجب ہے خواہ خاوند نے اسے طلاق یا فسخ یا وفات کی وجہ سے چھوڑا ہو' لیکن اگر دخول سے قبل طلاق ہوئی ہو تو پھر عورت پر کوئی عدت نہیں اس لیے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں چھونے (یعنی مباشرت) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔''(۲)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳/۱۰)]

(۲) [الأحزاب: ۴۹]



اور خلع کی عدت کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ وہ ایک حیض عدت گزارے گی' اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے خلع لے لیا تو:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے۔'' (۱)

حافظ ابن قیمؒ کا کہنا ہے کہ

خلع حاصل کرنے والی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا ہے۔ اس عورت پر تین حیض عدت نہیں بلکہ اسے ایک حیض بطورِ عدت گزارنا ہی کافی ہے' جس طرح کہ حدیث میں واضح اور صریح موجود ہے۔ امیر المومنین عثمان بن عفان' عبداللہ بن عمر' ربیع بنت معوذ اور ان کے چچا جو کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں' کا بھی یہی مسلک ہے اور ان کا کوئی مخالف بھی نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے سنا کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بتا رہی تھیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں اپنے خاوند سے خلع حاصل کر لیا تو اس کے چچا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بنت معوذ نے آج اپنے خاوند سے خلع لے لیا ہے تو کیا وہ (شوہر کے گھر سے اپنے گھر) منتقل ہو جائے؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جی ہاں' وہ منتقل ہو جائے نہ تو ان دونوں کے درمیان کوئی وراثت ہے اور نہ ہی ایک حیض کے سوا کوئی عدت' صرف ایک حیض کے آنے تک وہ نکاح نہیں کر سکتی' اور وہ اس لیے کہ کہیں اسے حمل ہی نہ ہو۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم والے اور ہم سے بہتر تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ کچھ اہل علم کا یہ بھی کہنا ہے کہ خلع والی عورت کی بھی مطلقہ کی طرح تین حیض عدت ہے۔

امام ابن قیمؒ نے بڑے ہی احسن انداز میں ان کا رد کرتے ہوئے کہا ہے:

خلع طلاق نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم بستری کے بعد ہونے والی طلاق' جو اپنا عدد مکمل نہ کر سکے (یعنی تیسری طلاق نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو)' پر تین احکام مرتب کیے ہیں جو سب کے سب خلع میں نہیں پائے جاتے:

① خلع میں خاوند کو رجوع کا حق نہیں ہوتا جبکہ طلاقِ رجعی میں ہوتا ہے۔

② طلاقوں کی تعداد تین ہے اور جب یہ عدد پورا ہو جائے گا عورت مرد کے لیے حلال نہیں رہے گی الا کہ وہ کسی اور مرد سے شادی کرے اور ہم بستری کے بعد اپنی مرضی سے وہ اسے طلاق دے دے تو پھر وہ پہلے شوہر سے

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۹۴۶) ابو داود (۲۲۲۹) کتاب الطلاق : باب فی الخلع' ترمذی (۱۱۸۶) کتاب الطلاق اللعان : باب ما جاء فی الخلع]



نکاح کر سکتی ہے' جبکہ خلع میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

③ طلاق میں عدت تین حیض ہے' جبکہ خلع کی عدت ایک حیض ہے۔

لہٰذا اس بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ خلع لینے والی عورت کی عدت اتنی ہی رہے گی جس پر حدیثِ رسول دلالت کرتی ہے اور وہ ایک حیض ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

جسے شوہر کی وفات کا علم نہ ہو اس کی عدت

سوال بیوی کا خاوند کسی دوسرے ملک میں کام کرتا ہوا فوت ہو گیا لیکن بیوی کو اس کا علم وفات کے چھ ماہ بعد ہوا تو کیا بیوی اس حالت میں عدت گزارے گی اور اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب خاوند کی وفات کی صورت میں بیوی کی عدت اس کی وفات سے شروع ہو گی' اگر تو بیوی حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور اگر حاملہ نہیں تو پھر آزاد عورت کی عدت چار ماہ دس دن اور اگر لونڈی ہے تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہو گی۔

اور اگر بیوی کو اپنے خاوند کی وفات کا علم چھ ماہ بعد ہوا ہے تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہے کیونکہ اسے علم ہی چھ ماہ بعد ہوا ہے۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا بوڑھی اور بچی پر بھی وفات کی عدت گزارنا واجب ہے؟

سوال کیا ایسی بوڑھی عورت جسے مردوں کی کوئی ضرورت نہیں اور ایسی بچی جو ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچی' پر اپنے شوہر کی وفات کی عدت گزارنا واجب ہے؟

جواب جی ہاں' ایسی بوڑھی عورت پر (شوہر کی) وفات کی عدت واجب ہے جسے مردوں کی کوئی حاجت نہیں' اسی طرح ایسی بچی پر بھی واجب ہے جو ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچی۔ اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے اور اگر حاملہ نہ ہو تو چار ماہ اور دس دن۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کا عموم اسی پر دلالت کرتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ﴾

''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں' وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن

(۱) [مزید دیکھئے: الموسوعة الفقهية (۱۰۵/۲) أحكام الإحداد للمصلح (ص ۹۰)]

عدت میں رکھیں۔"(۱)

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

کیا عورت شوہر کی وفات کی عدت کسی اور گھر میں گزار سکتی ہے؟

سوال میرے سوال کا تعلق میری والدہ کی عدت سے ہے:

میرے والدین امریکہ کی سیر کے لیے گئے۔ والد صاحب وہیں پر بیمار ہو گئے اور وفات پا گئے۔ اس وقت سے ابھی تک میری والدہ امریکہ میں اسی گھر میں رہائش پذیر ہیں جہاں وہ والد صاحب کے ساتھ رہتی تھیں اور یہ گھر ہمارے ایک رشتہ دار کی ملکیت ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ کیا میری والدہ پر عدت وہیں گزارنا واجب ہے یا اس کے لیے اپنے وطن پاکستان واپس آنا بھی جائز ہے؟ معاملات کی پیروی کرنے کے لیے ان کا پاکستان آنا بہت ہی اہم ہے۔

جواب خاوند کی وفات کے بعد عدت گزارنے والی عورت کا گھر میں رہ کر عدت گزارنے میں علمائے کرام کے دو قول ہیں۔ ان میں سے مشہور اور قوی قول یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں ہی عدت گزارے۔ اکثر علمائے کرام جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں' کا یہی قول ہے۔ ان کے دلائل میں مندرجہ ذیل حدیث شامل ہے:

حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

"اس کا شوہر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ فریعہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے میکے لوٹ جانے کے متعلق دریافت کیا کیونکہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت میں کوئی گھر نہیں چھوڑا اور نہ ہی نفقہ چھوڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں (تم اپنے میکے جا سکتی ہے) جب میں حجرے میں پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی اور فرمایا' تم اپنے پہلے مکان میں ہی رہو جب تک کہ تمہاری عدت پوری نہ ہو جائے۔ فریعہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ پھر میں نے عدت کی مدت چار ماہ اور دس دن اس سابقہ مکان میں پوری کی۔ مزید فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے تو انہوں نے کسی کو بھیج کر یہ مسئلہ مجھ سے دریافت کیا' میں نے اسے بتا دیا تو انہوں نے بھی اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔"(۲)

---

(۱) [البقرة : ۲۳٤]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۰۱٦) کتاب الطلاق : باب فی المتوفی عنها تنتقل' ابو داود (۲۳۰۰) ترمذی (۱۲۰٤) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء أین تعتد المتوفی عنها زوجها' نسائی (۱۹۹/٦) مؤطا (۵۹۱/۲) حاکم (۲۰۸/۲) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

فائدہ:

بعض اوقات عدت گزارنے والی عورت میں یا پھر اس کے گھر میں کوئی اضطراری حالت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً ڈر اور خوف' انہدام' غرق' دشمن کا خوف' وحشت' وہ فاسق وفاجر لوگوں کے درمیان رہائش پذیر ہو' اس کے ورثاء اسے وہاں سے لانے کا ارادہ کریں یا پھر اس کا وہاں رہنا اولاد یا مال کے ضیاع کا باعث بن جائے وغیرہ۔

احناف' مالکیہ اور حنابلہ کے جمہور علماء کے ہاں اس حالت میں اس کے لیے وہاں سے اپنی مرضی کی رہائش میں منتقل ہونا جائز ہے اور اس کے لیے لازم نہیں کہ وہ اس کے قریب ہی رہائش اختیار کرے بلکہ وہ جہاں چاہے رہ سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس دوسری رہائش میں بھی وہ ان احکام کی پابندی کرے جن کی پہلی رہائش میں کرتی تھی۔

اور جو عورت اس گھر میں رہتے ہوئے کہ جہاں وہ اپنے خاوند کی وفات کے وقت موجود تھی' اپنے معاملات چلا سکتی ہو تو اس کے لیے وہاں سے کہیں اور منتقل ہونا درست نہیں کیونکہ اس کے پاس کوئی عذر نہیں' مثلاً وہ وراثت اور املاک کے بارے میں کسی معتبر اور باعتماد شخص کو وکیل بنا سکتی ہو وغیرہ۔ اس بنا پر آپ کی والدہ جس گھر میں اپنے شوہر کی وفات کے وقت رہ رہی تھیں وہاں پر عدت گزار سکتی ہیں اور ان کے لیے اگر یہ ممکن ہے تو وہ وہیں عدت گزاریں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

دورانِ عدت ممنوعہ کام

سوال: میرا خاوند فوت ہو چکا ہے لہٰذا مجھے کیا کرنا چاہیے اور کون کون سی اشیاء ہیں جن سے بچنا مجھ پر ضروری ہے؟

جواب: عدت گزارنے والی عورت پر حدیث کی روشنی میں پانچ چیزوں سے رکنا ضروری ہے:

① جس گھر میں خاوند کی وفات کے وقت رہائش پذیر ہو وہیں عدت گزارنا' اس کی عدت چار ماہ دس دن یا پھر حمل کی صورت میں وضع حمل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

''اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

اور اس گھر سے بلاضرورت نہیں نکل سکتی مثلاً بیماری کی حالت میں ہسپتال جانا یا اگر اس کے پاس کوئی اور کھانا خریدنے کے لیے نہیں ہے تو بازار سے کھانا وغیرہ لانے کے لیے نکلنا۔ اسی طرح اگر وہ گھر منہدم ہو جائے تو کسی

اور گھر میں جانا' یا پھر اسے مانوس رکھنے کے لیے اگر کوئی اور نہ ہو اور وہ خطرہ محسوس کرے تو پھر وہاں سے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

② اسے خوبصورت لباس وغیرہ زیب تن نہیں کرنا چاہیے' نہ تو سبز اور نہ ہی سرخ وغیرہ۔ بلکہ اسے ایسا لباس زیب تن کرنا چاہیے جو خوبصورت نہ ہو خواہ وہ سیاہ ہو یا سبز یا پھر کسی اور رنگ کا۔ مقصود یہ ہے کہ وہ خوبصورت نہ ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی کا حکم دیا ہے۔

③ دورانِ عدت سونے' چاندی' الماس اور ہیرے جواہرات کے زیور نہ پہننا اور اسی طرح کی دوسری اشیاء جو زیورات میں شامل ہوتی ہیں خواہ وہ ہار ہوں یا کنگن یا انگوٹھی وغیرہ۔

④ خوشبو بھی استعمال نہیں کرسکتی' بخور اور ہر قسم کی دوسری خوشبو کا استعمال منع ہے۔ لیکن جب وہ حیض سے فارغ ہو تو اس وقت جو خوشبو استعمال کی جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں کہ بُو دور کرنے کے لیے اسے استعمال کرلیا جائے۔

⑤ سرمہ وغیرہ کے استعمال سے بھی پرہیز کرے اور اسی طرح چہرے کی زیبائش کے لیے پائی جانے والی اشیاء کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ لیکن صابن کے استعمال میں کوئی حرج نہیں بلکہ سرمہ اور کاجل وغیرہ جو عورتیں خوبصورتی کے لیے استعمال کرتی ہیں' وہ ممنوع ہے۔

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے مندرجہ بالا پانچ اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ عورت کسی سے بات چیت نہ کرے اور نہ ہی ٹیلی فون سنے' اسے صرف ہفتہ میں ایک بار غسل کرنا چاہیے' اسے گھر میں ننگے پاؤں چلنا چاہیے' وہ چاند کی روشنی میں بھی نہ نکلے اور اسی طرح دوسرے کام سب خرافات اور بلا دلیل ہیں۔ بلکہ وہ اپنے گھر میں ننگے پاؤں اور جوتے پہن کر جیسے چاہے چل سکتی ہے' اپنے گھر کی ضروریات پوری کرسکتی ہے' کھانا وغیرہ پکا سکتی ہے' اسی طرح مہمان نوازی بھی کرسکتی ہے' عورتوں اور محرموں سے مصافحہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں' لیکن غیر محرموں کے ساتھ مصافحہ جائز نہیں۔

جب اس کے پاس کوئی غیر محرم نہ ہو تو وہ اپنے سر کا دوپٹہ اتار سکتی ہے' اس کے لیے منگنی کرنا بھی جائز نہیں' اسی طرح منگنی کی صریح باتیں کرنا بھی منع ہیں' لیکن اگر وہ صراحت کے ساتھ بات نہ کرے بلکہ اشارے و کنائے سے کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

دورانِ عدت شوہر کے گھر سے رجعی طلاق یافتہ عورت کے نکلنے کی حرمت

سوال: جس چیز کا مشاہدہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شوہر جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ فوراً گھر سے نکل جاتی ہے اور اپنے میکے جا کر عدت پوری کرتی ہے' حالانکہ شرع میں اس کے متعلق جو ہمیں علم ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنی عدت اپنے شوہر کے گھر میں ہی پوری کرے' ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے بات یا نکاح کے ساتھ رجوع کر لے۔ اسی کے ذریعے خاندان کی حفاظت اور طلاق سے بچاؤ ہوسکتا ہے' تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب: رجعی طلاق یافتہ' وہ ایسی طلاق یافتہ عورت ہے جسے ہم بستری یا خلوت کے بعد ایک طلاق دی گئی ہو یا دو طلاقیں' پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کے گھر میں ہی مقیم رہے' ہوسکتا ہے وہ اس سے رجوع کر لے اور اس کے لیے مستحب ہے کہ زیب وزینت اختیار کرے تاکہ شوہر کو اس سے رجوع کرنے کی رغبت ہو سکے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

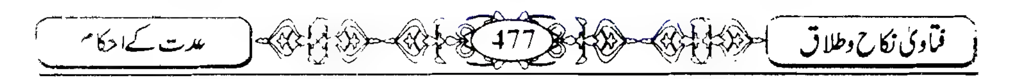
﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾

''اے نبی! (اپنی امت سے کہہ دو) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو' اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو' نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو (یعنی رجعی طلاق کے فوراً بعد انہیں اپنے گھروں سے مت نکالو بلکہ عدت تک گھر میں ہی رہنے دو) اور نہ وہ خود نکلیں (یعنی عورتیں عدت کے دوران خود بھی گھروں سے مت نکل جائیں) ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں' یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا' تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے۔''(۱)

تو یہ آیتِ کریمہ ثابت کرتی ہے کہ رجعی طلاق یافتہ عورت کا (شوہر کے گھر سے) نکلنا جائز نہیں' بلکہ اس پر شوہر کے گھر میں مقیم رہنا اور اس سے نہ نکلنا واجب ہے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات یعنی رجوع پیدا کر دے۔

......(شیخ ابن باز)......

(۱) [الطلاق : ۱]



اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ ملازمت کرتی ہو

سوال اگر کسی ملازمت کرنے والی عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ کسی ایسے ملک میں رہائش پذیر ہو جہاں کسی کی بھی وفات پر تین سے زیادہ چھٹیاں نہیں ملتیں تو ان حالات میں وہ کیسے عدت پوری کرے' کیونکہ اگر وہ عدت پوری کرنے کے لیے گھر بیٹھے گی تو اسے نوکری سے نکال دیا جائے گا تو کیا وہ معاش کمانے کی خاطر دینی واجب کام چھوڑ دے؟

جواب اس پر لازم ہے کہ شرعی عدت پوری کرے اور عدت کی مدت میں شرعی سوگ منائے' البتہ اسے دن کے وقت کام کے لیے نکلنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ اس کی اہم ضروریات میں سے ہے اور علماء نے نص بیان کی ہے کہ وفات کی عدت گزارنے والی عورت حاجت کے وقت نکل سکتی ہے اور نوکری پر جانا بھی اس کی اہم حاجات میں سے ہے اور اگر وہ اس کے لیے رات کے وقت نکلنے کی محتاج ہو تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے اس خدشے سے کہ کہیں اسے نوکری سے نہ نکال دیا جائے کیونکہ کسی محتاج عورت کے نوکری سے نکال دیئے جانے پر جو نقصانات مرتب ہوتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔

......(شیخ ابن باز)......

شوہر کی وفات کی عدت میں عورت کا ٹیلی فون استعمال کرنا

سوال کیا شوہر کی وفات کے سوگ کی مدت میں عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ عورتوں یا دیگر محرم مردوں سے بات چیت کے لیے ٹیلی فون استعمال کرے؟

جواب جی ہاں' اس کے لیے عورتوں اور محرم مردوں کے ساتھ ٹیلی فون پر بات چیت درست ہے کیونکہ (معاملات میں) اصل اباحت و جواز ہے اور اس کے لیے غیر محرموں سے بھی ٹیلی فون پر بات کرنا جائز ہے مگر ایسے طریقے سے جو غیر شرعی نہ ہو۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

سوگ کی عدت میں گھڑی پہننا

سوال کیا عورت سوگ کی عدت میں خوبصورتی کے لیے نہیں بلکہ صرف وقت دیکھنے کے لیے گھڑی پہن سکتی ہے؟

جواب جی ہاں' اس کے لیے یہ جائز ہے کیونکہ حکم نیت پر محمول ہے' لیکن اسے ترک کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ زیور سے مشابہت رکھتی ہے۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)



ظہار کے احکام

اپنی بیوی کو اپنی ماں اور بہن کی طرح حرام کر لینا

سوال: میرے شوہر نے مجھ پر طلاق کی قسم ڈالی ہے اور کہا ہے کہ تو مجھ پر میری ماں اور میری بہن کی طرح حرام ہے...... میں حاملہ تھی اور ساتویں مہینے میں تھی۔ میرے گھر والوں نے اسے کہا کہ وہ وضع حمل سے پہلے تیس مساکین کو کھانا کھلا دے۔ اور اب میں حمل وضع کر چکی ہوں اور اس کو دو ماہ بھی گزر چکے ہیں مگر میرا شوہر تنگیٔ حالات سے دوچار ہے' اس کا ارادہ ہے کہ وہ تیس مساکین کو کھانا کھلائے گا لیکن وہ ابھی تک نہیں کھلا سکا۔ میں مسلمان اور دیندار عورت ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ خائف ہوں کہ کہیں اپنے شوہر کے ساتھ حرام کی زندگی ہی نہ گزارتی رہوں۔ آپ سے افادے کی امید کرتی ہوں۔

جواب: یہ جو لفظ آپ کے شوہر نے بولے ہیں طلاق نہیں بلکہ ظہار ہے' اس لیے کہ اس نے کہا ہے ''تو مجھ پر میری ماں اور میری بہن کی طرح حرام ہے'' اور ظہار' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وصف بیان کیا ہے' بری بات اور جھوٹ ہے۔ لہٰذا آپ کے شوہر پر واجب ہے کہ جو بھی اس نے کہا ہے اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ آپ سے فائدہ اٹھائے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کام نہیں کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ظہار کے کفارے کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَالِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ' فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ﴾

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو چھونے (یعنی ہم بستری) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے' اس کے ذریعہ تم نصیحت کیے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ ہاں جو شخص (غلام آزاد کرنے کی طاقت) نہ پائے اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں' اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔''(۱)

اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ آپ کے قریب آئے یا آپ سے فائدہ اٹھائے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کام نہیں کر لیتا اور آپ کے لیے بھی حلال نہیں کہ آپ اسے اپنے قریب آنے دیں جب تک وہ

(۱) [المجادلة: ۳۔۴]

اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کر لیتا۔ اور آپ کے گھر والوں کا اسے یہ کہنا ہے کہ اسے تیس مساکین کو کھانا کھلانا چاہیے' غلط ہے درست نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے آیت سنی ہے کہ اس پر واجب یہ ہے کہ ایک گردن آزاد کرے' اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

ایک گردن آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلام (یا قیدی) کو چھڑائے' اسے غلامی سے آزاد کرائے۔ دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مکمل دو ماہ کے روزے رکھے' ان میں سے کوئی ایک روزہ بھی مت چھوڑے الا کہ کوئی شرعی عذر پیش آ جائے مثلاً بیماری یا سفر وغیرہ اور جب عذر ختم ہو جائے دوبارہ وہیں سے باقی روزے رکھنا شروع ہو جائے جہاں سے چھوڑے تھے اور ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی دو کیفیتیں ہیں' ایک یہ کہ یہ کسی جگہ پر کھانا رکھ دے اور مساکین کو وہاں کھانے کے لیے بلائے اور دوسری یہ کہ ان میں چاول اور دیگر وہ اشیاء جو لوگوں کی عام خوراک ہیں ہر ایک کو گندم کے ایک مد اور اس کے علاوہ دوسری اشیاء کے نصف صاع (تقریباً سوا کیلوگرام) کے حساب سے تقسیم کر دے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

صرف ایک ماہ کے لیے ظہار کا کیا حکم ہے؟

سوال ایک آدمی نے اپنی بیوی کو کہا "تو ایک ماہ تک مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے" پھر مہینہ پورا ہو گیا اور وہ اپنی بیوی کی طرف لوٹ گیا تو کیا اس پر ظہار کا کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب اس جیسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں جب وہ مقررہ مہینے میں بیوی سے ہم بستری نہ کرے' علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہی ہے اور اس ظہار کا نام "ظہار مؤقت" رکھا گیا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

اگر کوئی سال تک اپنی بیوی سے ظہار کر لے

سوال آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر سال تک میری ماں کی شرمگاہ کی طرح ہے تو اس پر کیا احکام مرتب ہوں گے؟

جواب یہ ظہار مؤقت ہے۔ تو اگر اس کی بیوی صبر کرے اور سال تک جماع سے رکی رہے تو اس پر کچھ بھی

احکام مرتب نہیں ہوں گے' اور اگر وہ صبر نہ کر سکے اور اس سے علیحدہ ہوئے شوہر کو چار ماہ گزر جائیں اور وہ اس سے جماع طلب کرے تو اگر وہ جماع کے لیے نہ آئے تو اس پر لازم ہے کہ اس بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ لوٹ آئے اور جماع کر لے تو اس پر ظہار کا کفارہ واجب ہے اور وہ ہے پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا کیونکہ غلام آزاد کرنا تو اس وقت (یعنی اس دور میں) مفقود ہے اور اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دے۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

اگر کوئی ہمیشہ کے لیے بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے

سوال ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا' جب تک میں زندہ ہوں تو مجھ پر حرام ہے' تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ظہار ہے اور آپ کی بیوی آپ کی عصمت میں ہی ہے لیکن آپ اس کے قریب نہیں جا سکتے جب تک آپ ظہار کا کفارہ نہ ادا کر لیں اور وہ ہے: ایک مومن غلام آزاد کرنا' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

اگر ساٹھ مسکین نہ ملیں تو ایک ہی مسکین کو کفارے کا کھانا کھلانے کا حکم

سوال کیا کفارے کا مکمل کھانا ایک ہی مسکین کو دیا جا سکتا ہے جبکہ ساٹھ مساکین میسر نہ ہوں؟

جواب ساٹھ (60) مساکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے جب اتنی تعداد میسر ہو اور اگر اسے اتنی تعداد نہ ملے تو پھر جو بھی ممکن ہو اسی طرح کھانا کھلا دے خواہ تیس (30) مساکین کو دو دن کھانا کھلا دے یا ایک ہی مسکین کو ساٹھ (60) دن کھانا کھلا دے اور اگر یہ اس پر گراں ہو تو ایک ہی دفعہ اسے سارا کھانا دے دے۔

......(شیخ ابن جبرین)......

کفارے کی ادائیگی سے پہلے شوہر کا بیوی کے قریب جانا

سوال کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اپنے شوہر کو ظہار کے کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہی اپنے قریب آنے دوں؟

جواب اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اسے چھونے (یعنی جماع کرنے) سے پہلے

ایک گردن آزاد کرے اگر وہ اس سے عاجز ہو تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ ہر مسکین کو شہر کی عام خوراک مثلاً کھجور' چاول یا اس کے علاوہ دیگر اشیاء سے نصف صاع کھلائے جو (جدید وزن کے مطابق) ڈیڑھ کیلوگرام کے برابر ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو چھونے (یعنی ہم بستری) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے' اس کے ذریعہ تم نصیحت کیے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ ہاں جو شخص (غلام آزاد کرنے کی طاقت) نہ پائے اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں' اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا لازم ہے۔'' (۱)

لہٰذا آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ اسے اپنے قریب آنے دیں جب تک وہ مذکورہ ترتیب کے مطابق یہ کفارہ نہ ادا کر لے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ ابن باز)......

اگر عورت اپنے شوہر سے ظہار کر لے

سوال اگر عورت اپنے شوہر سے کہے کہ اگر تو نے ایسے ایسے کیا تو تو مجھ پر اس طرح حرام ہے جیسے میرا باپ مجھ پر حرام ہے' تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا اپنے شوہر کو حرام کرنا یا اسے اپنے کسی محرم رشتہ دار کے ساتھ تشبیہ دینا قسم کے حکم میں ہے' اس کا حکم ظہار کا حکم نہیں کیونکہ ظہار صرف شوہروں کی طرف سے اپنی بیویوں کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی نص سے یہ بات ثابت ہے۔

لہٰذا اس مسئلے میں عورت پر قسم کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے اور وہ ہے دس مساکین کو کھانا کھلانا' ہر مسکین کو نصف صاع تقریباً ڈیڑھ کیلوگرام شہر کی عام خوراک سے دینا۔ وہ انہیں صبح کا کھانا کھلا دے یا شام کا کھانا کھلا دے یا انہیں اتنا لباس پہنچا دے جو انہیں نماز میں کفایت کرتا ہو تو یہ (کفارہ) اسے کافی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗ

---

(۱) [المجادلة : ۳-۴]

اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَالِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا أَيْمَانَكُمْ ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا لیکن مؤاخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کر دو۔ اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلا دینا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کے پاس طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا خیال رکھو۔'' (۱)

عورت کا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کر لینا قسم کے حکم میں ہے' اسی طرح مرد کا بیوی کے سوا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کسی چیز کو حرام کر لینا بھی قسم کے حکم میں ہی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾

''اے نبی! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم والا' حکمت والا ہے۔'' (۲)

......(شیخ ابن باز)......

اگر کوئی اپنی بیوی کو بہن کہہ دے

سوال کچھ لوگ اپنی بیوی کو یوں کہہ دیتے ہیں کہ میں تیرا بھائی ہوں اور تو میری بہن ہے' تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب جب شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے ''میں تیرا بھائی ہوں یا تو میری بہن ہے یا تو میری ماں ہے یا میری ماں کی طرح ہے یا تو میرے لیے اس طرح ہے جیسے میری والدہ ہے یا تو میری بہن کی طرح ہے'' تو اگر ان الفاظ کے کہنے کے ساتھ اس کا ارادہ کرامت' عزت اور احترام میں تشبیہ دینا ہو یا اس کا کوئی ارادہ ہی نہ ہو یا وہاں کوئی ایسے قرائن موجود نہ ہوں جو ظہار کے ارادے پر دلالت کرتے ہوں تو پھر ان الفاظ کے ذریعے ظہار نہیں ہو گا اور

(۱) [المائدۃ: ۸۹]

(۲) [التحریم: ۱-۲]

اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

اور اگر ان کلمات کے کہنے کے ساتھ اس کا ارادہ ظہار کا ہو یا کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو ظہار پر دلالت کرتا ہو مثلاً بیوی پر غصے کی حالت میں یا اسے ڈانٹتے ہوئے ان کلمات کا اس سے صادر ہونا تو یہ ظہار ہے اور یہ حرام ہے' اس پر توبہ لازم ہے اور اس پر بیوی کے قریب جانے سے پہلے کفارے کی ادائیگی بھی واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک گردن آزاد کرنا' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔

......(سعودی فتویٰ کمیٹی)......

شوہر کا بیوی کو اپنے لیے مردار کی مانند کہنا

سوال: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہے کہ تو مجھ پر مردار کی مانند ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب کوئی اپنی بیوی کو یوں کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہے کہ مردار یا خون کی مانند (حرام) ہے تو وہ ظہار کرنے والا ہے (اس لیے اسے ظہار کا کفارہ ادا کرنا ہوگا)۔

......(شیخ عبدالرحمن سعدی)......

اگر کوئی بار بار ظہار کرے

سوال: اگر کوئی ظہار میں تکرار کرے تو کیا کفارے میں بھی تکرار ہوگی؟

جواب: جب کوئی ایک ہی بیوی سے ظہار میں تکرار کرے (یعنی بار بار اسے اپنی ماں کی پشت کی مانند کہے) تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر وہ ظہار کرنے کے بعد کفارہ ادا کر دے پھر کفارے کے بعد ظہار کر لے تو اس پر دوسرا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

......(شیخ عبدالرحمن سعدی)......



خرچہ کے احکام



بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا اجر

سوال: انسان کا اپنے اہل وعیال اور اولاد پر خرچ کرنے کا کیا اجر وثواب ہے؟

جواب: کتاب وسنت میں بہت سارے دلائل ملتے ہیں جو اولاد پر خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہیں، ذیل میں ہم چند ایک دلائل کا ذکر کریں گے:

قرآن مجید سے دلائل:

(1) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

''اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہو۔'' (۱)

(2) ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾

''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسبِ توفیق) دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔'' (۲)

(3) ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ﴾

''اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تمہیں اور زیادہ عطا کرتا ہے اور وہ اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' (۳)

سنتِ نبوی سے دلائل:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ وَ دِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِيْنٍ وَ دِيْنَارٌ

(۱) [البقرۃ : ۲۳۳]
(۲) [الطلاق : ۷]
(۳) [سبا : ۳۹]

أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ؛ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ﴾

''ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ ان سب میں سے زیادہ ثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔'' (۱)

(2) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ عَلَى عِيَالِهِ ' وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ' وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

''زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے کوئی اپنے اُس جانور پر خرچ کرے جو اللہ کی راہ میں لڑائی کے لیے (باندھا ہوا ہے) اور وہ دینار ہے جسے کوئی اللہ کی راہ میں اپنے (مجاہد) ساتھیوں پر خرچ کرے۔'' (۲)

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ ﴾

''تو کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرے تو تجھے اس پر اجر وثواب ملے گا حتی کہ وہ چیز بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے (باعثِ اجر وثواب ہے)۔'' (۳)

(4) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ ﴾

''جب آدمی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔'' (٤)

---

(۱) [مسلم (۹۹۵) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' احمد (۱۰۱۲۵)]

(۲) [مسلم (۹۹٤) كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' ترمذی (۱۹٦٦) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى النفقة فى الأهل ' ابن ماجة (۲۷٦۰) كتاب الجهاد : باب فضل النفقة فى سبيل الله ' بخارى فى الأدب المفرد (۷٤۸) احمد (۲۲٤٦۹) طيالسى (۹۸۷) بيهقى (۱۷۸/٤) نسائى فى السنن الكبرى (۹۱۸۲/۵) ابن حبان (٤۲٤۲)]

(۳) [بخارى (۱۲۹۵) كتاب الجنائز : باب رثاء النبى سعد بن خولة ' مسلم (۱٦۲۸) كتاب الوصية : باب الوصية بالثلث]

(٤) [بخارى (۵۵) كتاب الايمان : باب ما جاء ان الأعمال بالنية والحسبة ' مسلم (۱۰۰۲) كتاب الزكاة : باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين]



(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ، وَ يَقُولُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا ﴾

''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اُٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اُترتے ہوں۔ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے بخیل کے مال کو ہلاک کردے۔''(۱)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ : مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ ﴾

''میرے پاس ایک عورت (مانگنے) آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں۔اس نے میرے پاس سوائے کھجور کے کچھ نہ پایا۔میں نے وہی ایک کھجور اسے دے دی' تو اس نے وہ کھجور دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود کچھ بھی نہ کھایا اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو میں نے انہیں سارا ماجرا سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ان لڑکیوں کی وجہ سے جسے بھی آزمائش میں ڈالا گیا (یعنی جس کے ہاں بھی بیٹیاں پیدا ہوئیں اور اس نے ان کی اچھی تربیت کی) تو یہ اس کے لیے آگ سے بچاؤ کا باعث ہوں گی۔''(۲)

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا ، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ ، فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ ﴾

---

(۱) [بخاری (۱٤٤۲) کتاب الزکاة : باب قول الله عزوجل : فأما من أعطی واتقی ' مسلم (۱۰۱۰) کتاب الزکاة : باب فی المنفق والممسك ' شرح السنة للبغوی (۱٦٥۷) احمد (۸۰٦۰) ابن حبان (۳۳۳۳)]

(۲) [بخاری (۱٤۱۸) کتاب الزکاة : باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ' مسلم (۲٦۲۹) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الإحسان إلی البنات]

''میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی تو میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی۔ وہ خود کھجور کھانے کے لیے اٹھانے لگی تو اس کی دونوں بیٹیوں نے وہ کھجور بھی کھانے کے لیے مانگ لی تو اس نے وہ کھجور بھی دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے انہیں دے دی جو وہ خود کھانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ مجھے اس کا یہ کام بہت ہی اچھا لگا۔ میں نے بعد میں اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس کے بدلے میں جنت دے دی ہے یا اس کی وجہ سے آگ سے آزاد کر دیا ہے۔''(۱)

(8) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ ﴾

''جس نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی' وہ اور میں روزِ قیامت اکٹھے آئیں گے اور (یہ کہتے ہوئے) آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔''(۲)

اس موضوع میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ امام ابن بطالؒ بیان کرتے ہیں کہ

آدمی کو چاہیے کہ اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور ان پر بھی جن کا خرچہ اس کے ذمہ لازم ہے اور اس میں کسی قسم کی کنجوسی سے کام نہ لے' اتنا خرچ کرے جتنا واجب ہے اور اس میں اسراف بھی نہ کرے' اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا ﴾

''اور (اللہ کے بندے وہ ہیں) جو جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں اور وہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔''(۳)

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر مسلمان کے پاس مال ہو تو کیا اس پر بیوی کے حج کا خرچہ واجب ہے؟

سوال کیا اگر مسلمان کے پاس بیوی کو حج کرانے کے لیے مال ہو تو اس پر اپنی بیوی کو حج کرانا واجب ہے؟

جواب خاوند کے پاس مال ہونے کے باوجود اس پر بیوی کے حج کا خرچہ برداشت کرنا واجب نہیں' بلکہ یہ صرف

(۱) [مسلم (۲٦٣٠) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الإحسان إلى البنات]

(۲) [مسلم (۲٦٣١) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الإحسان إلى البنات]

(۳) [الفرقان : ٦٧]

مستحب ہے جس پر اسے اجروثواب ملے گا اور اگر وہ یہ کام نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔اس لیے کہ نہ تو قرآن نے اور نہ حدیث نے اسے واجب کیا ہے۔البتہ اسلام نے بیوی کا مہر مقرر کیا ہے جو صرف بیوی کا ہی حق ہے اور اسلام نے اسے اپنے مال میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے۔

شریعت نے خاوند کے ذمہ واجب کیا ہے کہ وہ بیوی پر اچھے طریقے سے خرچ کرے اور پھر شریعت نے خاوند پر اس کی دیت کی ادائیگی بھی واجب نہیں کی' اسی طرح بیوی کی جانب سے زکوۃ بھی خاوند پر واجب نہیں اور اسی طرح نہ ہی حج کا خرچہ وغیرہ واجب ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر بیوی حج کے بغیر فوت ہو جائے اور خاوند کسی کو اس کی طرف سے حج کرنے پر وکیل بنائے تو کیا خاوند کو اجروثواب حاصل ہوگا؟ شیخ نے جواب دیا:

افضل تو یہ ہے کہ خاوند فوت شدہ بیوی کی طرف سے خود حج کرے تاکہ وہ واجب کردہ مناسک کو صحیح طور پر ادا کر سکے......' رہا وجوب کا مسئلہ تو خاوند پر ایسا کرنا واجب نہیں۔

تو جب فوت شدہ بیوی کی طرف سے حج کی ادائیگی واجب نہیں' اسی طرح اس کی زندگی میں بھی اسے حج کرانا واجب نہیں۔یہ تو بات تھی وجوب کی' البتہ نیکی اور معاشرتی بہتری کے لحاظ سے اگر وہ یہ کام کرتا ہے تو اسے اجروثواب حاصل ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔

شیخ عبدالکریم زیدان کا کہنا ہے:

بیوی کے حقوق میں سے خاوند کے ذمہ یہ واجب نہیں کہ وہ بیوی کے حج کا خرچہ برداشت کرے یا اس کے خرچے میں شراکت کرے۔(۱)

اور علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ سے اس مسئلے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

خاوند پر بیوی کے حج کا خرچہ ادا کرنا واجب نہیں' لیکن اگر عورت کے پاس اتنا مال ہو جو حج کے لیے کافی ہو تو عورت پر حج واجب ہوگا اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں تو اس پر حج واجب نہیں۔(واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا فقیر باپ بیٹے پر ایک دوسرے کے حج کا خرچ واجب ہے؟

سوال کیا والد کے ذمہ اپنے فقیر بیٹے کے فریضہ حج کا خرچہ کرنا واجب ہے اور کیا بیٹے کے ذمہ فقیر باپ کے فریضہ حج کا خرچہ کرنا واجب ہے؟

(۱) [المفصل فی أحكام المرأة (۱۷۷/۲)]

جواب: ایسا کرنا واجب نہیں اس لیے کہ عبادات میں استطاعت شرط ہے اور یہ استطاعت کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہو سکتی' تو اس لیے دونوں پر ایک دوسرے کا خرچہ واجب نہیں۔ لیکن اگر والد نے اپنے غنی بیٹے سے حج کا خرچہ طلب کر لیا تو احسان کے اعتبار سے وہ والد کو خرچہ ادا کرے کیونکہ والد کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے' لہٰذا اس اعتبار سے یہ لازم وضروری ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

بچوں پر خرچ کرنے کا حکم

سوال: اولاد پر خرچہ کا کیا حکم ہے اور اس کی کیا حد ہے؟

جواب: علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹے بچے جن کے پاس مال نہ ہو اس وقت تک ان کی خوراک ولباس کا خرچہ والد کے ذمہ ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں۔ امام ابن منذرؒ کہتے ہیں:

ہمیں اہل علم میں سے جتنے بھی یاد ہیں ان سب کا اس پر اجماع ہے کہ ان بچوں کا خرچہ جن کے پاس مال نہیں والد کے ذمہ ہے اور اس لیے بھی کہ اولاد انسان کا ایک حصہ ہے اور والد کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ لہٰذا جس طرح اس کا اپنے آپ اور گھر والوں پر خرچ کرنا واجب ہے اسی طرح اپنی اولاد اور ماں باپ پر خرچ کرنا بھی واجب ہے۔(۱)

علمائے کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ والد پر اس بیٹے کا کوئی خرچہ لازم نہیں جس کے پاس مال ہو اور وہ مستغنی ہو' اگرچہ وہ عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ اگر بیٹا فقیر اور بالغ ہو لیکن کمانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ والد کے ذمہ اس کا خرچہ لازم نہیں اس لیے کہ وہ کمانے کی طاقت رکھتا ہے اور کچھ علماء کا کہنا ہے کہ بیٹا اگر فقیر اور بالغ ہو خواہ وہ کمانے کی طاقت ہی کیوں نہ رکھتا ہو' والد پر اس کا خرچہ لازم نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے دریافت کیا گیا کہ

والد غنی اور مالدار ہو اور اس کا بیٹا تنگ دست ہو تو کیا غنی والد اپنے تنگ دست بیٹے پر خرچ کرے گا۔ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں' اگر بیٹا فقیر ہو اور کمائی کرنے سے عاجز ہو اور والد مالدار ہو تو بیٹے پر اچھے طریقے سے خرچ کرنا لازم ہے۔(۲)

علمائے کرام کا اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ اگر بیٹی بالغ ہو جائے تو کیا والد کے ذمہ اس کا خرچہ ہے یا

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: المغني لابن قدامة (۱۷۱/۸)]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۳۶۳/۳)' (۱۰۵/۳٤)]

نہیں؟ اکثر علمائے کرام کا کہنا ہے کہ شادی تک اس پر خرچہ لازم ہے اور یہی قول زیادہ درست ہے اس لیے کہ وہ کمائی کرنے سے عاجز ہے۔ (واللہ اعلم)(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

انسان خرچ میں بیوی کو ترجیح دے یا والدہ کو

سوال ایک شخص کی والدہ بھی ہے اور بیوی بھی تو کیا وہ خرچہ' لباس اور دیگر ضروریات میں بیوی کو والدہ پر ترجیح دے سکتا ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو کیا وہ گناہگار ہوگا؟

جواب اگر وہ والدہ کی ضروریات پوری کرنے والوں میں سے ہے اور وہ والدہ کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور اسے اتنا دیتا ہے جو اس کے لیے کافی ہے تو پھر ایسا کام کرنے سے وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ وہ والدہ کے دل کو ٹھیس نہ پہنچائے بلکہ اسے خوش رکھے اور اسے ترجیح دے اور اگر بیوی کو ترجیح دینا ضروری ہو تو پھر یہ کام خفیہ کرے جس کا علم والدہ کو نہ ہو اور والدہ کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتا رہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

مرد عورت کے خرچ کا ذمہ دار ہے مگر اسے تنگی میں نہ ڈالا جائے

سوال میرے اور میری بیوی کے درمیان مالی معاملات کے بارے میں بہت زیادہ اختلافات رہتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہر وقت مہنگی اشیاء کا مطالبہ کرتی رہتی ہے اور میری مالی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی' میں نے شادی سے پہلے اسے اور اس کے میکے والوں کو اپنی مالی حالت کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ اب میں اور وہ ہمیشہ جھگڑے میں رہتے ہیں' وہ مجھے بخیل اور میں اسے فضول خرچ ہونے کا الزام لگاتا ہوں' اب مجھے اس مشکل میں کیا کرنا چاہیے جو کہ علیحدگی تک جا پہنچی ہے؟

جواب بیوی کے حقوق میں سے عظیم حق یہ ہے کہ خاوند اس پر خرچ کرے اور اس کا نان ونفقہ برداشت کرنا بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اطاعت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نفقہ ان اشیاء پر مشتمل ہے: کھانا پینا' لباس' رہائش اور بیوی اپنے بدن اپنی بہتر رونق قائم رکھنے کے لیے جس چیز کی محتاج ہو۔ آپ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ آپ کی بیوی نفقہ میں کمی کی شکایت کرتی ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مرد ہی عورتوں پر خرچ کرنے والے ہیں' ان کا

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: الأم للشافعی (۳٤۰/۸) المدونة الكبرى (۲٦۳/۲) المبسوط (۲۲۳/۵) المغنی لابن قدامة (۱۷۱/۸)]

خرچہ مردوں کے ہی ذمہ ہے اور اسی وجہ سے انہیں گھر میں سربراہی اور عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔'' (۱)

خرچہ کے وجوب پر قرآن وسنت اور اہل علم کا اجماع دلالت کرتا ہے۔

قرآن میں ہے کہ

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ' لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ﴾

''اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہو' ہر شخص اتنی ہی تکلیف دیا جاتا ہے جتنی اس میں طاقت ہو۔'' (۲)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا ہے:

﴿ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

''اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو ان پر خرچ کرو حتی کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔'' (۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں' انہیں تم نے اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ حلال کیا ہے اور ان کا تم پر نان ونفقہ اور لباس (واجب) ہے' اچھے طریقے کے ساتھ۔'' (٤)

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور میری نصیحت قبول کرو' وہ تو تمہارے پاس قیدی ہیں' تم ان سے کسی چیز کے مالک نہیں لیکن اگر وہ کوئی فحش کام اور نافرمانی وغیرہ کریں تو تم انہیں بستروں سے الگ کر دو اور انہیں مار کی سزا دو لیکن شدید اور سخت نہ مارو' اگر تو وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان پر کوئی راہ تلاش نہ کرو۔ تمہارے تمہاری عورتوں

(۱) [النساء : ٣٤]

(۲) [البقرة : ۲۳۳]

(۳) [الطلاق : ٦]

(٤) [مسلم (۱۲۱۸) كتاب الحج : باب حجة النبى]

پر حق ہیں اور تمہاری عورتوں کے بھی تم پر حق ہیں' (ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ) جسے تم ناپسند کرتے ہو وہ اسے تمہارے گھر میں داخل نہ ہونے دیں' خبردار! تم پر ان کے بھی حق ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور انہیں کھانا پینا اور رہائش بھی اچھے طریقے سے دو۔'' (۱)

اور معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' اے اللہ کے رسول! ہم پر کسی ایک کی بیوی کا حق کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب خود لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور اس کے چہرے کو بدصورت نہ کہو اور چہرے پر نہ مارو۔'' (۲)

امام بغویؒ کا کہنا ہے:

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عورت کے نان ونفقہ اور لباس کا وجوب پایا جاتا ہے اور وہ خاوند کی حسبِ استطاعت ہوگا۔ جب نبی کریم ﷺ نے خرچہ ولباس کو بیوی کا حق قرار دیا ہے تو پھر خاوند حاضر ہو یا غائب ہر حال میں عورت کو یہ دینا ہوگا اور اگر اس کے پاس فی الوقت یہ موجود نہ ہو تو خاوند کے ذمہ واجب حقوق کی طرح یہ بھی قرض شمار ہوگا۔

اور وہبؒ کہتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے انہیں کہا کہ میں بیت المقدس میں ایک مہینہ قیام کرنا چاہتا ہوں' تو عبداللہ رضی اللہ عنہما اسے کہنے لگے' کیا تو نے اس مہینے کا اپنے گھر والوں کو خرچہ دے دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو وہ کہنے لگے' اپنے گھر واپس جاؤ اور انہیں ایک ماہ کا راشن دے کر آؤ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

''آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ وہ جس کی کفالت کرتا ہے اسے ضائع کردے۔'' (۳)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجة (۱۵۰۱) إرواء الغلیل (۱۹۹۷) ترمذی (۱۱۶۳) کتاب الرضاع : باب ما جآء فی حق المرأة علی زوجها' أحمد (۴۲۶/۳) ابو داود (۳۳۳۴) ابن ماجة (۱۸۵۱)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۷۵) کتاب النکاح : باب فی حق المرأة علی زوجها' ابو داود (۲۱۴۲) ابن ماجة (۱۸۵۰) کتاب النکاح : باب حق المرأة علی الزوج' ابن حبان (۴۱۷۵)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود' ابو داود (۱۶۹۲) کتاب الزکاة : باب فی صلة الرحم' ارواء الغلیل (۸۹۴) صحیح الجامع الصغیر (۴۴۸۱)]

''آدمی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جس کی خوراک کا ذمہ دار ہے اس سے (ہاتھ) روک لے۔''(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا کہ آیا اس نے ان کی حفاظت کی یا انہیں ضائع کر دیا' حتی کہ مرد سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔''(۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی ایک صبح جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹے اور اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بیچے اور اس کے ساتھ غنا حاصل کرے اور اس میں سے صدقہ وخیرات کرے' اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرے اور پھر وہ اسے دے یا نہ دے اور اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے' اور جو لوگ آپ کی کفالت میں ہیں ان سے شروع کرو۔''(۳)

امام ابن قدامہؒ کا کہنا ہے کہ جب شوہر بالغ ہوں تو ان پر ان کی بیویوں کا نان ونفقہ بالاتفاق واجب ہے' صرف نافرمان بیوی کا واجب نہیں' یہ بات امام ابن منذرؒ نے ذکر کی ہے۔(٤)

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی پر اس کے گھر والوں کا خرچہ اور ان کی ضروریات پوری کرنا واجب ہے اور بہت ساری احادیث میں اس کی بطورِ خاص فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بیوی کو بھی یہ علم ہونا چاہیے کہ خاوند پر صرف اسی حساب سے خرچ واجب ہے جس قدر اس میں طاقت ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

﴿ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾

''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ جو

(۱) [مسلم (۹۹٦) کتاب الزکاة : باب فضل النفقة علی العیال والمملوك ' نسائی (۲۹۵) أحمد (۱٦۰/۲) حاکم (٤۵۱/۱) حمیدی (۵۹۹)]

(۲) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۱۷۷٤)]

(۳) [مسلم (۱۰٤۲) کتاب الزکاة : باب کراهة المسألة للناس ' بخاری (۲۰۷٤) کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعمله بیده ' ترمذی (٦۸۰) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی النهی عن المسألة ' نسائی (۲۵۸۳) احمد (۷٤۹۳) شرح السنة للبغوی (۱٦۱۵) بیهقی (۱۹۵/٤) حمیدی (۱۰۵٦) ابن حبان (۳۳۸۷)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (۵٦٤/۷)]

کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسبِ توفیق) دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔"(۱)

اس لیے بیوی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مطالبات میں کثرت کر کے اپنے خاوند کے معاملات میں مشکلات اور دشواری پیدا کرے کیونکہ ایسا کرنا حسن معاشرت نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ بیوی کے جائز مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے معقول مطالبات مان لیں اور بیوی کو بغیر احسان جتلائے اور بغیر تکلیف دیئے یہ یاددہانی کرائیں کہ آپ نے اس کے کتنے مطالبات پورے کیے ہیں' جب طاقت تھی تو انہیں کتنی جلدی پورے کر دیا کرتا تھا اور بیوی کو اس پر راضی کریں کہ جب طاقت ہوگی تو پھر ایسا ہی ہوگا لیکن ابھی فوری طور پر مزید مطالبات سے رک جائے۔

اسی طرح اس سے بڑے نرم لہجے میں بغیر کسی لڑائی اور غصہ کے گفتگو کریں اور اسے سمجھائیں کہ جو کچھ وہ مانگ رہی ہے وہ باقی خرچہ پر اثر انداز ہوگا مثلاً گھر کے کرایہ وغیرہ پر' اگر وہ نہیں مانگے گی تو یہ سب خرچے آسان ہو جائیں گے' اس طرح کی بات کر کے ممکن ہے آپ اسے کچھ مطالبات میں کمی کرنے پر راضی کر سکیں۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ مالی کمی اس وقت جاتی رہتی ہے جب کوئی اچھی بات اور اچھے وعدے کر لیے جائیں' حسن خلق اور اچھا معاملہ اس تنگی کو' جس میں آپ مبتلا ہیں' ختم کر دے گا' اس لیے آپ صبر وتحمل اور اچھے انداز سے معاملات کو چلائیں اور اس کے ساتھ ساتھ بیوی کو نصیحت کرتے رہیں۔

اگر اس کے باوجود بھی زندگی میں تنگی ہو اور آپ دونوں کے درمیان حالت اس حد تک پہنچ جائے کہ آپ دونوں کسی صورت بھی اکٹھے نہ رہ سکتے ہوں تو پھر ایسی حالت میں طلاق مشروع ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسی حالت میں طلاق ہی دونوں فریقوں کے لیے بہتر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔"(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

بیوی کا دوسری عورتوں کے مہنگے لباس وزیور کو دیکھ کر اپنے شوہر سے مطالبہ

سوال میری بیوی پروگراموں' دعوتوں اور تقریبات میں شرکت کرتی ہے اور دوسری عورتوں کو مختلف قسم کے

(۱) [الطلاق : ۷]

(۲) [النساء : ۱۳۰]

زیورات اور کپڑے پہنے ہوئے دیکھنے کے بعد مجھ سے بھی ان جیسے زیورات اور کپڑوں کا مطالبہ کرتی ہے' لیکن میری ماہانہ آمدنی دوسری عورتوں کے خاوندوں جیسی نہیں' لہٰذا مجھے اپنی بیوی سے کس طرح کا معاملہ کرنا چاہیے؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے ایک عظیم الشان حدیث مروی ہے جس میں اس معاملے کو بیان کیا گیا ہے اور اس عمل کو ہلاکت قرار دیا گیا ہے' ذیل میں ہم اس حدیث کو بالنص پیش کرتے ہیں:

﴿ إِنَّ أَوَّلَ مَا هَلَكَ بَنُو إِسْرَائِيلَ أَنَّ امْرَأَةَ الْفَقِيرِ كَانَتْ تُكَلِّفُهُ مِنَ الثِّيَابِ أَوِ الصِّيَغِ مَا تُكَلِّفُ امْرَأَةُ الْغَنِيِّ ﴾

''بنواسرائیل کی ابتدائی ہلاکت یہ تھی کہ ایک فقیر شخص کی بیوی اسے لباس یا زیورات لانے کی اتنی تکلیف دیتی تھی جتنی غنی کی عورت زیورات کی تکلیف دیتی ہے۔'' (۱)

لہٰذا ہمارے مسلمان بھائی آپ پر ضروری ہے کہ اپنی بیوی کو قناعت اور زہد کی تلقین کریں اور اس سے یہ وعدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ جب رزق میں کشادگی فرمائے گا تو پھر تجھے یہ سب کچھ لا کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر شوہر مالدار ہونے کے باوجود بیوی کو ملازمت کا کہے

سوال: میری آٹھ ماہ قبل شادی ہوئی' میں اپنے خاوند سے بہت محبت کرتی ہوں اور کبھی بھی اس کی نافرمانی نہیں کی اور اس کا بہت احترام کرتی ہوں' شادی سے قبل اس نے مجھے ملازمت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ لیکن شادی کے بعد وہ کہنے لگا ہے کہ مجھ پر ضروری ہے کہ میں ملازمت کروں اور مال کماؤں' لیکن میں ملازمت نہیں کرنا چاہتی اور پھر ہمیں مال کی ضرورت بھی نہیں اس لیے کہ خاوند کی آمدنی کافی ہے۔ میرے خیال میں مال ہی ہر چیز کا حل ہے۔

میں آپ سے تعاون چاہتی ہوں کہ مجھے ان حالات میں کیا کرنا چاہیے' کیا مجھے اس کی اطاعت کرتے ہوئے ملازمت ضرور کرنی چاہیے؟ ہم یورپ میں رہتے ہیں اور میری ملازمت عمومی طور پر غیر مردوں کے اختلاط سے خالی نہیں ہوگی۔

جواب: آپ پر اس مسئلے میں اس کی اطاعت لازم نہیں اس لیے کہ بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے اور بیوی پر یہ

(۱) [صحیح: السلسلة الصحیحة (۵۹۱)]

لازم نہیں کہ وہ اپنے آپ پر خرچ کرے۔ تو کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ جس کام میں مردوں سے اختلاط ہو (جو کہ حرام ہے' لیکن اس کے باوجود) وہ کام کیا جائے۔ لہٰذا آپ اس مسئلے میں خاوند کی اطاعت نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی بھی اطاعت ضروری نہیں۔

آپ اپنے شوہر کو اس بات کی یاد دہانی کرائیں کہ وہ مرد ہے اور خرچہ کرنے کی وجہ سے ہی اسے اس کی بیوی پر سربراہی حاصل ہے۔ اس لیے اس کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ اس فانی دنیا کا مال حاصل کرنے کے لیے اپنی بیوی کو ایسا کام کرنے کی تکلیف دے جو شرعاً بھی جائز نہ ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے خاوند کو ہدایت سے نوازے اور ہمارے نبی ﷺ پر اپنی رحمتیں برسائے۔ (آمین)

......(شیخ ابن عثیمین)......

اگر گھر کا خرچ بیوی چلاتی ہو تو کیا یہ شوہر پر قرض ہوگا؟

سوال اگر خاوند کام نہ کرتا ہو اور بیوی ملازمت کر کے گھر کا خرچ چلاتی ہو اور یہ طے نہ ہوا ہو کہ یہ خرچ بیوی کی طرف سے صدقہ ہے تو کیا یہ سب خرچ خاوند کے ذمہ قرض شمار ہوگا؟

جواب اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی بات طے نہ ہوئی ہو تو یہ خرچہ ہبہ اور خیرات کے حکم میں ہوگا اور بیوی کو حق نہیں کہ وہ خاوند سے اس کا مطالبہ کرے' اس لیے کہ اس نے یہ سب کچھ اپنے اختیار سے خرچ کیا ہے۔

لیکن اگر کوئی شرط ہو کہ یہ خرچہ واپس کیا جائے گا تو پھر اور بات ہے اور اسے واپس کرنا ہوگا کیونکہ مسلمان اپنی شرائط پوری کرتے ہیں' لہٰذا اس صورت میں بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے خاوند سے اس وقت سارے خرچہ کا مطالبہ کرے جو اس نے بچوں اور گھر پر خرچ کیا ہے' جب خاوند کے پاس مال آ جائے اور وہ غنی ہو جائے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......

اگر شوہر مرتد ہو جائے تو کیا دورانِ عدت بیوی کو خرچہ ملے گا؟

سوال میں نے ایک نصرانی شخص سے شادی کی تو وہ شادی کے بعد مسلمان ہو گیا اور نماز کی ادائیگی کرتا رہا' میں نے اس کے ساتھ کچھ عرصہ زندگی بسر کی' پھر وہ اسلام کو چھوڑ بیٹھا' اس نے نمازیں بھی ترک کر دیں۔ اس بنا پر میں نے اس سے نکاح فسخ کر لیا اور عدت گزارنی شروع کر دی تو کیا دورانِ عدت میں اس سے خرچہ لینے کی مستحق ہوں؟

جواب: جی ہاں، آپ خرچہ کی مستحق ہیں، اس لیے کہ آپ دونوں میں علیحدگی کا سبب خاوند ہے جو اسلام سے مرتد ہوگیا ہے۔ اس مسئلے میں امام شافعیؒ کا کہنا ہے:

''اگر خاوند مرتد ہو جائے تو وہ عدت میں بیوی کے خرچہ کا ذمہ دار ہے، اس لیے کہ وہ اس سے جدا تو عدت کے خاتمے پر ہی ہوگی۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

بیوی شوہر کا گھر چھوڑ کر میکے چلی جائے تو کیا شوہر پر اس کا خرچہ واجب ہے؟

سوال: خاوند اور بیوی کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے تو بیوی کہنے لگی کہ مجھے میرے میکے چھوڑ آؤ، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی، تو خاوند اسے اس کے میکے چھوڑ آیا اور وہ کچھ ماہ تک ان کے پاس ہی رہی، تو کیا خاوند پر اس حالت میں اس کا خرچہ واجب ہے؟

جواب: اس کے ذمہ بیوی کا کوئی خرچہ نہیں اس لیے کہ خرچہ تو بیوی کے نفس کو خاوند کے سپرد کرنے کے بدلے میں ہے اور یہ چیز بیوی کے چلے جانے اور خاوند کے ساتھ نہ رہنے پر اصرار کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔

......(شیخ ابن جبرین)......

باپ کی سودی رقم سے خرچہ لینا

سوال: میں الحمدللہ مسلمان ہوں۔ میرے والد مالدار ہیں، انہوں نے شیخ طنطاوی کا بینک کے فائدے کے حلال ہونے کے بارے میں فتویٰ سنا تو اپنی دولت بینک میں رکھ دی اور وہاں سے فائدہ لینا شروع کر دیا۔ میں اس پر مطمئن ہوں کہ یہ فوائد حرام ہیں اور میں نے اپنے والد کو بھی اس پر مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تو کیا میری والدہ اور بہن بھائیوں پر کوئی گناہ ہے، جبکہ میں نے اپنے والد کو قسم بھی دی ہے کہ سود کی رقم سے ہم پر کچھ خرچ نہ کریں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اور جب ہمارے پاس یہ مال آئے تو ہم کیا کریں؟

مجھے اللہ تعالیٰ نے سعودیہ میں کام کرنے کا موقع دیا ہے اور سفر کا خرچہ بھی میرے والد نے دیا تھا۔ مجھے علم نہیں کہ آیا یہ بھی اسی فوائد میں سے تھا یا نہیں؟ تو کیا اب اللہ تعالیٰ مجھے اس کام سے رزق دے رہا ہے وہ حرام ہے یا نہیں؟ مجھے اس کے متعلق ضرور معلومات مہیا کریں۔

جواب: اگر سود حاصل کرنے والے شخص کی اولاد کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش نہیں جس سے وہ اپنا پیٹ

(۱) [دیکھیں: کتاب الأم، جلد ٦]



پال سکیں تو پھر والد کے سودی مال سے ان کا کھانا پینا اور کپڑے وغیرہ پہننا کوئی گناہ کا کام نہیں۔لیکن انہیں چاہیے کہ وہ اپنے والد کو ایسے طریقے سے نصیحت کریں جو فائدہ مند ہو اور اگر ان کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش پیدا ہو جائے یا پھر وہ اپنی ضروریاتِ زندگی کے لیے اس مال کے محتاج نہ رہیں تو ان پر اس سود والے مال سے دور رہنا واجب ہے۔

شیخ ابن عثیمین ؒ کہتے ہیں:

اگر والد کی کمائی حرام ہو تو اسے نصیحت کرنی واجب ہے' اگر استطاعت ہو تو خود اسے نصیحت کریں یا پھر اہل علم کے تعاون سے اسے نصیحت کروائیں اور اسے اس کے حرام ہونے کا یقین دلوائیں' یا پھر اپنے دوست احباب کا تعاون حاصل کریں جو اسے مطمئن کر سکیں تاکہ وہ اس حرام کمائی سے بچ جائے۔اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر تمہارے لیے ضرورت کے مطابق وہ مال کھانا جائز ہے اور اس حالت میں اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں' مگر یہ صحیح نہیں کہ تم اس مال کو جائز سمجھتے ہوئے اپنی ضرورت سے بھی زیادہ لے لو۔(۱)

اور اگر سود لینے والا والد فوت ہو جائے تو ورثاء پر ضروری ہے کہ وہ اس سودی مال سے چھٹکارہ حاصل کریں اور اسے اس کے مالکوں کو واپس کر دیں' اگر ان کا علم نہ ہو تو اسے کسی بھی عام وخاص مصرف میں لا کر اس سے چھٹکارہ حاصل کر لیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ سے سود کا لین دین کرنے والے کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پیچھے مال اور اولاد چھوڑی ہے اور اولاد کو والد کے سودی کام کا بھی علم ہے تو کیا ان کے لیے یہ مال بطورِ وراثت حلال ہے یا نہیں؟ تو شیخ نے جواب دیا:

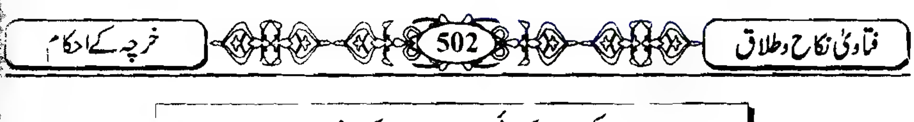
بیٹے کو سود کی جس مقدار کا علم ہے وہ اسے نکال دے' اور اگر ممکن ہو تو وہ لوگوں کو واپس کر دے اسے صدقہ نہ کرے' اور جو باقی وراثت ہے وہ اس پر حرام نہیں' لیکن جس مقدار میں شبہ ہو اس کے متعلق بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے اور اگر والد نے ایسے سودی معاملات سے وہ مال حاصل کیا ہو جس کی بعض فقہاء اجازت دیتے ہیں تو پھر ورثاء کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اگر مال میں حرام اور حلال دونوں کی ملاوٹ ہو اور اس کی مقدار کا علم نہیں تو اس کے دو حصے کر لینے چاہییں (یعنی آدھا حلال کا اور آدھا حرام کا)۔(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

---

(۱) [فتاوی اسلامیة (۴۵۲/۳)]

(۲) [مجموع الفتاوی (۳۰۷/۲۹)]



باپ کی حرام کمائی سے بچوں کے اخراجات

سوال: اگر آپ چھوٹی عمر میں ہوں اور آپ کے والدین کے پاس ایسا مال آئے جو حرام ہو' مثلاً وہ سودی کاروبار کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو' تو میرا سوال یہ ہے کہ میرے علم کے مطابق کچھ احادیث ایسی ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کھانا پینا اور لباس حرام کا ہو تو دعا اور نماز قبول نہیں ہوتی' تو اگر مال تھوڑی مقدار میں بھی حرام ہو اور آپ کی عمر ابھی چھوٹی ہو تو کیا آپ پر یہ حدیث فٹ آتی ہے؟

جواب: اولاد کا خرچہ والد پر شرعی اعتبار سے واجب ہے اور اس کے ذمہ ہے کہ وہ اولاد کو کھانا پینا اور لباس و رہائش مہیا کرے اور اگر بیٹا ضرورت مند ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے والد کی کمائی سے بقدرِ ضرورت مال حاصل کر لے چاہے اس کے والد کی کمائی حرام ہی کیوں نہ ہو۔ تو اس صورت میں اولاد کی دعا پر والد کا یہ حرام مال اثر انداز نہیں ہوگا' اس لیے کہ اس کے پاس طاقت ہی نہیں' لیکن اولاد کے ذمہ ہے کہ وہ اس حالت میں مندرجہ ذیل اشیاء کا خیال رکھے:

1- اپنے والد کی حرام کمائی کو زیادہ مقدار میں حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔

2- اگر وہ طاقت رکھیں تو انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ حلال کمائیں اور والد کے حرام مال سے بچیں۔

3- انہیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے والد کو حرام کمائی ترک کرنے کی نصیحت کریں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر ان کے والد کو حرام کمائی سے باز رہنے کی توفیق سے نواز دے اور وہ اس سے توبہ کر لے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

صرف ضرورت مند بیٹے کا قرض ادا کرنا

سوال: مجھے یہ علم ہے کہ اولاد کے درمیان عدل کرنا واجب ہے' لیکن میرے ایک بیٹے پر بہت زیادہ قرض ہے اور وہ فقیر ہونے کی وجہ سے اسے ادا نہیں کر سکتا' تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اپنے مال سے اس کے قرض کی کچھ ادائیگی کر دوں؟

جواب: اولاد کے درمیان عدل واجب ہے' ہبہ میں بھی عدل ضروری ہے۔ اولاد کو دیتے ہوئے کسی کو دینا اور کسی کو

محروم کر دینا یا کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا حرام ہے' الا کہ اس کا کوئی سبب ہو تو پھر درست ہے۔ مثلاً اگر اولاد میں سے کوئی ایک بیمار یا اندھا یا معذور ہو یا اس کا گھرانہ بڑا ہو یا وہ طالب علم ہو وغیرہ' تو ان وجوہات کی بنا پر اسے افضلیت دینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام احمدؒ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

اولاد میں سے کسی ایک کے لیے وقف کی تخصیص' اگر کوئی ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں' لیکن اگر یہ کام اس کے ساتھ ترجیحی بنیاد پر کیا جا رہا ہو تو میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے:

حدیث اور آثار اولاد کے درمیان عدل کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں' پھر یہاں اس کی دو قسمیں ہیں:

1- ایک قسم تو وہ ہے جو اپنی بیماری اور صحت میں خرچہ کے محتاج ہوتے ہیں' اس میں عدل یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق دیا جائے اور کم اور زیادہ ضرورت مند کے درمیان کوئی فرق نہ کیا جائے۔

2- ایک قسم وہ ہے جس میں ان کی ضروریات مشترک ہیں یعنی عطیہ اور خرچہ یا شادی میں' تو اس قسم میں کمی و زیادتی کرنے کی حرمت میں کوئی شک نہیں۔

ان دونوں قسموں کے مابین ایک تیسری قسم بھی بنتی ہے:

وہ یہ کہ ان میں سے کسی ایک کو ایسی ضرورت درپیش ہو جو عادتاً پیش نہیں آتی' مثلاً کسی ایک کی طرف سے قرض کی ادائیگی جو اس کے ذمہ کسی جرم کی وجہ سے واجب تھی (یعنی کسی بھی جسمانی تکلیف دینے کی وجہ سے مالی سزا کی ادائیگی) یا اس کا مہر ادا کیا جائے اور یا بیوی کا خرچہ دیا جائے' تو اس صورت میں کسی دوسرے کو واجبی طور پر دینے میں غور و فکر کی ضرورت ہے (ابھی تک اس کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکا)۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

اولاد کے ذمہ والدین کا خرچ کب واجب ہوتا ہے؟

سوال اولاد پر کب واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین پر خرچہ کریں؟

جواب ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

''اور آپ کا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا۔''(۱)

(۱) [الاسراء: ۲۳]

والدین پر ان کی ضرورت وحاجت کے وقت خرچ کرنا بھی ان کے ساتھ احسان کا ہی ایک حصہ ہے۔

امام ابن منذرؒ کا کہنا ہے کہ

والدین اگر فقیر ہوں جن کا کوئی ذریعہ آمدن نہ ہو اور نہ ہی ان کے پاس کوئی مال ہو تو اہل علم کا اجماع ہے کہ اس حالت میں اولاد پر ان کا خرچہ واجب ہے۔ اور خرچہ کرنے میں بالاتفاق یہ شرط ہے کہ خرچ کرنے والا مالدار ہو اور کشادگی رکھتا ہو اور جس پر خرچ کیا جا رہا ہے وہ فقیر محتاج ہو۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

باپ کا بیٹے پر خرچ کا زیادہ بوجھ ڈالنا

سوال میرے والد صاحب مجھ سے ہر وقت مال کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں اور مطالبات کی کثرت سے مجھے تنگ کرتے ہیں حالانکہ میں بھی صاحب عیال ہوں' میری بھی کچھ ضروریات ہیں' تو مجھ پر کس حد تک واجب ہے کہ میں اپنے والد کو رقم دوں' نیز اس حدیث کا کیا معنی ہے "آپ اور آپ کا مال بھی آپ کے والد کا ہے"؟

جواب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' اے اللہ کے رسول! میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا والد میرا مال لینا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَنتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ﴾

"تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے۔"(۱)

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ' کوئی بھی شخص اپنے بیٹے کے مال سے جو چاہے کھا سکتا ہے اور بیٹا اپنے والد کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نہیں کھا سکتا۔

اور سعید بن مسیبؒ کا بھی کہنا ہے کہ

والد اپنے بیٹے کے مال سے جو چاہے کھا سکتا ہے' مگر بیٹا اپنے والد کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر نہیں کھا سکتا۔

ابن جریجؒ کا قول ہے کہ

عطاءؒ اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کے مال سے جو چاہے بغیر ضرورت لے لے۔

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجه' ابن ماجه (۲۲۹۱) کتاب التجارات: باب ما للرجل من مال ولده' ارواء الغلیل (۸۳۸) صحیح الجامع الصغیر (۱۴۸۶)]

امام ابن قدامہؒ نے اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ

والد کے لیے جائز ہے کہ وہ بیٹے کے مال سے جو چاہے لے اور اسے اپنی ملکیت بنا لے خواہ اسے اس کی ضرورت ہو یا نہ، خواہ بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا، البتہ باپ اپنے بیٹے کا مال دو شرطوں کے ساتھ لے سکتا ہے:

① وہ بیٹے کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے اور نہ ہی وہ چیز لے جو بیٹے کی ضرورت ہو۔

② وہ ایک بیٹے سے مال لے کر دوسرے بیٹے کو نہ دے۔

امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی ہے...... یہ حکم اس لیے ہے کہ اولاد میں سے بعض کو خاص کر لینا، کچھ کو دینا اور کچھ کو نہ دینا صحیح نہیں اور اس طرح کسی ایک بیٹے کا مال لے کر دوسرے کو دینا بالا ولیٰ ممنوع ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ والد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ بیٹے کا مال لے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ' فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ' فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ﴾

''تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جیسے آج کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔''(۱)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا عَنْ طِيبِ نَفْسٍ ﴾

''کسی بھی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔''(۲)

لیکن ہماری دلیل وہ ہے جو ابتداء میں ذکر کر دی گئی ہے اور ہمارے علم میں مطابق وہی قول راجح ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ کے فتاویٰ میں ہے کہ

والد کے لیے اپنے بیٹے کا مال لینا جائز ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ''تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

''تمہارا سب سے اچھا کھانا وہ ہے جو تمہاری کمائی کا ہو اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔''

تاہم یہ یاد رہے کہ والد بیٹے کا مال پانچ شروط کے ساتھ لے سکتا ہے:

① وہ چیز لے جو بیٹے کو تکلیف نہ دے اور جس کی اسے ضرورت نہ ہو۔

② ایک بیٹے سے لے کر کسی اور بیٹے کو نہ دے۔

---

(۱) [مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج: باب حجة النبي]

(۲) [صحيح: ارواء الغليل (۱٤٥٩)]

③ یہ کام دونوں میں سے کسی ایک کی بھی مرض الموت میں نہ ہو۔

④ والد کافر اور بیٹا مسلمان نہ ہو یعنی ان کے دین مختلف نہ ہوں۔

⑤ وہ چیز بعینہ موجود ہو۔

ہمارے فقہاء کی کلام یہی ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

کافر والد کی طرف سے مال کے مطالبے پر کیا کیا جائے؟

سوال: میں کچھ عرصہ قبل مسلمان ہوا ہوں' اس کے بعد میں نے اپنے اور والد کے درمیان مالی معاملات کے بارے میں سوچنا شروع کیا ہے' تو کیا جب میرا والد مجھ سے مال کا مطالبہ کرے تو مجھے دینا چاہیے؟

جواب: بیٹے پر والد کو صرف خرچہ دینا لازم ہے' اس کے علاوہ اور کچھ بھی دینا ضروری نہیں۔ تاہم اگر بیٹا والد پر کچھ صدقہ کر دے تو یہ جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن عثیمین)......

کیا شادی شدہ بیٹی والدین پر خرچ کرے گی؟

سوال: کیا لڑکے کی طرح لڑکی کا مال بھی والدین کی طرف لوٹتا ہے؟ اور کیا لڑکی کے ذمہ بھی اسی طریقے سے والدین پر خرچ کرنا واجب ہے؟ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکی کی شادی کے بعد اگر اس کے بھائی والدین پر خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو لڑکی کے ذمہ والدین کا خرچہ واجب نہیں؟

اور کیا بیوی کے مال میں خاوند کا کوئی حق ہے؟ اور اگر خاوند کا خیال ہو کہ بیوی کا مال والدین پر خرچ کرنا واجب نہیں تو کیا بیوی اس مسئلے میں خاوند کی اطاعت کرے؟ اور اگر والدین فقیر ہوں اور بیوی کا کوئی خاص مال نہیں تو کیا اس کے خاوند کے ذمہ ہے کہ وہ بیوی کے والدین پر خرچ کرے؟ وہ اس طرح کہ والدین کے لیے جائز ہے کہ وہ بیٹی سے زکوۃ کا مال لے لیں' لیکن خاوند کے والدین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بیٹے کے مال سے زکوۃ کا مال لیں' اس لیے کہ بیٹے پر والدین کا خرچہ واجب ہے؟

جواب: اولاد ایک ایسا لفظ ہے جس میں بیٹے اور بیٹیاں سب شامل ہیں' اور والد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مال میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ حدیث میں ہے کہ

(۱) [دیکھیں: فتاوی ورسائل شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ (ص ۲۰۰/)]

''تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے۔''

اس لیے اگر والد اپنی اولاد کے مال میں سے کچھ لینا چاہے تو یہ اس کا حق ہے' لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے اولاد پر کوئی ضرر نہ آئے۔ اگر والدین فقیر ہوں اور بیٹی کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو تو بیٹی پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین پر خرچ کرے لیکن اپنی ضروریات میں کمی نہ کرے۔

اور خاوند کے ذمہ بیوی کے خرچے کے بارے میں گزارش ہے کہ خاوند کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بیوی کا واجب شدہ خرچہ پورا کرے اور اگر بیوی کہیں ملازم ہو تو وہ بیوی کا مال ہے اور اس کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن اگر خاوند یہ شرط رکھے کہ بیوی کی ملازمت اور اس کے گھر سے باہر جانے کی صورت میں وہ اس کی تنخواہ کا کچھ حصہ وصول کرے گا اور عورت اسے تسلیم کر لے تو اسے مقررہ حصہ اسے ادا کرنا ہو گا۔

بیوی کو جب بھی مال ملے اسے اس کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنی' یا اپنی اولاد کی یا پھر اپنے والدین کی ضروریات پوری کر سکے۔ اور اگر اس لڑکی کے اور بھی بہن بھائی ہوں اور ان میں سے کوئی ایک والدین کا خرچہ برداشت کر رہا ہو تو باقی سب سے وجوب ساقط ہو جائے گا اور جو خرچہ برداشت کر رہا ہے وہ اجروثواب کا مستحق ہو گا۔ یا پھر ایک صورت یہ ہے کہ سب بہن بھائی آپس میں والدین کا خرچہ تقسیم کر لیں کہ ہر ایک کو اتنی رقم ادا کرنا ہو گی۔

رہا داماد کا مسئلہ تو اس پر کوئی ضروری نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے والدین (یعنی اپنے سسرال والوں) پر خرچہ کرتا پھرے' لیکن اگر وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو انہیں دے سکتا ہے (بشرطیکہ وہ مستحق ہوں)۔ لیکن بیٹی اپنے والدین کو زکوٰۃ کا مال نہیں دے سکتی اس لیے کہ بیٹی پر والدین کو کھلانا پلانا واجب ہے' لہٰذا وہ زکوٰۃ کے مال کے علاوہ اپنے مال سے ان کا خرچہ برداشت کرے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......

کوئی ملازمت نہ ہونے کی صورت میں گلوکار بھائی سے خرچہ لینا

سوال میرا بھائی گانے بجانے کا کام کرتا ہے' اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں اور میں بھی کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ والد صاحب فوت ہو چکے ہیں تو کیا میرے لیے اپنے بھائی کا مال کھانا جائز ہے؟

جواب اس کے متعلق شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ

جی ہاں' جب تک آپ ضرورت مند ہیں اس کے مال سے کھا سکتے ہیں اور اس پر بھی واجب ہے کہ وہ

آپ پر خرچ کرے۔

لہٰذا آپ بقدرِ ضرورت اس کا مال لے سکتے ہیں' اس سے زائد لینا جائز نہیں۔مگر آپ اسے یہ نصیحت کرتے رہیں کہ وہ یہ حرام کام ترک کر دے اور کوئی شرعی طور پر مباح کام شروع کرے۔آپ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا حکم بھی بیان کریں کہ گانا بجانا اور موسیقی وغیرہ سب حرام ہے اور حرام کام میں مشارکت بھی گناہ ہے اور اس میں تعاون بھی معصیت ہے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

قریبی رشتہ داروں پر خرچ کا حکم

سوال میرے والد کی تنخواہ دس ہزار ریال ہے جس میں سے ہم بہت ہی کم خرچ کرتے ہیں اور باقی میری والدہ جمع کر لیتی ہے اس لیے کہ میری بہن کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی اور ہم ابھی تک پڑھائی سے بھی فارغ نہیں ہوئے۔میری دادی میرے ایک چچا کے گھر میں میری پھوپھیوں (جن میں سے دو کی شادی نہیں ہوئی اور ایک بغیر خاوند کے ہے) کے ساتھ رہتی ہے اور وہ ہماری طرح اچھی بھلی زندگی بسر کر رہی ہے۔

لیکن اس کے باوجود والد صاحب ان کی ماہانہ معاونت کرتے ہیں اور انہیں خرچہ وغیرہ دیتے ہیں اور والد صاحب کے کھیت بھی ایک چچا کے کنٹرول میں ہیں جس کی آمدنی وہ خود ہی استعمال کرتے ہیں۔تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے والد صاحب پر کتنا کچھ واجب ہے کہ وہ ماہانہ خرچ انہیں دیں' آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ وہ سب اچھی بھلی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان سب کے بھائی اور بہنیں زیورات اور دیگر املاک کے بھی مالک ہیں۔

جواب قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی دو قسمیں ہیں:

❶ جسے عمودی یا اوپر والا نسب کہا جاتا ہے اور اس میں آباء واجداد خواہ وہ کتنے ہی اوپر تک ہوں (مثلاً دادا' پڑدادا یا اس کے بھی اوپر)' اسی طرح اولاد خواہ وہ کتنی ہی نیچے تک ہو' سب شامل ہیں۔تو ان پر تین شرطوں کے ساتھ خرچ کرنا واجب ہے:

① ان میں سے جس پر بھی خرچ کیا جا رہا ہے وہ فقیر ہو اور کسی چیز کا مالک نہ ہو یا پھر جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے لیے کافی نہیں اور نہ ہی وہ کمانے کی طاقت رکھتا ہے۔

② خرچ کرنے والا خود غنی ہو اور اس کے پاس اپنی اور بیوی بچوں کی ضرورت سے زائد مال موجود ہو۔

③ دین ایک ہو یعنی سب مسلمان ہوں۔

❷ مذکورہ بالا اعزیز واقارب کے علاوہ دوسرے غیر عمومی رشتہ داروں پر خرچ کرنا' اس وقت واجب ہوتا ہے جب ان میں مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ساتھ درج ذیل شرط بھی پائی جاتی ہو:

جس پر خرچ کیا جا رہا ہے خرچ کرنے والا اس کا وارث بن سکتا ہو۔

لہٰذا اس بنا پر اگر آپ کے چچا اور والد خرچ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو سب آپ کی دادی پر خرچ کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ احسان کے مسئلے کو نہ بھولیں اور پھر قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرنا تو دوہرے اجر کا باعث ہے' اس لیے کہ اس میں ایک تو صلہ رحمی ہے اور دوسرا صدقہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ : صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ ﴾

''مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں شامل ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی۔''(۱)

اور آپ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یاد رکھیں:

﴿ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ' وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾

''اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تمہیں اور زیادہ عطا کرتا ہے اور وہ اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''(۲)

لہٰذا قریبی پر رشتہ دار پر خرچ کرنا اور پھر والد پر تو بہت زیادہ باعثِ برکت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنی طرف سے اجر وثواب بھی عطا فرماتے ہیں۔ اس لیے آپ کو تو اس پر خوش ہونا چاہیے کہ آپ کے والد اپنی والدہ اور بہنوں پر خرچ کرتے ہیں اور آپ انہیں اس پر مزید ابھاریں کہ وہ اور زیادہ خرچ کیا کریں اور آپ کے چچاؤں سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں تاکہ ان سے افضل بن سکیں۔

رہا مسئلہ خرچ کرنے کی مقدار کے بارے میں تو اس کے متعلق ہماری گزارش ہے کہ یہ خرچ کرنے والے کی طاقت اور جس پر خرچ کیا جا رہا ہے اس کی ضرورت کے مطابق ہے۔

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱٤۹٤) المشكاة (۱۹۳۹) ترمذی (٦٥٨) كتاب الزكاة : باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة ' ابن ماجة (۱۸٤٤) كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة ' نسائی (۲۵۸۲) أحمد (۱۷/٤) حميدی (۲٦٣/۲) ابن حبان (۸۳۳۔ الموارد) دارمی (۳۹۷/۱) ابن أبي شيبة (٤٧/٤) حاكم (٤٠٧/۱) بيهقی (۲۷/۷)]

(۲) [سبا : ۳۹]



اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ، قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ ..... ﴾

''آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں' آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم جو بھی خیر و بھلائی کے ساتھ خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں ...... کے لیے ہے۔''(۱)

......(شیخ محمد المنجد)......

عمارتوں پر خرچ کرنا

سوال کیا آدمی کو عمارت کی تعمیر پر خرچ کرنے سے ثواب ملتا ہے؟

جواب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا إِلَّا مَا لَا يَعْنِيْ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ ﴾

''خبردار! ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہے مگر جس کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا (وہ وبال نہیں)۔''(۲)

اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ يُؤْجَرُ الرَّجُلُ فِيْ نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا التُّرَابَ أَوْ قَالَ : فِي الْبِنَاءِ ﴾

''آدمی کو اس کے ہر قسم کے خرچے پر اجر دیا جاتا ہے لیکن مٹی پر خرچ کیا ہوا باعث اجر نہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ عمارت کی تعمیر میں خرچ کیا ہوا باعث اجر نہیں۔''(۳)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ اس اور اس سے پچھلی حدیث میں مسلمان کو عمارتیں تعمیر کرنے کا اہتمام اور اسی کا خیال رکھنے سے باز رہنے کا کہا گیا ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ اس کی پختہ تعمیر نہ کرے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خاندان کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے ضرورت میں بھی اختلاف اور فرق ہے اور کچھ تو بہت ہی زیادہ مہمان نواز ہوتے ہیں اور ان کے پاس بہت زیادہ مہمان آتے رہتے ہیں اور کچھ کی حالت ایسی نہیں

---

(۱) [البقرة : ۲۱۵]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۲۸۳۰) ابو داود (۵۲۳۷) كتاب الأدب : باب ما جاء في البناء ' ابن ماجه (٤١٦١) كتاب الزهد : باب في البناء والخراب]

(۳) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۲۸۳۱) ترمذی (۲٤۸۳) كتاب صفة القيامة والرقائق والورع ' ابن ماجه (٤١٦٣) كتاب الزهد : باب في البناء والخراب]

ہوتی۔ تو اس حیثیت سے یہ معنی مکمل طور پر اس صحیح حدیث کے ساتھ ملتا ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے:

﴿ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ والثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ ﴾

''ایک بستر آدمی کے لیے' ایک بستر اس کی بیوی کے لیے' تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے ہے۔''(۱)

اسی لیے حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ترجمۃ الباب میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

یہ سب کچھ غیر ضروری اشیاء پر محمول کیا جائے گا لیکن جس کے بغیر گزارا ہی نہیں مثلاً رہائش' سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لیے اشیاء' تو وہ اس سے خارج ہیں (یعنی انہیں رکھنے کی اجازت ہے)۔

پھر حافظ ابن حجرؒ نے بعض لوگوں کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ساری عمارت تعمیر کرنا ہی گناہ ہے' یہ قول نقل کرنے کے بعد اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے:

معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس مسئلے میں کچھ تفصیل ہے' اور ہر وہ چیز جو ضرورت سے زیادہ ہو اس سے گناہ لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ کچھ عمارتوں کی تعمیر ایسی ہے جس پر اجر وثواب ہوتا ہے' مثلاً ایسی عمارت جس کی تعمیر سے بنانے والے کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہو تو اس عمارت کی تعمیر سے بنانے والے کو اجر وثواب حاصل ہوگا۔ (واللہ اعلم)(۲)

......(شیخ محمد المنجد)......



(۱) [مسلم (۲۰۸٤) کتاب اللباس والزینة : باب کراهة ما زاد علی الحاجة من الفراش واللباس ' ابو داود (٤١٤٢) کتاب اللباس : باب فی الفرش ' نسائی (۳۳۸۵) وفی السنن الکبری (۵۵۷٤/۳) ابن حبان (٦٧۳) شرح السنة للبغوی (۳۱۲۷)]

(۲) [دیکھیں: السلسلة الصحیحة (۲۸۳۱)]



رضاعت کے احکام

بچے کو ماں کا دودھ پلانے کا حکم اور اس کی حکمت

سوال کیا کھانا کھانے کی طاقت نہ رکھنے والے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے؟

جواب جی ہاں جب بچے کو دودھ کی ضرورت ہو تو اسے دودھ پلانا واجب ہے۔ فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب تک بچہ رضاعت کی عمر میں دودھ کا محتاج ہو اسے دودھ پلانا واجب ہے۔(۱)

اور پھر شرعی حکم کے مطابق بھی رضاعت کا حق ثابت ہے' لہٰذا جس پر یہ حق واجب ہو اسے یہ ادا کرنا چاہیے اور فقہائے کرام نے بھی یہ صراحت کی ہے کہ رضاعت بچے کا حق ہے' اس لیے اس کی ادائیگی لازم ہے۔

علمائے کرام کا اجماع ہے کہ رضاعت کی وجہ سے نکاح حرام ہو جاتا ہے اور دودھ پینے والا دودھ پلانے والی کا محرم بن جاتا ہے' اس طرح اسے دیکھنا اور اس کے ساتھ خلوت جائز ہو جاتی ہے' البتہ اس کی وجہ سے آپس میں وراثت' خرچہ اور ولایتِ نکاح ثابت نہیں ہوتی۔

اہل علم کے ہاں مستحب یہ ہے کہ کسی اچھی اور بہترین اخلاق والی عورت کا دودھ پلایا جائے کیونکہ رضاعت سے طبیعت میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پلایا جائے اس لیے کہ ماں کا دودھ زیادہ نفع مند ہے اور اگر بچہ کسی اور عورت کا دودھ پینا قبول نہ کرے تو اس حالت میں والدہ پر اپنا دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر خاص کر اطباء تو ولادت کے بعد ابتدائی مہینوں میں ماں کا دودھ پلانے کی نصیحت کرتے ہیں اور اس پر لوگوں کو ابھارتے ہیں۔

طبعی رضاعت کے طبی فوائد:

طبعی رضاعت کے بہت سے طبی فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں طبعی رضاعت کا حکم دیتے ہوئے کچھ اس طرح فرمایا ہے:

﴿ وَ الْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾

''اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کی مکمل مدت تک دودھ پلائیں (یہ اس کے لیے ہے) جو مدتِ رضاعت مکمل کرنا چاہتا ہے۔''(۲)

اس آیت کے نزول کو چودہ سو برس گزر چکے ہیں' عالمی تنظیمیں اور کمیٹیاں مثلاً عالمی صحت کی کمیٹی (World

(۱) [الموسوعة الفقهية (۲۳۹/۲۲)]

(۲) [البقرة : ۲۳۳]

(Health Organization) آج یہی بیان جاری کر رہی ہے کہ ماں اپنی اولاد کو ضرور دودھ پلائے' حالانکہ اسلام نے تو اس کا چودہ سو برس قبل ہی حکم دے دیا تھا۔تو آج کی تحقیق کے مطابق ہمارے سامنے بچے کو دودھ پلانے کے جو فوائد وثمرات ہیں ان میں سے چند درج ذیل سطور میں ملاحظہ کیجئے:

(1) ماں کا دودھ غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے جس میں کوئی کسی قسم کا جراثیم نہیں ہوتا۔

(2) ماں کے دودھ سے کوئی اور دودھ مماثلت نہیں رکھتا' نہ گائے کا اور نہ ہی بکری اور اونٹنی وغیرہ کا۔اس لیے کہ ماں کا دودھ قدرتی طور پر بچے کی ولادت سے لے کر دودھ پینے کی مدت ختم ہونے تک ہر روز بچے کی ضرورت کے مطابق بنتا اور تیار ہوتا رہتا ہے۔

(3) ماں کے دودھ میں پروٹین اور شوگر کا تناسب بچے کی ضرورت کے مطابق پایا جاتا ہے' لیکن گائے' بھینس اور بکری وغیرہ کے دودھ میں پروٹین اتنی مقدار میں ہوتی ہے کہ بچے کا معدہ اسے ہضم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' اس لیے کہ یہ دودھ ان حیوانات کی اولاد کی مناسبت سے تیار کیا گیا ہے۔

(4) ماں کا دودھ پینے والے بچے میں نموزیادہ ہوتی ہے اور وہ جلدی بڑا ہوتا ہے' جبکہ فیڈر سے دودھ پینے والے بچے اتنی جلدی نہیں بڑھتے۔

(5) ماں اور بچے کے درمیان نفسیاتی تعلق بڑھتا ہے۔

(6) ماں کا دودھ ان مختلف عناصر پر مشتمل ہوتا ہے جو بچے کی غذائی ضروریات اس کے جسم کی کیفیت اور کمیت کے مطابق پوری کرتا ہے اور اس کے نظامِ ہضم کے مطابق ہوتا ہے اور پھر غذائیت کے یہ عناصر ایک جیسے نہیں رہتے بلکہ بچے کی ضرورت کے مطابق دن بدن بڑھتے رہتے ہیں۔

(7) ماں کا دودھ ایک معقول درجہ حرارت رکھتا ہے جو بچے کی ضرورت پوری کرتا ہے اور کسی بھی وقت حاصل ہوسکتا ہے۔

(8) ماں کا دودھ پلانا منع حمل میں ایک طبعی عامل کی حیثیت رکھتا ہے اور ماں ان سب مشکلات سے سلامتی میں رہتی ہے جو منع حمل کے لیے گولیاں یا پھر انجیکشن وغیرہ استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

کیا قرآن سے بچے کو ماں کا دودھ پلانے کی برکت کی کوئی دلیل ثابت ہے؟

سوال میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طبعی رضاعت میں برکت رکھی ہے اور قرآن مجید اسے

بیان کرتا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ قرآن مجید میں یہ کون سے مقام پر ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہے برکت نازل فرماتا ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنے مال' یا رزق میں برکت کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بابرکت بنا دیتا ہے یا اس کی شخصیت بھی بابرکت بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿ وَاجْعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ ﴾

''اور میں جہاں بھی ہوں مجھے بابرکت بنا۔'' (۱)

اور برکت وہاں ہی ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اسے کردے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا ﴾

''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل فرمایا۔'' (۲)

یعنی اس کے نزول سے برکت حاصل ہوتی ہے وہ اس طرح کہ اس بارش سے درخت اور نباتات اُگتے ہیں' لیکن رضاعت کے بارے میں ہمارے علم میں نہیں کہ خصوصی طور پر اس کی برکت کے متعلق کوئی آیت وارد ہو۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے اور اس سے منع کردہ کاموں سے بچنے سے انسان کو خاص قسم کی برکت حاصل ہوتی ہے جو نافرمان کو نظر نہیں آتی۔

قرآن مجید میں والدہ کو بچے کی طبعی رضاعت پر ابھارا گیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے کہ

''اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائیں۔'' (۳)

علماء کا کہنا ہے کہ یہ خبر حکم کے معنی میں ہے یعنی والدہ پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دودھ پلائے۔ ان کا کہنا ہے کہ مدتِ رضاعت میں سے کچھ دیر دودھ پلانا تو واجب ہے۔ اور طبی طور پر یہ معلوم ہے کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں اور اس کی وجہ سے بچے کی نشوونما میں بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے اور انہیں نافذ کرنے میں بہت بڑی برکت ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ ابن جبرین)......

---

(۱) [مریم : ۳۱]

(۲) [ق : ۹]

(۳) [البقرۃ : ۲۳۳]

اگر رضاعت کی تعداد میں شک ہو جائے

سوال میں چچا کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں' مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے' لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کی والدہ نے بچپن میں مجھے دودھ پلایا ہے' جب ہم نے اس کی والدہ سے رضعات کی تعداد کا پوچھا تو اس کا جواب تھا کہ مجھے یاد نہیں کیونکہ بہت مدت گزر چکی ہے' تو کیا اس حالت میں میں اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہوں؟

جواب رضاعت سے حرمت دو شرطوں کے ساتھ ہوتی ہے:

❶ پانچ یا پانچ سے زیادہ مرتبہ رضاعت ہوئی ہو (یعنی مختلف اوقات میں پانچ بار بچے کو دودھ پلایا ہو)' اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

''پہلے قرآن میں یہ حکم اترا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر یہ منسوخ ہو گیا اور یہ (نازل ہوا کہ) پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کا سبب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو یہ قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔'' (۱)

❷ یہ رضاعت دو برس کے اندر اندر ہوئی ہو (یعنی بچے کی عمر کے پہلے دو برس میں)' اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''صرف وہی رضاعت حرمت ثابت کرتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے اور دودھ چھڑانے کی مدت (یعنی دو سال کی عمر) سے پہلے ہو۔'' (۲)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے:

دو برس کے بعد رضاعت نہیں' اس قول کے بارے میں باب' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''مکمل دو برس (کی مدت) اس کے لیے ہے جو مدتِ رضاعت مکمل کرنا چاہے۔''

اور ''رضعه'' کی تعریف یہ ہے کہ بچہ ماں کے پستان کو ایک بار منہ میں لے کر دودھ پئے اور سانس لینے کے لیے

---

(۱) [مسلم (۱٤٥۲) كتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات' مؤطا (۲/٦۰۸) ابو داود (۲۰٦۲) كتاب النكاح : باب هل يحرم ما دون خمس رضعات' ترمذى (۱۱٥۰) كتاب الرضاع : باب ما جاء لا تحرم المصة ولا المصتان' نسائى (٦/۱۰۰) ابن حبان (٤۲۰۷ ـ الإحسان)]

(۲) [**صحيح** : إرواء الغليل (۲۱٥۰) ترمذى (۱۱٥۲) كتاب الرضاع : باب ما جآء ما ذكر أن الرضاعة لا تحرم إلا فى الصغر دون الحولين' نسائى فى الكبرى (۳/۳۰۱) ابن حبان (۱۲٥۰ ـ الموارد)]

یا پھر دوسرے پستان کی طرف منتقل ہونے کے لیے اسے خود ہی چھوڑے۔ اور جب یہ ثابت ہو جائے تو پھر رضاعت کے احکام لاگو ہوں گے یعنی حرمتِ نکاح وغیرہ۔

اگر رضاعت کے وجود یا پھر اس کی تعداد کے بارے میں شک ہو کہ آیا عدد مکمل ہوا ہے کہ نہیں تو اس صورت میں حرمت ثابت نہیں ہوگی' اس لیے کہ اصل حرمت کا نہ ہونا ہی ہے' لہٰذا شک کی بنا پر یقین زائل نہیں ہوسکتا۔(۱)

اس بنا پر اگر حرمت والی رضاعت ثابت نہ ہو سکے تو آپ کی شادی جائز ہے۔

سائل کو میں یہ یاد دلانا نہیں بھولوں گا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم شریعت کے مطابق چلیں اور حق کی اتباع کے مقابلے میں اپنی خواہشات کو چھوڑ دیں۔ نیز مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ عفت و پاکدامنی اختیار کرتا ہوا عشق ومحبت سے دور رہے اور اس سے اجتناب کرے اور شریعتِ اسلامیہ کے مطابق نکاح کر کے اپنی عصمت کو محفوظ کرے۔

......(شیخ محمد المنجد)......

غسل جنابت سے پہلے بچے کو دودھ پلانا

سوال کیا عورت غسل جنابت کرنے سے پہلے اپنا دودھ بچے کو پلا سکتی ہے؟

جواب عورت کا غسل سے قبل بچے کو دودھ پلانا جائز ہے خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض یا غسل نفاس۔ ان حالات میں بچے کو دودھ پلانے کے لیے غسل کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ بلکہ نماز اور ہر وہ عبادت جس کے لیے طہارت واجب ہے' اس کے لیے غسل کرنا بھی واجب ہے اور حیض اور نفاس والی عورت کو جب حیض یا نفاس ختم ہو تو ان عبادات کے لیے غسل کرنا واجب ہے اور ایسی عورتوں کو خاوند کی ہم بستری کے لیے حلال ہونے کے لیے بھی غسل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حیض اور نفاس والی عورت قرآن مجید کو نہیں چھو سکتی' اس کے علاوہ ہر چیز کو چھو سکتی ہے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

حمل کے دوران بچے کو دودھ پلانا

سوال میں اپنے دس ماہ کے بچے کو دودھ پلا رہی ہوں اور مجھے حمل بھی ہے' تو کیا مجھے حمل کی وجہ سے اپنے بچے کو دودھ پلانے سے رک جانا چاہیے یا میں حمل کے باوجود دودھ پلاتی رہوں؟ اور کیا دورانِ حمل بچے کو دودھ پلانا

(۱) [مزید دیکھئے: المغنی لابن قدامة (۳۱۲/۱۱)]

حرام ہے یا حلال؟

جواب دورانِ حمل بچے کو دودھ پلانے کے متعلق کسی ماہر ڈاکٹر کی رائے پر عمل کرنا چاہیے' اگر تو وہ کہے کہ دورانِ حمل بچے کو دودھ پلانا حمل کے لیے نقصان دہ نہیں اور نہ ہی دودھ پینے والے بچے کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے تو دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں اور دودھ پلانا جائز ہے۔ لیکن اگر دودھ پلانا حمل یا دودھ پینے والے بچے کے لیے نقصان دہ ہو تو آپ بچے کو دودھ نہ پلائیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

بڑی عمر کے آدمی کو دودھ پلانے سے حرمت کا حکم

سوال اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو کیا وہ اس کی ماں بن جائے گی؟

جواب بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ جو رضاعت مؤثر ہوتی ہے وہ دودھ چھڑانے سے پہلے (بچے کی) دو سال کی عمر کے اندر اندر پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ دودھ پلانا ہے' اور اگر بڑی عمر کے آدمی کو دودھ پلایا گیا ہو تو اس سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کوئی اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو وہ اس وجہ سے اس کا بیٹا نہیں بنے گا۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

○ شیخ صالح فوزان ﷾ سے دریافت کیا گیا کہ بڑے آدمی کو دودھ پلانے کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلے میں کیا راجح ہے؟ تو ان کا جواب تھا:

بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے مراد ہے' اس کو دودھ پلانا جس کی عمر دو سال سے اوپر ہو...... اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں اور اگر ایسا ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم کا قصہ ایک خاص واقعہ ہے' اس کا کوئی عموم نہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ صالح فوزان)......

خالہ نے دو بار دودھ پلایا ہے تو کیا اس کی بیٹی سے شادی جائز ہے؟

سوال میں نے اپنی خالہ کی بیٹی سے منگنی کی اور جب شادی کا وقت قریب آیا تو خالہ کہنے لگی' میں نے تجھے بچپن میں دو بار دودھ پلایا ہے لیکن پیٹ بھر کر نہیں' تو کیا اب میں خالہ کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہوں؟

جواب: اس حالت میں آپ اپنی خالہ کی بیٹی سے شادی کر سکتے ہیں' اس لیے کہ جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے' اس کی تعداد پانچ ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل صحیح حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

''پہلے قرآن میں یہ حکم اترا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر یہ منسوخ ہو گیا اور یہ (نازل ہوا کہ) پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کا سبب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو یہ قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔'' (۱)

شیخ ابن بازؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے کسی عورت کا تین بار دودھ پیا ہو تو کیا اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی؟ تو ان کا جواب تھا:

ان تین رضعات سے حرمت ثابت نہیں ہوگی' بلکہ تحریم تو پانچ بار یا اس سے بھی زیادہ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے۔ پھر شیخ نے اوپر بیان کی گئی حدیث عائشہ سے استدلال کیا۔ (۲)

شیخ ابن عثیمینؒ کا کہنا ہے:

ایک بار دودھ پینا اثر انداز نہیں ہوتا' پانچ مرتبہ دودھ پینا ضروری ہے اور یہ بھی دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے اور وہ مدت بچے کی عمر دو سال ہونے تک ہے۔ اگر کسی نے ایک یا دو یا تین یا چار مرتبہ دودھ پی لیا تو اس سے وہ اس عورت کا رضاعی بیٹا نہیں بنے گا' بلکہ اس کے لیے پانچ بار دودھ پینا ضروری ہے اور اگر کسی کو یہ شک ہو کہ اس نے چار بار دودھ پیا ہے یا پانچ بار تو اصل اور صحیح یہ ہے کہ چار بار ہی پیا ہے' اس لیے کہ جب بھی عدد میں شک ہو جائے تو کم عدد ہی لیا جائے گا۔

اس بنا پر اگر کوئی عورت یہ کہتی ہے کہ اس نے اس بچے کو دودھ تو پلایا ہے لیکن پتہ نہیں کہ ایک' دو' تین' چار یا پانچ بار؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ بچہ اس کا رضاعی بیٹا نہیں کیونکہ اس کے لیے بلاشبہ پانچ رضعات کا ہونا ضروری ہے۔ (۳)

......(شیخ محمد المنجد)......

رضاعی خالہ سے شادی

سوال: ہمیں ایک بہت ہی حساس اور اہم مسئلہ درپیش ہے جو کہ رضاعت سے متعلقہ ہے جسے ہم درج ذیل

(۱) [مسلم (۱٤٥٢) کتاب الرضاع : باب التحریم بخمس رضعات]

(۲) [فتاوی اسلامیۃ (۳/۲۲٦)]

(۳) [مزید دیکھئے: الفتاوی الجامعۃ للمرأۃ المسلمۃ (۲/۷٦۸)]

مثال میں پیش کرتے ہیں:

زینب کی بہن آمنہ (نانی) نے زینب کی بیٹی فاطمہ کو دودھ پلایا۔ پھر آمنہ نے اُم کلثوم (بیٹی کی بیٹی کو) دودھ پلایا۔ مسئلہ یہ ہے کہ فاطمہ کا ایک بیٹا اُم کلثوم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ شادی جائز ہے؟

جواب سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ آمنہ نے فاطمہ اور اُم کلثوم دونوں کو دودھ پلایا' اس طرح فاطمہ اور اُم کلثوم دونوں رضاعی بہنیں ہوئیں' لہٰذا فاطمہ کے کسی بیٹے کے لیے بھی اُم کلثوم سے شادی کرنا جائز نہیں اس لیے کہ وہ اس کی رضاعی خالہ ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ ﴾

''جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔'' (۱)

اور چونکہ نسب کی خالہ حرام ہے اس لیے رضاعی خالہ بھی حرام ہوگی۔

امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں:

جو عورت بھی نسب کی وجہ سے حرام ہے' رضاعت کی وجہ سے اس طرح کی عورت حرام ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہیں: مائیں' بیٹیاں' بہنیں' پھوپھیاں' خالائیں' بھتیجیاں' بھانجیاں۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے ہوتے ہیں۔''

ہمیں اس مسئلے میں کسی قسم کے اختلاف کا علم نہیں۔ (۲)

یاد رہے کہ رضاعت کی وجہ سے حرمت دو چیزوں پر موقوف ہے:

1- پانچ مرتبہ بچے کو دودھ پلایا گیا ہو۔

2- بچے کی عمر دو سال مکمل ہونے سے پہلے پلایا گیا ہو۔

......(شیخ محمد المنجد)......

اگر شادی کے بعد علم ہو کہ بیوی رضاعی بہن ہے؟

سوال بیوی کے ساتھ ہم بستری کر لینے کے بعد مجھے علم ہوا کہ یہ تو میری رضاعی بہن ہے' اس لیے کہ میں نے

(۱) [بخاری (۵۰۹۹) کتاب النکاح : باب قول الله تعالیٰ : وأمهاتكم اللاتی أرضعنكم ' موطا (۲/۱ ۶۰) مسلم (۱٤٤٤) کتاب الرضاع : باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة ' نسائی (۱۰۲/٦) دارمی (۱۵۵/۲) عبدالرزاق (٤٧٦/٧) أبو یعلی (۳۳۸/۷) بیهقی (۱۵۹/۷)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: المغنی لابن قدامة (۸۷/۷)]

اس کی بہن کے ساتھ اس کی ماں سے دودھ پیا تھا' تو کیا اس حالت میں یہ مجھ پر حرام ہو گی؟

جواب: جی ہاں' اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے اور واقعی آپ نے اپنی سالی کے ساتھ اس کی ماں کا دودھ پیا ہے تو وہ آپ پر حرام ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ نے اپنی بیوی کی ماں کا دودھ پیا یا پھر بیوی کے والد کی دوسری بیوی کا دودھ پیا' تو اس حالت میں آپ اس کے بھائی بنیں گے اور یہ نکاح باطل ہو گا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ آپ کے علم میں ہو کہ دودھ کا اثر اس وقت ہوتا ہے جب دو برس سے کم عمر میں اور پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ پیا گیا ہو اور اگر دو سال کی عمر کے بعد یا اس تعداد سے کم مرتبہ پیا گیا ہو تو پھر حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کی والدہ سے پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ دو سال کی عمر کے دوران دودھ پیا ہے تو آپ پر ضروری ہے کہ فوری طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں کیونکہ یہ نکاح صحیح نہیں۔

نیز اس بات کا علم ہونے سے پہلے پیدا ہونے والی اولاد شرعی طور پر آپ کی طرف منسوب ہو گی' اس لیے کہ یہ بچے ایسی ہم بستری کے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں جو شبہ کی ہم بستری ہے اور شبہ کی ہم بستری سے اہل علم کے ہاں نسب کا الحاق ہوتا ہے۔

......(شیخ ابن عثیمین)......

مِلک بینک کا حکم

سوال: امریکہ میں مِلک بینک کے نام سے بینک پائے جاتے ہیں' جو حاملہ عورتوں کا دودھ خرید کر ضرورت مند عورتوں' جن کا دودھ ناقص ہو یا وہ مریض ہوں یا کسی کام وغیرہ میں مشغول ہوں' کو فروخت کیے جاتے ہیں۔ تو کیا اس دودھ کی خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب: یہ حرام ہے' اس طرح کے بینک قائم کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دودھ عورتوں کا ہے اور اس سے ماؤں کی پہنچان نہیں رہے گی اور ان میں اختلاط ہو جائے گا جس سے یہ پتہ نہیں چلے گا کہ ماں کون سی ہے۔ جبکہ شریعتِ اسلامیہ میں رضاعت سے بھی اسی طرح حرمت ثابت ہوتی ہے جس طرح نسب سے ہوتی ہے' لیکن اگر دودھ عورتوں کا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......


بچوں کی پرورش
کے احکام

بچے کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے؟

سوال: شادی کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس سے بچہ لینے کی کوشش کی' اب وہ عورت سوال کرتی ہے کہ بچے کی پرورش کا اسے زیادہ حق ہے یا طلاق دینے والے خاوند کو؟

جواب: مردوں کی بہ نسبت عورتوں کو بچوں کی تربیت و پرورش کا زیادہ حق ہے' اس لیے کہ بچوں کے لیے عورتیں ہی زیادہ مشفق اور رحم کرنے والی ہیں اور پرورش و تربیت کے معاملات میں زیادہ صبر کرنے والی اور مشقت برداشت کرنے والی ہیں۔ لہٰذا بالاتفاق بچے یا بچی کی پرورش کا زیادہ حق ماں کو ہی حاصل ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں پرورش کرنے کی تمام شروط پائی جائیں۔ پرورش کرنے والے میں جن شروط کا ہونا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں:

- تکلیف: یعنی پرورش کرنے والا مکلّف ہو۔
- حریت: یعنی وہ آزاد ہو غلام نہ ہو۔
- عدالت: یعنی وہ عادل و دیانتدار ہو۔
- اگر بچہ مسلمان ہو تو پھر پرورش کرنے والا بھی مسلمان ہو۔
- بچے کی ضروریات پوری کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔
- عورت نے کسی اور اجنبی مرد سے شادی نہ کی ہو۔

اگر ان شروط میں سے کوئی شرط مفقود ہو یا پھر کوئی مانع مثلاً جنون (پاگل پن) یا شادی وغیرہ پیدا ہو جائے تو پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا۔

دوسری شادی کرنے تک پرورش کا زیادہ حق ماں کو ہے اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا' اے اللہ کے رسول! یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا' میری چھاتی (پستان) اس کے لیے مشکیزہ تھی اور میری آغوش اس کے لیے جائے قرار تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ مجھ سے اس بچے کو بھی چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس کی زیادہ حق دار ہے۔'' (۱)

(۱) [حسن: صحیح ابو داود (۱۹۹۱) کتاب الطلاق: باب من أحق بالولد' ابو داود (۲۲۷۶) دارقطنی (۳۰۵/۳) حاکم (۲۰۷/۲) بیھقی (۴/۸۔۵) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

واضح رہے کہ عورت کا بچے پر زیادہ حق اس وقت تک ہے جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے کیونکہ جب وہ بالغ اور سن تمیز تک پہنچ جائے گا تو پھر اسے اختیار دے دیا جائے گا چاہے تو ماں کے پاس چلا جائے اور چاہے تو باپ کے پاس' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے سے کہا:

''اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔ پھر اس بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چلتی بنی۔''(۱)

اور اگر بچہ خود فیصلہ نہ کر سکے تو قرعہ ڈال لیا جائے کیونکہ یہ بھی مشروع ہے(۲)۔ البتہ اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ بچے کو والدین میں سے اس کی پرورش میں دیا جائے جس کے پاس رہنے میں بچے کی مصلحت ہو یعنی ان میں سے جو زیادہ نیک اور متقی ہو بچے کو اسی کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ (واللہ اعلم)

......(شیخ محمد المنجد)......

فاسق کا بچوں کی پرورش کرنے کا حکم

سوال کیا فاسق سے بچوں کی پرورش کا حق ساقط ہو جاتا ہے؟

جواب فاسق سے بچوں کی پرورش کا حق ساقط نہیں ہوتا' یہی قول راجح ہے (البتہ بہتر یہ ہے کہ بچے کو اس کی پرورش میں نہ دیا جائے تاکہ بچہ بری عادات واخلاق سیکھنے سے بچ جائے)۔

......(شیخ عبدالرحمن سعدی)......

سات سال کی بیٹی کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

سوال ایک طلاق یافتہ عورت کی زیر پرورش دو بیٹیاں ہیں' ان میں سے ایک سات برس کی ہو گئی ہے اور دوسری آٹھ ماہ کی ہے اور ان کا والد چاہتا ہے کہ ان دونوں کو ان کی ماں سے لے کر اس کی سوکن (یعنی اپنی دوسری بیوی) کی پرورش میں دے دے (تو اس کا کیا حکم ہے)؟

---

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۱۹۲) کتاب الطلاق : باب من أحق بالولد' ابو داود (۲۲۷۷) کتاب الطلاق : باب من أحق بالولد' ترمذی (۱۳۵۷) کتاب الأحکام : باب ما جاء فی تخییر الغلام بین أبویه اذا افترقا' نسائی (۳۴۹۶) کتاب الطلاق : باب اسلام أحد الزوجین وتخییر الولد' ابن ماجة (۲۳۵۱) کتاب الأحکام : باب تخییر الصبی بین أبویه' أحمد (۷۳۴٦۔ شاکر) مشکل الآثار (۱۷٦/۴)] امام زیلعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [نصب الرایة (۲٦۹/۳) تلخیص الحبیر (۱۲/۴)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۹۲) کتاب الطلاق : باب من أحق بالولد' ابو داود (۲۲۷۷) نسائی (۱۸۵/٦) ابن أبی شیبة (۲۳۷/۵)]

جواب چھوٹی بیٹی کی پرورش اس کی ماں ہی کرے گی جب تک وہ کسی اور مرد سے شادی نہیں کر لیتی یا اس بیٹی کی عمر بھی سات سال نہیں ہو جاتی' پھر (اس کی شادی یا بچی کی سات سال کی عمر کے بعد) اس کی پرورش اس کے والد کے ذمہ ہوگی بشرطیکہ باپ کے پاس رہنے میں بچی کو کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو اور بڑی بیٹی کی پرورش بھی اس کا باپ ہی کرے گا جب تک اسے اس کے پاس کوئی نقصان لاحق نہ ہو۔

......(شیخ محمد آل شیخ)......

مسلمان کی وفات کے بعد عیسائی بیوی سے پیدا شدہ اولاد کی پرورش کا حقدار کون؟

سوال جب مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کی عیسائی بیوی سے پیدا شدہ اولاد کی پرورش کا حق کسے حاصل ہوگا' مسلمان شخص کے دیگر مسلمان رشتہ دار بھی بہت دور ہیں؟

جواب اہل علم کی اکثریت کا کہنا ہے کہ بچوں کو کسی کافر کی پرورش میں نہیں دیا جائے گا۔[1] اس لیے اگر آدمی کے مسلمان رشتہ دار بہت زیادہ دور ہوں تو بچوں کو ان کے پاس بھیجا جائے گا' اگر یہ ممکن نہیں تو بچوں کو کسی مسلمان گھرانے کے سپرد کر دیا جائے گا تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال اور اسلامی تربیت کر سکیں۔

......(شیخ محمد المنجد)......

ایڈز کی شکار ماں کا اپنے تندرست بچے کی پرورش اور دودھ پلانا

سوال کیا ایڈز کی شکار ماں اپنے تندرست بچے کی پرورش کر سکتی ہے اور اسے دودھ پلا سکتی ہے؟

جواب دورِ حاضر میں میڈیکل نے طبی طور پر معلومات مہیا کی ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایڈز کی شکار ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانے اور اس کی پرورش کرنے سے بچے کو یقینی خطرہ نہیں۔ بلکہ اس مسئلے میں اس کی حالت عادی زندگی جیسی ہی ہے جس میں ایک دوسرے سے میل جول ہوتا ہے۔ اس لیے شریعت میں کسی قسم کی ممانعت نہیں' لہٰذا اگر اسے طبی طور پر ممانعت نہیں تو وہ اپنے بچے کی پرورش کر سکتی ہے اور اسے دودھ پلا سکتی ہے۔

البتہ میاں بیوی میں سے تندرست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایڈز کے مریض سے الگ ہو جائے خواہ وہ خاوند ہو یا بیوی۔ اس لیے کہ ایڈز کا مرض جنسی تعلقات قائم کرنے سے دوسرے کو بھی لگ جاتا ہے۔ (۲)

......(شیخ محمد المنجد)......

(۱) [تفصیل کے لیے دیکھیے: المغنی لابن قدامة (۱۱/۴۱۲)]

(۲) [مزید دیکھیے: مجمع الفقه الاسلامی (ص/ ۲۰۴-۲۰۶)]

فقہی ترتیب پر مشتمل جدید طرز تحقیق سے آراستہ کتب

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

سلسلہ فقہ الحدیث

تالیف و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری   تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہ و فہم کا ذخیرہ ہے۔

☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل اور دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے ائمہ اربعہ اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔

☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق مؤقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆ تمام آیات و احادیث اور اقوال و فتاوی جات کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔

☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ ☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق لگائی گئی ہے۔

مطبوعہ حصے

4- کتاب الطھارۃ (طہارت کی کتاب)
5- کتاب الصلاۃ (نماز کی کتاب)
6- کتاب الزکوٰۃ (زکوٰۃ کی کتاب)
7- کتاب الصیام (روزوں کی کتاب)
8- کتاب الحج (حج کی کتاب)
9- کتاب الجنائز (جنازے کی کتاب)
11- کتاب النکاح (نکاح کی کتاب)
12- کتاب الطلاق (طلاق کی کتاب)

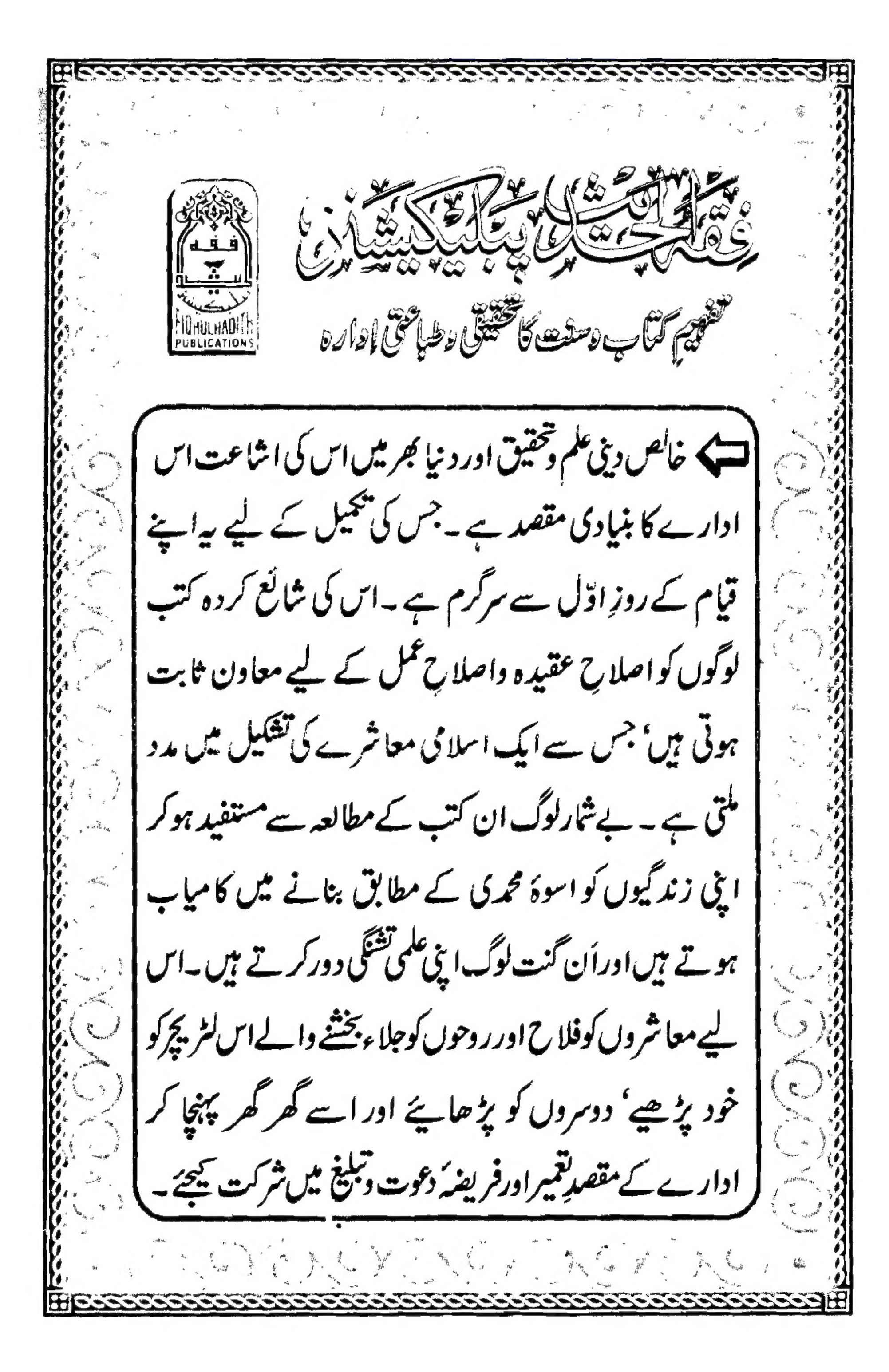
زیر طبع حصے

1- کتاب الایمان (ایمان کی کتاب)
2- کتاب التوحید (توحید کی کتاب)
3- کتاب السنۃ (سنت کی کتاب)
10- کتاب البیوع (تجارت کی کتاب)
13- کتاب الاولاد والوالدین (اولاد اور والدین کی کتاب)
14- کتاب الجھاد (جہاد کی کتاب)

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
E-mail:
fiqhulhadith@yahoo.com

﴿مطبوعات فقہ الحدیث پبلیکیشنز﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف، مرتب، مترجم	قیمت
1	طہارت کی کتاب	حافظ عمران ایوب لاہوری	مجلد 225 / کارڈ کور 135
2	نماز کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
3	زکوۃ کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
4	روزوں کی کتاب	//	مجلد 200 / کارڈ کور 120
5	حج وعمرہ کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
6	جنازے کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
7	نکاح کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
8	طلاق کی کتاب	//	مجلد 200 / کارڈ کور 120
9	اولاد اور والدین کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
10	دعاؤں کی کتاب	//	مجلد 225 / کارڈ کور 135
11	فتاویٰ نکاح وطلاق (دورِ حاضر میں پیش آمدہ جدید ازدواجی مسائل پر عرب علما کے فتاویٰ)	//	330
12	مسنون عمرہ (پاکٹ سائز)	//	مجلد 60 / کارڈ کور 54
13	100 مشہور ضعیف احادیث	جمع و ترتیب: شیخ احسان بن محمد العتیبی ترجمہ: حافظ عمران ایوب لاہوری	50
14	جنت کی کنجیاں	جمع وترتیب: شیخ عبدالهادی بن حسن وہبی ترجمہ: حافظ عمران ایوب لاہوری	60
15	فقہ الحدیث (شرح الدرر البہیۃ)	حافظ عمران ایوب لاہوری	جلد اول 430 جلد دوم 450
16	فقہ الاسلام (شرح بلوغ المرام)	//	اعلیٰ ایڈیشن 550 عام ایڈیشن 380
17	پانچ اہم دینی مسائل (عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل)	//	50
18	قصص الانبیاء	تالیف: امام ابن کثیرؒ ترجمہ وتخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری	اعلیٰ ایڈیشن 360 عام ایڈیشن 300



خالص دینی علم وتحقیق اور دنیا بھر میں اس کی اشاعت اس ادارے کا بنیادی مقصد ہے۔ جس کی تکمیل کے لیے یہ اپنے قیام کے روزِ اوّل سے سرگرم ہے۔ اس کی شائع کردہ کتب لوگوں کو اصلاحِ عقیدہ واصلاحِ عمل کے لیے معاون ثابت ہوتی ہیں' جس سے ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔ بے شمار لوگ ان کتب کے مطالعہ سے مستفید ہو کر اپنی زندگیوں کو اسوۂ محمدی کے مطابق بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں اور اَن گنت لوگ اپنی علمی تشنگی دور کرتے ہیں۔ اس لیے معاشروں کو فلاح اور روحوں کو جلاء بخشنے والے اس لٹریچر کو خود پڑھیے' دوسروں کو پڑھایئے اور اسے گھر گھر پہنچا کر ادارے کے مقصدِ تعمیر اور فریضۂ دعوت وتبلیغ میں شرکت کیجئے۔



اسلامی نظام زندگی کے امتیازات اور اس کی خصوصیات میں سے سب سے بڑی خصوصیت اور امتیاز اس کا خاندانی نظام ہے جس کی برکات روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ اسلامی تمدن میں نکاح کا تصور ایمان کی حفاظت کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے جس سے صالح تمدن کی داغ بیل استوار ہوتی ہے۔ کتاب و سنت میں حقوق الزوجین کے مسئلے کو بڑی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان تعلقات کے تمام ضروری اور نازک معاملات کو جس شرح و بسط کے ساتھ اسلامی شریعت میں واضح کیا گیا ہے اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی تہذیب یا مذہب نہیں کر سکتا۔

انسانی فطرت میں جہاں محبت اور یگانگت کے پہلو ہیں وہیں پر منافرت اور مخاصمت کے اسباب بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات بسنے والے خاندانوں میں زوجین کے درمیان بوجوہ ناچاقی اور اختلاف کے ایسے پہلو ابھر آتے ہیں کہ جو بالآخر طلاق جیسے نتیجے پر منتج ہوتے ہیں اور طلاق اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں میں سے سب سے مبغوض اجازت تصور ہے۔ یہ طلاق ناگزیر حالات میں خاندان کی مزید ٹوٹ پھوٹ سے بچنے کا بھی ایک ذریعہ بن جاتی ہے۔ آج مغرب اس طلاق کے سیلاب میں غرق ہو کر اپنے خاندانی نظام سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ مغربی تہذیب کے کچھ چھینٹے اسلامی اور مشرقی تہذیب پر بھی پڑے ہیں جن کے نتیجے میں آج ہماری عدالتوں میں بھی ہزاروں طلاق کے مقدمات دائر ہو رہے ہوتے ہیں۔ نکاح کے شرعی آداب اور تقاضے نیز طلاق کا مشروع طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ اس کے بارے میں بہت ہی غفلت پائی جاتی ہے۔

عزیز گرامی "حافظ عمران ایوب لاہوری ﷾" نے اس نازک موضوع پر عالم عرب کے ممتاز مفتیان کرام کی رائے کو اس طرح پیش کر دیا ہے کہ کتاب و سنت کی روح اس میں سمٹ آئی ہے اور اس موضوع کے تمام امکانات کو اسلامی شریعت کی روشنی میں واضح کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ اسلام کی معاشرتی تعلیمات کے ان دو پہلوؤں کو کتاب و سنت کی روشنی میں سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

ڈائریکٹر بیت الحکمت لاہور

